UNIVERSAL
LIBRARY
OU_222607
UNIVERSAL
LIBRARY

دیوان باقر

مرتبہ

مولوی سیّد عطا حسین صبا

إِنَّ مِنَ الْبَيَانِ سِحْرًا وَإِنَّ مِنَ الشِّعْرِ حِكْمَةً



دیوان باقر

از

افادات سلطان قلیم سخنوری و سخندانی شہنشاہ مملکت فصاحت و بلاغت و معانی
سرآمد علمائے ربانی و پیشوائے فضلائے ہدایت نشانی بحر الشریعت مصباح الطریقت امین الحقیقت
زین المعرفت قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین صدر الواصلین فانی فی اللہ باقی باللہ کاشف اسرار خفی جلی
ملک الشعرا حضرت سید شاہ باقر علی المخاطب بہ شاہ شہید المحبت چشتی قادری فخری اصدقی
المتخلص بہ باقر قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ و نور اللہ مرقدہٗ

شاگرد حضرت نجم الدولہ دبیر الملک نواب اسد اللہ خان نظام جنگ
المتخلص بہ غالب طاب اللہ تعالیٰ ثراہ
وجعل الجنۃ مثواہ

مرتب و مدوّن کردۂ

مولوی حافظ سید عطا حسین صاحب ام، اے۔ سی، ای
ام، آر، اے، اس، بی۔
ناظم تعمیرات وظیفہ یاب سرکار ابد قرار سلطنت آصفیہ

قیمت کتاب دو روپیہ آٹھ آنہ سکہ انگریزی علاوہ محصول ڈاک۔

کتاب کے ملنے کا پتہ (۱) خان بہادر مولوی سید عبد الصمد صاحب۔ محلہ رمنہ۔ ڈاکخانہ بانکی پور۔ پٹنہ۔
(۲) مولوی سید عطا حسین صاحب۔ محلہ لنگر پلی۔ حیدر آباد دکن۔

مطبوعہ
شمس الاسلام پریس۔ سالار جنگ بلڈنگ
حیدرآباد دکن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الرب الاکرم الذی علم بالقلم علم الانسان ما لم یعلم
والصلوٰۃ والسلام علی من انزل علیہ نون والقلم شفیع الامم ترجمان
لسان القدم منبع العلم والحکم افصح العرب والعجم الذی اوتی
جوامع الکلم سیدنا ومولانا وھادینا وشفیعنا محمد النبی المحترم
وعلی آلہ واصحابہ الذین ھم سفن النجات ونجوم الاھتدا فی الظلم

المنت للہ کہ وقت مساعد ہوا اور توفیق الٰہی رفیق حال ہوی کہ حضرت
افصح الفصحا ابلغ البلغا سلطان الشعراء والدی مولانا سید **باقر علی** پر یگانوی حنفی
چشتی قادری فخری الاصدقی المتخلص بہ **باقر** رحمۃ اللہ علیہ کے منتشر کلام کو راقم الحروف
عطا حسین جمع اور بصورت دیوان مرتب اور طبع کر سکا۔ یہ مقالہ چونکہ **دیوان باقر**
کی ترتیب اور طباعت کے ضمن میں لکھا جاتا ہے اس لئے کافی ہوتا کہ صرف حضرت
باقر علیہ الرحمہ کے سوانح حیات اور ان کی شاعری پر تبصرہ اور ان کے کلام کو جمع اور
دیوان کو مرتب کرنے کی کیفیت قلمبند کر دی جاتی۔ مگر خیال آیا کہ اس موقع کو کام میں لاکر
اون کے خاندان اور اسلاف کے حالات بھی اختصار کے ساتھ قلمبند کر دئے جائیں تاکہ
نہ صرف حضرت باقر قدس سرہٗ کے خاندان کی ایک اجمالی تاریخ مرتب ہو جائے
بلکہ بمقتضائے لَقَدْ كَانَ فِي قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ لِّأُولِي الْأَلْبَابِ شاید یہ مختصر تذکرہ

اون کی اولاد و احفاد کے لئے ذریعۂ انتفاع و اعتبار اور اون کے مراحل زندگی میں مشعل ہدایت ہو سکے۔ وہ لوگ تو جا چکے اور اون کے ساتھ اون کا تمدن اور طرز معشرت اون کی تہذیب اور اون کے اخلاق سب رخصت ہو گئے۔ ممکن ہے کہ اس مختصر مقالہ کے آئینہ میں اون بزرگوں کی تہذیب اون کے اخلاق اون کی خالص اسلامی طرز معشرت اور مخلوق کے ساتھ اون کی ہمدردی اور یاد الٰہی اور اتباع سنت نبوی میں اون کے انہماک کی جھلک نظر آئے اور اون کی اولاد و احفاد میں جو لوگ جوہر قابل رکھتے ہوں عکس پذیر ہو کر منتفع ہوں اور فلاح دارین حاصل کر سکیں۔ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللهِ۔

موضع پیر بگہ کا جغرافیہ اور حضرت باقر کا نسب پدری و مادری

صوبہ بہار میں گیا پٹنہ ریلوے لائین پر گیا سے چھ میل پٹنہ کی جانب چاکند نام کا ایک اسٹیشن ہے اس سے ڈیڑھ میل جانب مغرب و شمال مشایخین کی ایک چھوٹی سی بستی ہے جو پیر بگہ کے نام سے مشہور ہے حضرت باقر کا اور ان کی اجداد میں پانچ پشت اوپر تک بزرگوں کا مولد و مسکن یہی قریہ رہا ہے۔ ان کا نسب پدری حضرت مخدوم العارفین جلال الدین محمد کبیر الاولیا گازرونی پانی پتی سے اور نسب مادری حضرت سیدنا عبد الوہاب بن حضرت قطب الاقطاب غوث الاعظم غوث الثقلین سیدنا محی الدین ابو محمد عبد القادر الحسنی الحسینی الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملتا ہے۔ ان بزرگوں تک دونوں نسب نامے ذیل میں لکھے جاتے ہیں۔

نسب پدری

حضرت سید شاہ باقر علی بن حضرت شاہ وارث علی بن حضرت مخدوم شاہ محب اللہ بن مخدوم شاہ ہدایت اللہ بن مخدوم شاہ رحمت اللہ بن مخدوم شاہ ماہرو (جنھوں نے پیر بگہ میں سکونت اختیار کی) بن مخدوم شاہ محمد بن مخدوم شاہ معروف بن مخدوم شاہ منصور

بن مخدوم برہان[9] الدین عرف بندگی شاہ اخوند میاں (انھوں نے قصبہ بہار سے منتقل ہو کر موضع دیورہ میں سکونت اختیار کی) بن مخدوم شاہ برخوردار[10] بن مخدوم شاہ اسحٰق[11] بن مخدوم شاہ سلیمان[12] بن مخدوم شاہ داؤد[13] (پانی پت سے آکر قصبہ بہار میں سکونت پذیر ہوئے) بن مخدوم شاہ عبدالقدوس[14] بن مخدوم شبلی[15] بن حضرت مخدوم العارفین جلال[16] الدین محمد کبیر الاولیا گازرونی پانی پتی قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم۔

نسب مادری

والدہ[1] حضرت سید شاہ باقر علی بنت حضرت میر سید عبدالقادر[2] بن میر سید عباد اللہ[3] بن میر سید نعمت اللہ[4] بن میر سید محمد باقر[5] بن میر سید محمود[6] عرف مودن بن میر سید علی[7] بن میر سید جلال[8] بن میر سید فیروز[9] بن میر سید عثمان[10] بن میر سید شمس الدین[11] عرف سید جیتن جونقی بن میر سید نور الدین[12] بن میر سید ضیاء الدین[13] بن میر سید وفی الدین[14] بن میر سید احمد[15] بن میر سید صوفی[16] بن حضرت سید عبدالوہاب[17] بن حضرت غوث الثقلین محی الدین ابو محمد عبدالقادر الحسنی الحسینی رحمۃ اللہ علیہم۔

حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا رحمۃ اللہ علیہ کے مورث اعلیٰ حضرت خواجہ رکن الدین عبدالرحمٰن الکبیر علیہ الرحمہ ابو جعفر عبداللہ المنصور عباسی کے ظلم و ستم کے بدولت مدینہ منورہ میں نہ رہ سکے اور گازرون میں آکر سکونت اختیار کی۔ (ابو جعفر عبداللہ المنصور بن محمد بن علی بن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سلاطین عباسیہ کا دوسرا بادشاہ تھا۔ تاریخ الخلفا میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے کارناموں کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس کا اقتباس یہ ہے قتل خلقا کثیرا حتی استقام ملکہ وھو الذی ضرب ابا حنیفہ رح علی القضاء ثم سجنہ فمات بعد ایام وقیل انہ قتلہ بالسم.... فقتلھما (یعنی محمد و ابراھیم ابنے عبداللہ بن حسن بن الحسنؑ بن علیؑ بن ابی طالب)

وجماعة كثيرة من آل البيت فَاِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ..... واذى المنصور خلقاً من العلما ممن خرج معهما او امر بالخروج قتلا وضربا وغيرذٰلك منهم ابو حنيفه وعبد الحميد بن جعفر وابن عجلان ... . وفى سنة (مائة و) ثمان وخمسين امر المنصور نائب مكة بحبس سفيان الثورى وعباد بن كثير فحبسا وتخوف الناس ان يقتلهما المنصور اذا ورد الحج فلم يوصله الله مكة سالما بل قدم مريضا ومات وكفاهم الله شره -

ترجمہ (منصور نے) مخلوق کثیر کو قتل کیا یہاں تک کہ اُس کے ملک کو استقامت ہوئی اور اس نے قضا کے عہدہ کو قبول نہ کرنے کے سبب حضرت ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو مارا اور قید کیا اور اسی قید میں انھوں نے چند روز کے بعد انتقال کیا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس نے ان کو زہر دیکر مار ڈالا ..... حضرت محمدؑ و حضرت ابراہیمؑ کو (جو حضرت عبد اللہ بن حسن بن الحسن المجتبی بن علیؑ بن ابی طالب کے بیٹے تھے) اور ان کے ساتھ اہل بیت کی جماعت کثیر کو بھی قتل کیا پس اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ..... اور ان علماء میں سے جماعت کثیر کو منصور نے قتل اور ضرب وغیرہ سے ایذا پہنچائی جنھوں نے ان دونوں (محمدؑ اور ابراہیم) کے ساتھ خروج کیا تھا یا خروج کا فتوی دیا تھا ان میں حضرت ابو حنیفہ اور عبد الحمید بن جعفر اور ابن عجلان تھے ..... اور ۱۵۸ھ میں نایب مکہ کو منصور نے حضرت سفیان ثوری اور عباد بن کثیر کو قید کرنے کا حکم دیا اور لوگوں کو خوف ہوا کہ جب وہ حج کے لئے مکہ آئیگا تو ان بزرگوں کو قتل کر دیگا پس اللہ تعالی نے اس کو حج کے موقع پر مکہ معظمہ صحیح

وسلامت نہیں پہنچایا بلکہ وہ بیمار آیا اور مرگیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے شر سے ان کو بچایا۔

اون کی اولادیں پانچویں پشت میں حضرت خواجہ قطب الدین عبدالعزیز کازرونی میں بھی نہ رہ سکے اور سرخس چلے آئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ سلطنت عباسیہ کے اوائل زمانہ میں ان بزرگوں کو بے حد تکلیف پہنچائی گئی غالباً اسی وجہ سے حضرت باقر علیہ الرحمہ کے خاندان میں اباً عن جدٍ یہ وصیت چلی آتی ہے کہ حضرت عبدالعزیز سرخسی کی اولاد میں کوئی شخص :۔

(۱) عباسیوں میں شادی بیاہ نکرے۔

(۲) سیاہ رنگ کا کپڑا نہ پہنے۔

(۳) سیاہ (مشکی) رنگ کا گھوڑا سواری میں نہ رکھے۔

حضرت خواجہ قطب الدین عبدالعزیز سرخسی کے فرزند حضرت خواجہ شہاب الدین عبدالرحمن ثانی کو سلطان محمود غزنوی نوراللہ مضجعہ اپنے ہمراہ ہندوستان لائے اور ۴۰۳ھ میں تھانیسر کو فتح کرکے اون کو پانی پت کی حکومت اور قضاءت دی۔ انھوں نے پانی پت میں سکونت اختیار کی اور نواح کے ممالک کو فتح کرکے اسلامی حکومت میں شامل کیا۔

حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیاء کے حالات کے ذیل میں حضرت عبدالرحمن[1] چشتی مرات الاسرار میں لکھتے ہیں :۔

"در ملفوظات شیخ جلال دیدہ ام کہ نوشتہ اند کہ قبل از آمدن بزرگان مخدوم بولایت ہندوستان یکے از اسلاف اوکہ قاضی محمد یوسف نام داشت

---

[1] حضرت عبدالرحمن چشتی رحمۃ اللہ علیہ بلند پایہ عالم اور درویش کامل تھے۔ شاہجہاں بادشاہ کے استاد تھے۔ اسی بادشاہ کے عہد سلطنت میں ۱۰۴۳ھ میں انھوں نے اولیاء کے حالات میں ایک مبسوط کتاب مسمی بہ مرات الاسرار تصنیف کی۔

وبفضائل صوری ومعنوی درسرزمین فارس کہ عبارت از گازرون است مشہور ومعروف بود وبسیارے از مشایخ آں دیار تولا بوے داشتند وخاک آستانہ اورا سرمۂ دیدۂ خود ہا میساختند سلطان محمود بغایت اعزاز واکرام آنحضرت را ہمراہ خود آوردہ بحکومت وریاست پرگنات نواحی قنوج مامور ساختہ والآن بر ہماں ریاست اولاد کثیر او قیام دارند واکثرے ازاں خاندان بموجب دعائے خواجہ عبداللہ خفیف رح کہ شیخ الاسلام بود بجاہ وحشمت دینی ودنیوی وبفضائل علوم صوری ومعنوی بوجود می آیند چنانچہ مشہور اند بشجاعت وسخاوت وعلوم ظاہری وباطنی۔ واز بزرگان شیخ جلال قاضی شہاب الدین (عبدالرحمٰن) نام در وقت سلطنت غوریان از گازرون آمدہ وقصبہ پانی پت سکونت اختیار نمودہ وقاضی محمد یوسف بالگرامی دوصد سال پیش از قاضی شہاب الدین مذکور بہمراہی سلطان محمود بقنوج آمدہ بحکومت قصبۂ بالگرام مامور شدہ کافران را علف تیغ بیدریغ ساختہ چراغ اسلام روشن ساختہ بود.....“

حضرت عبدالرحمٰن چشتی کی یہ روایت کہ قاضی شہاب الدین عبدالرحمٰن قاضی محمد یوسف سے دو سو سال بعد سلطان شہاب الدین غوری کے زمانہ میں ہندوستان تشریف لائے غلط اور واقعہ کے بالکل خلاف ہے۔ شہاب الدین غوری نے ۱۱۹۲ء میں پتھورا راج پر فتح پاکر ہندوستان میں سلطنت قایم کی۔ حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا کی ولادت ۱۱۹۴ء سے دو چار سال قبل واقع ہوی اور حضرت شہاب الدین عبدالرحمٰن اون سے دسویں پشت اوپر ہیں۔ صرف پچپن یا ساٹھ سال میں دس پشتوں کا گزرنا محال ہے اس کے

علاوہ اُن قدیم نسب ناموں میں جو حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا کی اولاد میں چند جگہ محفوظ ہیں بصراحت لکھا ہوا ہے کہ حضرت شہاب الدین عبدالرحمٰن کو سلطان محمود غزنوی اپنے ہمراہ ہندوستان لائے تھے اور نیز یہی روایت حضرت باقر کے خاندان میں اباً عن جدٍ چلی آرہی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ دونوں بزرگوں یعنی مخدوم شہاب الدین عبدالرحمٰن اور قاضی محمد یوسف رحمۃ اللہ علیہما کو سلطان محمود غزنوی اپنے ہمراہ ہندوستان لائے۔ تھانیسر کے فتح (۴۰۲ھ) کے بعد حضرت عبدالرحمٰن کو پانی پت کی حکومت اور قضاءت دی گئی اور قنوج کی فتح (۴۰۹ھ) کے بعد قاضی محمد یوسف کو بریچ (جو قنوج کے قریب ایک شہر تھا) اور بلگرام کی قضاءت و حکومت دی گئی۔ حضرت مخدوم شہاب الدین عبدالرحمٰن کا مزار مبارک پانی پت میں ہے اور معتقدوں کا زیارت گاہ ہے۔

حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا حضرت قاضی شہاب الدین عبدالرحمٰن کے بعد اون کی دسویں پشت میں ہیں۔ حضرت مخدوم طریقہ علیہ چشتیہ صابریہ کے پیشوا ہیں اور اپنے وقت کے کامل مکمل اولیا میں بہت ہی بلند پایہ بزرگ گزرے ہیں۔ حضرت مخدوم اللہ دیہ[۲] سیر الاقطاب میں لکھتے ہیں کہ حضرت مخدوم "صاحب کشف و کرامات عالیہ و صاحب مقامات جلیلہ و رفیع الشان بود و در علم شریعت و طریقت و حقیقت و معرفت عدیم العدیل بود" انکی ولادت پانی پت میں ہوئی۔ سنہ ولادت صحیح طور پر معلوم نہ ہو سکا لیکن واقعات کو تطبیق دینے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ولادت ۷۴۰ھ سے دو چار سال قبل ہوئی والد ماجد خواجہ محمود نے محمدؐ نام رکھا۔ پانچ سال

---

[۲] حضرت اللہ دیہ حضرت مخدوم کے اولاد میں تھے۔ بزرگان سلسلہ چشتیہ صابریہ کے حالات میں سیر الاقطاب نامی ایک کتاب لکھی ہے۔ شاہجہاں بادشاہ کے زمانے میں ۱۰۳۶ھ میں اسکی تالیف شروع کی اور اورنگ زیب بادشاہ کے عہد میں ۱۰۶۹ھ میں ختم کی۔

کی عمر میں والد کا سایہ سر سے اُٹھ گیا اور اون کے عم بزرگوار نے انہیں آغوش تربیت میں لیا۔ اوائل عمر میں کلام اللہ شریف کو حفظ کیا اس کے بعد بہت جلد تمام علوم متداولہ سے فراغت حاصل کی۔ ایام طفلی ہی میں محبت الٰہی کا ان پر غلبہ شروع ہوا بعض وقت بے اختیار ہو جاتے اور گھر چھوڑ کر جنگل میں چلے جاتے اور وہاں ذکر الٰہی میں مشغول رہتے۔ حضرت شیخ شرف الدین بوعلی قلندر رحمۃ اللہ علیہ کی عنایت ان پر بہت مبذول رہا کرتی تھی۔ یہاں تک کہ بسا اوقات وہ خود حضرت مخدوم کے مکان پر آکر ان سے ملا کرتے حضرت مخدوم نے دو ایک بار ان سے بیعت کی خواہش ظاہر کی لیکن حضرت قلندر علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ وقت آئیگا کہ تمہارے پیر یہاں پانی پت میں تشریف لائینگے اور تم کو مرید کرینگے اور تمہاری تکمیل انہیں سے ہوگی۔ علوم متداولہ کی تحصیل سے حضرت مخدوم کو فراغت ہو چکی تھی۔ اور جذبہ الٰہی جلد جلد بڑھتا جاتا تھا۔ آخر بیتاب ہو کر یکایک وطن اور اہل وطن کو چھوڑ کر انہوں نے سفر اختیار کیا۔ تقریباً تیس سال تک سفر میں رہے۔ اوس زمانہ کے بہت سے اولیا سے ملے اور حجاز و شام میں برسوں سفر کرتے رہے ہر سال حج کے زمانہ میں مکہ معظمہ آتے اور مناسک حج ادا کر کے مدینہ منورہ حاضر ہوتے پھر شام چلے جاتے۔ حجاز و شام کے اکابر محدثین کی صحبتوں سے بھی مستفید ہوئے اور علم حدیث و رجال میں تبحر حاصل کیا طویل سیاحت کے بعد پانی پت واپس تشریف لائے۔

حضرت مخدوم قدس سرہٗ کے پانی پت واپس آنے سے تین چار سال پہلے حضرت **شاہ ولایت خواجہ شمس الدین ترک** علیہ الرحمہ یہاں تشریف لا چکے تھے۔ یہ بزرگ سیّد تھے اور ترکستان کے رہنے والے تھے۔ تحصیل علوم کے بعد طلب حق میں تبلاش پر وطن سے نکلے اور جا بجا سفر کرتے ہوئے ہندوستان آئے۔ اس ملک میں بھی جا بجا

پھرتے ہوئے پاک پٹن شریف آئے اور حضرت شیخ الاسلام خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ کے خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ کچھ مدت تک قیام کے بعد ان کو ارشاد ہوا کہ کلیر جاؤ۔ اس ارشاد کی بنا پر پاک پٹن شریف سے روانہ ہو کر پیران کلیر شریف آئے اور حضرت مخدوم جہاں علاؤ الدین علی احمد صابر چشتی کلیری قدس اللہ سرہٗ العزیز کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور مرید ہوئے اور چند سال تک پیر کی خدمت میں حاضر رہ کر مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول رہے حضرت مخدوم پاک نے بھی بہت ہی محبت اور شفقت سے ان کی تعلیم و تربیت کی یہاں تک کہ درجۂ کمال تک پہنچایا۔ صاحب سیر الاقطاب لکھتے ہیں کہ حضرت مخدوم پاک علاؤ الدین علی احمد صابر رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔

"شمس الدین تو مرا فرزندی از حق سبحانہٗ تعالیٰ خواستہ ام کہ ایں سلسلہ ما از تو جاری باشد و تا قیامت برپا ماند"۔

وفات سے کچھ پہلے حضرت مخدوم پاک نے ان کو خلافت سے مشرف فرمایا اور حکم دیا کہ میرے انتقال کے بعد پانی پت جا کر قیام کرو۔ چنانچہ ان کی رحلت (۱۳ ربیع الاول ۶۹۱ھ) کے تین روز کے بعد وہ کلیر شریف سے روانہ ہوئے اور پانی پت تشریف لائے اور یہاں سکونت اختیار فرمائی۔

حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا نے وطن واپس آکر حضرت شاہ ولایت مخدوم خواجہ شمس الدین ترک کے تشریف آوری اور قیام پانی پت کا حال سنا اور باشتیاق تمام ان کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت کی اور شدید مجاہدہ اور ریاضت میں مشغول ہوئے صاحب مرات الاسرار لکھتے ہیں:۔

"الغرض وے از ممتازان و محبوبان ایں طائفہ بود شانے عظیم و طبعے کریم و حالتے مستقیم

داشت و آنقدر ریاضات و مجاہدات بر خود نہادہ بود کہ از غایت شدت جوع نفس امارۂ او بصورتے مجسم شدہ از بدن مبارکش جدا افتاد و امادر استقامت او ہیچ فتورے راہ نیافت۔"

تکمیل کے بعد ۷۱۳ھ میں حضرت شمس الدین ترک نے حضرت مخدوم کو خلافت دیکر مجاز مطلق کیا اور اپنے تمام مریدوں کی تعلیم و تربیت بھی انہیں سے متعلق کردی اور آٹھ سال کے بعد ۷۱۵ھ میں پانی پت میں متوجہ عالم بالا ہوے قدس اللہ سرہ العزیز۔

حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا نے پیر کے حکم سے اور ان کے سامنے اپنے فیضان کو جاری کردیا تھا۔ پیر کی رحلت کے بعد یہ سلسلہ جاری رکھا۔ اور طلبہ اور مریدوں کو علوم ظاہر و باطن سے مستفید فرماتے رہے۔ آخر عمر میں شدید استغراق کی حالت پیدا ہوگئی تھی۔ یہاں تک کہ ان کو کسی چیز کی خبر نہیں ہوتی تھی۔ جب نماز کا وقت آتا تو حاضرین و خدام میں سے کوئی شخص باواز بلند اون کے کان کے قریب حق حق حق کہتا۔ اس نام پاک کے سننے سے وہ ہوش میں آجاتے وضو کرتے اور نماز پڑھتے نماز کے بعد پھر استغراق کی حالت پیدا ہوجاتی۔ ان کا فیض بہت پھیلا اور سلسلہ علیہ چشتیہ صابریہ انہیں کے واسطہ سے ابھی تک جاری ہے۔ مریدوں میں سے چالیس بزرگوں کو خلافت سے مشرف فرمایا۔ ان کی رحلت ۱۳ ربیع الاول ۷۷۵ھ میں ہوی۔ مزار مبارک پانی پت میں ہے۔ پیر نے خلافت صرف انہیں کو دی۔ ان کا نام محمد تھا۔ خلافت دیتے وقت پیر نے ان کو جلال الدین لقب دیا اور اسی لقب سے وہ مشہور ہوے۔ انہوں نے بہت طویل عمر پائی۔ بقول صاحب سیر الاقطاب "عمر شریفش از یک صد و ہفتاد سال زیادہ بود" ممکن ہے کہ مؤلف سیر الاقطاب نے اس روایت کی تنقید نہ کی ہو لیکن روایتوں اور واقعات کو جمع کرنے سے معلوم ہوتا ہے

کہ اون کا سن شریف ایکسو تیس[۱۳۰] سال سے ضرور زیادہ تھا۔ اوس وقت کے اولیا کی عمریں بہت ہوی ہیں چنانچہ حضرت مخدوم الملک شرف الدین احمد یحییٰ منیری[۳۵] کا (جو حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا کے ہمعصر تھے) سن شریف ایکسو اکیس سال تک پہنچا تھا (ولادت ۶۶۱ھ وفات ۷۸۲ھ) اور دوسرے بزرگوں نے بھی بہت طویل عمریں پائی ہیں۔

حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا کے حالات کم و بیش متعدد کتابوں میں منقول ہیں اور مرات الاسرار اور سیر الاقطاب میں کسیقدر تفصیل سے لکھے گئے ہیں چونکہ ان کے مفصل سوانح حیات کا لکھنا یہاں پیش نظر نہیں ہے اس لئے جو کچھ لکھا گیا اسی پر اکتفا کرتا ہوں۔ البتہ جو خلافت نامہ حضرت شاہ ولایت شمس الدین ترک نے ان کو لکھکر دیا تھا اس کو نقل کر دینا مناسب خیال کرتا ہوں شاید ناظرین کرام کی دلچسپی کا باعث ہو اس سے ایسی باتیں معلوم ہوسکینگی جو کسی تذکرہ اور کتاب میں منقول نہیں ہیں۔ اور اس سے علاوہ پیر کی خاص عنایت اور توجہ اور محبت کے جو حضرت مخدوم پر مبذول تھی اوس خلافت مطلقہ اور اجازت تامہ کی وسعت کا بھی اندازہ ہوسکیگا جس سے حضرت مخدوم ممتاز ہوے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ رب العلمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ محمد والہ واصحابہ اجمعین اما بعد فقد اعطی الرسول اعطی لاسد اللہ تعالیٰ وھو علیؓ ھو اعطی الخواجہ حسن بصری قدس اللہ سرہ العزیز

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سب تعریفیں اللہ کیلئے جو پروردگار عالمیان ہے اور عاقبت متقیوں کیلئے اور درود وسلام ہو اوں کے رسول نبی محمد پر اور اون کے آل اور اون کے اصحاب پر رسول نے عطا کیا اللہ تعالیٰ کے شیر کو اور وہ علی ہیں ان سے اللہ راضی ہو اور انھوں نے عطا کیا خواجہ حسن بصری کو قدس اللہ سرہ العزیز۔

---

[۳۵] منیر (بفتح میم و کسر نون با یائے مجہول) پٹنہ سے سترہ میل مغرب جانب ایک نہایت قدیم قصبہ ہے حضرت مخدوم شیخ یحییٰ قدس سرہ کا یہاں مسکن تھا اور یہاں اون کا مزار ہے حضرت شیخ شرف الدین احمد قدس سرہ اون کے فرزند تھے انہوں نے قصبہ بہار شریف میں سکونت اختیار فرمائی اور اسی قصبہ میں ان کا مزار مبارک ہے۔

وھو اعطی لخواجہ عبد الواحد زید نور اللہ تعالیٰ روضتہ

اور انھوں نے دیا خواجہ عبد الواحد زید کو اللہ تعالیٰ ان کے روضہ کو روشن کرے

وھو اعطی لخواجہ فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور انھوں نے دیا خواجہ فضیل بن عیاض کو اللہ تعالیٰ کی رحمت ان پر ہو

وھو اعطی لخواجہ ابراھیم ادھم نور اللہ تعالیٰ مرقدہ

اور انھوں نے دیا خواجہ ابراہیم ادہم کو اللہ تعالیٰ ان کے قبر کو روشن کرے

وھو اعطی لخواجہ حذیفۃ المرعشی طاب اللہ تعالیٰ ثراہ

اور انھوں نے دیا خواجہ حذیفہ مرعشی کو اللہ تعالیٰ ان کی مٹی کو خوشبو کرے

وھو اعطی لخواجہ ھبیرۃ البصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

اور انھوں نے دیا خواجہ ہبیرۃ البصری کو اللہ تعالیٰ کی رحمت ان پر ہو

وھو اعطی لخواجہ علو مشاد دینوری مع ولایت دینور قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز۔

اور انھوں نے دیا خواجہ علو مشاد دینوری کو مع ولایت دینور کے قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز۔

وھو اعطی لخواجہ قطب الدین ابو اسحق مع ولایت شام نور اللہ تعالیٰ روضتہ۔

اور انھوں نے دیا خواجہ قطب الدین ابو اسحق کو مع ولایت شام کے اللہ تعالیٰ ان کے روضہ کو روشن کرے۔

وھو اعطی لخواجہ قدوۃ الدین ابو احمد مع ولایت چشت طاب اللہ تعالیٰ ثراہ۔

اور انھوں نے دیا خواجہ قدوۃ الدین ابو احمد کو مع ولایت چشت کے اللہ تعالیٰ ان کی مٹی کو خوشبو کرے۔

وھو اعطی لخواجہ ابو محمد معھا نور اللہ تعالیٰ مرقدہ۔

اور انھوں نے دیا خواجہ ابو محمد کو مع اس کے (یعنی ولایت چشت کے) اللہ تعالیٰ ان کے قبر کو روشن کرے۔

وھو اعطی لخواجہ ناصر الدین ابی یوسف معھا قدس اللہ تعالیٰ سرہ۔

اور انھوں نے دیا ناصر الدین ابو یوسف کو مع اس کے قدس اللہ تعالیٰ سرہ۔

وھو اعطی لخواجہ مودود معھا نور اللہ تعالیٰ قبرہ۔

اور انھوں نے دیا خواجہ مودود کو مع اس کے اللہ تعالیٰ انکی قبر کو روشن کرے۔

وھو اعطی لخواجہ حاجی شریف زندنی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔

اور انھوں نے دیا خواجہ حاجی شریف زندنی کو اللہ تعالیٰ کی رحمت ان پر ہو۔

وهو اعطی لخواجه عثمان هارونی طاب الله ثراه ثم تعالی
اور انھوں نے دیا خواجہ عثمان ہارونی کو اللہ تعالیٰ اونکی مٹی کو خوشبو کرے

وهو اعطی لخواجه معین الدین حسن السجزی مع
اور انھوں نے دیا خواجہ معین الدین حسن السجزی کو مع

ولایت اجمیر رحمة الله تعالیٰ علیه
ولایت اجمیر کے اللہ تعالیٰ کی رحمت ان پر ہو۔

وهو اعطی لخواجه قطب الدین بختیار اوشی
اور انھوں نے دیا خواجہ قطب الدین بختیار اوشی کو

مع ولایت دهلی نور الله تعالیٰ روضته
مع ولایت دہلی کے اللہ تعالیٰ اونکے روضہ کو روشن کرے

وهو اعطی لخواجه فرید الدین مسعود گنج شکر
اور انھوں نے دیا خواجہ فرید الدین مسعود گنج شکر کو

مع ولایت اجودهن قدس الله تعالیٰ سره
مع ولایت اجودھن کے قدس اللہ تعالیٰ سرہ۔

وهو اعطی لخواجه علاء الدین علی احمد الصابر
اور انھوں نے دیا خواجہ علاء الدین علی احمد الصابر کو

مع ولایت کلیر
مع ولایت کلیر کے

وهو اعطی للفقیر مع ولایت پانی پت وانا
اور انھوں نے دیا اس فقیر کو مع ولایت پانی پت کے

فی الخطة المذکورة واقیمها وانا اعطیت
اور میں اس خطہ مذکورہ میں ہوں اور اسکو قایم رکھتا ہوں اور عطا کیا میں نے

خرقةً وعصًا ومقراضًا وکاسًا وسلّمت
خرقہ اور عصا اور مقراض اور پیالہ اور حوالہ کیا

ما فی قلبی وروحی وجسمی وعینی وبدنی
جو کچھ کہ میرے قلب میں اور میرے روح میں اور میرے جسم میں

ورحلی ومکانی واسراری واعلانی ظاهرًا
اور میری آنکھ میں اور میرے بدن میں اور میرے حل میں اور میرے مکان میں اور میرے اسرار

وباطنًا لابنی القلبی وخلیفة اسراری محمد المحمود
اور میرے اعلان میں ظاہر اور باطن میں میرے قلبی فرزند اور میرے خلیفہ اسرار محمد محمود

ابن یعقوب وخطبته خطابًا باسم من اسماء
ابن یعقوب کو اور مخاطب کیا میں نے انکو اسماء حسنےٰ کے ایک اسم

الحسنی وهو جلال الدین وانا اقیمه فی مقامی
کے خطاب سے اور وہ (خطاب) جلال الدین ہے اور میں

بهذه الخطة مع سوادها وانا الآخذ بید
اونکو اس خطہ میں اپنے مقام پر قایم کرتا ہوں مع اس کے سواد کے

رجل من الرجال من بعد هذا التاریخ لاجل
اور میں آج کی تاریخ سے کلاہ اور ارادت کے لئے

القلنسوة والارادة ولكل من هو شاء اراد
وخرقة وقلنسوة علیّ ولكني سلّمته صحيحا
واجزت اجازة الى شيخ المشايخ قطب الاقطاب
بدر الزهاد شيخ جلال المذكور وهو
اعلم بطريق الله تعالى وانا اعلمه في
ما بقي وهو اسبق من هولاء الدرجة فسلّم
به واجزته۔

حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا مردوں میں سے کسی مرد کا ہاتھ نہیں پکڑوں گا اور اون سب کو جو مجھ سے ارادت اور خرقہ اور کلاہ کی خواہش رکھتے ہیں میں نے ان کو صحیح طور پر تفویض کیا اور ان کو اجازت دی کہ رجوع ہوں بجانب شیخ المشایخ قطب الاقطاب بدر الزہاد شیخ جلال مذکور کے اور وہ اللہ تعالی کے راستہ سے خوب ہیں اور جو باقی رہا ہے اسکی میں ان کو تعلیم دونگا اور وہ اس سے اہتم ہیں پس میں نے تم لوگوں کو اون کے تفویض کیا اور اون کو اجازت دی۔

خلافت سے مشرف کرنے کے بعد باصرار تمام حضرت خواجہ شمس الدین ترک نے حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا کو نکاح کرنے پر مجبور کیا چنانچہ کرنال کے ایک بزرگ خاندان میں انہوں نے نکاح کیا۔ دو صاحبزادیاں اور پانچ صاحبزادے (حضرت عبدالقادر، حضرت ابراہیم حضرت مخدوم شبلی۔ حضرت کریم الدین اور حضرت عبدالاحد) پیدا ہوئے۔ حضرت عبدالقادر کا والد کی موجودگی میں انتقال ہوا اس لئے حضرت مخدوم کی وفات کے بعد اون کے دوسرے فرزند سجادہ نشین ہوئے لیکن کسی وجہ سے بہت جلد وہ سجادہ نشینی سے کنارہ کش ہو گئے اور حضرت مخدوم شبلی جو بقول صاحب مرات الاسرار "از اعظم خلفائے والد بزرگوار خود است" سجادہ نشین ہوئے۔ ان کی رحلت کے بعد ان کے فرزند اکبر حضرت مخدوم عبدالقدوس سجادہ ارشاد پر بیٹھے۔ انہوں نے دو فرزند چھوڑے۔ بڑے حضرت عبدالکبیر الاولیا تھے جو والد کی جگہ سجادہ نشین ہوئے دوسرے حضرت مخدوم شاہ داؤد قدس سرہ (حضرت باقر کے جد اعلیٰ) جن کا اس وقت شباب کا زمانہ تھا اور اس وقت سلوک باطنی کے ساتھ علوم ظاہر کی تحصیل میں بھی مشغول تھے۔

۸۰۱ھ میں امیر تیمور نے دہلی پر حملہ کیا اور اس کو بالکل برباد کر دیا۔ حملہ کی خبر پاکر بہت سے شرفا علما سادات اور اکابر صوفیہ دہلی چھوڑ کر دور دراز مقامات پر چلے گئے اور حملہ کے بعد قتل اور اسیری سے جو بچ گئے انھوں نے بھی دہلی کو خیرباد کہا۔ دہلی جو علم و فضل کا مرکز تھا بالکل اجڑ گیا اور علما اور فضلا میں سے کوئی باقی نہیں رہا۔ برسوں کے بعد سلطان سکندر لودی نے اس شہر کو از سر نو آباد کیا لیکن مغلیہ سلطنت کے قیام تک علمی حیثیت سے اس شہر کو فروغ نہ ہو سکا۔ جس زمانہ کا یہ ذکر ہے جونپور میں ایک نئی سلطنت موسوم بہ سلطنت شرقیہ قایم ہو چکی تھی۔ سلطان ابراہیم شرقی نے اپنے زمانہ سلطنت (۸۰۴ھ تا ۸۴۴ھ) میں اس کو بہت فروغ دیا۔ علماء و فضلاء کو دور دور سے طلب کر کے جمع کیا اور جونپور کو علم و فضل کا مرکز کر دیا۔ لیکن اون کے انتقال کے بعد ہی اس سلطنت کا زوال شروع ہوا اور جونپور بھی علما و فضلا سے خالی ہو گیا۔ اس وقت تمام ہندوستان میں صرف بہار کا ایک خطہ محفوظ رہ گیا تھا جہاں علم کا فیضان جاری تھا اور جا بجا اچھے اچھے علما موجود تھے۔ زمانۂ قدیم سے خطۂ بہار علم کا مرکز رہا ہے۔ بودھ اور ہندوؤں کے زمانہ میں قصبۂ بہار کے قرب و جوار میں بڑی بڑی درسگاہیں زمانۂ دراز تک قایم رہیں۔ ساتویں صدی ہجری میں جب مسلمانوں کا قبضہ ہوا علما و فضلا سادات و مشایخ دور دور سے آکر اس خطہ میں جا بجا سکونت پذیر ہوئے چنانچہ اس وقت سے تیرھویں صدی کے آخر تک علم و فضل کے اعتبار سے خطۂ بہار بہت ممتاز رہا اور اس کے قریہ قریہ سے علم و فضل کا فوارہ جوش مارتا رہا۔

طریقت کا دار و مدار سنت نبویؐ کے علم و عمل پر ہے۔ اکابر طریقت خود بلند پایہ عالم ہوئے ہیں اور ہمیشہ مریدوں کو تحصیل علم کے لئے تاکید کرتے آئے ہیں حضرت شیخ الاسلام شیخ کبیر بابا فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے "اندریں راہ علم درجہ

اویس دارد" حضرت خواجہ بندہ نواز سید محمد حسینی گیسو دراز قدس اللہ سرہ العزیز سترہ سال کی عمر میں حضرت ختم المشائخ خواجہ نصیر الدین محمود چراغ دہلی رحمۃ اللہ علیہ سے مرید ہوئے اور تحصیل علم کے ساتھ ساتھ سلوک باطنی میں بھی مشغول ہوئے۔ تھوڑے دنوں کے بعد غلبۂ حال سے مجبور ہوکر پیر کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اگر اجازت ہو تو پڑھنا چھوڑ دوں تاکہ ہمہ تن یکسو ہوکر شاغل باطنی میں مصروف ہو جاؤں انہوں نے منع کیا اور فرمایا کہ میں کسی مرید کو تحصیل علم سے دست بردار ہونے کا حکم نہیں دیا کرتا۔

حضرت مخدوم شاہ داؤد رحمۃ اللہ علیہ کو تکمیل علم کے لئے پانی پت سے باہر جانے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ دہلی اور جونپور علم سے خالی ہو چکے تھے اس لئے لامحالہ بہار کی جانب انکی توجہ منعطف ہوئی۔ وطن اور اہل وطن کو چھوڑا اور بہار کی جانب روانہ ہوگئے باوجودیکہ خطۂ بہار علم کا مرکز رہا ہے مگر کسی بادشاہ کے عہد میں کوئی درسگاہ اور طلبہ کی اقامت کے لئے دارالاقامت تعمیر نہیں کیا گیا۔ علما اپنے اپنے گھروں یا قریہ کی مسجد میں خالصاً لوجہ اللہ درس دیا کرتے تھے۔ نزدیک و دور سے طلبہ کسی بزرگ کے علم و فضل کی شہرت سنکر بے سروسامانی کے ساتھ آتے اور اوس قریہ کے اہل مقدرت و اہل خیر حضرات حسب موقع و حسب حیثیت دو دو چار چار طالب علموں کے خورونوش اور جملہ مایحتاج کے کفیل ہو جاتے اور اگر گنجائش ہوتی تو اپنے گھروں میں ورنہ محلہ یا قریہ کے مسجدوں میں اُن کے قیام کا انتظام کر دیتے۔ مایحتاج سے بے فکر ہوکر طلبہ ہمہ تن تحصیل علم میں مشغول رہا کرتے۔ حضرت مخدوم شاہ داؤد جب قصبہ بہار میں پہنچے ایک سید صاحب ان کے ضروریات کے کفیل ہوئے اور اپنے مکان کا ایک بیرونی حجرہ ان کو سکونت کے لئے دیا وہ اطمینان کے ساتھ تحصیل علم میں مصروف ہو گئے۔

سید صاحب کو صرف ایک صاحبزادی تھیں جو سن بلوغ کو پہنچ چکی تھیں لیکن کفو نہ ملنے کے باعث اُن کے فرض سے سبکدوش نہیں ہو سکے تھے اور اسی سبب سے اُن کو اور اُن کے حرم کو بہت فکر دامن گیر رہا کرتی تھی۔ حضرت مخدوم شاہ داؤد کو سید صاحب کے مکان میں رہتے دو ڈیڑھ سال ہو چکے تھے کہ سید صاحب کو کسی طرح حضرت مخدوم کی نہ صرف خاندانی شرافت کا بلکہ خود اُونکی بزرگی اور تقدس اور واصل الی اللہ ہونے کا حال یکایک منکشف ہو گیا۔ اونہوں نے اپنی حرم کو مطلع کیا اور باہم یہ رائے قرار پائی کہ لڑکی حضرت مخدوم شاہ داؤد سے منسوب کر دی جائے۔ دو تین روز کے بعد سید صاحب نے حضرت مخدوم سے گفتگو کی وہ سنکر بے حد متفکر اور پریشان ہو گئے اور اقرار یا انکار کچھ نہ کر سکے اقرار اس لئے نہ کر سکے کہ سید صاحب گو بہار میں سید مشہور تھے لیکن حضرت مخدوم کو اون کے حسب و نسب کے متعلق مطلق واقفیت نہ تھی اور جب تک اُس کے جانب سے کامل اطمینان نہ ہو لیتا اقرار نہیں کر سکتے تھے۔ انکار اس لئے نہ کر سکے کہ سید صاحب نے اون کو مثل اپنے فرزند کے آرام سے رکھا تھا اور ہر طرح اون کے خبر گیراں رہے تھے انکار کرنا سراسر احسان مندی کے خلاف تھا۔ ان وجوہ سے حضرت مخدوم نے اول اپنی غریب الوطنی اور طالب علمی کا عذر پیش کیا لیکن جب سید صاحب نے اِن عذرات کو قبول نہیں کیا تو مجبور ہو کر غور کرنے کے لئے دو تین روز کی مہلت طلب کی۔ حضرت باقر کے خاندان میں یہ روایت اباً عن جدٍ مسلسل چلی آرہی ہے کہ حضرت مخدوم شاہ داؤد علیہ الرحمۃ اوس روز اس قدر پریشان ہوئے کہ نہ کھانا کھا سکے نہ سبق پڑھ سکے اور رات کو عشا کے بعد ہی بستر پر لیٹ گئے۔ خواب میں حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اون کو مشرف کیا اور فرمایا "فرزند تم فکرمند اور پریشان نہ ہو سید صاحب واقعی سید

ہیں اور میری اولاد میں ہیں تم اون کا پیام قبول کرلو" حضرت مخدوم کو اس ارشاد نے بالکل مطمئن کر دیا اور صبح ہوتے ہی سید صاحب پر رضامندی کا اظہار کیا۔ اونہوں نے متبسم ہو کر کہا "صاحبزادے میرے کہنے سے تم کو اطمینان نہیں ہوا جب وہاں سے ارشاد ہوا تو تم مطمئن ہوئے"۔ چند روز کے بعد سید صاحب کی صاحبزادی کا نکاح حضرت مخدوم سے کر دیا گیا اور اس پابندی کی وجہ سے وہ پھر پانی پت نہ جاسکے اور قصبہ بہار میں ایک محلہ بیگن آباد تھا وہاں مستقل طور پر سکونت پذیر ہو گئے۔

حضرت مخدوم شاہ داؤد رحمۃ اللہ علیہ کو اون کے والد حضرت مخدوم شاہ عبدالقدوس حضرت مخدوم شاہ اسحٰق قدس سرہٗ سے سلسلہ چشتیہ صابریہ میں خلافت ملی تھی۔ اُن کے پوتے حضرت مخدوم شاہ اسحٰق کو (جو کم عمری میں یتیم ہو گئے تھے) حضرت مخدوم شیخ شعیب قدس سرہٗ العزیز نے آغوش تربیت میں لیا یہ بزرگ حضرت مخدوم الملک شیخ شرف الدین یحییٰ منیری بہاری رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی حضرت شیخ جلیل الدین قدس سرہٗ کے فرزند تھے۔ شباب کے زمانہ میں عم بزرگوار سے مرید ہو کر ریاضت میں مشغول ہوئے اور بہت جلد اُن پر جذب کا غلبہ ہوا اور سالہا سال تک قایم رہا۔ مخدوم الملک کی رحلت (۷۸۲ھ) کے بعد اُن کے خلیفہ راشین حضرت مخدوم مظفر شمس بلخی مکہ معظمہ چلے گئے۔ چند سال کے بعد واپسی میں عدن میں ٹھہرے۔ وہاں بیمار ہوئے اور اپنے برادر زادہ حضرت مخدوم حسین بن شیخ معزالدین شمس بلخی کو خلافت دے کر ۲۰ جمادی الاول ۸۰۰ھ کو عدن میں انتقال کیا۔ حضرت مخدوم حسین بہار آئے اور سجادہ ارشاد پر متمکن ہوئے۔ اُن کے انتقال (۸۴۲ھ) کے بعد اون کے فرزند اور خلیفہ حضرت شیخ حسن نوشہ توحید علیہ الرحمہ سجادہ نشین ہوئے۔ حضرت مخدوم شیخ شعیب کو ان کی سجادہ نشینی کے زمانہ میں جذب سے افاقہ ہوا اور تکمیل کے لئے اون کی

جانب متوجہ ہوئے اور اُن سے خلافت حاصل کی۔ اون کا آخر زمانہ تھا کہ حضرت مخدوم شاہ اسحٰق اون کے آغوش تربیت میں آئے اور تعلیم و تربیت کے بعد سلسلہ علیہ فردوسیہ میں خلافت سے مشرف ہوئے۔ حضرت باقر کے خاندان میں حضرت شاہ اسحٰق قدس سرہٗ سے اب تک اِس سلسلہ میں اباً عن جدٍ خلافت چلی آرہی ہے۔

گیا سے تین میل شمال کے جانب بیتھو نامی ایک موضع ہے حضرت سید السادات سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ (جن کا مزار قصبہ کچھوچھہ ضلع جونپور میں ہے) کے ہمشیر زادہ کے اولاد میں ایک بزرگ یہاں سکونت پذیر ہوئے۔ ان بزرگ کی اولاد میں حضرت مخدوم شاہ درویش قدس سرہ بیتھو میں صاحب سجادہ تھے۔ حضرت مخدوم شاہ اسحٰق قدس سرہ کے پوتے حضرت برہان الدین عرف بندگی شاہ اخوند میاں کی شادی حضرت برہان الدین
اُن کی صاحبزادی سے ہوی اور وہ یہاں سے تشریف لاکر بیتھو میں سکونت پذیر ہوئے لیکن اہل خانہ کے انتقال کے بعد اِس موضع میں قیام نہ کرسکے اور اپنے دونوں فرزند حضرت شاہ نور اور شاہ منصور (جو حضرت باقر کے اجداد میں ہیں) کو ہمراہ لے کر دیورہ[1] چلے گئے اور وہاں سکونت پذیر ہوئے۔ اور اسی موضع میں ۱۰ صفر ۹۰۸ھ کو رہگرائے عالم آخرت ہوئے اون کی اولاد میں حضرت مخدوم شاہ ماہرو (ابن مخدوم شاہ محمد بن مخدوم شاہ معروف بن مخدوم شاہ منصور بن مخدوم برہان الدین عرف بندگی اخوند میاں) دیورہ سے حضرت شاہ ماہرو
پیر پگہا آئے۔ اوس وقت یہ جگہ صرف چند جھوپڑیوں کی بستی تھی اور اُوس کا نام بھی کچھ دوسرا تھا۔ چونکہ یہ جگہ تنہائی کی تھی اور دیورہ سے قریب بھی تھی اون کو پسند آئی تاکہ اپنے عزیزوں سے قریب رہکر تنہائی میں فارغ البالی سے مجاہدہ اور عبادت الٰہی میں مصروف

---

[1] موضع دیورہ پیر پگہا سے جانب غرب مایل بہ شمال نو کوس پر واقع ہے۔

رہ سکیں۔ بعد میں مستقل طور پر وہ یہاں سکونت پذیر ہو گئے اور اون کے قیام کے باعث اِس بستی کا نام پیر گنجہ مشہور ہوا۔

حضرت باقر کے والد ماجد حضرت شاہ وارث علی علیہ الرحمۃ (بن شاہ محب اللہ بن شاہ ہدایت اللہ بن شاہ رحمت اللہ بن مخدوم شاہ ماہرو) نے ابتدائی تعلیم پیر گنجہ میں حاصل کی اوس کے بعد طلب علم کی غرض سے لکھنو چلے گئے۔ اودھ میں نواب سعادت علی خاں کی حکومت کا ابتدائی زمانہ تھا اور لکھنؤ میں حضرت ملّا مبین رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۲۲ ربیع الثانی ۱۱۲۵ھ) کے درس کا دریائے فیض جاری تھا۔ حضرت شاہ وارث علیؒ اون کے حلقۂ درس میں داخل ہوئے۔ شاگرد کی ذہانت اور شوق تحصیل علم اور ان کی صفات برگزیدہ کو دیکھکر استاد اُن پر بہت مہربان ہوئے اور نہایت توجہ اور محبت سے تعلیم دی۔ چند سال میں تمام علوم متداولہ سے فراغت حاصل کی اور سند فضیلت لیکر وطن واپس تشریف لائے۔ اون کے والد ماجد حضرت شاہ محب اللہ قدس سرہ کا انتقال ہو چکا تھا اور بڑے چچا حضرت مخدوم شاہ اہل اللہ قدس سرہ سجادۂ ارشاد پر تھے اور اون کا فیض ظاہری و باطنی جاری تھا۔ تحریر مرقومہ بالا میں یہ بیان کیا جا چکا ہے کہ حضرت شاہ اسحٰق قدس سرہٗ کو حضرت مخدوم شیخ شعیب علیہ الرحمہ نے سلسلۂ فردوسیہ میں خلافت دی تھی اور اون سے یہ سلسلہ اون کے خاندان میں جاری ہوا۔ حضرت شاہ اہل اللہ قدس سرہ کو اِس سلسلہ میں خلافت اون کے والد ماجد حضرت شاہ ہدایت اللہ سے ملی تھی لیکن اُن کی طلب باقی رہی اور پٹنہ جا کر حضرت مولٰنا محمد منعم پاک ابو العلائی نقشبندی قدس اللہ سرہ العزیز (متوفی ۱۳ رجب ۱۱۸۵ھ بعمر ۱۰۳ سال) کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے اور بارہ سال تک ریاضت اور مجاہدہ میں مشغول رہکر سلسلہ ابو العلایہ

حضرت شاہ اہل اللہ قدس سرہ کو حضرت مولٰنا محمد منعم پاک سے خلافت حاصل کرنا

نقشبندیہ اور چشتیہ اور قادریہ میں اون سے خلافت حاصل کی اور اون کی رحلت کے بعد پیرگیہ واپس تشریف لائے۔ حضرت شاہ وارث علی قدس سرہ لکھنو سے پیرگیہ واپس آکر عمر بزرگوار حضرت شاہ اہل اللہ صاحب کے حلقۂ ارادت میں داخل ہوئے اور تحصیل کمالات باطنی میں بہت محنت و مجاہدہ کیا تکمیل کے بعد حضرت شاہ اہل اللہ قدس سرہ نے اون کو سلسلۂ فردوسیہ اور سلاسل اُویسیہ نقشبندیہ اور چشتیہ اور قادریہ میں خلافت دی اور چند ماہ بعد ۲۵ رمضان المبارک ۱۲۲۴ھ کو بعمر پچہتر سال متوجہ مقعد صدق عند ملیک مقتدر ہوئے رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً۔

حضرت شاہ محب اللہ کی رحلت

حضرت باقر کے اجداد میں ہر بزرگ حضرت شاہ اہل اللہ اور حضرت شاہ محب اللہ قدس اللہ سرہما تک دنیا سے بالکل کنارہ کش رہے اور شرف ولایت سے ممتاز رہے اِن بزرگوں کے عمر کا ابتدائی حصہ تحصیل علم میں صرف ہوا اوس کے بعد ریاضت اور مجاہدہ کے جانب متوجہ ہوئے باطنی تکمیل کے بعد خلافت حاصل کی اور بقیہ تمام عمر طلبا اور مریدین کی تعلیم و تربیت ظاہری و باطنی میں صرف کردی۔ یہ لوگ ہمہ تن متوجہ الی اللہ رہے اور عمر کا کوئی حصہ ضائع نہیں ہونے دیا۔ اون کا ذریعۂ معاش محض بقدر مایحتاج زراعت اور کاشتکاری رہا۔

حضرت شاہ وارث علی علیہ الرحمہ کی ولادت کے پہلے ہی ایسٹ انڈیا کمپنی کا تسلط بنگال اور بہار پر ہوچکا تھا اور منظم انگریزی حکومت قایم ہوچکی تھی۔ اوس زمانہ میں اور اوس کے بہت برسوں بعد تک انگلستان کی اعلیٰ خدمتوں پر تو صرف انگریز ہی مامور ہوا کرتے تھے لیکن اون کی ماتحتی میں ذیلی خدمتوں کے لئے (جیسے سب ججی اور ڈپٹی کلکٹری وغیرہ) اعلیٰ اور ذی اثر خاندان کے ذی علم اور ذی وجاہت مسلمانوں کی تلاش رہا کرتی تھی اور جس طرح

حضرت شاہ وارث علی رح کا ملازمت قبول کرنا

ہوسکتا گورنمنٹ اکثر ایسے ہی لوگوں کو راضی کرکے اِن خدمتوں پر مامور کرتی تھی۔ حضرت سید شاہ وارث علی قدس سرہ کے خاندان کی بزرگی اور برگزیدگی سے گورنمنٹ کے حکام پہلے ہی سے واقف تھے۔ تکمیل علوم کے بعد لکھنؤ سے جب وطن واپس آئے تو اون کے علم وفضل کی کیفیت بھی حکام مقامی تک پہنچی اور اون کی جانب سے اُن پر سرکاری ملازمت کے قبول کرنے کا تقاضا شروع ہوا۔ خاندانی قدیم طریقہ کے خلاف اونہوں نے خود کو دنیا کے کاروبار میں پھنسانا نہیں چاہا اور چند سال تک برابر انکار کرتے رہے آخر اون پر اس قسم کی مجبوریاں عاید کی گئیں کہ اونہیں ملازمت قبول کرنی ہی پڑی اور گورنمنٹ نے سررشتۂ عدالت میں خدمت دے کر اون کا تقرر ضلع شاہ آباد کے مستقر آرہ پر کیا۔ ضلع شاہ آباد میں اوس وقت بہت بڑے زمیندار بابو کنور سنگھ[۵] کے والد تھے۔ وہ حضرت شاہ وارث علی قدس سرہ سے ملکر اون کی بزرگی و برگزیدگی اور اخلاق حسنہ سے بہت متاثر ہوئے اور اپنی زمینداری کی زمین میں سے ایک قطعہ شہر آرہ کے باہر شرقی جانب بطور نذر کے عقیدتاً پیش کیا اور قبول کرنے پر مصر ہوئے۔ اونہوں نے قبول کیا اور اوس کے ایک مختصر حصہ پر اپنی سکونت کے لئے سفال پوش خام مکان تعمیر کیا اور بقیہ حصہ کو قطعہ قطعہ کرکے لوگوں کو دے کر ایک محلہ بنام ناظر گنج آباد کیا جو اب بھی موجود ہے۔ تقریباً بیس سال تک ملازمت کی اور تمام مدت ملازمت آرہ ہی میں رہے۔ اکیاون یا باون سال کی عمر تھی

۵۔ کنور سنگھ اور اُن کے آبا و اجداد ضلع شاہ آباد آرہ کے موضع جگدیس پور کے رہنے والے تھے اور بہت بڑے زمیندار تھے ۱۸۵۷ء کے غدر میں انگریزی دیسی فوج باغی ہوکر آرہ آئی اور ان فوجیوں نے بابو کنور سنگھ کو زبردستی اپنے ساتھ شریک کرلیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے ہی دنوں میں یہ باغی فوج خود بھی برباد ہوئی اور کنور سنگھ نے بھی زخمی ہوکر دنیا کو خیرباد کہا۔

کہ اسہال کبدی میں مبتلا ہوئے۔ جب علالت زیادہ ہوی تو پیر بگہ تشریف لے گئے اور وہاں

حضرت شاہ وارث علیؒ کی رحلت

۱۹ رجب المرجب ۱۲۴۹ھ کو جمعہ کے دن نماز صبح کے وقت رگہرائے عالم جاودانی ہوئے نماز جمعہ کے بعد جنازہ کی نماز پڑہی گئی اور پیر بگہ کی آبادی کے باہر جانب جنوب اپنے والد ماجد حضرت شاہ محب اللہ اور عم بزرگوار حضرت شاہ اہل اللہ قدس سرہما کے جوار میں دفن کئے گئے۔ رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً۔

حضرت شاہ وارث علیؒ کے اخلاق اور ان کا طرز معشرت

حضرت شاہ وارث علی نے گو سرکاری ملازمت قبول کرلی تھی لیکن تمام عمر اونہوں نے اپنی قدیم خاندانی روش ہی کو قایم رکہا۔ آرہ میں سکونت کے لئے جو مکان تعمیر کیا تھا وہ مٹی کی دیواروں کا سفال پوش مکان تھا اوسی میں مقیم رہے اور پختہ مکان کی تعمیر کا کبھی خیال نہیں کیا۔ پیر بگہ میں اون کو موروثی مکان کا جو حصہ ملا تھا وہ مختصر سا تھا جب اولاد ہوی اور مکان کی تنگی زیادہ تکلیف دینے لگی تو ارادہ کیا کہ اوس قدیم مکان پر مٹی کی دیواروں کی ایک بالائی منزل تعمیر کریں تاکہ تنگی رفع ہوجائے۔ اون کے بڑے بھائی حضرت شاہ بندہ علی صاحب قدس سرہٗ نے منع کیا اور فرمایا کہ دیکھو اگر بالاخانہ تعمیر کروگے تو نفس اور شیطاں چونکہ ہر وقت انسان کے ساتھ ہے ممکن ہے کہ کسی وقت تم اون سے دہوکا کہاؤ اور تمہارے دل میں برادری کے غریب لوگوں پر ایک گونہ تفوق کا خیال گزرے۔ بھائی کے فرماتے ہی اس ارادے سے باز آئے اور پھر کبھی اونہوں نے اوس مکان میں اضافہ یا اس کے علاوہ دوسرے مکان کے تعمیر کا ارادہ نہیں کیا۔ ملازمت کے زمانہ میں دوستوں کے مجبور کرنے سے چند گاؤں خریدلئے تھے مگر جب تک زندہ رہے اون کی آمدنی میں سے ایک پیسہ اپنی ذات میں یا اپنی اولاد میں صرف نہیں کیا۔ جو کچھ وصول ہوتا اپنی برادری کے لوگوں اور دوسرے اہل حاجات کی ضرورتوں میں صرف

کر دیتے اون کا دستر خوان ہمیشہ بہت وسیع رہا اور کسی سائل کو رد نہیں کیا۔ کسی وقت اگر پاس کچھ نہیں ہوتا تو اپنے پہننے کا کپڑا سائل کو دیدیتے اور خود تکلیف اٹھاتے طلبہ اور مریدین کی تعلیم و تربیت کا سلسلہ اونھوں نے ہمیشہ جاری رکھا جو طلبہ اون سے پڑھتے اُن کے تمام ضروریات کے وہ کفیل ہوتے۔ راتوں کو بہت کم سوتے تھے نیم شب کے بعد سے اشراق تک نماز ذکر شغل اور تلاوت قرآن پاک میں مصروف رہتے اور ایک لمحہ بھی یاد الٰہی اور مشغولی باطن سے خالی نہیں جاتا۔ لوگوں سے نہایت خندہ پیشانی اخلاق اور خلوص کے ساتھ ملتے۔ وہ نہایت بامذاق حاضر جواب اور زندہ دل تھے اون کی حاضر جوابی کی نہایت لطیف لطیف باتیں میں نے اپنے بزرگوں سے سنی ہیں لیکن اُن کو یہاں قلمبند کرنے کی گنجایش نہیں ہے۔ جن لوگوں نے اُن کی تھوڑی صحبت بھی اوٹھائی تھی وہ اس قدر متاثر ہوئے کہ اون کے اخلاق و خلوص و محبت اور برگزیدگی کو تمام عمر نہیں بھولے راقم کی سترہ اٹھارہ سال کی عمر تک چند اشخاص جو اُن کی صحبت میں رہے تھے زندہ تھے ان کے سامنے جب کبھی اون کا ذکر آتا وہ بے حد متاثر ہوجاتے اور دیر تک نہایت محبت اور عقیدت کے ساتھ اون کے اخلاق اور اون کے محاسن کا ذکر کرتے رہتے۔ اِن میں دو شخص وہ تھے جنھوں نے اون کی خدمت گاری کی تھی اون کا ذکر جب اُن کے سامنے ہوتا تو ان کی آنکھوں سے بعض وقت بے اختیار آنسو جاری ہوجاتا۔ اللہ اللہ وہ کیسے مخلصانہ اخلاق ہوں گے جن کا اثر اُون کے ملنے والوں کے قلوب میں دایماً قایم رہا اس میں شک نہیں کہ وہ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ کے مظہر تھے بلا زمت قبول کرنے کی وجہ سے اپنے ہمعصر بزرگوں میں حضرت شاہ وارث علی قدس سرہ دنیا دار خیال کئے جاتے تھے مگر اون دنیا دار جیسے اس زمانے کے بڑے بڑے دین دار بھی نظر نہیں آتے۔

حضرت شاہ وارث علیؒ کی اولاد۔

حضرت شاہ وارث علیؒ کی والدہ ماجدہ حضرت شاہ یار اللہ بن مولٰنا محمد اعظم بن مولٰنا احمد کبیر بن حضرت شاہ معروف بن حضرت شاہ منصور کی صاحبزادی تھیں اور اون کی ہم جد تھیں۔ حضرت علیہ الرحمہ کی شادی حضرت مولانا میر سید عبدالقادر قدس سرہٗ کی صاحبزادی سے ہوئی۔ یہ بزرگ موضع میران[1] بیگہ لکھاور کے رہنے والے اور حضرت سیدنا سید عبدالوہاب بن حضرت غوث الاعظم محی الدین ابو محمد عبدالقادر الحسنی الحسینی الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی اولاد میں تھے۔ تقریباً ساڑھے تین سو سال ہوئے کہ اون کے اجداد میں ایک بزرگ حضرت سید فیروز یہاں تشریف لائے اور سکونت پذیر ہوئے اون کی اولاد اس موضع میں آباد ہے۔ حضرت شاہ وارث علی کے انتقال کے بعد اون کی اہل خانہ تقریباً چالیس سال بقید حیات رہیں اور ۱۲۸۹ھ میں پیر بگہ میں انتقال کیا اور اُن کے قبر کے متصل دفن ہوئیں۔ حضرت شاہ وارث علی نے دو بیٹیاں اور دو بیٹے چھوڑے۔ بڑی صاحبزادی کی شادی پیر بگہ میں خاندان ہی کے ایک صاحب حضرت شاہ منور علی سے ہوی اون کے صرف ایک ہی فرزند شاہ محمد اکرم صاحب علیہ الرحمہ زندہ رہے انہوں نے پٹنہ کے محلہ حاجی گنج میں مکان تعمیر کرکے سکونت اختیار کرلی تھی اور وہیں ۱۳۱۶ھ میں اکہتر سال کی عمر میں انتقال کیا اون کے فرزند مولوی محمد شاہ صاحب مرحوم اُن کا جنازہ پیر بگہ لائے اور آبائی قبرستان میں دفن کیا۔ دوسرے فرزند حضرت سید شاہ حسین علی خاں بہادر تھے۔ اون کے بعد ایک صاحبزادی تھیں جنکی شادی موضع مکارم چک میں شاہ رمضان علی صاحب سے ہوی اونکی اولاد اسی موضع میں سکونت پذیر ہیں

---

[1] موضع میران بیگہ لکھاور سادات کی بستی ہے۔ پیر بگہ سے بیس میل جانب شمال بایں بخش اور گیا پٹنہ ریلوے لائن کے اسٹیشن جہاں آباد سے چار میل پر واقع ہے۔

چوتھے فرزند حضرت سید شاہ باقر علی باقر تھے۔

سید شاہ حسین علی رح کی ولادت اور تعلیم اور قبول ملازمت

حضرت شاہ وارث علی قدس سرہٗ کے بڑے فرزند سید شاہ حسین علی خاں بہادر ۱۹ ذی الحجہ ۱۲۳۱ھ مطابق ۱۰ نومبر ۱۸۱۶ء شب یکشنبہ طلوع صبح سے ایک گھنٹہ پیشتر موضع[1] کہرہ میں پیدا ہوئے۔ اوایل عمر میں تحصیل علم میں مشغول ہوئے اور طلب علم ہی کے زمانہ میں والد سے مرید ہوئے اور سلاسل فردوسیہ اور ابوالعلائیہ نقشبندیہ اویسیہ اور قادریہ میں خلافت لی۔ والد کی رحلت کے بعد وہ پیر بگہ میں مقیم رہے لیکن بہت جلد اون پر نوکری کے لئے تقاضہ شروع ہوا اور ۱۲۵۶ھ (۱۸۴۰ء) میں ملازم ہوگئے ۱۸۵۷ء (۱۲۷۳ھ) میں جب غدر ہوا وہ ضلع سارن چھپرہ کے سب ڈویزن سیوان پر متعین تھے اُن کے حسن انتظام کے باعث وہاں کا خزانہ اور کچہری بلکہ سارا سب ڈویزن غدر کے آفات سے محفوظ رہا۔ غدر کے فرو ہونے کے بعد گورنمنٹ نے اون کی کارگزاریوں کا بہت کچھ اعتراف کیا اور خان بہادری کا خطاب دے کر بعہدۂ ڈپٹی کلکٹری اون کو آرہ کے صدر سب ڈویزن پر متعین کیا۔ جب تک وہ ملازم رہے اپنے فرایض کو نہایت احتیاط سے انجام دیتے رہے لیکن نوکری سے وہ ہمیشہ کارہ رہے چنانچہ ۱۸۶۵ء (۱۲۷۲ھ) میں اونہوں نے استعفاء دے دیا لیکن گورنمنٹ نے منظور نہیں کیا۔ چند سال کے بعد کچھ خانگی ضروریات کا عذر پیش کرکے ۱۸۶۲ء (۱۲۷۸ھ) میں جب وہ بھاگل پور میں اسسٹنٹ کمشنر تھے پھر استعفاء دیا لیکن اب بھی منظور نہیں کیا گیا اور ایک سال کی رخصت پوری تنخواہ پر دی گئی۔ آخر کار پینتیس سال کی ملازمت کے بعد ۱۸۷۵ء (۱۲۹۱ھ) میں پنشن لے کر خدمت سے سبکدوش ہوئے پانچ چھ سال کے بعد حج بیت اللہ شریف اور زیارت مدینہ منورہ سے مشرف ہوئے۔

---

[1] موضع کہرہ گیا پٹنہ ریلوے لاین کے اسٹیشن بیلا کے قریب سادات کی بستی ہے۔

حضرت سید شاہ حسین علی قدس سرہ کشیدہ قامت متناسب الاعضا اور صبیح اللون حضرت شاہ حسین علی کا حلیہ
تھے اُن کا سینہ چوڑا چہرہ کتابی آنکھیں بڑی اور خوبصورت اور داڑھی گھنی اور لمبی تھی
چہرہ سے نہایت درجہ بزرگی اور برگزیدگی ظاہر ہوتی تھی۔ اوُس زمانہ کے تمام اقسام کے
فنون پہ گری میں کامل تھے۔ گھوڑے کی سواری میں میر کریم اللہ صاحب مرحوم (جن کا
حال بعد میں بیان کیا جائے گا) کے شاگرد رشید تھے اور صاحب کمال تھے۔ انتقال سے
چند سال پہلے اون کے دونوں ہاتھ اور پاؤں میں رعشہ کی بیماری پیدا ہو گئی تھی جس سے
وہ چلنے پھرنے بلکہ نشست و برخاست سے بھی بالکل معذور ہو گئے تھے لیکن دماغ کی قوت
اور سماعت اور بصارت رحلت کے وقت تک ویسی ہی قایم رہی جیسی کہ جوانی میں تھی۔

حضرت شاہ حسین علی کے اخلاق و عادات
وہ بڑوں کا بہت احترام کرتے اور چھوٹوں پر بہت شفقت فرماتے تھے اپنے
برابر کے لوگوں سے نہایت گرمجوشی اور محبت سے ملا کرتے اور اُن کی صحبتوں میں بہت
زندہ دلی کا اظہار کرتے۔ عزیزوں اور قرابت داروں کی ہر طرح خبر لیتے رہتے اور اُن کی
ہر ضرورت کے وقت امداد کرتے اہل برادری کے نادار لوگوں کی پوشیدہ طور پر امداد
کر کے اون کی لڑکیوں کی شادی کرا دیتے۔ جب تک رعشہ کی وجہ سے وہ چلنے پھرنے
سے معذور نہیں ہوئے اُون کا ہمیشہ معمول رہا کہ اشراق کے بعد ایک پیالی چا پی کر
ہاتھ میں لکڑی لے کر گھر سے نکلتے اور تمام بستی میں پھر کر پہلے ہر عزیز و قرابت دار کے گھر جاتے
اور سب کی خیریت اور ضرورت دریافت کرتے اوس کے بعد دوسرے اہل بستی کے
گھروں پر جا کر اون کی خیریت دریافت کرتے نو بجے تک گھر واپس آتے اور چاشت
کی نماز کے بعد پھر چا پیتے اور باہر کے برآمدہ میں آکر بیٹھ جاتے اس
وقت جو لوگ آتے اون سے ملتے چونکہ طبیب بھی تھے اس لئے اہل بستی کا

علاج بھی کر لیتے تھے اور اُن کو اپنے پاس سے دوائیں دیتے تھے جو بیمار اون کے پاس نہیں آسکتا تھا خود اوس کے گھر جاکر اوس کو دیکھ لیتے تھے۔ چونکہ صائب الرائے تھے اس لئے لوگ ان کے پاس آتے اور اپنے معاملات میں رائے لیتے اور اون کو نہایت صایب رائے ملا کرتی۔ ملازمت کے حالت میں بھی وہ طلبا کو درس دیتے اور اہل طلب کو مرید کرتے تھے۔ پیر بگہ اور اطراف کے بستیوں کے بہت لوگ اون سے مرید تھے اون کا وقت ضائع نہیں ہوتا تھا اور ہر وقت یاد آلہی میں مشغول رہتے تھے پنشن کے بعد اُن کا معمول رہا کہ رات کو کھانا کر ساڑھے نو بجے استراحت فرماتے۔ دو بجے بیدار ہو جاتے اور اشراق کے وقت تک نماز و وظایف اور اشغال و اذکار میں مصروف رہتے۔ اشراق کے بعد بستی میں گشت کرتے چاشت کے وقت واپس آکر چاشت کی نماز پڑھتے اور چاء پی کر برآمدہ میں بیٹھتے۔ گیارہ بجے کھانا کھا کر قیلولہ کرتے دو بجے بیدار ہو کر ظہر کی نماز ادا کرتے اور عصر تک تلاوت کلام اللہ شریف میں مصروف رہتے۔ عصر کی نماز پڑھ کر برآمدہ میں تشریف لاتے اور مغرب تک لوگوں سے ملتے رہتے۔ مغرب کی نماز کے بعد سے عشا تک وہ ذکر مراقبہ اور اشغال میں مصروف رہتے۔ سخاوت اور شجاعت صبر اور تحمل، رضا اور تسلیم میں وہ اپنے بزرگوں کے نمونہ تھے۔

حضرت شاہ حسین علیؒ کی اولاد امجاد اور اُنکے وقت ہونے پر اُن کا مہر تحمل۔

حضرت سید شاہ حسین علی قدس سرہ کو اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹی اور پانچ بیٹے دئے بیٹی سب اولاد میں بڑی تھیں اون کی شادی قصبہ[۵] ارول میں شاہ شجاعت حسین صاحب مرحوم سے ہوی اون کے اکلوتے فرزند سید شاہ محمد قاسم صاحب اپنے والد کی جگہ ارول میں سجادہ نشین ہیں۔ بیٹوں میں سب سے بڑے شاہ عبدالغنی صاحب تھے اون کے بعد دوسرے

---

۵ گیا سے آرہ کے راستہ میں اور گیا سے ۲۴ میل پر قصبہ سون ندی کے کنارے واقع ہے سادات اور شیخین کی کثرت ہے۔

محمد رشید پھر مولوی محمد نقی پھر مولوی شاہ محمد تقی اور سب میں چھوٹے مولوی محمد ذکی تھے جن کی شادی حضرت باقر کی بڑی صاحبزادی سے ہوئی تھی۔ پنشن لینے کے بعد حضرت سید شاہ حسین علی قدس سرہ کے صبر و تحمل رضا و تسلیم کا امتحان شروع ہوا۔ وہ رعشہ کے مرض میں مبتلا ہوئے اور ہاتھ پاؤں سے بالکل معذور ہو گئے اور اس کی وجہ سے آخر عمر تک سخت تکلیف اوٹھاتے رہے باوجود اس کے اون کے معمولات نماز روزہ ورد و وظایف اور اشغال ظاہری و باطنی میں مطلق کوئی تغیر نہیں ہونے پایا اور رحلت کے وقت تک اس حالت پر استقامت کے ساتھ قایم رہے جسمانی تکلیف کے علاوہ وہ اُن مصایب میں مبتلا ہوئے جو انسان کے لئے سخت ترین ابتلا ہے ۱۲۹۸ھ میں اون کے چھوٹے فرزند مولوی محمد ذکی دق میں مبتلا ہوئے اور انتقال کر گئے۔ اون کے بعد ان کے بڑے فرزند مولوی عبدالغنی (جو سررشتہ افیون میں گماشتہ کی خدمت پر مامور تھے) انتقال کر گئے۔ پھر بیٹی اور بیوی کا انتقال ہوا۔ تھوڑے ہی دنوں کے بعد اون کے نہایت محبوب فرزند مولوی محمد نقی (جو سررشتۂ عدالت میں مامور ہو کر گیا کے سب ڈیوژن اورنگ آباد پر متعین ہوئے تھے) ایک روز کچہری سے آکر عصر کی نماز کے لئے وضو کرتے کرتے بیمار ہوئے اور چند گھنٹوں میں دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اس پیرانہ سالی اور جسمانی معذوری کی حالت میں تین سال کے اندر بیوی بیٹی اور تین بیٹوں کا پے در پے انتقال ہوا مگر اون کو ذرا لغزش نہیں ہوئی اور صبر و استقامت رضا اور تسلیم کا دامن اُن کے ہاتھ سے نہیں چھوٹا۔ مولوی محمد نقی کا جس وقت انتقال ہوا اون کے چچا حضرت باقر قدس سرہٗ پٹنہ میں تھے۔ بڑے بھائی نے اس حادثہ کی اطلاع اُن کو تار دے کر کی۔ اِن بھتیجے کو وہ بھی بہت عزیز رکھتے تھے خبر کے سُنتے ہی بیتاب ہو کر پیر گیہ روانہ ہو گئے۔ عصر کے

وقت بھائی کے پاس پہنچے وہ حسب معمول برآمدہ میں کرسی پر بیٹھے ہوئے تھے۔ حضرت باقر نے بھائی کو سلام کیا اور اُن کی بوڑھی معصوم صورت دیکھ کر بے اختیار ہو گئے اور جس وقت قدمبوسی کو جھکے اُن کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری ہو گیا۔ حضرت شاہ حسین علی قدس سرہ نے فرمایا "ہاں ہاں باقر صبر صبر۔ جناب باری کا ارشاد یاد کرو فرماتا ہے:-

وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ ۝ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ ۝ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ ۝ یہ وقت صبر اور استقامت کا ہے اللہ تعالیٰ سے صبر و استقامت کی التجا کرو اور ثابت قدم رہو۔" اللہ اللہ۔ پیری اور معذوری کی حالت میں تین سال کے اندر بیوی، بیٹی اور تین جوان نہایت صالح اور سعادت مند بیٹے داغ مفارقت دیتے ہیں اور باپ اپنے چھوٹے بھائی کو رضا و تسلیم کی ہدایت کرتا ہے:- رضا اور تسلیم صبر و استقامت کی یہ حالت صرف اولیاء اللہ ہی میں پائی جا سکتی ہے اور یہ وہی لوگ ہیں جو اس بشارت کے مصداق ہیں۔ إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنتُمْ تُوعَدُونَ ۝ نَحْنُ أَوْلِيَاؤُكُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۖ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَشْتَهِي أَنفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيهَا مَا تَدَّعُونَ ۝ نُزُلًا مِّنْ غَفُورٍ رَّحِيمٍ ۝

حضرت شاہ حسین علی رح کی رحلت

حضرت سید شاہ حسین علی علیہ الرحمہ کی رحلت پیر کے میں ۱۳ ذی الحجہ ۱۳۰۱ھ مطابق ۱۱ اگست ۱۸۸۴ء یکشنبہ کو صبح کے چار بجے نماز صبح کے آغاز وقت سے ایک گھنٹہ پہلے اتقال

نماز ظہر کے بعد جنازہ کی نماز پڑھی گئی اُس کے بعد پیر بگو کی مسجد کے متصل دفن کئے گئے۔
اون کی رحلت کا بھی عجیب واقعہ ہے۔ اون کی عادت تھی کہ عشا کی نماز کے بعد وہ کھانا کھا کر سو جاتے تھے جس صبح کو اون کا انتقال ہوا اوس شب کو کھانا نہیں کھایا اور نماز عشا کے بعد خدمتگاروں کو جو رات کی خدمت پر متعین تھے فرمایا کہ تم لوگ حسب معمول حجرہ کے باہر بیٹھو اور مجھے جائے نماز پر بیٹھا رہنے دو۔ آدھی رات کے کچھ بعد خدمتگار کو بلایا اور استنجا کر کے وضو کیا اور تہجد کی نماز میں مشغول ہو گئے۔ تین بجے شب کو خدمتگار کو کہا کہ "تقی کو بلا لاؤ"۔ خلاف معمول طلبی پر مولوی محمد تقی صاحب گھبرا گئے اور فوراً حاضر ہوئے۔ فرمایا کہ بیٹھ جاؤ اُس کے بعد فرمایا کہ دنیا میں جو پیدا ہوتا ہے وہ مرتا بھی ہے اب میرا بھی وقت آچکا ہے اور جانے والا ہوں۔ شاہ محمد تقی صاحب گھبرا گئے اور رونے لگے۔ فرمایا کہ خاموش رہو اور جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں کہنے دو اوس کے بعد چند منٹ تک اون سے گفتگو کر کے خاموش ہو گئے تھوڑی دیر کے بعد فرمایا "تقی کیا صبح کی نماز کا وقت ہو گیا" اونھوں نے عرض کیا کہ ابھی تو دیر ہے۔ اِس کے بعد آدھے گھنٹہ تک پھر مراقب بیٹھے رہے۔ پھر دریافت کیا کہ کیا صبح کی نماز کا وقت ہو گیا شاہ محمد تقی صاحب نے کہا کہ نہیں۔ اونہوں نے حکم دیا کہ جاؤ باہر آسمان کو دیکھو وہ گئے اور آکر عرض کیا کہ ابھی تو ایک گھنٹہ کی دیر ہے۔ یہ سنکر حضرت شاہ حسین علی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ تمام عمر نماز وقت پر پڑھی ہے آج جب مہلت نہیں ہے تو قبل از وقت ہی سہی یہ کہکر اونھوں نے صبح کی سنت اور فرض نمازیں ادا کیں اور مراقب بیٹھ گئے اور رگ گئے عالم جاودانی ہوئے۔

حضرت شاہ حسین علی رحمۃ اللہ علیہ کے بعد اون کے دو فرزند باقی رہے۔ ایک مولوی

محمد رشید صاحب جو سررشتۂ افیون میں گماشتہ کی خدمت پر مامور تھے اور ملازمت ہی کے زمانہ میں ۹ر شوال ۱۳۱۶ھ مطابق ۲۰ر فروری ۱۸۹۹ء کو دوشنبہ کے روز پیر بگہ میں انتقال کیا اور والد کے قریب دفن ہوئے۔ دوسرے مولوی شاہ محمد تقی صاحب تھے اونھوں نے تکمیل علوم اور سند فضیلت حاصل کرنے کے بعد پیر بگہ میں قیام رکھا اور کسی ملازمت کی جانب توجہ نہیں کی۔ اُن کی رحلت ۸ر رمضان المبارک ۱۳۱۷ھ مطابق ۱۰ر جنوری ۱۹۰۰ء چہارشنبہ کے روز پیر بگہ میں واقع ہوی اور یہ بھی اپنے والد ماجد کے قبر کے نزدیک دفن کئے گئے۔ مولوی محمد رشید صاحب لاولد رہے۔ مولوی عبدالغنی صاحب کے اکلوتے فرزند حکیم افتخار حسین صاحب گیا میں مطب کرتے ہیں۔ مولوی محمد تقی صاحب کے فرزندان پیر بگہ میں ہیں۔ مولوی محمد تقی صاحب مرحوم کے بڑے فرزند شاہ واعظ الدین محمد رضی مرحوم شب ۱۹ر جمادی الاول ۱۲۹۲ھ مطابق یکم جون ۱۸۷۵ء کو پیدا ہوئے۔ تجارت کی غرض سے امریکہ گئے تھے وہاں صوبہ میچگین کے شہر ڈی ٹرایٹ میں بتاریخ ۱۳ر ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ مطابق ۲۸ر ستمبر ۱۹۲۸ء کو جمعہ کے دن انتقال کیا اُن کے سب میں چھوٹے بھائی مولوی سید شاہ زین العابدین ندوی اتفاقاً وہاں اُن کے پاس موجود تھے اونھوں نے تجہیز و تکفین کی اور جنازہ میں اوس شہر اور قرب وجوار کے شہروں کے رہنے والے ممالک غیر کے جس قدر مسلمان تھے شریک ہوئے۔ مولوی شاہ زین العابدین سے بڑے دو بھائی اور ہیں جن میں ایک مولوی شاہ خیر الدین مطلب کرتے ہیں اور دوسرے ملازم ہیں۔ مولوی محمد ذکی صاحب مرحوم نے دو چھوٹے چھوٹے بچے چھوڑے تھے۔ اون میں سے ایک تو والد کی رحلت سے تھوڑے ہی دنوں بعد انتقال کر گیا اور دوسرا جس کا نام محمود مختار تھا چودہ سال کی عمر میں بیمار رہا۔ اثنائے علالت میں بیان کیا جاتا ہے

کہ دوا میں کسی طرح زہر مل گیا جس کے پینے سے اوس کی ہلاکت واقع ہوی۔ یہ بچہ حضرت باقر کا نواسہ تھا اُس کے انتقال سے اوں کو بہت رنج ہوا۔ دیوان باقر کے قطعات میں قطعہ (۲۷) اِسی بچے کے انتقال کے متعلق ہے۔

حضرت شاہ حسین علی علیہ الرحمہ نے مولوی شاہ محمد تقی مرحوم کو سلسلہ قادریہ میں مرید کرکے قادریہ چشتیہ و فردوسیہ طریقوں میں خلافت دی۔ اُون کے فرزند مولوی شاہ واعظ الدین محمد رضی دادا سے مرید ہوئے اور اپنے والد سے ان تینوں طریقوں میں خلافت حاصل کی انتقال کے چند روز پیشتر اونہوں نے چھوٹے بھائی مولوی شاہ زین العابدین ندوی کو سلسلہ فردوسیہ میں مرید کیا اور تینوں سلسلوں میں خلافت دی۔ مولوی زین العابدین ۱۳۱۶ھ میں پیدا ہوئے اور ابھی نوجوان ہیں مدرسۂ ندوۃ العلماء لکھنؤ میں تعلیم پائی ہے اور فارغ التحصیل عالم ہیں۔ امریکہ کے قیام کے زمانہ میں چند مختلف فنون کو سیکھا اور سند بھی حاصل کی ہیں۔ طول اللہ عمرہ

حضرت باقر کی ولادت اور ابتدائی تعلیم

ملک الشعراء شہید محبت آلہی حضرت سید شاہ باقر علی المتخلص بہ باقر علیہ الرحمۃ ہشتم ماہ محرم الحرام ۱۲۴۷ھ مطابق ۱۹ مرجون ۱۸۳۱ء کو یکشنبہ کے روز طلوع صبح صادق کے وقت پیر بگہ میں پیدا ہوئے ڈھائی سال کی عمر میں والد ماجد کا سایہ اُون کے سر سے اُٹھ گیا۔ والدین کے سب میں چھوٹے فرزند تھے اور اِس قدر کم عمری میں یتیم ہو گئے تھے اِس لئے والدہ ماجدہ نے غیر معمولی شفقت مادری کے ساتھ اُون کی پرورش کی۔ پانچویں سال کی عمر میں اُون کی بسم اللہ خوانی کی رسم ادا کی گئی اور قرآن پاک اُون کو والدہ ماجدہ نے خود پڑھایا اُوس کے بعد ایک استاد ملازم رکھے گئے جنھوں نے گلستان تک فارسی پڑھائی

اوس کے بعد عربی شروع کرائی گئی تیرہ چودہ سال کی عمر میں اونھوں نے صرف و نحو میں شرح جامی اور منطق میں شرح تہذیب اور فقہ میں قدوری اور شرح وقایہ تک نصاب کو ختم کیا۔ اوس کے بعد عربی کے درس کا سلسلہ رک گیا اور حضرت باقر نے فطری رجحان اور مناسبت کے باعث فارسی کی جانب بطور خود توجہ کی اور اس زبان کی متداول کتابوں اور کتب لغت اور شعراء کے دواوین کا مطالعہ شروع کیا۔ سترہ اٹھارہ سال کی عمر میں زبان فارسی کی لغات اور ادب اور شعراء کے کلام پر کامل تحقیق کے ساتھ حاوی ہوگئے اور شعر بھی کہنے لگے۔

فنون سپہ گری کی تعلیم

اس زمانہ میں شرفا کی اولاد کو جس طرح علم کا حاصل کرنا ضروری تھا اوسی طرح فنون سپہ گری کو بھی سیکھنا کم و بیش لازمی خیال کیا جاتا تھا۔ گیا اور پٹنہ کے اضلاع میں لکڑی اور گتکہ پٹا اور بانا کا بہت رواج تھا اور شرفیوں کی ہر بستی میں اس فن کے ایک دو استاد (جو خلیفہ کہے جاتے تھے) ضرور موجود رہتے تھے جو لڑکوں کو ان فنون کی تعلیم دیتے تھے چنانچہ پیر بگہ میں بھی اہل وقت اس فن کے ایک استاد مداری خلیفہ نامی تھے۔ نو دس سال کی عمر میں حضرت باقر گتکہ وغیرہ کے فنون میں اون کے شاگرد ہوئے کچھ عرصہ کے بعد اون کے عزیزوں میں ایک بزرگ میر یار محمد صاحب پیر گھوی نے جو اس فن میں نہایت کامل تھے اون کی تعلیم شروع کی اور بہت جلد اون کو کامل کر دیا۔

میر کریم اللہ صاحب حضرت باقر کا فنون سپہ گری حاصل کرنا

حضرت باقر کے دور کے رشتہ داروں میں میر کریم اللہ صاحب نامی ایک بزرگ تھے اون کا مکان گیا میں حضرت باقر کے مکان کے متصل تھا۔ پیر بگہ کے قریب ایک موضع برہی میں اون کی زمینداری تھی جس کی آمدنی پر اون کی گذر تھی۔ یہ بزرگ فنون سپہ گری کے جملہ اقسام میں اور گھوڑے کی سواری اور کوڑا مارنے کے فن میں یکتائے روزگار تھے۔ تمام صوبہ بہار میں اون کے پایہ کا ایک شخص بھی نہیں تھا۔ اون کو افیون کھانے کا شوق تھا اور

افیونیوں کا اُن کے گھر پر مجمع رہا کرتا تھا لیکن افیونی ہونے کے باوجود اُون کی تہجد اور صبح کی نماز قضا نہیں ہوتی تھی۔ دُبلے پتلے آدمی تھے لیکن قوت بہت رکھتے تھے اسّی سال کی عمر میں ۱۲۹۱ھ میں اونکا انتقال ہوا۔ اِس عمر میں بھی اُون کے قوی ایسے تھے کہ انتقال سے کچھ پہلے تک روزانہ تین چار شاگردوں کو لکڑی اور تلوار کی مشق کرا کر تھکا دیتے تھے اُون کی بہادری اور مختلف فنون سپہ گری میں اُون کے کمال کے عجیب عجیب قصّے میں نے والدی حضرت باقر علیہ الرحمۃ سے سنے ہیں لیکن اُون کو قلمبند کرنے کی یہاں گنجایش نہیں ہے

لکڑی اور گتکہ وغیرہ کے فنون کی تکمیل کے بعد حضرت باقر علیہ الرحمۃ میر کریم اللہ صاحب مرحوم مغفور کے شاگرد ہوئے اور نو دس سال تک بہت محنت کرکے تیر اندازی شمشیر زنی پھیک بانک بنوٹ، گھوڑے کی سواری، نیزہ بازی اور کوڑا مارنے کے فن میں اِس قدر کمال حاصل کیا کہ استاد فرمایا کرتے تھے کہ "مجھے جو کچھ آتا تھا میں نے باقر کو سب کچھ سکھا دیا اور وہ میرے برابر ہوگئے"۔ ان فنون کے ساتھ ساتھ حضرت باقر نے کشتی کا فن بھی سیکھا تھا لیکن اِس فن میں اُن کے استاد کا حال راقم کو معلوم نہیں ہوا۔ بانک اور بنوٹ کے جاننے والے اوس وقت بھی کم تھے اور اب شمالی ہند میں اِن دونوں فنون کا جاننے والا شاید ہی کوئی باقی رہا ہو۔ حیدرآباد دکن میں تیس چالیس سال قبل تک اون کے جاننے والے متعدد آدمی موجود تھے اب یہاں بھی شاذ و نادر باقی رہ گئے ہیں۔ یہ دو فن تھے جو صرف شریفوں ہی کی اولاد کو سکھائے جاتے تھے اور ان میں بھی صرف اون لوگوں کو جن کے حلم اور ضبط نفس کی قوت کی جانب سے استاد کو اطمینان ہو لیتا تھا۔ کوڑا مارنے کا ایک خاص فن تھا جس کا مہارت رکھنے والا کوڑے سے قریب قریب تلوار کا کام لے سکتا تھا۔ میر کریم اللہ صاحب مرحوم کے زمانہ میں اِس فن کا جاننے والا صوبہ بہار میں بجز اُون کے دوسرا کوئی نہیں تھا اور

اونھوں نے بجز حضرت باقر علیہ الرحمۃ کے یہ فن پوری طرح کسی کو نہیں سکھایا۔ گھوڑے کی سواری میں اب چابک یا پتلی بیت ہاتھ میں رکھنے کا رواج ہوگیا ہے۔ چالیس سال قبل تک چابک سوار سواری کے وقت ہاتھ میں کوڑا رکھا کرتے تھے۔ سوت کے نہایت مضبوط تاگوں کی باریک باریک ڈوریاں بٹ لی جاتی تھیں ان ڈوریوں کو باہم بٹ کر تقریباً تین فٹ لمبی گاؤدم چابک بنائی جاتی تھی جو ایک جانب نرانگشت کے برابر موٹی اور دوسری جانب باریک ہوتی تھی۔ اِس چابک کو موٹی بیت کے دو فیٹ کے ٹکڑے میں اس مضبوطی سے باندھ دیتے تھے کہ کبھی نکل نہیں سکتی تھی۔ صوبہ بہار کی اصطلاح میں اسے کوڑا کہتے تھے۔

کوڑے سے مارنے کا ایک ناگوار واقعہ

ایک ناگوار واقعہ کے پیش آنے کی وجہ سے حضرت باقر کے کوڑے زنی کے کمال کی صوبہ بہار میں شہرت ہوگئی۔ گیا میں جس جگہ اون کا مکان تھا اوس سے تھوڑے فاصلہ پر لب سڑک ضلع کا مجسٹریٹ واقع تھا اِسی لئے اِس محلہ کا نام ابھی تک محلہ پُرانا جیل خانہ ہے۔ دسمبر ۱۸۵۸ء کا واقعہ ہے کہ ایک روز مغرب کی نماز کے بعد حضرت باقر مجسٹریٹ کے سامنے سڑک پر گھوڑا پھیر رہے تھے جیل کے دروازہ کے سامنے پولیس کا ایک سپاہی پہرہ دیر ہا تھا۔ انکو گھوڑا پھیرتے دیکھ کر قریب آیا اور نہایت تحکمانہ لہجے میں گھوڑا پھیرنے سے منع کیا اونھوں نے کہا کہ ہم تو سڑک پر گھوڑا پھیر رہے ہیں اس میں تمہارا کیا ہرج ہے۔ وہ اوس زمانے کے پولیس کے سپاہی تھے اپنے حکم کے خلاف ایسا جواب سننے کی تاب اونہیں کہاں ہوسکتی تھی بے تکلف گالی دے بیٹھے۔ حضرت باقر سنتے ہی بے اختیار ہوگئے اور ایک کوڑا اوس کے کمر پر مارا وہ گر گیا اور انہوں نے گھوڑے کو گھر کی جانب موڑا۔ میر کریم اللہ صاحب مرحوم اپنے گھر میں بیٹھے دوستوں سے باتیں کر رہے تھے کوڑے کی آواز اون کے کانوں تک پہنچی خیال کیا کہ گھوڑے کو مارا اور بے ساختہ چلا اوٹھے "مار ڈالا اس لڑکے نے گھوڑے کو" اور آواز کی جانب دوڑے

راستہ میں حضرت باقر ملے اور واقعہ بیان کیا۔ میر صاحب نے فرمایا "تم نے غضب کر دیا اسی وقت اسی حالت میں آرہ روانہ ہو جاؤ اور جس قدر جلد ہو سکے وہاں پہنچ جاؤ" حضرت باقر نے بھی واقعہ کی سنگینی کا احساس کیا اور اسی گھوڑے پر اسی وقت آرہ روانہ ہو گئے۔ اوس زمانہ میں ریل نہیں تھی اور گیا سے آرہ تک کوئی پختہ سڑک بھی نہیں تھی۔ خام راستہ سے براہ ٹکاری اول اور سہسرام ۲۵ میل سے کسی قدر زیادہ کا فاصلہ تھا۔ اول اور سہسرام کے درمیان سون ندی واقع ہے جس کا عرض تین میل ہے۔ موسم سرما میں بھی پانی بہت رہتا ہے اور پانی کے دونوں جانب دور دور تک نہایت نرم ریت پھیلی رہتی ہے۔ حضرت باقر شب چلے گئے گھوڑا قیمتی اور مضبوط تھا صبح کی نماز کے وقت اوس نے آرہ پہنچا دیا۔ وہاں پہنچکر بڑے بھائی حضرت سید شاہ حسین علیخاں بہادر (جو آرہ کے صدر ڈیوزن پر ڈپٹی کلکٹر تھے) کے خدمت میں حاضر ہوئے اور واقعہ بیان کیا اونھوں نے اطمینان دلایا اور اپنے پاس ٹھہرالیا۔ وہ زمانہ شدید سردی کا تھا۔ سپاہی گرم یونیفام پر موٹی بانات کا اوور کوٹ پہن کر پہرہ دیرہا تھا۔ کوڑے کا ضرب اس قدر شدید تھا کہ اوس نے اوور کوٹ اور گرم بانات کے کوٹ کو کاٹ کر سپاہی کے کمر میں گہرا زخم ڈالدیا وہ بے ہوش ہو کر گر گیا۔ دوسرے سپاہی اوس کو اٹھائے گئے اور جیلر نے دواخانہ بھیجدیا۔ ڈاکٹر نے تلوار کے زخم کا صدا قتنامہ دیا اور حضرت باقر پر مقدمہ قایم ہوا اور کچھ دنوں دوران کے بعد خارج ہو گیا اور حضرت باقر کی برأت ہو گئی۔ اوس وقت کے معمولی لوگ بھی اہل کمال کے عجیب قدر شناس ہوا کرتے تھے دوران مقدمہ میں سپاہی کو معلوم ہوا کہ اون کو تلوار کا نہیں بلکہ کوڑے کا زخم لگا تھا تو نہایت متعجب ہوئے اور مقدمہ سے دست بردار ہونے کا ارادہ کیا لیکن قانوناً اس کی اجازت نہیں ملی۔ ختم مقدمہ کے بعد اونہوں نے ایک مہینہ کی رخصت لی اور چلتے ہوئے

آرہ آئے اور حضرت باقر سے ملکر بہت دیر تک اُون کا ہاتھ چومتے رہے اور اُونکے کمال کی تعریف کرتے رہے۔ حضرت باقر نے اون کو اپنے پاس ٹہرایا اور بہت خاطر و مدارات کی وہ سپاہی جب تک زندہ رہے سال میں ایک دو بار آکر اُون سے مل لیتے تھے اور حضرت باقر اُون کی انتقال کے بعد اُون کی اولاد کے برسوں خبر گیراں رہے۔ اِس واقعہ کی شہرت تمام ضلع گیا اور پٹنہ اور آرہ میں پھیل گئی اور "مولوی باقر صاحب کا کوڑا" جابجا ضرب المثل ہوگیا اُس واقعہ کو جاننے والے ابھی تک کچھ لوگ زندہ اور موجود ہیں۔

حضرت باقر نے پنجہ کشی کا فن بھی بہت محنت سے سیکھا تھا اور کمال حاصل کیا تھا۔ اون کے استاد (راقم کو اُن کا نام یاد نہیں رہا) ضلع پٹنہ کے ایک موضع کے رہنے والے تھے آدمی درحقیقت نہایت عابد و زاہد اور بہت ہی بزرگ تھے لیکن وضع عجیب و غریب رکھی تھی۔ نہایت حسین اور خوشرو جوان تھے ہاتھوں میں مہندی لگاتے تھے اور دانتوں میں مسی ملتے تھے سر کے بال بہت بڑھائے رکھتے تھے اور اُسمیں خوشبو تیل خوب لگائے رہتے تھے زر کے کام کی ٹوپی گلبدن اور کامدانی کا کرتہ اور انگرکھا مشروع کا پائجامہ اور زرین جوتا پہنا کرتے تھے۔ ظاہری طریقہ اونہوں نے ایسا رکھا تھا کہ لوگ اون کی جانب اچھا خیال نہیں رکھتے تھے اور عیاش سمجھتے تھے۔ حضرت باقر راقم سے فرماتے تھے کہ میں ایک روز پٹنہ آنے کے لئے مقام اسٹیشن پر کلکتہ سے آنے والی گاڑی کے انتظار میں کھڑا تھا۔ جب گاڑی آئی تو اُس میں استاد کو بیٹھا ہوا دیکھا اور انہیں کے پاس بیٹھ گیا اور نہایت کمزور و ناتواں دیکھکر مزاج کی کیفیت پوچھی استاد نے فرمایا کہ برادر میں بنگالہ کے ایک دیہات میں تھا ایک بنگالی عورت مبتلا ہوئی اور اُس نے ناجائز خواہش کا اظہار کیا قطعی انکار کی وجہ سے وہ بیحد ناراض ہوئی اور اس قدر ایذا اور تکلیف مجھے پہنچائی کہ میں بیمار ہوگیا۔ دو ماہ کی علالت میں جب

رتبہ باقر کا فن پنجہ کشی حاصل کرنا
راون کے استاد کا حال

حالت خراب ہوی تو بارگاہ الٰہی میں میں نے التجا کی کہ اگر موت آچکی ہے تو اس قدر قوت مرحمت ہو کہ گھر والدہ کے پاس پہنچ جاؤں حق سبحانہٗ وتعالیٰ نے التجا قبول کی اور میں اس قابل ہوا کہ گھر جا رہا ہوں وہاں پہنچکر دو چار روز میں رخصت ہو جاؤں گا، میں نے کچھ تشفی آمیز باتیں کیں لیکن اونہوں نے فرمایا کہ میری موت آچکی ہے اور چند روز میں تم سن لوگے۔ بختیار پور کے اسٹیشن پر وہ اتر گئے اور میں پٹنہ آیا۔ چند روز کے بعد اون کی رحلت کی خبر سنی اور معلوم ہوا کہ اون کی موت اوس طرح ہوی جیسے اولیا کی موت اکثر ہوا کرتی ہے"۔

حضرت باقر استاد کی اصلی حالت سے واقف تھے اور جب تعزیت کے لئے اون کے گھر گئے تو اون کی والدہ سے اون کے حالات مفصل طور پر معلوم ہوئے۔ اون کی والدہ نے فرمایا کہ طالب علمی ہی کے زمانہ میں اون کو شب بیداری کی عادت ہو گئی تھی عشا کی نماز کے بعد حجرہ میں بند ہو جاتے تھے اور تمام رات عبادت میں بسر کرتے تھے پچھلی رات کو سجدہ میں جاتے اور صبح تک اس قدر روتے کہ جانماز بھیگ جاتی تھی۔ چھت سے ایک رسّی لٹکا رکھی تھی کبھی جب نیند کا غلبہ ہوتا تو سر کے بالوں کو (جن کو اسی غرض سے بڑھا رکھا تھا) رسّی سے باندھ دیتے تھے تاکہ تکلیف ہو اور نیند نہ آئے۔ والدہ سے اونھوں نے اقرار لے لیا تھا کہ اون کا راز کسی پر افشا نہ کریں اور وہ متامل بھی نہیں ہوے اسلئے کہ اوس سے انکا راز قایم رہے گا اور نہ یکسوئی باقی رہے گی۔ اون کے انتقال سے ایک سال کے بعد اون کی والدہ نے اپنے دو عزیزوں کو بلا کر کچھ روپیہ دیا کہ اون کے فرزند کی قبر تیار کر دی جائے۔ اینٹ وغیرہ جمع ہونے کے بعد جب مزدوروں نے کام شروع کیا تو اون کی قبر کھل گئی اور ان کی نعش نہایت محفوظ حالت میں دیکھی گئی اور کفن بھی نہایت سفید اور محفوظ پایا گیا بستی کے لوگوں کو خبر ہوی سب نے آکر دیکھا آخر اون کی والدہ کی اجازت سے

قبر بند کر دی گئی اور پختہ نہ بن سکی

امراؤ خاں صاحب اور حضرت باقر کا ان سے بندوق بازی کا فن حاصل کرنا:-

سنہ ۱۲۹۶ھ (۱۸۷۹ء) میں حضرت باقر ضلع موتیہاری میں متعین تھے اور قصبہ بڑہرڑوا[1] اون کا مستقر تھا۔ ایک مرتبہ وہ بتیا گئے وہاں امراؤ خاں صاحب بھوپالی سے ملاقات ہوی۔ یہ بزرگ اوس وقت چالیس سال عمر کے تھے اور بندوق چلانے کے فن میں بہت باکمال تھے اون کا ایک کمال یہ تھا کہ کسی درخت سے پچاس ساٹھ گز کے فاصلہ پر اوس کی جانب پیٹھ کرکے اور گولی بھری ہوی بندوق کندھے پر رکھکر کھڑے ہوجاتے درخت پر کوئی چڑیا جس وقت بولتی اوس کی آواز پر بندوق سر کرتے اور گولی سے اوس کو گرا دیتے پھر پھرتے وہ مہاراجہ بتیا کے پاس اِس اُمید پر آئے تھے کہ اون کے کمال کو دیکھکر وہ ملازم رکھ لیں گے۔ یہ مہاراجہ بہت معمر آدمی تھے، فارسی اور عربی میں اچھی دستگاہ رکھتے تھے اہل کمال کے قدر داں تھے اور پرانے اخلاق کے نمونہ تھے امراؤ خاں صاحب کے کمالات کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے لیکن کسی وجہ سے ملازم نہیں رکھ سکے اور معقول انعام واکرام کے ساتھ رخصت کر دیا۔ حضرت باقر اون سے بتیا میں ملے اون کے کمال سے واقف ہوئے اور اون کو اولاد کے بجاے آٹھ ہمراہیوں اور ملازموں کو ہمراہ لے کر بڑہرڑوا آئے اور چار پانچ ماہ تک اون کو اور اون کے ساتھیوں کو نہایت احترام اور آرام سے اپنے پاس ٹہراکر اُون سے بندوق کا فن سیکھا۔ حضرت باقر سے رخصت ہوکر امراؤ خاں صاحب آرہ آئے اور آرہ سے ڈمراؤن گئے۔ مہاراجہ ڈمراؤن نے اون کو اپنے پاس رکھ لیا وہاں وہ آخر عمر تک رہے اور سنہ ۱۳۱۸ھ یا ۱۹۰۰ء میں وہاں انتقال کیا۔

بندوق بازی اور دوسرے فنون میں گرمی

حضرت باقر نے تقریباً پچاس سال کی عمر میں امراؤ خاں صاحب سے بندوق کا فن سیکھا

---

[1] یہ قصبہ بتیا سے چودہ میل جانب جنوب واقع ہے

تھا اور اُن کی اور اُن کے ہمراہیوں کی مہمانداری اور خاطر و مدارات میں بہت روپیہ صرف کیا تھا لوگوں کو تعجب ہوتا تھا کہ اس عمر میں اور اس قدر روپیہ صرف کرکے اس فن کو سیکھنے کی کیا ضرورت تھی۔ چونکہ اون کو شکار کا مطلق شوق نہیں تھا اس لئے لوگ اور بھی زیادہ متعجب ہوتے تھے لیکن کسی کو اُن سے پوچھنے کی جرات نہیں ہوتی تھی۔ بہت دنوں کے بعد ایک روز اُون کے چند دوست اون کے پاس بیٹھے باتیں کر رہے تھے اثنائے گفتگو میں فنون سپہ گری کا بھی ذکر آیا۔ حضرت باقر علیہ الرحمتہ نے فرمایا کہ مسلمان کو لازم ہے کہ جہاں تک ہو سکے فنون سپہ گری کو سیکھے اور اون میں مشق کو قایم رکھے ہمارے اعمال کے بدولت جہاد کے شرف سے ہم بالکل محروم ہو چکے ہیں لیکن حق سبحانہ و تعالیٰ کا فضل منقطع نہیں ہوا ہے ممکن ہے کہ کسی وقت اوس کی عنایت مبذول ہو اور جہاد کا موقع ہاتھ آئے فنون سپہ گری اوس وقت کام آئیں گے ورنہ جو شخص اون سے ناواقف ہے وہ یا تو پست ہمت ہو کر پیچھے رہ جائیگا یا مفت میں جان دے گا۔ حضرت باقر نے جس وقت یہ کہا اوس وقت لوگوں کو معلوم ہوا کہ اِن فنون کو اِس قدر محنت اور شغف سے حاصل کرنے میں اون کی نیت کیا تھی سچ ہے نیت المومن خیر من عملہٖ اور انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوی

حضرت باقر کے استاد مولانا مہدی حسن اور استاد الاستاد قاضی القضات مولانا فضل اللہ

حضرت باقر قدس سرہٗ کی عربی تعلیم ملتوی ہو گئی تھی اوس کی وجہ غالباً یہ تھی کہ منطق اور فقہ کی ابتدائی کتابوں کے پڑھنے کے بعد اون کو پیر بگہ میں اون کی مرضی کے مطابق استاد نہیں مل سکے مزید براں فنون سپہ گری اور گھوڑے کی سواری کی مشق میں اون کو انہماک ہو گیا۔ اِس سے فارغ ہونے کے بعد اونھوں نے عربی کی درسیات کی تکمیل کی جانب پھر توجہ کی اور اون کو استاد بھی اون کی مرضی کے مطابق مل گئے یہ بزرگ موضع بیتھو کے رہنے والے مولانا مہدی حسن صاحب علیہ الرحمتہ تھے اونھوں نے ابتدا کی درسی

کتابیں صوبہ بہار کے علما سے پڑھیں اوس کے بعد کلکتہ چلے گئے۔ اوس زمانہ تک کلکتہ میں بڑے بڑے علما و فضلا موجود تھے اور علوم قدیمہ کے درس و تدریس کا سلسلہ جاری تھا۔ اوس وقت کے علما میں سب سے زیادہ فاضل متبحر قاضی القضات مولنا فضل الرحمن بن مولانا محمد واجد بردوانی تھے۔ یہ بزرگ علم و فضل میں اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے اور صاحب تصنیف بھی تھے۔ حضرت سید عبدالرحمن چشتی صابری لکھنوی کی مشہور کتاب کلمۃ الحق کی نہایت عالمانہ شرح موسوم بالتشیید فی مبانی کلمۃ التوحید ۱۲۶۹ھ میں لکھی اور ۱۲۷۰ھ میں کلکتہ میں طبع کرائی تھی۔ مولانا مہدی حسن علیہ الرحمہ کلکتہ پہنچکر اون کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہدایہ کا سبق شروع کیا اور معقولات کی کتابیں بھی پڑھنے کی خواہش ظاہر کی لیکن قاضی القضات صاحب نے انکار کیا اور فرمایا کہ معقولات کے پڑھانے سے میں نے توبہ کر لی ہے تھوڑے ہی دنوں کے بعد مولنا مہدی حسن صاحب کی ذہانت اور جودت طبع کو دیکھ کر وہ اس قدر خوش ہوئے کہ معقولات کے پڑھانے کے لئے خود بخود راضی ہو گئے۔ مولانا نے فقہ اور اصول فقہ عقاید اور کلام تفسیر اور اصول تفسیر اور حدیث کی دو تین کتابیں اور حساب اور ریاضی کی سب متداول کتابیں اون سے پڑھکر سند فضیلت حاصل کی۔ حضرت قاضی القضات صاحب کبھی کبھی فرمایا کرتے تھے کہ معقولات کے پڑھانے سے میں نے توبہ کر لی تھی لیکن مہدی حسن کی ذہانت اور ذکاوت نے میری توبہ توڑ دی۔

حضرت باقر کا علوم عربیہ سے تکمیل کرنا

۱۲۷۲ھ میں حضرت باقر علیہ الرحمۃ نے مولانا مہدی حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پیر بگہ میں پڑھنا شروع کیا لیکن ۱۲۷۳ھ میں آرہ چلے آئے اور درس ملتوی ہو گیا اوس سال جب غدر ہوا حضرت باقر آرہ سے پیر بگہ چلے گئے اور درس کو پھر جاری کیا۔ غدر کے فرو ہونے کے بعد حضرت باقر کے بڑے بھائی حضرت شاہ حسین علی قدس سرہٗ سیوان سے

متبدل ہو کر آرہ آئے اور حضرت باقر بھی مولانا مہدی حسن صاحب کو ہمراہ لے کر آرہ آئے اور اپنے پاس ٹھہرایا اور اون سے پڑھنا شروع کیا۔ اور تین سال میں تمام متداول کتابیں ختم کیں۔ مولانا مہدی حسن صاحب مرحوم کو حضرت شاہ حسین علی صاحب نے ایک ملازمت بھی دلوادی جس کی وجہ سے وہ سات آٹھ سال آرہ میں مقیم رہے اوس کے بعد ترک ملازمت کر کے بیتھیہ چلے گئے اور وہاں ۱۲۹۳ھ میں راہی ملک بقا ہوئے رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً استاد اور شاگرد میں بے حد محبت ہو گئی تھی حضرت باقر جس قدر شوق سے پڑھتے تھے اوسی قدر محبت اور توجہ سے مولنا اونھیں پڑھاتے تھے۔ حضرت باقر اپنی آخر عمر تک استاد کے علم و فضل اور اُن کی عنایت اور شفقت کا بہت ہی محبت سے ذکر کیا کرتے رہے۔ فرمایا کرتے تھے کہ راتوں کو استاد استراحت فرماتے اور میں کتاب کا مطالعہ کیا کرتا جب کبھی ایسا مضمون پیش آجاتا جس کے حل میں دشواری ہوتی میں بے تکلف جاتا اور استاد کا پاوں دبا کر اوں کو بیدار کرتا وہ فوراً اوٹھ بیٹھے اور نہایت مسرور ہو کر مطلب بیان فرما دیتے۔ حضرت باقر کو استاد کے انتقال کا بہت رنج ہوا۔ اون کے رحلت کا ایک قطعہ تاریخ لکھا ہے جو اس دیوان کے (صفحہ ۲۹۵) پر ہے اوس کے ایک ایک مصرعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ استاد کے انتقال کا حضرت باقر کو کس قدر صدمہ ہوا۔

حضرت مولنا مہدی حسن علیہ الرحمہ کے اکلوتے فرزند مولنا عبدالعلیم صاحب بسمل تخلص اپنے وطن بیتھو میں قیام فرما ہیں اور اُون کے فرزند ارجمند گیا میں بیرسٹر ایٹ لا ہیں۔

جمیع اقسام علوم پر حضرت باقر کی وسعت نظر

حضرت باقر قدس اللہ سرہٗ العزیز بڑے پایہ کے اور بہت ہی وسیع النظر اور صاحب تحقیق عالم ہوے۔ فقہ اور اصول فقہ عقاید اور کلام فلسفہ اور معقولات کی سب درسی کتابیں

اونھوں نے بالاستیعاب پڑھی تھیں فقہ کی درسی کتابوں کے علاوہ فتاوے عالمگیری اور فتاوے قاضی خاں اور رد المحتار کا چند بار مطالعہ کیا تھا اور مولانا عبد العلی بحر العلوم کی شرح مسلم الثبوت کے مضامین اون کو تقریباً حفظ تھے تفسیر جلالین تفسیر بیضاوی اور تفسیر احمدی استاد سے پڑھی تھی اون کے علاوہ تفسیر کبیر تفسیر مدارک تفسیر روح البیان اور چند دوسری تفسیروں کا بالاستیعاب مطالعہ کیا تھا حدیث میں مشکوٰۃ شریف اور ترمذی شریف اور صحیح مسلم شریف استاد سے پڑھی تھی بقیہ کتابوں کو پڑھ کر سند کے حاصل کرنے کا اونھیں موقع نہیں ملا۔ عقاید میں شرح مقاصد اور شرح مواقف مولانا مہدی حسن صاحب سے پوری پڑھی تھیں اور تجرید طوسی کی دونوں شرحیں (قوشجی اور لاہیجی) کا مطالعہ کیا تھا اور جہاں جہاں دشواری پیش آئی استاد سے حل کیا تھا فلسفہ وغیرہ میں درسیات کے علاوہ شیخ بوعلی سینا کی شفا اور اشارات اور علامہ قطب الدین شیرازی کی شرح حکمۃ الاشراق استاد سے پڑھی تھیں اور اشارات کی دونوں شرحیں (رازی اور طوسی) کا مطالعہ استاد کی موجودگی میں کیا تھا۔ صدر الدین شیرازی اور میر باقر داماد کی اکثر تصانیف پر اون کو عبور تھا۔ عربی ادب کی کتابیں بھی مولانا مہدی حسن صاحب سے پڑھی تھیں اور صحاح جوہری اور قاموس کا از اول تا آخر چند بار مطالعہ کیا تھا جس سے عربی لغات پر وہ خوب حاوی تھے۔ ریاضی میں ملا عصمت کی شرح خلاصۃ الحساب اور تحریر اقلیدس اور تشریح الافلاک اور شرح چغمنی اور محقق طوسی کی شرح مجسطی مولانا سے پڑھی تھی۔ طب کی سب درسی کتابیں بھی قانونچہ سے قانون شیخ تک اونھوں نے پڑھی تھیں مگر اس فن میں اون کے اساتذہ کا حال راقم کو معلوم نہ ہو سکا۔ تصوف کی کتابوں پر اون کی نظر بہت وسیع تھی۔ قوت القلوب۔ تعرف۔ رسالہ قشیریہ۔ فتوح الغیب۔ عوارف المعارف۔ احیاء العلوم

فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ کا جو تصوف اور سلوک اور حقایق اور معارف کی اصولی اور جامع کتابیں ہیں چند بار مطالعہ کیا تھا۔ ان کے علاوہ تصوف کی صدہا کتابیں اون کی نظر سے گزری تھیں۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے اون کو بہت ہی ذہین اور قوی الحافظہ پیدا کیا تھا اس لئے جو کچھ وہ پڑھ لیتے تھے کبھی نہیں بھولتے تھے اور مشکل ترین مسایل کو آسانی سے حل کر دیتے تھے۔ درس دینے کا موقع اون کو بہت کم ملا اور ملازمت اور دوسرے مشاغل کے باعث درسی کتابوں کی مزاولت بھی نہیں رہی لیکن بارہا دیکھا گیا کہ کسی مسئلہ کے بحث کے وقت وہ کتاب کے مضمون کا حوالہ دیدیتے اور بعض وقت اپنی پڑھی ہوئی کتابوں کے صفحات بھی بتا دیتے تھے۔ شہرت سے بچنے کی وہ بہت کوشش کرتے تھے بریں ہم اون کے علم و فضل کی شہرت نہ صرف خطۂ بہار میں بلکہ صوبہ بنگال میں بھی پھیل گئی تھی اپنا وقت اونھوں نے کبھی ضائع ہونے نہیں دیا۔ فرصت کے وقت مختلف علوم کی کتابیں اور شعرا کے دواوین دیکھا کرتے تھے۔ علوم و فنون کی کتابوں کی اشاعت کا اونھیں بہت خیال تھا۔ غدر کے دو چار سال بعد کلکتہ میں چند علما نے ایک مجلس موسوم بہ "جماعت اشاعت علوم" قایم کی تھی جس کے صدر مولانا محمد وجیہہ اور نائب الصدر مولوی سید کرامت علی الحسینی اور مولوی سید زین الدین حسین خاں بہادر اور مولوی سید اعظم الدین حسین خاں بہادر (نواب عماد الملک سید حسین بلگرامی مرحوم کے والد اور چچا) تھے اور حضرت باقر اس "جماعت" کے خاص رکن تھے اور اس کے قیام کے اصل محرک بھی وہی تھے۔ اس مجلس نے عربی اور فارسی کی بہت سی مفید کتابیں طبع کرایں جن میں امام جلال الدین سیوطی رح کی اتمام الدرایہ لقرار النقایہ اور ابن یمین کے قطعات راقم کی نظر سے بھی گزرے ہیں۔

حضرت باقر کی گفتگو اور تقریر نہایت مسلسل اور مدلل اور صاف صاف ہوتی تھی

جس مسئلہ کو وہ بیان کرتے اس طرح سلاست اور وضاحت کے ساتھ بیان کرتے کہ سننے والوں کو ذہن نشین ہو جاتا اور کسی طالب علم کو چون وچرا کی گنجایش نہیں ملتی میری عمر جب کم تھی راتوں کو اپنے قریب سلاتے اور نماز روزہ کے مسایل کو اس لطیف طریقوں پر بیان فرماتے کہ میرے ذہن نشین ہو جاتا اور یاد رہ جاتا۔ اوسی کم عمری کے زمانہ میں منطق کے اصطلاحات اور اُن کے معانی کو قصہ کے پیرایہ میں یاد کرا دیا تھا" ایک بادشاہ تھا اوس کا نام تھا علم اوس کے دو بیٹے تھے جن کا نام تھا تصور اور تصدیق الخ"

منشی واصل حسین صاحب خوشنویس سے حضرت باقر کا خط نسخ سیکھنا

حضرت باقر نے خط نسخ اور خط نستعلیق کی بھی مشق کی تھی اور دونوں خط بہت اچھا لکھتے تھے خصوصاً خط نسخ کے بہت اچھے خوشنویس تھے۔ اس فن کو اوھوں نے منشی واصل حسین صاحب سے سیکھا تھا۔ یہ بزرگ آگرہ کے قریب کے رہنے والے تھے کسی وجہ سے وطن سے آرہ آئے اور یہاں متاہل ہو کر سکونت پذیر ہوئے اور عدالت میں کسی خدمت پر مامور ہو گئے تھے۔ آخر عمر تک وہ اسی شہر میں رہے اور ۱۲۹۶ھ (۱۸۷۹ء) میں موضع دولت پور[1] میں انتقال کیا اور وہیں دفن ہوئے۔ اپنے فن میں یکتائے روزگار تھے اور صوبہ بہار میں اون جیسا خوش نویس کوئی نہیں تھا خط نسخ اور خط نستعلیق دونوں میں کامل تھے حضرت باقر علیہ الرحمہ کے پیر حضرت مولانا شاہ قیام الصدق قدس اللہ سرہٗ کے مرید تھے۔ اس حیثیت سے حضرت باقر سے اُن کو بہت محبت تھی اور فن خوشنویسی کی مشق اون کو کمال توجہ سے کرائی تھی۔ یہ عام طور پر مشہور ہے کہ بے خبر کش خوشنویس نہیں ہو سکتا۔ لیکن حضرت باقر دونوں میں صاحب کمال تھے۔

حضرت باقر کا علامہ نعمت قبول کرنا

غدر ۱۸۵۷ء کے فرو ہونے کے بعد حضرت سید شاہ حسین علیخاں بہادر علیہ الرحمہ آرہ

---

[1] یہ موضع آرہ سے تین میل شمال کی جانب واقع ہے۔

متبدل ہوگئے تھے اون کی قیام کی وجہ سے حضرت باقر اپنے استاد حضرت مولانا مہدی حسن کو ہمراہ لے کر آرہ آگئے۔ اِس اقامت کے زمانہ میں حضرت سید شاہ حسین علی صاحب جب کبھی انگریز افسروں کی ملاقات کو جاتے تو حضرت باقر کو بھی ہمراہ لیجاتے۔ ایک مرتبہ لفٹیننٹ گورنر دورہ پر آئے حضرت شاہ حسین علی صاحب نے حضرت باقر کو اُن سے ملایا اون کی وجاہت دیکھکر اور مقامی افسروں سے اون کے حالات کو سن کر لفٹیننٹ گورنر نے ملازمت کرنے کے لئے کہا۔ حضرت باقر اون کا کہنا ٹال نہیں سکے اور ۱۲۷۵ھ (۱۸۵۹ء) میں سررشتہ افیون میں اون کو گماشتہ کی خدمت دی گئی اور آرہ ہی میں متعین ہوئے ۱۲۷۸ھ میں اون کا تبادلہ ضلع موتیہاری میں بڑہوا کے مقام پر ہوا وہاں سے ۱۲۸۲ھ میں متبدل ہوکر پٹنہ آئے چار سال کے بعد اوں کا تبادلہ گیا ہوا وہاں ۱۳۰۶ھ (۱۸۸۹ء) تک مامور بکار رہکر پنشن پر سبکدوش ہوئے۔ چونکہ اون کے اہل وعیال کی مستقل سکونت آرہ میں تھی اِس لئے پنشن لے کر آرہ چلے آئے اور آخر عمر تک یہاں قیام پذیر رہے۔

حضرت باقر کشیدہ قامت تھے قد چھ فیٹ تھا اعضا ورزشی اور نہایت متناسب تھے۔ پیشانی کشادہ اور چوڑی تھی۔ آنکھیں بڑی اور نہایت حسین تھیں اور حیا اور مروت اور شجاعت سے لبریز نظر آتی تھیں دونوں ابرو گھنے اور ملے ہوئے تھے ناک لمبی تھی ہونٹ باریکی مایل تھے۔ دانت مسلسل اور ملے ہوئے اور نہایت چمکدار تھے۔ چہرہ بھرا ہوا اور کتابی تھا داڑھی گھنی تھی جس کو وہ ترشواکر شرعی حد کے مطابق ایک مشت سے کچھ زیادہ رکھتے تھے، سر کے بال بطریق مسنون گردن تک رکھتے تھے۔ چوبیس سال کی عمر میں سر اور داڑھی مونچھ کے بال سفید ہوگئے تھے اِس لئے اوس وقت سے اونھوں نے خضاب لگانا شروع کیا تھا اور ۱۳۱۰ھ (۱۸۹۳ء) تک لگاتے رہے اون کے چہرہ سے حلم و وقار

رعب و شجاعت تقوی و برگزیدگی اور سرور و اطمینان قلب ظاہر ہوتا تھا۔ ہاتھ قوی اور ہتیلیاں پر گوشت اور انگلیاں لمبی اور موٹی تھیں اور باوجود پنجہ کشی کی مشق کے اون کی ہتیلیاں اور انگلیاں نرم تھیں۔ شانہ اور سینہ بہت عریض تھا اور پیٹ کسی قدر نکلا ہوا تھا پاؤں کی ہڈیاں موٹی اور قوی تھیں اور پاؤں کی انگلیاں لمبی تھیں۔ گھوڑے کی سواری چونکہ کم عمری میں شروع کی تھی اور بہت عمر تک کرتے رہے تھے اس لئے رانوں کی ہڈیوں میں اندر کی جانب خم آگیا تھا آخر عمر میں جب مسلسل علالتوں کی باعث دبلے ہوگئے تھے ان ہڈیوں کا خم ظاہر میں بھی محسوس ہونے لگا تھا۔ چونکہ جسمانی ورزش بہت کی تھی اس لئے طاقت بھی بہت رکھتے تھے۔ برہڑوا میں ایک مرتبہ دورہ پر جانے والے تھے اور سامان ایک بیل گاڑی پر پہلے روانہ ہونے والا تھا۔ ملازمین کسی دوسرے کام میں مصروف تھے اور ڈھائی من کا چاول کا ایک تھیلہ گاڑی پر رکھا نہیں گیا تھا اونھوں نے اوس کو نہایت آسانی سے اوٹھا کر گاڑی پر رکھدیا۔ سنہ ۱۳۰۹ھ (سنہ ۱۸۹۲ء) سے اون کی آنکھوں میں پانی آنا شروع ہوا یہاں تک کہ سنہ ۱۳۱۳ھ (سنہ ۱۸۹۵ء) میں دونوں آنکھوں کی روشنی بالکل زائل ہوگئی اوس سال پٹنہ میں ایک کحال سے ایک آنکھ قدح کرائی مگر قدح اچھا نہیں ہوا اور وہ آنکھ خراب ہوگئی اور پانچ سال تک اوس آنکھ میں درد رہا اور اونھوں نے بے حد تکلیف اوٹھائی۔ آخر کار شعبان سنہ ۱۳۱۵ھ (جنوری سنہ ۱۸۹۹ء) میں لکھنؤ جاکر ڈاکٹر عبدالرحیم سے جو آنکھ کے علاج میں بہت ماہر تھے علاج کرایا اور اچھے ہوئے اور آنکھ کے درد کی شدید تکلیف سے اونھیں نجات ہوئی۔ اس آنکھ کی مشارکت سے دوسری بھی خراب ہوگئی اور قدح کے قابل نہیں رہی اس لئے آخری عمر تک وہ بینائی سے بالکل معذور رہے۔

حضرت باقر کا لباس

حضرت باقر قدس سرہٗ کا لباس تمام عمر ایک ہی وضع کا رہا سر پر سبز مخمل کی ٹوپی اور

علما کے وضع کا عمامہ جسم پر ململ کا کرتا اور اُس وقت کے وضع کا بند دار انگرکھہ اوس پر کبھی کبھی عبا کے نیچے صدری بھی پہن لیتے تھے۔ پاؤں میں بہار کی وضع کا چوڑی دار پائجامہ اور دھلی کا سادہ جوتا پہنتے تھے لباس اکثر بہت قیمتی پہنتے تھے اور چونکہ نہایت متناسب الاعضا تھے اس لئے جامہ زیب بھی بہت تھے۔ خاندان کی قدیم وصیت کی پابندی میں سیاہ رنگ کا کپڑا کبھی نہیں پہنا۔ بود و باش میں تکلفات سے نہایت نفور رہے لیکن مکان اور فرش وغیرہ نہایت صاف اور ستھرا رکھتے تھے اور ذرا سی کثافت بھی اونھیں بہت ناگوار ہوتی تھی۔ لطیف اور اچھی اور خوش ذائقہ غذا کا اونھیں شوق تھا۔ بہترین باورچی جو مل سکتے ملازم رکھے جاتے تھے۔ دسترخوان بہت وسیع تھا اور دونوں وقت سب کے ساتھ ایک ہی دسترخوان پر کھاتے تھے اور جو خود کھاتے وہی کھانا اون کے تمام ملازمین کو دیا جاتا تھا کسی قسم کی تفریق نہیں ہوتی تھی کھانا پکاتے اور اچار اور مربے اور شربت کے بنانے میں بہت دخل رکھتے تھے۔ چاء پینے کا بہت شوق تھا کلکتہ میں جو بہترین چاء مل سکتی تھی منگائی جاتی تھی اور صبح کو اشراق کے بعد اور شام کو بعد عصر گھر کے سب لوگوں کو اور دوست آشنا کو جو ملاقات کو آتے ہمراہ لے کر ناشتہ کرتے اور چاء پیتے اور پلاتے۔ ناشتہ میں بسکٹ میوہ اور دو ایک قسم کا حلوا ہوا کرتا تھا۔ اچھے اچھے کھانے اور اچھے فرش فروش کا شوق اون کو تقریباً پچاس سال کی عمر تک رہا اوس کے بعد محبت اور یاد الٰہی میں انہماک اور انجذاب باطنی کا غلبہ جیسے جیسے بڑھتا گیا ان چیزوں کی جانب سے اون کی طبیعت ہٹتی گئی یہاں تک کہ چند سال کے بعد یہ حالت ہوگئی تھی کہ کسی چیز کی جانب توجہ باقی نہیں رہی تھی نہ کھانے کی نہ کپڑے کی نہ فرش فروش کی۔ جو کچھ سامنے آجاتا کھا لیتے، جیسا کپڑا ملتا پہن لیتے اور بغیر بستر کے خالی تخت پر سو جاتے۔ پان کھاتے تھے

لیکن صرف دو وقت کھانا کھانے کے بعد حقہ تمباکو اور زردہ وغیرہ کا اونھیں کبھی شوق نہیں ہوا لیکن مہمانوں اور دوستوں کے لئے تکلف کا حقہ اور تمباکو مہیا رکھتے تھے۔

حضرت باقر کا مذہب و مشرب۔

حضرت باقر قدس اللہ سرہ العزیز صوفی مشرب حنفی المذہب سنی تھے اور اہل سنت کے عقاید میں نہایت استوار تھے احکام دین کو قرآن سنت اجماع امت اور قیاس شرعی پر منحصر سمجھتے تھے اور اہل بیت نبوی اور اصحاب رسول کی محبت اور اتباع کے بغیر ہدایت اور نجات کو ناممکن خیال کرتے تھے۔ اہل بیت علیہم السلام اور اصحاب رسول رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ساتھ عقیدت رکھنے کا جب تذکرہ ہوتا تو اکثر یہ چار حدیثیں تلاوت فرمایا کرتے

(۱) انی تارک فیکم الثقلین (خلیفتین) کتاب اللہ حبل ممدود مابین السماء والارض وعترتی اھل بیتی وانھما لن یتفرقا حتی یردا علی الحوض

(۲) مثل اھل بیتی مثل سفینۃ نوح من رکبھا نجا ومن تخلف عنھا غرق۔

(۳) اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم (۴) اللہ اللہ فی اصحابی لا تتخذوھم غرضاً من بعدی فمن احبھم فبحبی احبھم ومن ابغضھم فببغضی ابغضھم

خلفائے راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں فضیلت علی الترتیب الخلافت اور حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق افضل البشر بعد الانبیاء ہونے کا عقیدہ رکھتے تھے خلفائے راشدین اور اصحاب رسول کے خلاف کسی کی کوئی بات سننے سے بیتاب ہو جاتے تھے۔ ایک بار حضرت غالب کا فارسی دیوان دیکھ رہے تھے اون کی نظر سے یہ رباعی گزری:-

شرطست کہ بہر ضبط آداب رسوم — خیزد بعد از نبی امام معصوم
از اجماع چگوئی بعلی باز گرائے — مہ جائے نشین مہر باشد نہ نجوم

اس کو پڑھکر وہ بہت آزردہ ہوئے اور مکدر بیٹھے ہوئے تھے کہ اتفاقاً میں سامنے آگیا مجھے بلایا اور بٹھا کر دیوان میرے جانب بڑھایا اور فرمایا دیکھو تو غالب نے یہ کیا لکھدیا کیا یہ صریح تبرا نہیں ہے۔ حضرت غالب کی شاگردی پر اونھیں ہمیشہ فخر رہا اور اون کی مدحت اور اُن کے ساتھ اظہار عقیدت میں بیسیوں شعر اون کے دیوان میں نظر آئیں گے تاہم اوں سے ضبط نہ ہوسکا اور اُسی وقت اس رباعی کے جواب میں ایک قطعہ لکھا جو اس دیوان میں شریک ہے۔ (صفحہ ۲۹۰)

جناب امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ اور اہل بیت سے حضرت باقر کی عقیدت و محبت۔

حضرت باقر علیہ الرحمۃ صوفی تھے چشتیہ طریقہ میں اون کو بیعت تھی اور چشتیہ و قادریہ میں اون کو خلافت تھی۔ صوفیوں کے تمام سلاسل حضرت سیدنا امیر المومنین امام المسلمین علیؑ ابن ابی طالب اسد اللہ الغالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ و کرم اللہ تعالیٰ وجہہ پر ختم ہوتے ہیں اور صوفیوں کے تمام فیضان باطنی اور تمام مدارج ولایت اور معرفت الٰہی کا سرچشمہ اونہیں کی ذات پاک ہے اس لئے بمقتضائے جبلت القلوب علی حب من احسن الیھا حضرت باقر قدس سرہ کو اون کی اور اون کی اولاد کی ذات پاک کے ساتھ بے حد محبت تھی اور اوس میں وہ ہر وقت سرشار رہتے تھے۔ اون کے کلام میں اون کے دل سے بے ساختہ نکلے ہوئے بکثرت ایسے اشعار ہیں جو آیت شریف قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا کو یاد دلا دیتے ہیں۔ چند اشعار نقل کئے جاتے ہیں:۔

باعترت و اصحاب بود روئے نیازم — در بارگہِ آلِ نبی بندۂ پیرم
آگہ نیم از تفرقۂ حاصل و محصول — دانم کہ سگِ درگہِ صدیقؓ و امیرمؓ
از دست برد دل خبرِ طلع الشمس[1] — ہم مست کند زمزمۂ فمم علیرم

---

[1] اشارہ ہے اس حدیث شریف کی جانب:۔ ما طلعت الشمس علی رجل خیر من ابی بکرؓ

(بقیہ حاشیہ بصفحہ (۵۲)

تنگ آمدم زشورش رُو باہ سیرتاں — فریاد من بحضرت شیر خدا گزشت

بر سرم مشکلی دو شینہ آمد از کرم — مشکل ما راز لطف خویش آساں کرد و رفت

ہیبت شان رخت لشکر قیصر شکند — زور بازوئے تو شاہا در خیبر شکند

فتاں زلطف بہ نظارۂ رخت آبے — دلم بہجر تو یا بو تراب[1] می سوزد

نصیب اوست فردا جام کوثر — کسے شد مست عشق حیدر امروز

گذشت عمر و بہ شد سرمہ قسمت چشم — ز گرد راہ شہنشاہ بو تراب دریغ

مرید حضرت عشقم بخود ہمی نازم — کہ حب آل عبا ہست دین و ایمانم

بندۂ عشقیم روئے ما بود سوئے علیؑ — سجدہ گاہ ما بود محراب ابروئے علیؑ

میکشی ما را سوئے جنت نمیدانی مگر — ما ہمہ ہستیم رضواں ساکن کوئے علی

آتش دوزخ چہ سوزد یک سر موئے مرا — رشتۂ جانم بود از تار گیسوئے علی

فرض شد بعد از نبی بر وے درود و ہم سلام — فرض شد ہم بر مسلمان عشق بار وئے علی

کشف شد سر خفی مد بسم اللہ تمام — نقش شد تا در دل من بیت ابروئے علی

(و فی روایت خیر من عمر) (حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی بہتر شخص پر آفتاب طلوع نہیں ہوا اور ایک روایت میں عمر سے بہتر شخص پر بھی آیا ہے)۔ فردوسی نے شاہنامہ کے دیباچہ میں جہاں خلفائے راشدین کے مناقب بیان کئے ہیں اسی حدیث کی جانب اشارہ کر کے کہا ہے ؎

چہ گفت آں خداوند تنزیل وحی — خداوند امر و خداوند نہی

کہ خورشید بعد از رسولاں مہ — نتابید بر کس ز بو بکر بہ

[1] حجۃ الوداع کے بعد مدینہ منورہ تشریف لاتے وقت حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایک روز غدیر خم کی منزل پر قیام ہوا وہاں جناب امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ کے شان میں ارشاد ہوا من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔

پایگاہِ عشق را و غایت قصوی رسانید عاشق روئے نبی شد عاشق روئے علی
باقرؔ از سیر جہاں فرسودہ شد پایم عبث بعد ازیں دستِ من است و دامنِ کوئے علی

حضرت باقر قدس سرہ سنیت اور حنفیت میں نہایت پختہ تھے لیکن تعصب سے نہایت نفور رہتے تھے۔ کتب بینی کا اونہیں ہمیشہ شوق رہا اور جب تک آنکھوں سے معذور نہیں ہوئے تھے اور انجذاب باطنی نے اون کو کلیتہً محو فی الذات نہیں کر دیا تھا فرصت کے وقت کتابیں دیکھا کرتے تھے علوم و فنون اور تصوف کی کتابوں کے علاوہ مقلد، غیر مقلد، شیعہ، سنی اور دوسرے مذاہب کی کتابیں بھی بکثرت اُن کی نظر سے گزری تھیں لیکن ایسی کتابوں کا مطالعہ صرف تفنن کے طور پر اور مذاہب مختلفہ کے خیالات و عقائد و دلایل کے معلوم کرنے کے لئے ہوا کرتا تھا۔ مباحثہ اور مناظرہ سے اون کو ہمیشہ نہایت نفرت رہی۔ اگر کوئی شخص مباحثہ کے طور پر کسی مذہبی مسئلہ پر اون کے سامنے گفتگو شروع کرتا اوس کو فوراً نہایت لطیف طریقہ پر روک دیتے تھے جس طرح وہ اپنے معتقد علیہم بزرگوں کے خلاف شان کسی بات کے سننے کی تاب نہیں لاسکتے تھے اوسی طرح دوسرے فرقوں کے بزرگوں کے خلاف شان کوئی بات اپنی زبان سے نکالنی نہ تو جائز سمجھتے تھے اور نہ دوسروں کی زبان سے سن سکتے تھے۔ اگر کوئی شخص کبھی ایسی باتیں شروع کرتا تو فوراً یہہ آیت تلاوت فرماتے وَلَا تَسُبُّوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ فَيَسُبُّوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ (سورۂ انعام)۔ اون کی دوستی ہر فرقہ کے لوگوں سے تھی اور جس سے تھی نہایت مخلصانہ تھی۔ اون کے دوستوں میں ہندو انگریز غیر مقلد شیعہ سب ہی تھے۔ آرہ میں سادات بلگرام کا ایک خاندان آباد ہے ان لوگوں سے اون کو جس قدر محبت تھی ویسی کم کسی سے تھی۔ اُن میں سے ایک بزرگ سید حسن عسکری صاحب بلگرامی اور دوسرے سید فرزند احمد صفیر صاحب اون سے

حضرت باقر تعصب سے نفور رہتا۔

عمر میں بڑے تھے میں نے دیکھا ہے کہ وہ اُن بزرگوں کا اس قدر ادب کرتے تھے جیسے خود اپنے بزرگوں کا۔ سید نورالحسن صاحب عرف نواب میاں بلگرامی اور اُن کے بھائی سے اونھیں اس قدر محبت تھی جیسے اوس زمانہ میں سگے بھائیوں سے ہوا کرتی تھی۔

حضرت باقر کا اپنے بڑوں چھوٹوں اور دوستوں کے ساتھ طرز معاشرت

حضرت باقر کو اپنے بزرگوں کا اس قدر ادب کرتے تھے کہ ویسا ادب اب دیکھنے میں نہیں آتا۔ میں دیکھا کرتا تھا کہ اپنے بڑے بھائی حضرت سید شاہ حسین علی علیہ الرحمہ کے خدمت میں جب حاضر ہوتے تو بہت تعظیم سے آداب بجالاتے اور اُن کے ہاتھوں کو چومتے اور جب تک وہ بیٹھنے کا حکم نہیں دیتے کھڑے رہتے اور جب بیٹھتے تو بہت مودب ہو کر دو زانو بیٹھتے اور اُن کے ساتھ گفتگو میں کبھی پیش قدمی نہیں کرتے وہ خود جب کچھ استفسار فرماتے تو نہایت ادب سے جواب دیتے اور اگر خود کچھ عرض کرنا ہوتا تو اجازت لے کر عرض کرتے ورنہ خاموش مگر متوجہ ہو کر بیٹھے رہتے۔ اسی طرح علی قدر مراتب وہ بڑوں کا ادب کرتے تھے۔ اُن عزیزوں کا بھی جو رشتہ میں چھوٹے لیکن عمر میں بڑے تھے پاس ادب ملحوظ رکھتے تھے۔ حضرت باقر کے والد ماجد کے دو خدمتگاروں کو میں نے دیکھا ہے۔ ان میں سے جب کوئی صاحب اون کے پاس آتے تو وہ دیکھتے ہی کھڑے ہو جاتے اور اپنی جگہ پر بٹھاتے اور خود اُن کے روبرو مودب بیٹھتے اور ناشتہ اور چا سے اون کی تواضع کر کے اون کو رخصت کرتے۔ زمانہ کا انقلاب دیکھئے۔ حضرت باقر کو اون کے والد کے خدمت گاروں کا جس قدر ادب کرتے میں نے دیکھا ہے اوس کا عشر عشیر بھی آج کل کے نوجوان اپنے باپ کا نہیں کرتے۔ اپنے چھوٹے عزیزوں سے اور دوستوں کے لڑکوں سے وہ نہایت ہی بزرگانہ شفقت اور محبت لیکن وقار کے ساتھ ملتے تھے اور بغیر حلوا یا شیرینی کھلائے ہوئے جانے کی اجازت نہیں دیتے تھے۔

حضرت باقر دوستی میں نہایت استوار تھے۔ جس سے دوستی کا تعلق ہو گیا تمام عمر قایم رہا۔ بزرگوں کے سامنے نہایت با ادب اور چھوٹوں کے سامنے باوقار رہتے تھے لیکن برابری کے دوستوں کے ساتھ بے تکلفانہ اور نہایت محبت اور اخلاص سے ملتے تھے اور بے تکلفی کی صحبتوں میں اپنی زندہ دلی خوش مذاقی لطیفہ گوئی بذلہ سنجی اور حاضر جوابی سے دوستوں کو خوش اور محفوظ کیا کرتے۔ آرہ میں سالہا سال تک یہ معمولی رہا۔ کہ ہر اتوار کے روز عصر کے وقت شہر کے دس بارہ[۱۲] دوست اون کے مکان پر جمع ہوتے ناشتہ اور چاء اور میاں[۱۳] پناہ علی مرحوم کی قوالی سے مغرب کے وقت تک اون کی تواضع کی جاتی اور بعد مغرب سب کو کھانا کھلا کر رخصت کرتے۔ حضرت باقر دوستوں کی مجلس میں بے تکلف رہتے لیکن جب تک بیٹھتے دوزانو یا چارزانو بیٹھتے تھے۔ بے تکلف سے بے تکلف دوست کے سامنے بھی وہ پاؤں پھیلا کر کبھی نہیں بیٹھتے۔ اون کی مجلسیں ہر قسم کی غیبت اور لغو اور فحش گفتگو سے بالکل پاک ہوتی تھی۔ خود اون کی زبان غیبت اور فحش اور دشنام سے کبھی آلودہ نہیں ہوی۔ اجلاف اور ارازل کی صحبت سے اون کو ہمیشہ اجتناب رہا۔ اس قسم کے لوگوں میں سے اگر کوئی شخص کسی کام یا ضرورت سے اون کے پاس آتا تو خندہ پیشانی سے اوس کی باتیں سنکر اوس کا کام انجام دیتے اور رخصت کر دیتے تھے۔

حضرت باقر کی سخاوت

حضرت باقر سخاوت میں اپنا نظیر بہت کم رکھتے تھے۔ بیوہ، یتامی، مساکین اور

---

[۱۲] میاں پناہ علی صاحب مرحوم قوال تھے۔ شہر آرہ کے رہنے والے تھے لیکن اپنے عزیزوں کے ہمراہ زیادہ تر آرہ میں رہتے تھے۔ حضرت باقر کے بے تکلف دوستوں میں تھے۔ ستار نوازی اور گانے میں نہ صرف صوبہ بہار میں بلکہ دور دور اپنا نظیر نہیں رکھتے تھے۔

طلبہ کی پرورش کرتے تھے۔ کوئی سائل اون کے پاس سے خالی نہیں جاتا تھا۔ کوئی مہمان آتا تو بہت خوش ہوتے اور اُس کو احترام اور آرام کے ساتھ ٹھہراتے اور بہت خاطر و مدارات کرتے۔ حکیم ڈاکٹر مولوی سید عبدالسبحان عرف فرید شاہ وارثی صاحب سلمہ آبگلہ[1] کے رہنے والے راقم کے قریبی رشتہ سے بھتیجے ہیں۔ ۱۲۹۸ھ (۱۸۸۱ء) میں وہ پٹنہ کے ڈاکٹری کے مدرسہ میں داخل ہوئے۔ (۱۸۸۲ء میں جب حضرت باقر کا بڑہر وا سے پٹنہ تبادلہ ہوا تو وہ اون کے پاس قیام پذیر ہوئے ایک خط میں اونھوں نے حضرت باقر کی مہمان نوازی کا ایک واقعہ مجھے لکھا جو اونھیں کے الفاظ میں یہاں نقل کرتا ہوں :۔ "... ۱۸۸۲ء میں دادا صاحب رح (یعنی حضرت باقر) پٹنہ آگئے .... اوس وقت مجھ سے ایک نہایت خوب کام لیا گیا یعنی ایک عرب دادا صاحب کی ملاقات کو آئے سو اتفاق سے اوس وقت آپ کے پاس کچھ موجود نہ تھا مجھے پچاس ساٹھ روپیہ کا قیمتی شال کا ایک چغہ دیکر کہا کہ اسے بیچ لاؤ چاہے کتنی قیمت ملے۔ مجھے بازار میں صرف پندرہ روپے ملتے تھے اس لئے میں واپس لایا خفگی کے لہجہ میں ارشاد فرمایا' میں نے تو کہدیا تھا جو کچھ بھی دام ملیں بیچ لاؤ'۔ پندرہ روپیہ میں بیچ لایا پانچ روپے تو عرب صاحب کی دعوت میں خرچ ہوئے اور دس روپے نقد دیکر رخصت کئے گئے ...۔" حضرت باقر کو تین گاؤں بلاشرکت غیرے اون کے والد کے وارثت میں ملے تھے اون کی آمدنی کے علاوہ اونہیں ملازمت بھی تھی جسکی تنخواہ کے علاوہ گورنمنٹ سے نتیجہ کارگزاری پر سالانہ کمیشن بھی اور مقدار میں ملا کرتا تھا لیکن انھوں نے اپنے اوپر

---

[1] گیا کا شہر پھلگو ندی کے غربی کنارہ پر واقع ہے۔ اس ندی کے شرقی کنارہ پر موضع آبگلہ واقع ہے۔ یہ موضع سادات کی بستی ہے اور یہاں کے سادات سے حضرت باقر کو قرابت داری ہے شمس العلماء نواب سید امداد امام صاحب مرحوم نے آخر عمر میں یہیں سکونت اختیار کی تھی اور یہیں اون کا انتقال ہوا۔

پرایوں یتیموں اور بیواؤں فقرا اور مساکین پر سب کچھ صرف کر دیا یہاں تک کہ پیرگیہ گیا اور آرہ میں اون کا ذاتی مکان تک نہ رہا اور عمر کا آخری حصہ انہوں نے کرایہ کے مکانوں میں کاٹا۔

حضرت باقر علیہ الرحمہ جس طرح سخاوت میں بے مثل تھے شجاعت میں بھی بے نظیر تھے ملازمت کے زمانہ میں اپنے حکام بالادست کا ادب کرتے تھے مگر کبھی کسی سے مرعوب نہیں ہوئے اور اُن سے بیباکانہ ملا کرتے تھے اس لئے انگریز حکام بھی ان کی بہت عزت کرتے تھے۔ ۱۸۵۷ء میں جب انگریزی دیسی فوج باغی ہوکر آرہ آئی اور آرہ میں غدر ہوگیا انگریز حکام ایک[۱۵] مکان میں متحصن ہوگئے۔ مولوی سید اعظم الدین حسین خاں (نواب عماد الملک مولوی سید حسین بلگرامی کے چچا) بھی جو آرہ میں ڈپٹی کلکٹر تھے اُون کے ساتھ اس مکان میں پناہ گزیں ہوئے۔ حضرت باقر اوس وقت آرہ میں تھے اور گو اون کی عمر اوس وقت صرف چھبیس سال کی تھی اور ملازمت کے سلسلہ میں بھی داخل نہیں ہوئے تھے بریں ہم آرہ کے مسلمان عہدہ داراون کے پاس مشورہ کے لئے آئے۔ رائے یہ قرار پائی کہ فوراً آرہ چھوڑ دینا چاہئے اور جس قدر جلد ہوسکے اس ضلع کی حد کو عبور کر کے ارول پہنچ جانا چاہئے چنانچہ اُسی شب کو یہ سب لوگ جن کی تعداد بارہ تیرہ تھی آرہ سے روانہ ہوگئے۔ صبح کو یہ سب لوگ جارہے تھے کہ ایک گاؤں کے قریب کنور سنگھ کے علاقہ کے ساٹھ ستر راجپوتوں نے اس جماعت کو گھیر لیا اور تلواریں نیام سے نکالکر سب کو قتل کر دینا چاہا۔ حضرت باقر تلوار لے کر آگے بڑھے اور پہلے بہت کچھ فہمایش کی۔ لیکن جب اون لوگوں نے حملہ ہی کرنے

حضرت باقر کی شجاعت

---

[۱۵] یہ مکان اب بھی موجود ہے اور گورنمنٹ کے زیر نگرانی ہے اور آرہ ہوس کے نام سے مشہور ہے لارڈ کرزن نے ایک تمغہ پر اون تمام انگریز اور دیسی آدمیوں کے (جو اس میں متحصن ہوئے تھے) نام کندہ کرا کر نصب کرا دیا ہے۔

کا ارادہ کیا تو یہ تنہا اون سب سے مقابل ہوئے۔ اون میں سے کچھ لوگ زخمی ہو کر گرے باقی سب بھاگ گئے اون کی شجاعت اور وہ فن جس کو اونھوں نے برسوں محنت کر کے سیکھا تھا اون کے اور اون کے سب ہمراہیوں کے کام آیا اور سب لوگ خیریت سے اردل پہنچ گئے۔ ایک وقت حضرت باقر گیا سے آرہ تنہا کیہ پر آرہے تھے رات کے وقت ڈاکوؤں نے یکایک گھیر لیا وہ لڑے اور سب کو بھگا دیا۔ اون کے شجاعت اور بہادری کے بہت سے واقعات ہیں جن کے جاننے والے چند لوگ ابھی تک بقید حیات ہیں۔

حضرت باقر کا زہد اور اعراض عن الدنیا

حضرت باقر قدس اللہ سرہ العزیز دنیا طلبی سے بالطبع نفور تھے۔ جب بہت مجبور کئے گئے تو نوکری قبول کر لی تھی لیکن مدارج اور اضافہ تنخواہ کے لئے کوشش کا کرنا تو درکنار اوس جانب اون کو کبھی خیال تک نہیں آیا اور کسی کے پاس دنیا کی غرض سے کر نہیں گئے۔ جس زمانہ میں بڑھر وا میں تھے اون کو دو مرتبہ ترقی دی گئی لیکن اونھوں نے شکریہ ادا کیا اور قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ جس خدمت پر وہ ۱۸۵۹ء میں مامور ہوئے تھے تمام مدت ملازمت اوسی پر رہے۔ ۱۸۸۹ء میں جس وقت اونھوں نے پنشن لی اوس وقت تک اون کی موروثی جائداد بالکل جا چکی تھی اوس کے باوجود اونہوں نے صرف پنشن کی رقم پر قناعت کی اور گو اون کے وسیع تجربہ کے لحاظ سے ایک عارضی خدمت پیش کی گئی لیکن اونہوں نے معذرت کیا اور انکار کر دیا۔ دنیاداری کی صورت میں ہر کر زہد و اعراض عن الدنیا کی ایسی مکمل شخصیت دیکھنے میں نہیں آئی بعض اشعار میں اونھوں نے دنیا کی جانب سے کنارہ کشی کا اشارہ کیا ہے یہاں دو شعر نقل کئے جاتے ہیں ؎

قانع بماندہ است بنانِ جوین خشک — باقر برائے حیفہ دنیا ز جا نرفت

باقر ا رحمت حق باد بر آنکس کہ چو من — طالبِ حیفہ دنیا و زر و مال نشد

حضرت باقر کا حلم اور عفو

حلم اور عفو میں بھی حضرت باقر علیہ الرحمۃ آپ اپنی نظیر تھے۔ ظاہر ہے کہ جو شخص مذہبی معاملات میں بالکل بے تعصب ہو اور دنیا سے اعراض کلی رکھتا ہو اور جس کو دنیا کے معاملات میں کسی سے کچھ سروکار نہ ہو اُس کو دینی اور دنیوی معاملات میں نہ کسی سے نفرت ہو سکتی ہے نہ مخالفت اور دشمنی۔ چنانچہ حضرت باقر خود کسی کے مخالف اور دشمن نہیں ہو سکتے تھے اور نہیں ہوئے لیکن بمقتضائے وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا کبھی کبھی اون کے مخالف اور دشمن پیدا ہو جایا کرتے تھے۔ اون لوگوں نے جنہیں اون کے بعض عزیز بھی تھے انھیں مسلسل سالہا سال تک بے حد ایذائیں اور تکلیفیں پہنچائیں۔ اگر وہ چاہتے تو بہت سخت انتقام لے سکتے تھے مگر اونھوں نے اِن لوگوں کی مخالفت کا کبھی خیال تک نہیں کیا اور اُن کی ایذا رسانی اور تکلیف دہی کی شکایت میں کبھی ایک لفظ زبان سے نہیں نکالا بلکہ بعض وقت اپنے کسی دوست یا عزیز کو اِن معاملات کے متعلق اون لوگوں کی شکایت کرتے سنا تو منع کیا اور فرمایا کہ حضرت سعدی علیہ الرحمۃ کا شعر ہمیشہ یاد رکھو ؎

از خداداں خلاف دشمن و دوست کہ دلِ ہر دو در تصرف اوست

ایک مرتبہ پیر بگہ میں ایک شخص نے اون کو زہر کھلا دیا۔ اون کے ایک قریبی رشتہ دار ڈاکٹر سید ابوالحسن[16] صاحب مرحوم و مغفور اوس وقت اتفاقاً پیر بگہ میں موجود تھے۔ زہر کے اثر سے حضرت باقر کی حالت نازک ہو گئی اور بظاہر مرنے میں کوئی بات باقی نہیں رہی تھی لیکن ڈاکٹر صاحب نے علاج کیا اور بہت مشکل سے اون کی جان بچی۔ صحت کے بعد ہر چند

---

[16] یہ بزرگ قدیم زمانہ کے کلکتہ کے پاس کئے ہوئے ڈاکٹر تھے اور گیا میں مطب کرتے تھے۔ حضرت سید شاہ منور علی صاحب (جن سے حضرت باقر کی بڑی ہمشیر منسوب تھیں) چھوٹے بھائی تھے اور قریبی رشتہ سے حضرت باقر کے بھائی بھی ہوتے تھے۔

لوگوں نے اون سے دریافت کیا کہ کس نے زہر دیا لیکن اونھوں نے اپنے جد اعلیٰ حضرت سبط اکبر سید شباب اہل الجنہ لخت جگر سید الکونین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم امیر المومنین امام المسلمین سیدنا و مولانا امام شہید حسن مجتبیٰ علیہ السلام کی پوری اتباع کی اور کسی پر ظاہر نہیں کیا۔ یہاں تک کہ اون کی والدہ ماجدہ رحمۃ اللہ علیہا نے جو اوس وقت بقید حیات تھیں استفسار فرمایا لیکن اونھوں نے ماں کے قدموں پر سر رکھدیا اور بہت عجز سے آبدیدہ ہوکر معافی مانگی اور نہ بتایا۔ قراین سے لوگوں کو آخر معلوم ہو ہی گیا کہ کس نے زہر دیا تھا لیکن خود اونھوں نے کبھی کسی پر اوس کا نام ظاہر نہیں کیا۔ دشمنوں کی جانب سے لاپروائی کا اظہار اونھوں نے بعض اشعار میں بھی کیا ہے۔ یہاں دو شعر نقل کئے جاتے ہیں ؎

زبس گردید صلح کل سرشت طبع بے کینم — نہ دارم فرقے اندر دوستان و دشمنان خود
بکیش من نبود امتیاز دشمن و دوست — کسیکہ دشمن من شد عزیز من باشد

صبر و شکر رضا و تسلیم

صبر و شکر رضا و تسلیم کے صفات میں بھی حضرت باقر علیہ الرحمہ یگانۂ روزگار تھے سخت سے سخت بیماریوں کی تکلیف کو نہایت صبر اور استقامت کے ساتھ برداشت کر لیتے تھے اور اوس حالت میں جب کوئی اگر اون کی مزاج پرسی کرتا تو الحمد للہ ایسے صمیم دل سے کہتے تھے کہ اون کے چہرہ پر بشاشت دوڑ جاتی تھی۔ ۱۲۹۸ھ (۱۸۸۱ء) میں اون کے سینہ میں ایک عجیب قسم کا درد شروع ہوا۔ عشا کے وقت شروع ہوتا اور تھوڑی دیر میں بہت بڑھ جاتا اور صبح کی نماز کے وقت تک باقی رہتا۔ دن کے وقت نہیں ہوتا۔ بعض وقت درد کی اس قدر شدت ہوتی کہ ٹھنڈا پسینہ جاری ہو جاتا اور نبض کی حرکت رک جاتی۔ اس بیماری میں وہ ساڑھے تین مہینے مبتلا رہے اوس کے بعد صحت ہوئی۔ پھر ۱۳۰۴ھ ہم

(۱۸۸۷ء) میں اون کے سیدھے ہاتھ اور سیدھے پاؤں میں زخم پیدا ہوئے اور بڑھتے بڑھتے بہت بڑھ گئے ہر وقت اون میں درد رہتا تھا اور کبھی کبھی خون جاری ہو جاتا تھا یہ تکلیف اون کو تقریباً پانچ مہینے رہی ۱۳۱۰ھ (۱۸۹۲ء) میں اون کے داہنے پاؤں کی ہڈی میں درد شروع ہوا اور چار پانچ ماہ تک رہا اوس کی شدت سے بعض وقت وہ بیہوش ہو جاتے تھے۔ ان شدید بیماریوں میں وہ نہایت صابر رہے اور خداوند تعالیٰ کا شکر کرتے رہے۔ پہلی دو بیماریاں اون کی ملازمت کے زمانہ میں ہوئی تھیں لیکن باوجود اس قدر تکلیف کے جو اونھوں نے اوٹھائیں اپنا کام برابر انجام دیتے رہے۔

اولاد کا مرنا انسان کے لئے نہایت سخت ابتلا ہے۔ حضرت باقر کی بہت سی اولاد (لڑکے اور لڑکیاں) اون کے سامنے فوت ہوئے تقاضائے بشریت سے اون کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتا تھا لیکن اون کی استقامت اور رضا و تسلیم میں ذرا فرق نہیں آتا تھا۔ پیر کے ساتھ اون کو جس قدر محبت تھی اور اون کی ذات میں جس قدر فنائیت تھی وہ نہ اس زمانہ میں دیکھی گئی اور نہ سنی گئی۔ پیر کی رحلت جب ہوئی اون کی قلب پر کیا گزری اوس کا علم صرف اللہ کو ہے لیکن ظاہر میں جو حالت پیدا ہوئی وہ یہ تھی کہ تمام دن آنکھوں سے مسلسل آنسو جاری رہا اور دو روز تک نہ وہ کچھ کہہ سکے اور نہ پی سکے اور نہ کسی سے کوئی بات کی۔ خاموش بیٹھے رہے۔

حضرت باقر کی پیر کی تلاش

حضرت باقر قدس سرہ کا خاندان صوفیوں کا خاندان گزرا ہے اون کے اجداد بڑے پایہ کے عالم اور عارف ہوتے آئے۔ حضرت باقر کو ابتداے عمر سے بزرگوں ہی کی صحبت رہی اور شریعت اور طریقت ہی کی آب و ہوا میں اون کی نشو و نما ہوئی۔ اون کا فطری رجحان بھی اوسی جانب تھا۔ اُون کے شباب کے زمانہ میں گیا اور پٹنہ کے اضلاع میں اچھے

اچھے بزرگ موجود تھے اور حضرت باقر اون سے ملا کرتے تھے لیکن پیر کامل کی تلاش باقی رہی پیر و رہبر کامل کی شناخت کے متعلق مجھ سے دو تین بار جو کچھ ارشاد فرمایا اوس کا خلاصہ لکھنا خالی از منفعت نہ ہوگا۔ فرماتے تھے۔

مرد کامل کی شناخت مبتدی کے لئے نہایت دشوار بلکہ محال ہے۔ اِس لئے طالب کو چاہئے کہ ہر لحظہ و ہر آن بارگاہ الٰہی جل شانہٗ میں شیخ کامل کے ملنے کے لئے دل سے دعا کرتا رہے حق سبحانہ و تعالیٰ دعاؤں کا سننے والا اور قبول فرمانے والا ہے دعا پر اگر صدق دل سے مداومت کی جائے تو وہ قبول کر ہی لیتا ہے۔

طالب حق کے لئے ایسا پیر رہبر لازم ہے جو ظاہر و باطن کے کمالات میں کامل و مکمل ہو تاکہ وہ مرید کی تربیت کما حقہ کر سکے اور اُس کو منزل مقصود تک پہنچا سکے۔ ظاہری حیثیت سے پیر کو ان تین صفات سے متصف ہونا ضرور ہے۔

(۱) قرآن و حدیث و فقہ و عقاید کا عالم ہو

(۲) اہل سنت و جماعت کے صحیح عقاید کا بلا افراط و تفریط و بلا تعصب پورا پابند ہو۔ اوس کے اوقات معمور ہوں اور فرایض و واجبات و سنن و نوافل و مستحبات پر عامل ہو اور ہر قسم کے محظورات اور مکروہات اور بدعات اور عقاید فاسدہ سے قطعاً مجتنب ہو۔

(۳) اوس کا مسلک اور سلسلۂ طریقت از ابتدا تا آخر صحیح ہو اور وہ خود بھی صحیح الاجازت ہو۔

پیر کو قرآن حدیث فقہ اور عقائد کا عالم ہونا ضرور ہے اگر کتاب و سنت سے واقفیت نہ ہوگی تو احکام الٰہی اور سنت نبوی کی اتباع کیونکر ہو سکے گی اسی لئے بزرگان سلف مرید کو باصرار تمام علم کے حاصل کرنے کی ہدایت کیا کرتے تھے۔ ایسے بزرگ بھی گزرے ہیں جو ظاہری علم نہیں رکھتے تھے پر ہیں ہم عرفان الٰہی اور کمالات باطنی میں کامل تھے اُن لوگوں کو علم من لدنی دیا گیا تھا مگر ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم ہے اور اُن کی مثال حجت نہیں ہو سکتی۔

ان صفات سے متصف اگر کوئی بزرگ مل جایں تو اون کے ہاتھ پر بیعت تو بہ جایز ہے لیکن سلوک باطن کی رہبری کے لئے پیر طریقت میں کمالات باطنی اور عرفان کامل کا ہونا بھی ضرور ہے تاکہ مرید کو سلوک باطن میں سید ہے راستہ پر لیجا کر منزل مقصود تک پہنچا سکے لیکن اِن کمالات باطنی کا پہچاننا مبتدی کے لئے محال ہے اور صرف فضل الٰہی ہی طالب کو ایسے پیر تک پہنچا سکتا ہے۔ مگر ایک صورت ہے جس سے ممکن ہے کہ طالب مرشد کامل کو پا سکے وہ یہ ہے کہ طالب اگر کسی ایسے بزرگ کو پائے جو متذکرہ بالا تینوں صفات ظاہری سے متصف ہو تو چاہیئے کہ عقیدت کے ساتھ بغرض استفادہ (نہ کہ امتحان کی نیت سے) اون کی خدمت میں حاضر ہو اور دل کو متوجہ کر کے بیٹھے اگر اوس کے قلب پر ہیبت حق کا غلبہ پیدا ہو اور اللہ جل شانہٗ کے سوا تمام اشیاء کا خیال اوس کے دل سے محو ہو جائے اور چند صحبتوں میں اوس کو یہی کیفیت حاصل ہوتی رہے تو اوس کو سمجھنا چاہیئے کہ اوس بزرگ کے یہاں اوس کا حصّہ ہے اور اوس کی باطنی تکمیل

اون سے ہوسکیگی اور اگر یہہ حالت پیدا نہ ہو تو اون بزرگ سے اوس کو بدعقیدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ یہہ سمجھنا چاہئے کہ اون کے یہاں اوس کا حصہ نہیں ہے۔

کمال باطنی کا دارومدار دو چیزوں پر ہے (۱) محبت الٰہی اور (۲) تخلقوا باخلاق اللہ و تخلقوا باخلاق الرسول۔ محبت الٰہی کے ساتھ سنت نبوی کی اتباع قولاً و فعلاً و حالاً جس قدر زیادہ ہوتی جائے گی سالک کو اُسی قدر زیادہ تقرب بارگاہ رسالت کے ساتھ اور اس ذریعہ سے بارگاہ الٰہی کے ساتھ ہوتا جائیگا۔

حضرت شاہ قیام اصدق چشتی

حضرت باقر کو جس زمانہ میں پیر کی تلاش تھی اوس زمانہ میں ایک بزرگ حضرت شاہ قیام اصدق چشتی قادری فخری قدس اللہ سرہ العزیز کی شہرت صوبۂ بہار میں بہت ہو رہی تھی۔ وہ حضرت سید ابوالعباس سعید الدین قمیصی القادری الملقب بہ سید صادق علی شاہ مونس اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ حضرت سید صاحب قدس سرہ قصبۂ سادھورا کے رہنے والے اور حضرت قادر قمیص علیہ الرحمہ کے سلسلہ سے حضرت سید ناسید عبدالرزاق بن حضرت غوث الاعظم غوث الثقلین سید عبدالقادر الحسنی الحسینی الجیلانی رضی اللہ عنہما کی اولاد میں تھے۔ سولہ سترہ سال کی عمر میں تحصیل علم کی غرض سے سادھورا سے دہلی تشریف لائے۔ اون کے دہلی آنے سے کچھ قبل ۱۱۶۰ھ میں حضرت مولانا فخرالدین محب النبی چراغ چشت قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز اورنگ آباد دکن سے دہلی تشریف لا چکے تھے اور اون کے کمالات ظاہری و باطنی کی شہرت ہو رہی تھی حضرت سید صادق علی شاہ قدس سرہ اُن کی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر اون کے

مدرسہ میں داخل ہوئے اور بعد چندے مرید بھی ہوگئے اور تحصیل علم ظاہری کے ساتھ ساتھ ریاضت ومجاہدات باطنی میں مشغول ہوئے چند سال کے بعد حضرت مولٰنا علیہ الرحمۃ نے سید صاحب کو سلسلۂ چشتیہ نظامیہ اور سلسلہ قادریہ کبرویہ کی زبانی اجازت دے کر سفر کا حکم دیا اور حج اور زیارت مدینہ منورہ کے لئے ارشاد فرمایا۔ چلتے وقت یہ بھی ہدایت فرمائی کہ واپسی میں بخارا ہوتے ہوئے شاہ محب اللہ بخاری سے ملتے آنا۔

حضرت غواص بحر لی مع اللہ سید شاہ محب اللہ بخاری علیہ الرحمۃ کا مولد اور مسکن بخارا تھا تحصیل علم کے بعد پیر کی تلاش میں گھر سے نکلے اور جا بجا سیاحت کرتے ہوئے دہلی پہنچے یہاں آکر اونہوں نے حضرت مولٰنا فخر الدین محب النبی قدس اللہ سرہ کا شہرہ سنا اور اون کی خدمت میں حاضر ہوکر مرید ہوئے اور آٹھ دس سال کی ریاضت اور مجاہدہ کے بعد خلافت سے مشرف ہوئے۔ اثنائے قیام دہلی میں حضرت سید صادق علی شاہ اور حضرت سید شاہ محب اللہ بخاری میں باہم بے حد اتحاد ہوگیا تھا جب حضرت شاہ محب اللہ قدس سرہٗ پیر سے رخصت ہوکر بخارا واپس جانے لگے حضرت مولٰنا نے حضرت سید صادق علی شاہ علیہ الرحمۃ کے نام کا خلافت نامہ لکھکر اونھیں دیا اور فرمایا کہ صادق علی بخارا آئیں گے اون کو دیدیجیو۔

پیر سے رخصت ہوکر حضرت سید صادق علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ برسوں مختلف ممالک میں سفر کرتے رہے بالآخر حجاز پہنچے اور گیارہ حج ادا کئے۔ بارہویں حج کے ارادہ سے حجاز میں ٹھہرے تھے کہ ایک پیر بھائی سے ملاقات ہوگئی اور اُن سے حضرت مولٰنا فخر الدین محب النبی رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت (۲۷ جمادی الثانی ۱۱۹۹ھ) کا حال معلوم ہوا اوسی وقت اونھوں نے ہندوستان کا قصد کیا اور روانہ ہوگئے پیر کا حکم یاد تھا سفر کرتے ہوئے

بخارا پہنچے اور حضرت سید محب اللہ بخاری سے ملے اونھوں نے پیر کا مرحمت کیا ہوا خلافت نامہ اونھیں دیا۔ بخارا میں قلیل قیام کے بعد حضرت سید صادق علی شاہ صاحب ہندوستان روانہ ہوئے اور دہلی آئے وہاں سے پورب کا سفر کیا اور ڈھاکہ گئے اور چند سال تک بنگالہ اور چھوٹا ناگپور اور بہار میں سفر کرتے رہے، سفر کرتے ہوئے ایک مرتبہ وہ ضلع بردوان کے قصبہ میاپور تشریف لائے اور وہاں کے ایک ذی وجاہت بزرگ حضرت قاضی شیخ محمد صادق صاحب کے مکان پر فروکش ہوئے۔ چند روز کے بعد حضرت قاضی صاحب اور اون کے ہمراہ اون کے بھائی اور برادری اور بستی کے بہت لوگوں نے بیعت کی۔ اون کے فرزند حضرت شاہ قیام الدین الملقب بہ شاہ قیام اصدق قدس اللہ سرہ العزیز نے بھی جو ابھی صرف سات سال کی عمر کے تھے بیعت کی۔ حضرت سید صادق علی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ اون کو دیکھکر بہت خوش ہوئے اور اُن کے متعلق اون کے والد کو بہت بشارتیں دیں۔ چھ سات سال کے بعد جب حضرت سید صادق علی شاہ صاحب قدس سرہ میاپور آکر یہاں سے رخصت ہوئے حضرت شاہ قیام اصدق صاحب قدس سرہ بھی والدین کی رضا و رغبت اور اجازت سے پیر کے ہمراہ ہوگئے اور اون کے ساتھ اون کی رحلت کے وقت تک سفر میں رہے اور ہر قسم کی تعلیم و تربیت اون سے حاصل کرکے درجۂ کمال پر فائز ہوئے۔ علوم باطن کے علاوہ علوم ظاہر بھی اونھوں نے تمامتر پیر ہی سے حاصل کیا۔

اثنائے سفر میں حضرت سید صادق علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ نے حج کا ارادہ کیا اور بندر چاٹگام سے جہاز پر روانہ ہوئے۔ بندر پینانگ پر پہنچکر جہاز ایک مہینے تک ٹھہرنے والا تھا اِس لئے حضرت جہاز سے اتر پڑے اور وہاں بیمار ہوگئے اور ۲۷ صفر ۱۲۴۸ھ کو انتقال کیا۔ حضرت شاہ قیام اصدق قدس سرہ کو انتقال سے پہلے خلافت دیدی تھی اور خلافت نامہ

لکھدیا تھا اوس میں اونھوں نے تحریر فرمایا تھا "فرزند قیام را بفرزندی خود گرفتیم و قایم مقام خود کردیم و ہمہ اشیائے ملوکہ خود را باو دادیم و عطا کردیم ہر کہ از مریداں و مسترشدان و خلفایان من ہمچو من نداند او از من مرتد است"۔

پیر کے رحلت کے بعد اون کی ہدایت کے مطابق حضرت شاہ قیام الصدق قدس اللہ سرہٗ العزیز صوبہ بہار میں تشریف لائے اور پٹنہ کے محلہ دریاپور میں مقیم ہوئے اون کی بزرگی کی شہرت بہت جلد پھیل گئی اور موضع جمواوان کے زمیندار میر تفضل حسین خاں صاحب مرحوم پٹنہ آکر اُن سے مرید ہوئے اور باصرار تمام حضرت کو جمواوان لے گئے کچھ عرصہ تک قیام کرنے کے بعد حضرت قدس سرہ (پیر کی وصیت کے مطابق) قصبہ شیر گھاٹی گئے اور وہاں سے موضع اَمارُت جاکر وہاں کے ایک بزرگ حضرت شیخ محمد صادق حسین علیہ الرحمہ کی صبیہ محترمہ سے نکاح کیا۔ دو تین سال وہاں قیام کیا تھا کہ حضرات جمواوان باصرار تمام اونھیں واپس لائے۔ اِس قریہ کے متصل میر تفضل حسین خاں صاحب مرحوم نے چند بیگہ زمین حضرت کو نذر دی اونھوں نے اِس زمین پر مسجد اور خانقاہ اور سکونت کے لئے مکان تعمیر کیا اور مستقل طور پر قیام پذیر ہوئے۔ یہ جگہ چشتی چمن پیر بگہ کے نام سے مشہور ہوئی حضرت شاہ قیام الصدق قدس سرہ کے والد ماجد بھی بردوان کے ضلع سے یہاں تشریف لے آئے اور یہاں اون کی رحلت ہوی۔

حضرت شاہ قیام الصدق چشتی قادری فخری قدس اللہ تعالیٰ سرہٗ العزیز نہایت کامل مکمل اور کامل گر بزرگ تھے۔ مجمع البحرین علوم ظاہر و باطن تھے حافظ کلام اللہ شریف تھے فن قراءت و تجوید میں بے مثل تھے۔ حدیث و فقہ میں ایمہ متقدمین کے ہم پلہ تھے۔

لہ یہ قریہ قصبۂ بہار شریف سے ۱۶ سولہ میل مغرب کے جانب ہے۔

علم کلام اور حکمت میں نہایت وسیع النظر تھے تفسیر کی نہ صرف بہت سی مستند کتابیں اون کی نظر سے گزری تھیں بلکہ کلام شریف کے حقایق و دقایق کا علم من لدنی حق سبحانہ و تعالیٰ نے اونہیں دیا تھا۔ اون کے ایک مرید مولوی شیر علی صاحب علیہ الرحمتہ نے اون کی خدمت میں ایک عریضہ "متضمن استفسار حقایق آیت نور" بھیجا۔ حضرت نے جواب میں اس آیت شریف کی نہایت عارفانہ مبسوط تفسیر تحریر فرمائی اور لفظ مبارک "نور" کے معانی کو شرح وبسط کے ساتھ لکھا اور آخر میں تحریر فرمایا:۔

"و ایں چند سطور کہ نوشتہ شد بے ملاحظہ وجوہ تفاسیر است بلکہ تفسیر 'نور' از نور دل است و اگر ملاحظہ معانی تفاسیر چہ از محقق و متکلم کردہ میشد ہمانا دفترے می ارزید و ازیں است کہ معانی متعارف مفسران را ذکر نکردیم تا بالطبع نکند و آں خود معلوم باشد یا معلوم شود۔ والحمد للہ علیٰ ذالک کہ سالے چند بر آمد کہ جمال معانی قرآں را بما نمودہ بودند پیالۂ دل را از بادۂ اسرار قرآن لبالب کردہ بودند....."

ماسوئی اللہ سے انقطاع تعلق اور اتباع سنت میں وہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے نمونہ تھے۔ ابتدائے حال میں اونھوں نے کیا کیا ریاضتیں اور مجاہدات کئے اوس کا علم تو کسی کو نہیں ہے لیکن میں نے متعدد ثقہ لوگوں سے سنا ہے کہ صحت کی حالت میں نیم شب کے بعد وہ ہمیشہ اپنے بستر پر بیٹھے ہی ہوے دیکھے گئے اور ان کے چہرہ میں اس قدر لمعان ہوتا تھا کہ تاریک حجرہ کے اندر سے باہر صاف دکھائی دیتا تھا۔ اون کے کمالات کا اندازہ کون کر سکتا ہے اون کے زمانہ کے بڑے بڑے اکابر طریقت اون کی مجلس میں نہایت مودبانہ بیٹھا کرتے تھے۔ اون کے یہاں سماع کی مجلسیں اونھیں سخت پابندیوں کے ساتھ ہوتی تھیں جو تصوف

کی اصولی کتابوں میں بیان کی گئی ہیں اور جن پر قدمائے اکابر صوفیہ کا عمل تھا۔ اون کی سماع کی مجلسوں میں مزامیر کی قسم میں سے کوئی چیز نہیں ہوتی تھی۔ قوالوں کو باوضو ہو کر آنا لازم تھا اور جن لوگوں کو مجلس میں شریک ہونے کی اجازت ملتی تھی اونھیں بھی باوضو آنا لازم تھا اہل مجلس کو مودب اور متوجہ الی الطلب ہو کر بیٹھنے کی تعلیم دی گئی تھی اہل مجلس میں کوئی شخص دوسرے سے بات نہیں کر سکتا تھا اور نہ کوئی شخص قوال پر فرمائش کر سکتا تھا۔ اون کی صحبت میں بیٹھنے والے اپنی اپنی استعداد کے مطابق کچھ نہ کچھ ضرور مستفید ہو کر اوٹھتے تھے۔ اون کے مرید باہم دیگر اس قدر اتحاد اور محبت رکھتے تھے کہ اوس زمانہ میں سگے بھائیوں میں بھی کم پائی جاتی تھی۔ اون کی فیض رسانی کا حلقہ بہت وسیع تھا۔ صوبہ بہار و بنگال میں اور دوسرے مقامات میں اون کے مریدوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی تھی۔ اُون کے خلفا کی بھی تعداد بہت بڑی تھی۔

حضرت شاہ قیام اصدق قدس سرہ کو فارسی نظم و نثر میں بھی بڑی دستگاہ تھی۔ صدہا شعراء کے دواوین اون کی نظر سے بالاستیعاب گزرے تھے۔ شعر فہمی میں کم کوئی اون کے برابر تھا فارسی نثر نہایت برجستہ اور لطیف تحریر فرماتے تھے اور عربی اور فارسی میں کبھی کبھی برجستہ اور نہایت اعلیٰ پایہ کے اشعار اور غزلیں کہہ دیتے تھے۔ حافظہ اور ذہن بھی اونھوں نے خداداد پایا تھا۔

حضرت سیدنا شاہ قیام اصدق رحمۃ اللہ علیہ کی رحلت ۲۱ ماہ رمضان المبارک ۱۳۰۱ھ کو بروز چہار شنبہ عصر کے وقت ہوی دوسرے دن آخر وقت عصر اپنے والد بزرگوار کے قبر شریف کے متصل دفن کئے گئے۔ رحلت سے تقریباً تین ماہ پیشتر وہ علیل ہو گئے اور علالت کا سلسلہ آخر وقت تک رہا۔ جس روز رحلت واقع ہوی اوس روز حالت میں کسی قسم کا

تغیر نہیں ہوا۔ اوس روز عصر کے وقت سے کچھ پہلے سے اونکی خدمت میں اون کے بڑے صاحبزادے حضرت شاہ شہود الحق صاحب علیہ الرحمہ اور حضرت کے داماد شاہ شاہد حسین صاحب اور حضرت کے بھائی مولٰنا شاہ بشیر الدین صاحب اور حضرت کے خلیفہ جناب ملا محمد عمر الملقب بہ ملا سرمست علیہ الرحمۃ حاضر تھے جب عصر کا وقت آیا یہ حضرات نماز عصر کے لئے باہر آئے اور نماز کے تہیہ میں تھے کہ یکایک خبر آئی کہ حضرت کا حال متغیر ہو گیا ہے یہ سب بزرگ اُن کے حجرے میں گئے دیکھا کہ حالت متغیر ہے اور چند منٹ میں انتقال ہو گیا۔ انتقال کے دو چار روز کے بعد حضرت شاہ شہود الحق قدس سرہٗ نے مولانا[1] محمد سعید صاحب عظیم آبادی علیہ الرحمہ کو ایک خط لکھا جس میں حضرت شاہ قیام اصدق رحمۃ اللہ علیہ کے رحلت اور دفن وغیرہ کے حالات کو بالتفصیل لکھا تھا۔ اوس خط کا جتنا حصہ مضمون یہاں نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

خط میں یہ لکھا کہ ہم چار شخص (یعنی شاہ شہود الحق صاحب و شاہ شاہد حسین صاحب و شاہ بشیر الدین صاحب و ملا سرمست صاحب رحمۃ اللہ علیہ) حضرت کے حجرہ میں اون کے پاس حاضر تھے کہ یکایک "پرسیدند کہ آج کون تاریخ رمضان کی ہے" حضرت عمی (یعنی مولوی بشیر الدین صاحب) عرض کردند کہ 'بیسویں'۔ بریں سکوت فرمودند۔ من بعد ملا صاحب (یعنی ملا سرمست) عرض کردند کہ 'اکیسویں' بعد دشنیدن فرمودند سر مبارک خود بجانب قلب شریف بایں بطور مراقبہ بالمعنی العام المطلق 'تب آج تو ضرور کسی طرح سے ٹلنا نہیں چاہئے'۔۔۔۔ من بعد سر مبارک بل خد شریف خود بہ تبادر تمام و نماز تمام بر کف دست راست نہادہ بہ راحت تمام آرام فرمودند" اس کے بعد یہ چاروں حضرات نماز عصر کے لئے باہر چلے آئے تھوڑی ہی دیر میں

---

[1] یہ بزرگ پٹنہ کے محلہ مغلپورہ کے رہنے والے تھے۔ بہت بڑے زمیندار تھے اور نہایت متبحر عالم تھے۔ مولٰنا شاہ سلامت اللہ صاحب کانپوری کے شاگرد رشید تھے۔

"یکایک خبر از حویلی مرۃً بعد اُخری در رسید کہ حالت حضرت سرکار دگرگون است مایان از خود رفتہ بے سر و پا دویدیم و بچشم سر معاینہ کردیم و بشہادت قلب خود مومن شدیم کہ بندگی حضرت ایشاں بطیب قلب بعیش راحت کلمہ شریفہ اللھم الرفیق الاعلی متوجہ الی الملاء الاعلی میسر انید ..... بالجملہ بعد وصال حضرت ایشاں چادرے ہم اگرچہ پارینہ بودہ باشد در بقچہ جناب ایشاں بہم نرسید کہ آں جسم نازنیں را یک شب پوشانیم جز چادرے کہ در مرض شریف در خدمت بود ...." دوسرے دن بست دوم رمضان کو بوقت ظہر "در غسل شریف خیار ناس مثل جناب مولوی نور محمد صاحب و جناب مولوی شہود الحق صاحب ہمنام من و جناب حکیم ارشد علی صاحب و امثال ایشاں کہ بسط آں خیلے بسیط است و الوقت لایسعہ حاضر بودیم و از شرف ایں سعادت مشرف شدیم۔ و از جملہ عجائب انچہ در آں روز رو نمود آنکہ دہن شریف بوقت غلطانیدن کشادہ میشد و بوقت نشانیدن بستہ می شد والامر قد وقع مرارًا کثیرۃً بشہادت من الاثبات والاثقات و ہمہ اعضائے مبارک مثل کودک دوسہ ماہہ زندہ ملایم بودہ است ..... و از اعاظم خرق عادات حضرت قدس سرہ ..... ایں بود کہ از روز اول تا روز ثانی وقت غسل در رگہائے گردن شریف و در قلب شریف و ہم در محاسن شریف و در نبض مبارک حرکت تحریک بضرب محسوس میشد ..... (و از اجتماع مردم) معلوم می شد کہ میلہ بزرگ است و با وجود منع بسیار رہنمود ہم برائے تبرک باز نماند نداز انداختن گل چنانکہ رسم ایں دیار است۔ چنانچہ مایان مستقبل قبلہ نماز میخواندیم ایشاں جنوباً و شمالاً ہر دو طرف صفوف خود درست کردہ بحسرت تمام نظارہ می کردند ...."

اِس اقتباس سے دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں ایک یہ کہ صفت فقر میں حضرت مولانا شاہ قیام اصدق قدس اللہ سرہ العزیز نے صحابہ رضوان اللہ علیہم کی طرح سنت نبوی کی

اتباع کو اس درجۂ کمال تک پہنچایا تھا جس سے بالاتر اس زمانہ میں تو قیاس میں بھی نہیں آسکتا۔ اللہ اللہ جس شخص کے گھر میں انتقال کے بعد ایک پرانی چادر موجود نہ ہو کہ جسم پہ ڈالی جاسکے اوس کے فقر کا اندازہ کیا ہوسکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ موت کے وقت اور موت کے بعد جو باتیں ہوئیں وہ صرف اخص الخواص اولیاء اللہ ہی میں پائی جاسکتی ہیں۔ سچ ہے ؎

ہرگز نمیرد آن کہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

حضرت کے وصال کا مادۂ تاریخ بھی خوب ہی ملا الفقر فخری (۱۳۰۱ھ)۔

حضرت شاہ قیام اصدق علیہ الرحمۃ نے اولاد ذکور میں تین صاحبزادے چھوڑے۔ سب میں بڑے حضرت مولنا حافظ شاہ شہود الحق قدس سرہ تھے۔ وہ بڑے پایہ کے عالم اور علم تجوید و قرات میں بے مثل تھے زہد و تقوی فقر و توکل، علم و عمل میں اپنے والد ماجد کے نمونہ تھے تمام عمر مجرد اور عما سوی اللہ سے ہمیشہ منقطع رہے۔ ابتدائی عمر میں والد ماجد سے مرید ہوئے تھے اور شب سہ شنبہ ۲۷ صفر ۱۲۹۵ھ کو خلافت اور سجادہ نشینی اور عطائے خرقہ سے مشرف ہوئے۔ والد قدس سرہ کے وصال کے بعد تیس سال تک سجادۂ ارشاد پر متمکن رہکر ۶ ربیع الثانی ۱۳۳۱ھ روز شنبہ کو گہرائے عالم بالا ہوئے اور اپنی والدہ ماجدہ اور جد امجد کے قبروں کے درمیان دفن ہوئے رحمۃ اللہ علیہ۔

دوسرے فرزند حضرت مولنا شاہ ظہور الحق صاحب قدس سرہ تھے۔ یہ بزرگ بھی نہایت ہی ذی علم تھے اور فقر و توکل زہد و تقوی میں اپنے بزرگوں کے نمونہ تھے بیعت اور خلافت اون کو والد بزرگوار سے تھی لیکن تمام عمر کسیکو مرید نہیں کیا۔ تقریباً پچاسی سال کی عمر میں تھوڑے دن گزرے کہ شب یکشنبہ ۱۱ ماہ صفر ۱۳۵۵ھ کو جمو اوان پیر بگہ میں اون کی

رحلت ہوئی رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً۔ تیسرے صاحبزادہ حضرت شاہ جنود الحق صاحب تھے جن کے وصال کو تقریباً چار سال گزرے۔ حضرت شاہ شہود الحق صاحب نے حضرت شاہ ظہور الحق صاحب کے منجھلے فرزند حضرت شاہ ہاشم صاحب طول اللہ عمرہ کو خلافت دے کر صاحب سجادہ کیا تھا اور اب وہ سجادۂ ارشاد پر متمکن ہیں۔ حق سبحانہٗ تعالیٰ اُن کے فیض کو جاری رکھے۔

حضرت باقر علیہ الرحمۃ کے دل میں آتش طلب تیز ہوتی جاتی تھی اور اسی نسبت سے پیر و رہبر کامل کی جستجو میں سرگرمی بھی زیادہ ہوتی جاتی۔ حضرت سید ناشاہ قیام اصدق قدس سرہٗ کی بزرگی کی شہرت صوبہ بہار میں پھیلی ہوئی تھی اور حضرت باقر بھی سنا کرتے تھے۔ ۱۲۷۴ھ (۱۸۵۸ء) میں غدر کے فرو ہونے کے بعد اوھنوں نے آرہ میں مستقل سکونت اختیار کر لی تھی حضرت شاہ قیام قدس سرہ بھی کبھی کبھی آرہ تشریف لایا کرتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ جب وہ آئے ہوئے تھے حضرت باقر اونکی خدمت مبارک میں حاضر ہو کر قدمبوس ہوئے اور گرویدہ ہو گئے۔ گرویدگی جلد جلد بڑھتی گئی۔ یہاں تک حضرت شیخ قدس سرہ جب ۱۲۷۵ھ میں پھر آرہ تشریف لائے حضرت باقر اون سے سلسلہ علیہ چشتیہ فخریہ میں مرید ہو گئے۔ حضرت شیخ علیہ الرحمہ کے منجھلے فرزند حضرت شاہ ظہور الحق اصدقی قدس سرہ بھی والد ماجد کے ہمراہ آرہ آئے تھے اور حضرت باقر کے مرید ہونے کے وقت موجود تھے۔ سرفراز نامہ مورخہ ۲۹ جمادی الاولیٰ ۱۳۰۱ھ (جس میں حضرت باقر کے مرید ہونے کی کیفیت مجھے تحریر فرمائی تھی) تحریر فرمایا تھا۔ کہ مرید ہونے کے روز حضرت باقر نے آرہ کے عمائد کی نہایت پر تکلف دعوت کی جس میں شہر کے تقریباً سب سربرآوردہ حضرات شریک ہوئے جن میں حضرت صوفی سجاد حسین صاحب۔ منشی اقبال حسین صاحب۔ منشی واصل حسین صاحب خوشنویس۔ خواجہ سید فخر الدین حسین صاحب سخن تخلص۔ چودھری غلام قادر صاحب۔ چودھری عبد الرحمٰن صاحب چودھری صفدر حسین صاحب

خصوصیت کے ساتھ قابل ذکر ہیں اور دعوت میں شریک ہونے والے اصحاب میں بہت سے حضرات حضرت باقر کے ہمراہ سلسلہ بیعت میں داخل ہوئے۔

انما الاعمال بالنیات وانما لکل امرئ ما نوی جیسا قدر جوش عقیدت سے اور جس قدر خالصاً مخلصاً لوجہ اللہ حضرت باقر نے بیعت کی اوسی قدر پیر کی شفقت محبت اور عنایات اون پر مبذول ہوی۔ حضرت سیدنا شاہ قیام اصدق رحمۃ اللہ علیہ کے متعدد بلند پایہ مریدوں سے میں نے سنا اور حضرت شاہ ظہور الحق اصدقی قدس سرہٗ بھی مجھ سے فرماتے تھے کہ "جس قدر شفقت اور توجہ سے حضرت قدس سرہ نے بھائی صاحب (یعنی حضرت باقر) کی تعلیم و تربیت کی وہ کم کسی مرید کو نصیب ہوی۔ اپنے روبرو بٹھا کر اون سے اذکار وغیرہ کی مشق کرایا کرتے تھے"۔ ابتدائی زمانہ کا ایک واقعہ حضرت باقر نے خود مجھ سے فرمایا تھا جو تقریباً اونہیں کے الفاظ میں یہاں بیان کرتا ہوں:۔

"حضرت صاحب قدس اللہ سرہٗ ایک بار آرہ تشریف لائے اور ایک صاحب کے یہاں قیام فرمایا۔ ہم روزانہ عصر کے بعد حاضر ہوا کرتے اور عشا کے بعد گھر واپس آتے تھے۔ ایک شب حضرت قدس سرہٗ کے پاس دیر ہوگئی۔ حضرت صاحب نے فرمایا "بھائی باقر اب رات زیادہ گئی یہیں سو رہو" سائباں میں بڑا تخت بچھا ہوا تھا حضرت صاحب نے اپنا بستر وہاں بچھوایا اور ہم اندر دالان میں کچھ دور پر لیٹے اور سو گئے دو بجے ہونگے کہ میرے کانوں میں ایک بھیانک آواز آئی جس کی ہیبت میرے قلب پر طاری ہوی۔ ہم اوٹھ بیٹھے دیکھا کہ حضرت صاحب ذکر کر رہے ہیں اور تمام مکان انوار و تجلیات سے بھرا ہوا ہے۔ وضو کرنے کا موقع کہاں تھا ہم نے فوراً تیمم کیا اور حضرت صاحب کے پیچھے کچھ دور پر بیٹھ گئے۔ حضرت صاحب ذکر کرتے رہے پھر خاموش ہو کر کچھ دیر مراقب بیٹھے رہے پھر لیٹے اور مجھے بیٹھا دیکھ کر

فرمایا 'کون ہے۔ بھائی باقر' ہم نے مودبانہ عرض کیا 'غلام ہی ہے'۔ فرمایا 'تم نے دیکھا ہم ذکر کر رہے تھے۔ ہمارے طریقہ میں ذکر ایسے ہی کیا کرتے ہیں تم نے ہم کو کرتے دیکھا اب تم بھی اسی طرح کیا کرو'۔ اوس کے بعد ذکر کے طریقہ اور تعداد کو بہ تفصیل ارشاد فرمایا'۔

حضرت شیخ قدس سرہٗ نے حضرت باقر کی تعلیم و تربیت جس کمال توجہ اور شفقت سے کی اور اونھوں نے جس جوش عقیدت اور فرط محبت اور کمال محنت و مجاہدہ کے ساتھ پیر کی تعلیم سے فائدہ اوٹھایا اوس کی تفصیل کا نہ یہ موقع ہے اور نہ ان صفحات میں اوس کی گنجایش ہے۔ آرہ میں حضرت باقر کے مکان سے (جو شہر کے باہر تھا) آدھے میل کے فاصلہ پر دو شہیدوں کے مزارات ہیں۔ اوس زمانہ میں ان مزارات سے دور دور تک کوئی آبادی نہیں تھی اور دن کے وقت بھی یہ مقام سُن سان رہا کرتا تھا۔ یہ جگہ چونکہ بہت پاک صاف اور ستھری تھی اور راتوں کو کسی کی آمد و رفت نہیں ہوتی تھی۔ اس لئے حضرت باقر نے اپنے اشغال کے لئے اس کو پسند کر لیا تھا۔ آدھی رات کو بیدار ہوتے اور وضو کر کے وہاں تنہا چلے جاتے اور اون مزارات کے احاطہ میں صبح تک اذکار و اشغال و اوراد میں مشغول رہا کرتے یہ معمول سالہا سال تک رہا۔ مرید ہونے کے بعد صحت کی حالت میں وہ نیم شب کے بعد کبھی سُوتے ہوئے دکھائی نہیں دئے اور رحلت سے چودہ پندرہ سال قبل سے تو اون کا یہ معمول ہو گیا تھا کہ عشا کی نماز پڑھ کر جائے نماز پر ہی بیٹھے ہوئے صبح کر دیتے تھے اور مطلق نہیں لیٹتے تھے۔ اوس حالت میں اون پر محویت ایسی طاری ہوتی تھی کہ کسی چیز کی خبر نہیں ہوتی تھی

ستمبر ۱۸۹۵ء میں روڑکی سے جہاں میں انجنیرنگ کی تعلیم پا رہا تھا تعطیل میں آرہ آیا تھا۔ ایک رات نہایت زور کی بارش ہو رہی تھی جس سائبان میں حضرت باقر تھے اوس کے سفال پوش چھپر کا ایک حصہ یکایک گر پڑا۔ میں دوسرے سائبان میں کچھ فاصلہ پر سو رہا تھا

آواز سے بیدار ہوا اور دوڑا دیکھا کہ وہ اس واقعہ سے بالکل بے خبر اپنی حالت میں محو و مستغرق جائے نماز پر بیٹھے ہیں چونکہ بقیہ حصہ بھی گرا ہی چاہتا تھا میں نے اون کو اوٹھالیا اور باہر لے آیا اور باہر آتے ہی جو کچھ باقی تھا گر گیا۔

حضرت سیدنا شاہ قیام اصدق قدس اللہ سرہ ہر سال ماہ صفر کی ستائیسویں تاریخ کو اپنے پیرومرشد حضرت سید صادق علی شاہ مونس اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا عرس کیا کرتے تھے ۱۲۹۴ھ کے عرس میں حضرت باقر علیہ الرحمۃ بھی حاضر ہوے۔ عرس کی تقریب کے ختم ہونے کے بعد یکشنبہ کے روز دوم ماہ ربیع الاول ۱۲۹۴ھ کو حضرت شیخ قدس سرہٗ نے اون کو سلسلۂ علیہ چشتیہ نظامیہ فخریہ اور سلسلہ علیہ قادریہ کبرویہ فخریہ میں خلعت خلافت سے اور اوس کے ساتھ "شاہ شہید المحبت چشتی" کے نہایت ہی محترم لقب سے مشرف فرمایا حضرت باقر ۱۲۷۵ھ میں مرید ہوے تھے۔ پیر کی زیر تربیت انیس سال تک مجاہدہ اور ریاضت شاقہ کرنے کے بعد اوس روز اونھیں یہ نعمت جاودانی ملی۔

تشریف خلافت سے مشرف ہونا حضرت باقر کے سوانح حیات کا ایک ممتاز ترین واقعہ ہے اور خلافت نامہ جو اونھیں دیا گیا وہ بھی ایک ممتاز حیثیت رکھتا ہے اس لئے (گو طوالت ہوتی ہے) خلافت نامہ کی عبارت کو تمام و کمال یہاں نقل کر دینا مناسب خیال کرتا ہوں لیکن اردو ترجمہ صرف ابتدا اور آخر کے مضامین کا درج کرتا ہوں۔ درمیان میں سلسلہ چشتیہ پاک کا شجرہ ہے جس کا ترجمہ درج کرنے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ خلافت نامہ کے سرصفحہ پر حضرت شیخ قدس سرہٗ کی تین مہریں ہیں اون کی عبارتیں بھی لکھدی جاتی ہیں۔ وَھُوَھٰذا :-

(نقل خلافت نامہ صفحہ ۱۷۷ پر درج ہے)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شجرۃ طیبۃ اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء

ھذہ الخلافت فی الطریقۃ العالیۃ الچشتیۃ من مشایخنا رضی اللہ علیھم اجمعین

۱۲۸۰ نے غلام خواجہ ہند الولی عطائے قیام صدق چشتی صادقی تخم

بقول کلمہ طیبہ صدقی تمام کنے زخویش صادق قیام دوام

۱۲۹۲ مہر چشتیہ فخریہ صادقیہ مریداں را بود حامی و پشتی حبیب اللہ معین الدین چشتی

الحمد للہ الذی اصطفی آدم بالخلافۃ فجعلہ خلیفۃً فی الارض جمیعا ثم رتب الخلافۃ باشرف اولادہ محمد المصطفی صلی اللہ علیہ والہ وسلم تسلیما۔ ثم جعل فی امتہ خلافۃً فی الظاھر وخلافۃً فی الباطن وخص بعضھم بخلافت الظاھر وخص بعضھم بخلافت الباطن وخص بعضھم ظاھرًا وباطنًا جمیعا کخلفاء الراشدین ھادیا ومھدیا۔ فجل من من علی الخلق بخلق وجود من لولاہ لم یخلق الخلق

سب تعریف ہے اللہ کو جس نے آدم کو خلافت کے ساتھ برگزیدہ کیا پس اوس کو تمام زمین پر خلیفہ کیا پھر اوس نے تمام کیا خلافت کو اون کے بزرگترین اولاد سیدنا محمد مصطفی سے جن پر اللہ نے درود بھیجا اور سلام بھیجا از روئے سلام بھیجنے کے پھر معین کیا اون کی امت میں خلافت کو ظاہر میں اور خلافت کو باطن میں اور اون میں سے بعض کو مخصوص کیا خلافت ظاہری سے اور مخصوص کیا بعض کو خلافت باطنی سے اور مخصوص دی اون میں سے بعض کو ظاہر اور باطن سے ایک ساتھ جیسے خلفائے راشدین جو ہادی اور مہدی ہیں پس بزرگ ہے جنے مخلوق پر احسان کیا اوس وجود کو پیدا کر کے جو اگر نہ ہوتے

من العدم وخلق من نوره نوره وخلق
الخلق من نوره فهو صلی الله علیه وآله
وسلم مظهره الاتم۔ فصلوته وسلامه
علیه وعلی آله واصحابه تشریفاً وتعظیماً
اما بعد فهذه الخلافت فی الطریقت
العالیة الچشتیه من مشایخنا رضوان
الله تعالیٰ علیهم اجمعین۔ فیقول العبد
الراجی بمغفرت ربه القوی العلی العامی
قیام اصدق الصادق الچشتی
قیام اصدق الصادق الچشتی
عفاء الله عنه وعن اسلافه فجاء
الینا اخونا ومحبنا وخلیفتنا سیّد شاہ
محمد باقر علی وطلب منی الاجازت
الطریقة العالیة الچشتیة من مشایخنا
رضوان الله تعالیٰ علیهم اجمعین۔ وانا
اخاطبه بشاہ شهید المحبت چشتی
فاجزته ورخصته لسائر الخلفاء و
المریدین والبستهه من لباس مشایخنا۔
نرجوا من الله تعالیٰ ان یلبسه لباس
التقوی والورع۔ کما اجازنی ورخصنی

تو مخلوق عدم سے ہرگز پیدا نہ ہوتی اور اوس نے اپنے
نور سے اون کا نور پیدا کیا اور مخلوق کو اون کے نور سے پیدا کیا پس وہ
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اوس کے مظہر اتم ہیں پس درود اور سلام ہو
اوس کا اون پر اور اون کے آل واصحاب پر از روئے تشریف و تعظیم کے
اما بعد پس یہ خلافت ہے طریقہ عالیہ چشتیہ میں ہمارے
مشایخین سے خوشنودی ہو اللہ تعالیٰ کی اون سب پر پس
کہتا ہے بندہ امیدوار اپنے رب قوی برتر کی مغفرت کا گنہگار
قیام اصدق الصادق الچشتی اللہ
اوس سے اور اوس کے اسلاف سے درگزر فرمائے
کہ آئے ہمارے پاس ہمارے بھائی اور ہمارے
محب اور ہمارے خلیفہ سید شاہ محمد
باقر علی اور طلب کی مجھ سے اجازت طریقہ عالیہ
چشتیہ میں (جو) ہمارے شایخین سے (آرہی ہے)
خوشنودی ہو اللہ تعالیٰ کی اون سب پر۔ اور میں خطاب
دیتا ہوں اون کو شاہ شہید المحبت چشتی کا
پس میں نے اجازت دی اون کو اور اذن دیا اون کو
واسطے جمیع خلفا اور مریدین کے اور ہمارے شایخین کے
لباس میں سے اون کو میں نے لباس پہنایا۔ میں امید رکھتا ہوں
اللہ تعالیٰ سے کہ اون کو تقوی اور ورع کا لباس پہنائے

والبنی سیدی ومولائی وشیخی و مرشدی ومسلکی وهادئ سبیل الموحدین سلطان العارفین قدوۃ المحبین زبدۃ الواصلین حضرت خواجہ سید سعید الدین الملقب والمشتهر بخواجہ سید صادق علی شاہ مونس اللہ الچشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ عنا وافاض علینا فیضانہ وبرکاتہ الشریف۔

جیسا کہ اجازت دی مجھ کو اور اون دیا مجھ کو اور لباس پہنایا مجھ کو میرے سید اور میرے مولا اور میرے مرشد اور میرے مسلک اور میرے ہادی سید الموحدی سلطان العارفین قدوۃ المحبین زبدۃ الواصلین حضرت خواجہ سید سعید الدین جو ملقب اور مشہور ہیں خواجہ سید صادق علیشاہ مونس اللہ الچشتی کے (نام) سے اللہ تعالیٰ راضی ہو اون سے اور راضی کرے اون کو ہم سے اور اون کے فیضان اور برکات شریفہ کو ہم پر جاری رکھے۔

وهو عن شیخه الخلافت والاجازت شیخ المشایخ غواص بحر لی مع اللہ حضرت خواجہ سید شاہ محب اللہ البخاری الچشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ وهما عن شیخهما بیعةً وصحبةً وتربیةً لشیخنا ولشیخ شیخنا الاجازت بیعةً وصحبةً وتربیةً وخلافةً واجازةً شیخ المشایخ حضرت خواجہ قدوۃ العاشقین وتاج المعشوقین فخر الملت والدین قطب المشایخ حضرت خواجہ مولانا محمد فخر الدین الملقب بمحب النبی شاہ فخر چشت رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ وهو عن ابیه وشیخه شیخ المشایخ سلطان العارفین مرشد ربانی حضرت خواجہ نظام الدین ثانی النکراوین ثم اورنگ آبادی چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ وهو عن شیخه شیخ المشایخ المتخلق باخلاق اللہ والمتصف باوصاف اللہ حضرت خواجہ شیخ کلیم اللہ جہان آبادی چشتی

رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ وھو[۶] عن شیخ المشایخ معشوق الٰہی قطب المدینۃ الشریفۃ شیخ رضی الدین یحیی المدنی چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ وھو[۷] عن شیخہ شیخ المشایخ مظہر اللہ الصمد محو العشق فی الذات حضرت خواجہ شیخ محمد چشتی قطب گجرات رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ وھو[۸] عن شیخہ شیخ المشایخ قطب الاولیا شیخ الاتقیا حضرت خواجہ حسن محمد چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ وھو[۹] عن شیخہ شیخ المشایخ جمال الحق والدین حضرت خواجہ جمال الدین چشتی عرف شیخ جمن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ وھو[۱۰] عن شیخہ شیخ المشایخ الوسیلۃ الی المقصود حضرت خواجہ محمود چشتی عرف شیخ رانجھن رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ وھو[۱۱] عن شیخہ شیخ المشایخ علم الحق والدین حضرت خواجہ علیم الدین چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ وھو[۱۲] عن شیخہ شیخ المشایخ سراج الحق والدین حضرت خواجہ سراج الدین چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ وھو[۱۳] عن شیخہ شیخ المشایخ زائر البیت الحرام کمال الحق والدین حضرت خواجہ کمال الدین چشتی المشہور بعلامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ وھو[۱۴] عن شیخہ شیخ المشایخ مستغرق بحر شہود شمس العارفین حضرت خواجہ مخدوم نصیر الدین محمود چراغ دہلی اودھی چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وھو[۱۵] عن شیخہ الفائح فی الاقطار فوائح نفحاتہ الرائحۃ فی الافاق لوامع رحمتہ سلطان المشایخ والعاشقین رحمۃ للعالمین محبوب الٰہی سلطان المشایخ حضرت خواجہ نظام الدین محمد ابن احمد بداونی چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وھو[۱۶] عن شیخہ الفائح فی الاقطار فوائح نفحاتہ الرائح فی الافاق لوامع کراماتہ

السابح فی العالم القدس افکارہٗ البایح بمحبت الرحمن انارہٗ قطب الوری علامۃ الدنیا والدین حضرت خواجہ فرید الحق والدین مسعود اجودھنی شکر باد شکر گنج رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ وھو[۱۷] عن شیخہٖ ملک المشایخ سلطان الطریقت قتیل محبت الجبار حضرت خواجہ قطب الملت والدین بختیار اوشی چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ وھو[۱۸] عن شیخہٖ بدر العارفین غیاث الدارین نائب رسول اللہ حبیب اللہ حضرت خواجہ معین الحق والملت والدین الحسن السجزی چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ وھو[۱۹] عن شیخہٖ حجت الحق علی الحق حضرت خواجہ مقتداء اھل عرفان عثمان الھارونی چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ وھو[۲۰] عن شیخہٖ شیخ المشایخ سدید النطق حضرت خواجہ حاجی شریف الزندنی الچشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ وھو[۲۱] عن شیخہٖ شیخ المشایخ ظل اللہ فی الخلق حضرت خواجہ مودود چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ وھو[۲۲] عن شیخہٖ شیخ المشایخ ملک العارفین اھل التمکین ناصر الملت والدین ابو یوسف چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ وھو[۲۳] عن شیخہٖ شیخ المشایخ ملجاء العباد حضرت خواجہ محمد الچشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ وھو[۲۴] عن شیخہ شیخ المشایخ عمدۃ الابرار وقدوۃ الاخیار حضرت خواجہ ابی احمد چشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ وھو[۲۵] عن شیخہٖ شیخ المشایخ سراج الاتقیا حضرت خواجہ ابی اسحٰق الچشتی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ وھو[۲۶] عن شیخہٖ شیخ المشایخ شمس الفقراء حضرت خواجہ علو دینوری ۔ وھو[۲۷] عن شیخہ شیخ المشایخ اکرم اھل الایمان حضرت خواجہ ھبیرۃ البصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ ۔ وھو[۲۸] عن شیخہٖ شیخ المشایخ سلطان

الصالحین برہان العاشقین حضرت خواجہ حذیفۃ المرعشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ وھو عن شیخہ ۲۹ شیخ المشایخ سلطان السالکین برہان الواصلین تارک المملکت والسلطنت حضرت خواجہ ابراھیم بن ادھم البلخی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وھو عن شیخہ ۳۰ شیخ المشایخ قطب الولایت وغوث الدرایت مکین المکۃ ابی الفضل والفضائل حضرت خواجہ فضیل بن عیاض رضی اللہ تعالیٰ عنہ وھو عن شیخہ ۳۱ شیخ المشایخ قطب العالم والشیخ المعظم حضرت خواجہ عبد الواحد بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ وھو عن شیخہ ۳۲ رئیس التابعین امام العالمین حضرت خواجہ حسن البصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ وھو عن شیخہ ۳۳ امیر المومنین فی اعالی المقامات المنتہی الیہ خرقۃ کل طالب سیدنا علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ وقدس اللہ اسرارھم وابقی الی یوم القیامۃ انوارھم۔ وھو عن ۳۴ سید الکونین رسول الثقلین سید المرسلین خاتم النبیین المنوط باتباعہ محبت رب العالمین محمد المصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وعلی کل من بہ انتمی واقتدی الی یوم الدین۔ وھو عن ۳۵ جبرئیل علیہ السلام۔ وھو عن تخت رب العالمین جل جلالہ وعم نوالہ۔

وکذالک وصیتہ لدوام التقوی والورع — اور اسی طرح وصیت کی میں نے اون کو دوام تقویٰ اور پرہیزگاری کے لئے

واجزتہ فی السماع والتواجد والوجد — اور میں نے اون کو اجازت دی سماع کی اور تواجد اور وجد کی

فی العشق ھو اللہ من اللہ مع اللہ واعطیتہ — عشق میں اللہ کے اللہ ہی کی جانب سے اللہ ہی کے ساتھ اور

عمامتی وجبتی ولقنتہ ذکر الرتخ — میں نے اون کو عطا کیا میرا عمامہ اور میرا جبہ اور اون کو تلقین

وحفظ الانفاس ومشی الاقدام — کیا میں نے ذکر رتخ اور حفظ انفاس اور مشی الاقدام

والمراقبة والمشاهدة والذكر الجلي
والخفي ورخصته لسائر اوراد
مشايخنا في هذه الطريقة الشريفة
فعليه ان يحفظ الشريعة بالجوارح و
الاعمال والاقوال ويداوم الطريقة
والمعرفة بالافعال والاحوال باجتنا
من محبت الدنيا ويجعل مقصوده حب الله
وعشقه ومعرفته في كل الحال ونسأله
الله تعالى ان يجعله هاديا ومهديا ومتقيا
ويبعثه في الاخرة مع مشايخنا نجيبا۔ و
وقع هذا الامر بحضور المشايخ في مقام چشتي
چمن من هجرة النبويه في شهر ربيع الاول
وفي التاريخ الثاني وفي اليوم الاحد الرابع
والتسعين بعد الف ومائتين وصلى الله
عليه وآله وبارك وسلم فنحمد الله تعالى
ونستعينه ونستغفره ونعوذ بالله من
شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا
ونتوكل عليه وبه الخير وبه نستعين
وصلى الله على سيدنا محمد وآله واصحابه
وامته اجمعين۔

اور مراقبہ اور مشاہدہ اور ذکر جلی
وخفی اور میں نے اونکو اجازت دی ہمارے مشایخ کے تمام اوراد کی
اس طریقہ شریفہ میں۔
پس اون پر لازم ہے کہ جوارح اور اعمال اور اقوال سے
شریعت کی حفاظت کریں اور افعال اور
احوال سے طریقت اور معرفت پر مداومت رکھیں
اور دنیا کی محبت سے کنارہ کش رہیں اور اللہ کی
محبت اور عشق اور معرفت کو ہر حال میں اپنا مقصود معین کرلیں اور طلب
کرتا ہوں میں اللہ تعالیٰ سے یہ کہ اون کو کرے ہادی اور مہدی
اور متقی اور اون کو اٹھائے آخرت میں ہمارے مشایخ کے ساتھ نجات یافتہ
اور یہ امر (یعنی خلافت کا عطا ہونا) واقع ہوا مشایخین
کے روبرو مقام چشتی چمن میں ماہ ربیع الاول کی دوسری تاریخ
یکشنبہ کے روز سنہ ایک ہزار اور دو سو چورانوے
ہجری نبوی میں۔ اور درود بھیجے اللہ اون پر
اور اونکی آل پر اور برکت نازل کرے اور سلام بھیجے۔
پس ہم حمد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی اور اوس سے مدد مانگتے ہیں
اور اوس سے مغفرت طلب کرتے ہیں اور اوس پر توکل کرتے ہیں
اور اوسی کے ساتھ خیر ہے اور درود بھیجا اللہ نے اوپر ہمارے
سردار محمد کے اور اوپر اون کے آل واصحاب کے سب پر۔

بسم الله الرحمن الرحيم وصلى الله
على النبي الامي الكريم سيدنا محمد وآله جمعين

اما بعد هذه الخلافت بمشاخنا
في الطريقة العالية الچشتيه رضوان
الله تعالى عليهم اجمعين اعطينا الاخ في
الدين مولوي سيد باقر علي انا اخاطبه
بشاه شهيد المحبت الچشتي فعليه
ان يلازم التقوىٰ والورع ويعمل
عمل المجبين من مشايخنا ويسلك
سلوك السالكين العاشقين
من مشايخنا فحيًا لله وكل مايعمل
من النوافل والاوراد وغيرذلك
من الحسنات فبحب الله ولوجه الله
ولرضائه بغيران يخطر بباله لغرض نفسه
والاخلاص بعمله والتوجه الى
المقصود بكل حاله سمعًا وبصرًا
وقلبًا وهمًا وان يجعل همومه
همًا واحدًا الى الله وبالجملة
يسلك طريق مشايخنا بكل ماهو

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ اور درود بھیجا اللہ نے
نبی امی کریم سیدنا محمدؐ اور اون کے آل پر سب پر۔

اما بعد ہمارے مشایخ (جن پر اللہ تعالےٰ کی
خوشنودی ہو) سے طریقہ عالیہ چشتیہ میں یہہ خلافت
ہے جو ہم نے دی ہمارے دینی بھائی
مولوی سید باقر علی کو جن کو میں خطاب دیتا
ہوں **شاہ شہید المحبت چشتی** کا پس اون پر
واجب ہے کہ دواماً اختیار کریں تقویٰ اور ورع کو اور عمل کریں
وہ عمل جو ہمارے مشایخین مجبین کا تھا اور چلیں وہ راہ
جو ہمارے مشایخین عاشقین کی راہ تھی۔
پس (سب عمل) اللہ کی محبت میں (کیا جائے) اور
حسنات میں سے نوافل اور اوراد اور اون کے علاوہ
جو کچھ عمل کریں پس وہ اللہ ہی کی محبت میں اور خاص اوس کے لئے
اور اسی کی رضا کے لئے ہو اور (ان اعمال کو بجالانے میں) غرض نفس کا
اون کے دلمیں کچھ بھی دخل نہو اور اپنے عمل میں اخلاص کو
اور ہر حال میں مقصود کی جانب توجہ کو سمعاً و بصراً
وقلباً و ہماً قایم رکھیں اور اپنے جملہ مقاصد کو صرف ایک مقصد
کرکے اللہ ہی کی جانب متوجہ کرلیں اور مختصر یہہ کہ
چلیں وہ ہمارے مشایخین کے طریقہ پر اون

المقصود عندھم وعندنا بغیر افراط وتفریط والتوفیق من اللہ ھو الموفق والمعین وبہ الخیر وبہ نستعین ۔ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد و آلہ واصحابہ اجمعین

تمام (امور) میں جو اون کے اور ہمارے نزدیک مقصود تھا بغیر افراط اور تفریط کے اور اللہ ہی سے توفیق ہے اور وہی توفیق دینے والا اور معین ہے اور اوسی کے (قبضۂ قدرت میں) خیر ہے اور اوسی سے ہم مدد مانگتے ہیں اور درود بھیجا اللہ تعالیٰ نے سیدنا محمدؐ اور اون کے آل اور اون کے اصحاب پر سب پر۔

وانا العبد الراجی الی رحمت ربہ القوی العلی المخاطب من حضرت شیخی شاہ قیام اصدق الصادقی المحبی الفخری الچشتی عفا اللہ عنہ وعن والدیہ وعن اخوانہ فی الدنیا والدین فالحمد للہ رب العالمین وکان اللہ لنا ولکم۔

اور میں ہوں اپنے رب قوی و برتر کے رحمت کا امیدوار جس کو خطاب دیا ہے میرے پیر نے شاہ **قیام اصدق** کا جو ہے صادقی محبی فخری چشتی اللہ تعالیٰ معاف فرمائے اوس کو اور اوس کے والدین کو اور اوس کے دینی اور دنیاوی بھائیوں کو پس سب حمد ہے اللہ کو جو رب العالمین ہے اور ہو جائے اللہ ہمارا اور تمہارا۔

حضرت باقر علیہ الرحمہ کو جس وقت یہہ خلافت نامہ دیا گیا حضرت سیدنا شاہ قیام اصدق چشتی کی آنکھوں میں پانی آچکا تھا۔ اس لئے اوس کو اون کے بھائی اور خلیفہ حضرت شاہ بشیر الدین عرف شاہ عزیز چشتی علیہ الرحمہ نے لکھ کر اور حضرت شیخ کی مہریں لگا کر دیا تھا۔ حضرت شاہ قیام اصدق رحمۃ اللہ علیہ چند سال تک بینائی سے معذور رہے لوگوں نے عرض کیا کہ ڈاکٹر یا یحال جس کے متعلق حکم ہو حاضر کیا جائے لیکن اونہوں نے ہمیشہ انکار کیا۔ لوگ جب زیادہ اصرار کرتے تو فرماتے کہ جس نے روشنی لی ہے وہی دیگا تو لیں گے۔ بالآخر ۱۲۹۷ھ میں ایک شب دونوں

آنکھوں میں روشنی آگئی اور آخر عمر تک قایم رہی۔

حضرت باقر رحمۃ اللہ علیہ کو اون کے شیخ قدس سرہٗ نے طریقۂ چشتیہ کے ساتھ ساتھ طریقۂ قادریہ کبرویہ میں بھی خلافت دی تھی لیکن اس طریقہ کا خلافت نامہ مجھے نہیں ملا میں نے ایک بار حضرت شاہ ظہور الحق قدس سرہٗ سے اس بارہ میں دریافت کیا اونھوں نے تحریر فرمایا "ہم کو خوب معلوم ہے اور ہم اس کے گواہ ہیں کہ دونوں سلسلوں میں چشتیہ و ہم قادریہ میں خلافت تھی" حضرت باقر کے طریقہ قادریہ کبرویہ کا سلسلہ حضرت سیدنا غوث الاعظم غوث الثقلین سید محی الدین ابو محمد عبد القادر الحسنی الحسینی الجیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک مختصر الفاظ میں یہاں لکھ دینا مناسب خیال کرتا ہوں:۔

حضرت[1] سید شاہ باقر علی عن حضرت[2] سیدنا شاہ قیام اصدق عن سید[3] صادق علیشاہ مونس اللہ عن غواص[4] بحر علی مع اللہ سید محب اللہ بخاری عن سیدنا[5] فخر الدین دہلوی۔ محب النبی عن حضرت[6] نظام الدین اورنگ آبادی عن خواجہ[7] کلیم اللہ جہاں آبادی عن خواجہ[8] یحیٰی مدنی عن خواجہ[9] شیخ محمد گجراتی عن خواجہ[10] حسن محمد عن خواجہ[11] محمد غیاث المشہور بنور بخش عن خواجہ[12] شیخ محمد علی المشہور بنور بخش عن خواجہ[13] سید محمد المشہور بنور بخش عن خواجہ[14] ابو اسحٰق ختلانی الحسنی عن خواجہ[15] علی ہمدانی عن خواجہ[16] سید محمود۔ عن خواجہ[17] علاء الدین المشہور بہ علاء الدولہ سمنانی عن خواجہ[18] نور الدین المشہور بالکبیر عن خواجہ[19] احمد جرجانی عن حضرت[20] رضی الدین علی لالا عن خواجہ[21] مجد الدین بغدادی عن حضرت[22] نجم الدین کبری عن خواجہ[23] عمار بن یاسر اللہ لیسی عن خواجہ[24] ضیاء الدین ابی النجیب بن عبد القاہر سہروردی عن قطب[25] الاقطاب سید عبد القادر الحسنی الحسینی الجیلانی۔

زہد و قناعت۔ اعراض عن الدنیا۔ ورع و تقویٰ۔ عبادت ریاضت اور مجاہدہ

صبر و شکر۔ رضا و تسلیم وغیرہ ان سب پر حق سبحانہٗ و تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اگر استقامت مرحمت فرماوے تو انسان صالحین اور اصحاب الیمین کے زمرہ میں داخل کیا جاتا ہے اور اگر ان تمام چیزوں کے ساتھ اعراض کلّی اور انقطاع تام عن کُلِّ شئ ماسوی اللہ اور اللہ و رسُول کی عشق و محبت میں فنا و الفنا بھی نصیب ہو تو پھر کیا کہنا۔ انسان اون برگزیدہ ترین جماعت میں شامل کر لیا جاتا ہے جو قرآن پاک میں اولیا، صدیقین، سابقین اور مقربین کے عالی مرتبت خطابات سے مخاطب کئے گئے ہیں ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ۔

انسان اپنی زندگی میں جس چیز میں کمال حاصل کرتا یا کر سکتا ہے اوس کا مادہ بدو فطرت سے اپنے ساتھ لاتا ہے۔ مبدء فیاض نے حضرت باقر کے دل میں محبت و عشق الٰہی کی آگ بدو فطرت سے مہیا کر دی تھی۔ شباب کا جب زمانہ آیا تو وہ آگ بھڑکنا شروع ہوی۔ طلب صادق (جو محبت کے ساتھ لازم ہے) نے اون کو رہبر کامل تک پہنچایا پیر کی مروجہ جنبانی نے شعلہ کو تیز کیا اور تیز سے تیز تر کرتی گئی۔ ذکر فکر مراقبہ اور وہ تمام مشاغل جن کی تعلیم پیر نے اونھیں دی اوس کے اندر اونھوں نے عشق و محبت الٰہی ہی کو دواماً پیش نظر رکھا یہاں تک کہ خلافت دیکر بھی خلافت نامہ میں اونھوں نے جو وصیتیں لکھیں وہ بھی عشق و محبت ہی کی بابت تھیں کہ:۔

"ورع اور تقوی پر مداومت رکھو۔ جوارح اور اعمال اور اقوال میں شریعت کی پوری پابندی کرو اور اوس کے ساتھ افعال و احوال میں دوام سلوک اور معرفت الٰہی کو پیش نظر رکھو۔ سماع اور تواجد اور وجد جو کچھ بھی ہو محض اللہ کے لئے ہو اور من اللہ اور مع اللہ ہو دنیا سے اجتناب کلی اختیار کرو اور ہر حال میں تمہارا مقصود صرف اللہ کی محبت اور اوس کا

عشق اور اوس کی معرفت ہو"۔

خلافت نامہ کے آخر میں پھر مکرر یہہ وصیت کی کہ :۔

"تقوی اور ورع پر دایمی التزام رکھو اور عمل وہی کرو جو ہمارے مشایخین مجبین کا عمل رہا ہے اور سلوک وہی اختیار کرو جس کو ہمارے مشایخین عاشقین نے اختیار کیا۔ نوافل واوراد اور اعمال حسنہ جو کچھ بھی کرو وہ صرف اللہ کی محبت میں اور خالصاً مخلصاً لوجہ اللہ ولرضائہ ہو اور اون کو کرتے وقت تمہارے قلب میں اغراض نفسانی میں سے کسی غرض کا گزر تک نہونے پائے اور تمہارے عمل میں سراسر اخلاص ہی اخلاص ہو۔ اور سمعاً وبصراً وقلباً وتماً تمہارا مقصود اللہ ہی اللہ ہو اور ہمارے اور ہمارے مشایخین کا جو مقصود رہا ہے اوسی مسلک پر اوسی مقصود کی جانب بغیر افراط وتفریط کے بڑھتے رہو"۔

اہل طریقت کے مذہب میں پیر نائب رسول ہے اور آیت کریمہ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (سورۂ حشر) کے تبعیت میں پیر کا ہر حکم مرید کے لئے واجب العمل ہے۔ عشق ومحبت کا مادہ بدرجۂ کمال حضرت باقر کے وجود میں بدو فطرت سے مہیا کر دیا گیا تھا۔ پیر نے اون کو عشق ومحبت ہی کے راستہ پر چلایا اور ہمیشہ کے لئے وہ اسی کی وصیت کر گئے۔ حضرت باقر جن کے مشرب میں پیر کی وصیت پر عمل کرنا فرض عین تھا اوس پر کاربند ہوے اور کاربند رہے یہاں تک کہ اللہ کی محبت کی آگ نے اون کو جلاتے جلاتے خاکستر کر دیا ؎

آگ تھے ابتدائے عشق میں ہم اب جو ہیں خاک انتہا ہے یہہ

عشق الٰہی کی ہمہ گیری اور ہمہ سوزی نے اون کے دل وجاں پر تسلط پاکر ہر قسم کے جذبات وخواہشات کو جلا کر فنا کر دیا تھا اور اون کو ہر قسم کے تعلقات ماسوی اللہ سے

منقطع اور کونین سے بیخبر کر دیا تھا اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً (نمل) ؎

دنیا و دین و صبر و ہوش از من برفت اندر غمش جائیکہ سلطان خمیذ زد دغوغا نماند عام را

اون کی نماز اون کا روزہ اون کے اذکار و اشغال اون کی عبادت و ریاضت اون کا جینا اور مرنا بہ تبعیت فرمان الٰہی قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ (انعام) صرف اللہ ہی کے لئے رہ گیا تھا ولعمری وہ اون مومنین صدیقین مقربین کی جماعت کے ایک فرد فرید تھے جن کی صفت ہے وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (بقرہ)۔

حضرت رئیس المحدثین شیخ عبدالحق دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اخبار الاخیار میں حضرت امیر خسرو دہلوی قدس اللہ سرہٗ کے حالات کے ضمن میں لکھا ہے "اگرچہ تعلق بہ بادشاہان داشت و با ملوک و امرا بعنوان خوش طبعی و ظرافت مخالطت بود اما توجہ دل او نہ بآں جانب بود و ایں معنی را از برکات آثارش توان دانست چہ در دلہائے اہل معصیت برکت کمتر توان یافت و آثار ایشاں را قبول دلہا و جذب خواطر بنود" اس عبارت سے مراد یہ ہے کہ جو لوگ اہل دل ہیں اور جن کے قلوب محبت الٰہی اور عشق حقیقی سے مملو ہیں اونہیں کے کلام میں جذب ہوتا ہے اور اونہیں کے کلام سے اہل ذوق کے دل متاثر ہوتے ہیں۔ مثل مشہور ہے "ہر چہ از دل خیزد بر دل ریزد" اور حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے اوس کو بہت ہی پیارے لطیف پیرایہ میں ادا کیا ہے ؎

کہ ہر چہ از جاں فرود آید نشیند لاجرم بر دل

یہی وجہ ہے کہ حضرت خواجہ احمد جام۔ سعدی۔ خسرو۔ حسن دہلوی۔ عراقی۔ حافظ۔ صفائی

کمال خجندی کے کلام ذوق سلیم رکھنے والوں کے دلوں میں تیر کی طرح چبھ جاتے ہیں اور اون کے پڑھنے اور سننے سے جو گہرا اثر دل وجان پر پڑتا ہے اوس کا شائبہ بھی کمال اسمٰعیل اصفہانی ۔ سلمان ساوجی ۔ خواجوے کرمانی ۔ عرفی ۔ نظیری ۔ صائب ۔ طالب آملی کے کلام میں نہیں پایا جاتا حالانکہ یہ سب بزرگ فارسی شاعری کے امام تھے اور شاعری کی حیثیت سے ان اساتذہ کا کلام اس قدر ارفع اور اعلیٰ ہے کہ اون کی لطافت اور خوبیوں اور باریکیوں کو پوری طرح بیان کرنا بھی دشوار ہے ۔ اس کی وجہ صرف یہہ ہے کہ ان کا عشق محض شاعرانہ عشق تھا ۔ اور اون کے معشوق شاعرانہ تخیل کے پیدا کئے ہوئے معشوق تھے ان کی تمام شاعری مجازی تھی حقیقت سے کوئی واسطہ نہیں تھا ۔

حضرت باقر کی شاعری کی کسیقدر تفصیلی کیفیت اس مقالہ کے آخر میں بیان کی جائیگی یہاں صرف اس قدر عرض کیا جاتا ہے کہ اون کو شاعری میں کبھی انہماک نہیں ہوا اور شاعروں کی طرح اونہوں نے اس کا مشغلہ کبھی اختیار نہیں کیا ۔ اون کی غزل گوئی خصوصاً اواخر عمر کی غزل گوئی زیادہ تر اون واردات غیبی کے اظہار کا ذریعہ رہ گئی تھی جو اون کی روح پر اور روح کے قلب پر نازل ہوتی تھیں اور قلب سے بیساختہ زبان قلم پر آکر (شاعری کا مادہ اون میں فطری ہونے کے باعث) اشعار اور غزلوں کا لباس اختیار کر لیتی تھیں ۔ وجدان صحیح اور ذوق سلیم کے ساتھ اگر اون کا دیوان دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ فصاحت بلاغت اور زبان کی سلاست لطافت روانی اور پاکیزگی اور اعلیٰ شاعری کے ساتھ ساتھ اون کا کلام اثر سے کس قدر معمور ہے اور یہہ بھی کسیقدر اندازہ ہو سکیگا کہ عشق اور محبت حقیقی میں وہ کس قدر سرشار اور از خود رفتہ تھے اور عرفان اور تقرب الٰہی کے کس درجہ پر پہنچ چکے تھے اون کے دیوان سے چند اشعار ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں ۔ ممکن ہے کہ اون سے حضرت باقر کی خدا اور رسول اور پیر کے ساتھ

عشق و محبت ۔ انقطاع ماسوی اللہ فنا و بقا ۔ عرفان و تقرب اور مشاہدہ کا کچھ اندازہ ہو سکے

(۱) مرید کے لئے پیر ہادیٔ طریقت ہے اور پیر ہی کی تعلیم اور اوس کی متواتر مسلسل اور غیر منقطع توجہ کی بدولت مرید منزل مقصود اور مطلوب حقیقی تک پہنچتا اور پہنچ سکتا ہے اس لئے مرید کو پیر کی محبت میں انہماک کلی اور اوس کی ذات میں فنائیت تامہ کا حاصل کرنا لازمی ہے حضرت باقر اپنے شیخ کی محبت میں اس قدر سرشار رہتے تھے کہ بمقتضائے من احب شیئاً اکثر من ذکرہ اکثر پیر ہی کا ذکر کیا کرتے تھے اور اونھیں کے فضائل اور محامد بیان کرتے رہتے تھے ۔ اشعار مرقومۃ الذیل سے شیخ کے ساتھ اون کی محبت کا اندازہ ہو سکیگا۔

غیر ازیں ہیچ ندانم نہ بخوانم باقر — اصدق اصدق ہمہ دم ورد زبان است مرا
فیض اصدق بے نیازم ساخت از دنیائے دوں — آنکہ سنگ آستانش کعبۂ دیں ساختند
شاہنشہیست اصدق در ظل کفش پایت — تا ثیر ایں سعادت بال ہما ندارد
ایں ہستی موہوم در ذات تو شد پنہاں — من قطرہ و تو دریا یا پیر قیام اصدق
بخواجہ اصدق از باقر بگوئید — کہ من چشم خود از غیر تو بستم
من فدائے نگہ فیض تو گردم یا شیخ — کہ مس خویش ز اکسیر تو زر ساختہ ام
در طریق عشق باقر چوں نباشم مستقیم — چوں جناب پیر اصدق رہبرے میدشتم
از سر کونین دست افشان شدم — پیر اصدق داد دستم یللے

ان اشعار کے علاوہ دیوان میں چار غزلیں شریک ہیں جو تمامتر پیر کی مدح اور اون کے ساتھ عشق و محبت کے اظہار میں ہیں اون سے پیر میں حضرت باقر کے فنائیت کا اندازہ ہو سکیگا ۔

(۲) حضرت خواجۂ خواجگاں خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ چشتیہ طریقہ کے

امام ہیں۔ حضرت باقر کو اون کی ذات پاک کے ساتھ خاص تعلق تھا دیوان میں تین غزلیں تمامتر اون کی منقبت میں ہیں اور مندرجہ ذیل اشعار بھی ملاحظہ کردنی ہیں۔

خداوندا بفیصم ساز طوف روضۂ خواجہ — بکن زیب جبینم سجدۂ آن آستانے را
شاہا چو توئی معیں بکن دور — از بندہ غم گزندۂ را
یا خواجۂ معیں گہ درد و مصیبتم — برلب بغیر نام تو نام خدا نرفت
اشک ریز آمدہ ام بردرت اے خواجہ معیں — بادل پر غم و با نالہ و آہے عجبے

(۳) حضرت امیر المومنین امام المسلمین اسد اللہ الغالب علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالے عنہ و کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کی ذات پاک صوفیوں کے تمام فیوض و فیضان باطنی اور عرفان الٰہی و مدارج ولایت کا سرچشمہ ہے اون کی اور اون کی اہل بیت و اولاد کی محبت نہ صرف منجانب اللہ و رسولؐ فرض ہے بلکہ صوفیوں کے لئے اضطراری ہے۔ حضرت باقر اون کی اور اہل بیت اطہار کی محبت میں جس قدر از خود رفتہ رہا کرتے تھے اوس کا اندازہ تو ہو نہیں سکتا۔ اون کے عقائد کے بیان میں اون کے چند اشعار نقل کئے گئے ہیں جو اس حقیقت کو کسی قدر ظاہر کر سکیں گے۔

(۴) سب سے بالاتر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت کا درجہ ہے لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من ولدہ ووالدہ والناس اجمعین صوفیوں کے نزدیک یہہ مسئلہ مسلم ہے کہ سالک کو فنا فی اللہ کا درجہ فنا فی الرسول کے بعد ہی حاصل ہو سکتا ہے اور حق سبحانہ و تعالیٰ جل شانہٗ کی ذات پاک کے ساتھ محبت کا دارومدار تمامتر اطاعت رسولؐ اور اتباع سنت نبوی پر ہے قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ۔ حضرت باقر کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عشق و محبت میں جو فنائیت حاصل تھی اوس کا تو اندازہ ہو نہیں سکتا تاہم اون کی دیوان سے

چند شعر یہاں نقل کیے جاتے ہیں:-

تو نی نتیجہ ایجاد و ثمرۂ موجود — کہ جز بذات تو مقصود آفرین نیست
چوں حسن دل افروز تو در جلوہ گری شد — در ملک عجم غلغلہ در عرب افتاد
از داغ غلامی تو شد جبہہ نشا نمند — عشق تو بدل اے شاہی لقب افتاد
قربان جلوۂ تو کہ از پرتو رخت — اینجا ہزار یوسف کنعاں برآمدہ
پوینده در رکاب تو با بانگ طرقوا — جبریل بر تو مروحہ جنباں برآمدہ
دور از تو چہ حال است بہ بین تاب و تب ما — اے سرور عالی نسب اُمّی لقب ما
دورم ز دیار تو مگر سجدہ بسوئیت — پیوستہ بود مشغلۂ روز و شب ما
جا کرد خیال رخت اندر جگر و دل — از عشق تو مملو است دریدہ عصب ما
عطا کن اے خدا آں چشم پاکم — کہ باشد محو دیدار محمدؐ
اگر خواہی مرادِ خویش باقر — بکن ہر لحظہ تکرار محمدؐ
اے خوابۂ ہر دو کون دریاب — بر خاک درت طپندۂ را
جاں میدہد بقالب بیجاں نسیم تو — شرمندہ آب خضر ز خاک سیہ تم تو
تا کے بدوری تو بسوزم بساں شمع — اے من فدائے تہرۂ خلق عظیم تو
یا رسول اللہ چہ دارم تا کنم بر تو نثار — از من مسکیں رسد بر تو درود بے کاشکے
اشتیاق جلوہ ات باد ابجانم سر بلند — داغ محبت در دلم ہر دم فزود بے کاشکے
راحت جانی دہم نور نظر چوں مردمک — جائے تو جانا نہ ام دیدہ بود بے کاشکے
کمترین بندگانت ہست باقر یا نبیؐ — بر درِ تو جبہہ را در سجدہ سود بے کاشکے

ردیف میم میں دیوان کے صفحہ ۱۹۳ پر نعت میں ایک غزل ہے جس کا مطلع یہ ہے:-

صبح ہدایت روئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم شام سعادت موئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت شاہ ظہور الحق قدس اللہ سرہٗ نے ایک خط میں مجھے لکھا کہ حضرت باقر کی یہ غزل جب شائع ہوی لوگوں میں اس قدر مقبول ہوی کہ تمام ضلع گیا اور پٹنہ اور آرہ میں اس کی شہرت ہوگئی اور برسوں لوگوں کے زبان پر رہی اور سماع کی شاید ہی کوئی مجلس ایسی ہوئی ہوگی جسمیں قوال نے یہ غزل نہ گائی ہو۔

(۵) زہد عن الدنیا۔ قناعت۔ رضا و تسلیم اور انقطاع عما سوی اللہ کے متعلق فرماتے ہیں:۔

درمائدہ دولت دنیا کہ حرام است ہرگز نہ بیالائے تو دست و دہنے را
دنیا ہمہ پوچ است و غش پوچ ترا ز پوچ بردار ز دل ایں ہمہ رنج و محنے را
ہر آنچہ خدا داد تواں کرد قناعت در دل ندہی راہ ہوا و ہوسے را
قناعت شیوہ ام باشد توکل خوئے طبع من بہ مسکینی غنی ہستم چہ سازم مال و دولت را
ز فکر ایں و آں بگذر ز حرص و آز شو خالی زدست خویشتن مگذار دکان قناعت را
گوہر مقصود می آید بدستش ہر کسے پا بدامان توکل باقر آسا بشکند
ہر کہ شد با دشہ ملک قناعت باقر خاطر او طرف ملک سلیماں نزود
دست تہی ز زر دل خالی ز دعا خوش دولتے ز بخشش مولا بما رسید
از دل خویش بکن دور تمنا باقر دل آگاہ پے ہیچ تمنا نزود
باید ہر کسے کہ بجوید رضائے حق خود را باو سپارد و محو رضا کند
ز بارگاہ خدا جز خدا مخواہ دگر بیارگاہ خدا گر دعا توانی کرد
اے خوشا آنکس کہ شب را با تو فردا میکند خویش را در انجمن بہر تو تنہا میکند
سیر از سیر دو عالم فارغ از کون و مکان پا بدامان کردہ در کوے تو ما وا میکنم

در بروئے خویشتن بربستہ از ہر دو جہاں — بر مصلّے کردہ جا ذکرِ تو تسبیحا میکند
در تمنائے تماشائے جمالِ روئے تو — خویشتن را خالی از دنیا و عقبیٰ میکند
از عبادت نتواں خواست بجز مرضاتش — خدمت حضرت او بر طمع حور مکن

(۶) ریا اور عجب انسان کی تمام عبادتوں کو بیکار کر دیتا ہے اور دل میں اگر اللہ کے محبت کی چاشنی نہو زہد خشک سے کام نہیں چلتا اور خشک عبادت سے ریا اور عجب اور دوسرے مہلکات میں گرنے کا ہمیشہ اندیشہ رہتا ہے چنانچہ فرماتے ہیں:۔

لاف عرفاں میزنی زاہد تو با عجب و ریا — سوز از آہِ نہانی پردۂ پندار را
ترا بدرگہ حق زاہدا رسائی نیست — اگر ز عجب و ریا در دلت صفائی نیست
دردِ دل عشاق و کجا زہد تو زاہد — ویں درد نباشد چو توئے بلہوسے را
مایلِ پاکی ظاہر چہ توئی اے زاہد — کار با پاکی احوال درون افتادہ است
بتقوی سر برافرازی بزہدِ خشک مینازی — بروز زاہد کہ از تو بوئے عرفانم نمی آید
زاہد از من تو مرنج از نکنم با تو نماز — لائقِ سجدۂ حق نیست وضویم چکنم

(۷) اللہ کا عشق اور اوس کی محبت ہی وہ چیز ہے جو سالک کے تمام خواہشات اور جذبات نفسانی کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے۔ یہی وہ چیز ہے جسکی بدولت انقطاع عماسوی اللہ نصیب ہوتا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جو کونین سے فارغ و مستغنی کر کے سالک کو ہمہ تن حق سبحانہٗ وتعالیٰ جل شانہ کی ذات پاک کی جانب متوجہ کر دیتی ہے یہی وہ چیز ہے جو تمام عبادات کے جملہ تکالیف کے احساس کو فنا کر دیتی ہے۔ یہی وہ چیز ہے جو برق خاطف کی رفتار سے بھی بسکتر عاشق کو کھینچتی ہوئی لیجاتی ہے اور در رب الغرت پر کھڑا کر دیتی ہے اور یہی وہ چیز ہے جو عاشق کو دوام مشاہدہ کے شراب طہور سے ابدالاباد کے لئے مخمور کر دیتی ہے ؎

مست مے ہشیار گردد ازو بود مست حق ناید بخود از نفخ صور

حق تبارک وتعالیٰ نے حضرت باقر کے وجود میں بدو فطرت سے عشق کی آگ بھر دی تھی پیر نے اون کو عشق ہی کے راستہ پر چلایا اور اسی پر چلنے کی وصیت کر گئے ۔ مرقومۃ الذیل اشعار ملاحظہ فرماتے جائیں :۔

چناں از بدو فطرت شد گریباں گیر عشقِ او کہ در طفلی بخواندم قصۂ فرہاد و مجنوں را

بدرسِ عاشقی باقر بمکتب عجائب بحث با استاد میکرد

پرورد ۂ دردیم ندانم اب و عم ما عشق نژادیم مپرس از نسب ما

ذرۂ دردے بدل ناصح زصد تقوی بہاست پند ترکِ عشق از تو با من از نادانی است

من از میخانۂ مے خوردہ ام باقر کہ تا محشر افاقت روئے ننماید زبد مستی خمارش را

کسے کو مست افتادہ است و بیخود در سرِ کویت کجا ممکن کہ روز حشر ہم ہشیار برخیزد

برد اشتن بار عبادت بود آساں آں کیست چو باقر کہ کشد بار محبت

در دردِ دل عشق در جاں نخیزند گل بگلشن در بعماں نخیزند

حامل بارِ محبت کس نبود ایں بلا بر جان انساں نخیزند

شہرۂ حسن رخت شد ز سمک تا سماک طنطنۂ عشق من عالم امکاں گرفت

بسیار مشکل است سلوک طریق عشق سالک بہوش رو کہ دریں رہ خطر بسست

در رہِ عشق ندانستہ نہاد ند قدم کیست آنکس کہ دریں راہ خبردار آمد

بکوئے عشق باقر بیگانہ ہے نے زخود رفتم برنگِ کاہ سوئے خود کشد بیجادۂ عشقم

گرچہ بے جذبۂ او تا در دلش نرسی تو دریغ از طلبش تا حد مقدور مکن

عقل بیچارہ نہاں بود پس پردہ ہنوز عشق سفاک بجا نہا علم افراخت دریغ

از دلِ زار چہ پرسی کہ چگونہ است ترا مائلِ صورتِ بیچون و چگوں افتادہ است
براہ تو مہ من شد چناں عدم باقر نماند ہیچ از و جز کف غبار از تو

(۸) صبح خیزی اور شب بیداری کے فضائل عجیب و غریب پیرایہ میں بیان فرما کر ترغیب دیتے ہیں:۔

چہ میخپی دلِ شب جلوۂ حق را تماشا کن بہشیاری سرِ پائے بزن ایں خوابِ غفلت را
کہ شبہا نورِ حق بینی بہ بیداری و ہشیاری مدہ در چشمِ خود جا مستِ غفلت خوابِ غفلت را
ہر سعادتہا کہ خواہی زیرِ دامانِ وے است تا توانی کوش شبہا در پئے تسخیرِ صبح
صبحدم بیدار شو از خواب تا آری بجا از تہِ دل حرمت روئے سپید پیرِ صبح

(۹) اولیا اور صدیقین کی محبت کیمیا کا اثر رکھتی ہے۔ انھیں کی توجہ اور فیض صحبت سے آدمی معمولی انسان سے انسان کامل ہو جاتا ہے۔ ان کی صحبت کے اختیار کرنے کا حکم محکم ہمکو خود جناب باری عز اسمہ نے دیا ہے یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوْنُوا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ متفرق احادیث میں بھی اس کی تاکید آئی ہے۔ اولیا چونکہ انبیا کے متبع ہیں اور علی قدر مراتب اون کی صفات سے متصف ہیں اس لئے اون کی موت ظاہری کے بعد بھی اگر طالب کوشش کرے اون کے ارواح پاک کے فیضان سے مستفید ہو سکتا ہے۔ حضرت باقر فرماتے ہیں:۔

بیا و سر بپا انداز پیرانِ طریقت را نگاہِ گرم پاکاں قلب را کیسر میسازد
از ایں ہمتِ شاں ہر مشکل است آساں دستِ طلب بذیلِ صاحبدلاں تواں زد
روشنیِ اہلِ دل ہرگز نماند در لباس شمع نورِ خویش در فانوس چوں پنہاں کند
ببوس تربتِ پاکاں ز صدق و ہمت خواہ کہ زیرِ خاک رفتند و فیضہا باقیست

(۱۰) سفر در وطن اور خلوت در انجمن کا مفہوم کس خوبی سے ذیل کے تین شعروں میں ادا کیا گیا ہے:۔

خیال جلوۂ روئے تو میبرد از خویش — سفر ہمیشہ مرا از تو در وطن پیدا است
بے زحمت رفتار کند سیر دو عالم — باقر بوطن ہر کہ سفر داشتہ باشد
چو غیر حق نبود در دلِ شکستہ چہ دور — سفر بخلوت و خلوت در انجمن باشد

(۱۱) ظہور ذات مطلق از پردۂ کائنات - لا موجود الا اللہ - فنا و بقا۔

جمالِ آفتابت شد بذراتِ جہاں روشن — بروئے خوبرویاں جلوہ داری خود نمائی را
دیدم نہ عارضِ تو و ہستی تو برملا — از غایتِ ظہور بماندی تو در خفا
اے حسن پردہ پوش کنم محو جلوہ ات — فارغ شویم تا ز تماشائے ما سوا
بخواں علم وجود او بہر کلی و ہر جزوی — بہ بیں ترکیبِ صنع او بہر تعریف و تنکیرے
در کون و مکان نیست بجز روئے تو دیگر — یک ذات تو حق است دگر غیر تو باطل
در ہمہ کائنات و ہر موجود — جلوہ فرما جمال صورت اوست
اے گنج مخفیم ز ظہورِ تو سوختم — غیبت نشان من ز حضورِ تو سوختم
ہر کہ دانست غیر حق موجود — رحم بر فہم و بر فراست اوست
ندارد وجودے کسے جز وجودت — یکے ہست ذاتت بری از دوئی تو
جز یکے نبود میانِ وحدت و کثرت وجود — چوں کسے عینیتِ گرداب و دریا بگسند
نباشد ہیچ ممکن را وجودے غیر حق باقر — کشا چشمِ حقیقت بیں یکے داں موج و دریا را
ذات حق چوں بفنا عین وجودت گردد — ہر بنِ موئے تنِ تو لبِ منصور شود
ز دل نقشِ دوئی شستم دوئی محو یکے دیدم — فنا در ذات او گشتم ز یاد ما سوا رفتم
فانی شدہ ام بذات پاکش — من یاد ز ما سوا ندارم

(۱۲) معرفت اور تقرب الٰہی اور مشاہدۂ تجلیات صفاتی و ذاتی :-

شہودم در شہادت شد ورا اندر ورا بودم
اسیر بندگی اینجا شدم آنجا خدا بودم

بری از بیم و فارغ از رجا بودم خوشا حالم
مرا و منزہ ہم ز تسلیم و رضا بودم

تو بخلوتگہ دلہائے حزیں جلوہ فروش
طالب روئے تو در دیر و حرم میگردد

میان ما و او قرب و بعد سے بوالعجب باشد
کہ من دورم از و لیکن او با شد قریب من

بجان یار است و در دل یار و من دور از وصال او
کہ باشد تا از و پرسیم شرح این معما را

تمام جلوہ و من محو حیرتم کہ کدام
میانۂ من و دلدار حایل افتادہ است

من با تو ام قریب تو ہم شو قریب من
از غیب گوش کرد دلم این خطاب را

کدامی کاروان می آید اے دل
بروں شو گوش بر بانگ جرس کن

از دور رسیم تو نشاں میدہد از تو
در قافلہات حاجت بانگ جرسے نیست

در کون و مکان ہست فروغش کہ ندیدم
بے جلوۂ او خلوت و ہم انجمنے را

ندانم جز بذات تو نہ بینم جز جمال تو
بغیر از جلوۂ رویت نہ آید در نظر مارا

در وصل ہم نکرد جدا پردۂ نقاب
در بر کشیدہ خواستم عریاں شود نشد

ظلمت سرائے من شدہ روشن شب وصال
برداشتی چو از رخ روشن نقاب را

باقر نہ حد تست تماشائے او مدام
گر بنگری جمال رخش یک نظر بس است

در شب وصل بہ آغوش خود از شدت شوق
تنگ بگرفت چنانم کہ گریبانم سوخت

تجلی گاہ ایمن شد ز نورش کلبۂ تارم
بگاہ وصل در آغوش چوں آں یار عریاں شد

نیاید بچشم بجز جلوۂ تو
بہر جا بہر سو کہ بینم توئی تو

بہوش آمدم چوں ز غفلت بدیدم
کہ ہستی در آغوش و در پہلوئی تو

چساں بنگرد جز بسوئے تو باقر
بروں از جہانی و در ہر سوئی تو

ہرگز بدو چشم نکند جلوہ بجز دوست ہر سو نگرستیم خدا بود خدا بود

عربی میں ایک مثل بہت مشہور ہے کل اناء یترشح بما فیہ اور فارسی میں بھی اوس کا ترجمہ زباں زد خاص و عام ہے ؎

از کوزہ ہماں ترا ود کہ دروست

اون اشعار میں جو نقل کئے گئے اگر محض شاعرانہ تخیل کا اظہار نہیں ہے بلکہ اون حالات اور واردات غیبی کا اضطراری اظہار ہے جو حضرت باقر کے جان و دل پر طاری اور نازل ہوتی رہیں تو اون سے اور خصوصاً آخر کے تیرہ چودہ اشعار سے پتہ ملتا ہے عرفان اور قرب الٰہی میں اون کی تدریجی ترقی کے اوس بلندی مرتبہ کا جہاں پہنچکر سالک واصل کو مشاہدۂ ذات اور دید ہی دیدہ رہ جاتی ہے ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَاءُ ؎

ایں دولت سرمد ہمہ کس را ندہند

یہاں تک رسائی بہت کم لوگوں کو نصیب ہوتی ہے اور ایسے واصلین کی خمیر ہی کچھ دوسرے قسم کی ہوتی ہے ؎

طینت جام جم از جوہر کان دگر است تو توقع زگل کوزہ گراں میداری

حضرت باقر غلبۂ حال سے کبھی مغلوب نہیں ہوئے اور شطحیات کے قسم میں سے کوئی بات اون کی زبان سے کبھی نہیں نکلی۔ سماع کی عام مجلسوں میں وہ شریک نہیں ہوا کرتے تھے اس لئے کہ اون کے پیر کی مجلسوں میں جن شرائط کی پابندی ہوا کرتی تھی اور جن کو وہ نہایت ضروری خیال کرتے تھے وہ پابندیاں دوسری جگہ ملحوظ نہیں رکھی جاتی تھیں لیکن اپنے گھر پر تنہائی میں یا خاص خاص دوستوں کے ساتھ سماع سن لیا کرتے تھے۔ اثنائے سماع میں میں نے دیکھا ہے کہ بعض وقت اون پر نہایت شدید حالت طاری

ہوجاتی تھی ۔ اوس وقت اون کی آنکھیں سُرخ ہوجاتی تھیں اور چہرہ چمکنے لگتا تھا ۔ داڑھی اور سر کے بال کھڑے ہوجاتے تھے ۔ اور سینہ سے سنسناہٹ جیسی خفیف آواز سنائی دیتی تھی ۔ اور کبھی کبھی اس قدر آنسو جاری ہوتا تھا کہ داڑھی بھیگ جاتی تھی لیکن اس حالت میں بھی اون کو جنبش نہیں ہوتی تھی اور دو زانو بیٹھے ہی رہ جاتے تھے ؎

بر کفے جام شریعت بر کفے سندان عشق ہر ہوسناکے ندا ند جام و سنداں باختن

حضرت باقر نے اپنے حال کو بہت شدت سے چھپایا ۔ پیر کے علاوہ اگر اون کے عرفاں اور تقرب الٰہی سے کچھ واقفیت کسی کو ہوسکی تو صرف حضرت شاہ ظہور الحق قدس سرہٗ اور حضرت ملا محمد عمر سرمست رحمۃ اللہ علیہ کو ۔ اونھوں نے کتمان حال میں اس قدر مبالغہ کیا تھا کہ بجز معدودے چند خاص خاص پیر بھائیوں کے کسی کو یہ بھی معلوم نہوا کہ اون کو سلسلۂ علیہ چشتیہ اور سلسلہ علیہ قادریہ میں خلافت بھی تھی ۔ تمام عمر اونھوں نے کسی کو مرید نہیں کیا ۔ اون سے جو احباب ملنے آتے اون کی صحبتوں میں اپنے پیر کا ذکر تو بہت زیادہ کرتے تھے لیکن فقر و درویشی ۔ زہد و قناعت ۔ قبض و بسط ۔ عشق و محبت فنا و بقا ۔ مکاشفہ و مشاہدہ وغیرہ ان چیزوں کا تو نام بھی کسی کے سامنے اون کی زبان پر نہیں آتا تھا ۔ اون کی اس ضبط کو دیکھ کر مجھے حضرت میر سادات حسینی علیہ الرحمہ کا عجیب و غریب مقولہ جو اونھوں نے نزہتہ الارواح میں لکھا ہے یاد آیا کرتا تھا اور اب بھی یاد آجاتا ہے

"سخن عشق دیگر است و عشق سخن دیگر ہر کہ دانست نگفت و آنکہ نداند گفت"

کاملین کی اس کیفیت کو حضرت شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے کس خوبی سے ادا کیا ہے ؎

اے مرغ سحر عشق ز پروانہ بیاموز کاں سوختہ را جاں شد و آواز نیامد

ایں مدعیاں در طلبش بیخبر اند کا نرا کہ خبر شد خبرش باز نیامد

خطیب بغدادیؒ نے تاریخ بغداد میں ایک حدیث روایت کی ہے من عشق فکتم وعف فمات فھو شہید۔ اس حدیث کو پیش نظر رکھئے اور حضرت باقر کے حالات کو اوس سے مقابلہ کیجئے اور دیکھئے کہ شاہ شہید المحبت چشتی کا خطاب جو عطائے خلافت کے وقت اون کے پیر نے دیا کس قدر صحیح اور کس قدر اون کے حسب حال تھا۔

حضرت باقر کی اولاد

حضرت باقر علیہ الرحمۃ کی پہلی شادی ۱۲۵۴ھ میں جب اون کی عمر سترہ سال کی تھی موضع غربتی چک (ضلع گیا) کے بلخی سادات کے خاندان میں ہوی۔ وہ بیوی نہایت نیک متقی پرہیزگار عابدہ زاہدہ تھیں مگر ان کی عمر نے وفا نہیں کیا اور ۱۱ شوال المکرم ۱۲۶۸ھ کو پیرگنج میں وہ رحلت کر گئیں۔ حضرت باقر کی والدہ ماجدہ ان بہو کو چونکہ بیحد عزیز رکھتی تھیں اس لئے اپنے شوہر حضرت سید شاہ وارث علی قدس سرہٗ کے قبر کے شرقی جانب اور اوس کے متصل خود اپنی قبر کے لئے جگہ چھوڑ کر اون کو دفن کرایا۔ ان حرم سے حضرت باقر کو کوئی اولاد زندہ نہیں رہی۔ اون کے انتقال سے دو ڈھائی سال کے بعد حضرت باقر نے اون کی چھوٹی ہمشیر سے عقد کیا ان سے بہت اولاد ہوئی لیکن حضرت باقر کے انتقال کے وقت صرف دو لڑکیاں زندہ رہیں ان میں بڑی صاحبزادی بیوہ تھیں اور اون کی اولاد بھی سب فوت ہو چکی تھی۔ ان کے انتقال کو دس گیارہ سال ہوے۔ دوسری صاحبزادی کی شادی پٹنہ کے قریب موضع شہباز پور میں وہاں کے زمیندار سید عبد المجید صاحب مرحوم سے ہوی تھی۔ یہ صاحبزادی بقید حیات ہیں اور اون کے سب فرزند برسرکار ہیں۔ حضرت باقر کا تیسرا نکاح شیخ امیر اللہ صدیقی علیہ الرحمۃ کی بھتیجی سے ہوا۔ یہ بزرگ بھرائچ کے رہنے والے تھے اور راجہ صاحب نان پارہ کے دربار میں ملازم اور اون کی تمام جائداد اور اون کی ریاست کے منیجر تھے ۱۸۵۷ء کے غدر کے زمانہ میں اون کا نان پارہ میں انتقال ہوا۔ راجہ صاحب چونکہ اون کی بہت قدر کرتے تھے اور اون کو بہت عزیز

رکھتے تھے اور شاید کچھ معتقد بھی تھے اس لئے اون کی قبر کی تعمیر اہتمام سے کی اور اپنی جائداد میں سے کچھ زمیں اوس مزار کی خدمت کے لئے وقف کردی۔ اون کی صاحبزادی پہلے ہی سے یسیر ہو چکی تھیں۔ اب یتیم ہونے کے بعد شیخ امیر اللہ صدیقی علیہ الرحمہ کے بعض عزیزوں نے اون کو آغوش پرورش میں لیا۔ چار پانچ سال کے بعد راجہ صاحب نان پارہ کا انتقال ہوگیا۔ اور زمانہ کی نامساعدت کے باعث شیخ صاحب مرحوم کے متوسلین کو نان پارہ چھوڑنا پڑا اور تلاش روزگار میں سفر کرتے ہوئے کسی طرح یہ لوگ آرہ چلے آئے۔ حضرت باقر نے شیخ صاحب علیہ الرحمہ کی صاحبزادی سے نکاح کیا وہ بقید حیات ہیں اور اب اون کی عمر تریاسی ۸۳ سال کی ہے۔

تیسری حرم سے حضرت باقر کو پانچ بیٹے اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں دو لڑکے ایک ایک سال کی عمر کے اندر ہی قضا کر گئے اور بڑی لڑکی نے چودہ سال کی عمر میں ۱۹ صفر ۱۳۰۸ھ کو قضا کیا۔ حضرت باقر کی رحلت کے بعد تین بیٹے اور ایک بیٹی باقی رہیں۔ سب میں بڑا یہہ خاکسار ہے۔ روڑکی کالج سے سول انجینیرنگ کی امتحان میں شوال ۱۳۱۳ھ (مارچ ۱۸۹۶ء) میں کامیاب ہوکر ماہ ذی قعدہ ۱۳۱۳ھ (اپریل ۱۸۹۶ء) میں گورنمنٹ آف انڈیا کے سررشتہ ریلوے میں ملازم ہوکر نارتھ ویسٹرن ریلوے میں مامور ہوا اور پنجاب اور سندھ میں ایک سال کام کرنے کے بعد ماہ ذی الحجہ ۱۳۱۴ھ (مئی ۱۸۹۷ء) میں گورنمنٹ حیدرآباد کے ساتھ ایک معاہدہ کی بنا پر حیدرآباد آیا اور سرکار عالی کی ملازمت میں داخل ہوا۔ اکتیس ۳۱ سال سے کچھ زیادہ دنوں ملازمت کرنے کے بعد چیف انجینیری اور معتمدی اور نظامت تعمیرات کی خدمتوں کو انجام دیکر محرم ۱۳۴۷ھ (جولائی ۱۹۲۸ء) میں پنشن لیکر خدمت سے سبکدوش ہوا۔ خاکسار کی اب مستقل سکونت حیدرآباد میں ہے اور سب فرزند بھی

گورنمنٹ حیدرآباد میں مامور بکار ہیں۔

حضرت باقر کے دوسرے فرزند مجھ سے چھوٹے بھائی خان بہادر مولوی سید عبدالصمد صاحب ہیں۔ پٹنہ کالج سے بی۔ اے میں کامیاب ہونے کے بعد ۱۹۰۱ء میں مقابلہ کے امتحان میں کامیاب ہوکر ڈپٹی کلکٹر مقرر ہوئے۔ ڈھاکہ۔ ہوڑا۔ گیا اور بھاگل پور کے اضلاع میں سب ڈویژنل افسری کا کام کرنے کے بعد ضلع مظفرپور کے مستقر پر سینیر ڈپٹی کلکٹر مامور ہوئے اور اب پانچ سال کے قریب ہوئے کہ پنشن لیکر پٹنہ میں سکونت اختیار کی ہے اور اون کے سب فرزند بھی پٹنہ ہی میں ہیں۔ حضرت باقر کے تیسرے فرزند ڈاکٹر سید عبدالکریم ہیں ان کا تاریخی نام سید آغا حیدر (۱۲۹۸ھ) ہے لیکن عبدالکریم کے نام سے مشہور ہیں۔ اکٹبر میں ڈاکٹری کی تعلیم حاصل کرکے گورنمنٹ میڈیکل ڈپارٹمنٹ میں ۱۹۰۹ء میں مامور ہوئے اور آسام بھیجے گئے اوس کے بعد ڈھاکہ آئے پھر دس بارہ سال تک پٹنہ کے میڈیکل کالج میں اناٹومی کے پروفیسر رہے۔ اب آرہ میں خانگی طور پر مطب کرتے ہیں۔ حضرت باقر کی اولاد میں سب میں چھوٹی ایک لڑکی تھی جس کی شادی آرہ میں حافظ محمد سلیم صاحب سے ہوئی تھی اوس نے دو لڑکے اور دو لڑکیاں چھوڑکر ۳۰ ربیع الثانی ۱۳۳۳ھ کو پٹنہ میں انتقال کیا۔

حضرت باقر کی رحلت

حضرت باقر کے متعلقین کی مستقل سکونت چونکہ آرہ میں تھی اس لئے ۱۸۸۹ء میں پنشن لینے کے بعد وہ بھی آرہ ہی میں سکونت پذیر ہوئے اون کے عزیز و اقربا چونکہ پیرنگ اور گیا میں تھے اس لئے وہ کبھی کبھی وہاں تشریف لیجاتے تھے اور کچھ دنوں کے بعد آرہ واپس چلے آتے تھے۔ رحلت سے چار پانچ سال قبل سے اون کی صحت خراب ہونی شروع ہوی۔ کبھی کبھی بخار آجایا کرتا اکثر قبض رہتا اور کبھی کبھی شدید اسہال ہوجایا کرتا تھا۔

ان علالتوں کے باعث وہ جلد جلد کمزور ہوتے گئے۔ میں جب سے حیدرآباد آیا میرا معمول رہا کہ سال میں کم از کم ایک بار ضرور آرہ جاکر اون کی قدمبوسی سے مشرف ہوا کرتا تھا۔ رحلت سے چار سال قبل سے اون کا یہ معمول ہوگیا تھا کہ جب میں اون کی خدمت میں حاضر ہوتا اور جتنے روز حاضر رہتا وہ تقریباً روزانہ یہ فرمایا کرتے کہ "میرا وقت بہت قریب آگیا ہے اور افسوس یہ ہے کہ میرے آخر وقت نہ تم میرے پاس موجود ہوگے اور نہ تمہارے دونوں بھائیوں میں سے کوئی" اور یہ بھی فرمایا کرتے کہ "میں چاہتا ہوں کہ اپنی والدہ کے قبر کے متصل (یعنی والدہ اور پہلی بیوی کے قبروں کے درمیان) دفن ہوں لیکن لوگ کہتے ہیں کہ جگہ نہیں ہے۔ دیکھئے شاید اللہ میری قبر کے لئے جگہ نکال دے"۔ محرم ۱۳۲۶ھ (فروری ۱۹۰۸ء) میں جب میں آرہ گیا اور حضرت والد قدس سرہ کی قدمبوسی سے مشرف ہوا (یہ میری آخری قدمبوسی تھی اس لئے کہ اس کے چند ماہ بعد ہی اون کی رحلت واقع ہوی) تقریباً روزانہ یہ دونوں باتیں فرمایا کرتے۔ ایک روز کہتے کہتے فرمایا کہ "سب ہی لوگ کہتے ہیں کہ دونوں قبروں کے درمیان میرے لئے قبر کی جگہ نہیں نکلے گی لیکن کیا ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ مرنے کے بعد بھی میری ماں مجھے گود میں نہ لینگی"۔

میری الہنانہ کی شدید اور طویل علالت کے باعث میری والدہ ماجدہ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ (مئی ۱۹۰۸ء) میں حیدرآباد تشریف لے آئی تھیں اور آرہ میں گھر پر حضرت باقر کی خدمت کے لئے صرف میری چھوٹی ہمشیر تھی۔ جمادی الثانی میں اون کی صحت کی حالت معمولی تھی اور علالت کے قسم کوئی غیر معمولی بات پیش نہیں آئی تھی کہ ۲۱۔ جمادی الثانی ۱۳۲۶ھ (۲۱۔ جولائی ۱۹۰۸ء) سہ شنبہ کے روز صبح کو وظائف وغیرہ سے فراغت کرکے اپنے ملازم مرزا تصور حسین کو حکم دیا کہ جلد بستر باندھ کر کرایہ کی سواری لے آئیں اور میری ہمشیر کو بلایا اور فرمایا "مجھے گیا جانے کی یکایک بہت شدید اور فوری ضروریات پیش آگئی ہے اور گاڑی کا وقت قریب ہے اس لئے اسٹیشن جارہا ہوں۔ تم

اطمینان سے گھر میں رہو اور ہرگز پریشان نہ ہو جیو"۔ یہ فرما کر اوس کو اپنے قریب بٹھایا اور اوس کے سر پر ہاتھ رکھ کر بہت دیر تک دعائیں دیتے رہے۔ مرزا تصور حسین گاڑی لے آئے اور وہ لڑکی کو دعا دیتے ہوئے اسٹیشن روانہ ہو گئے۔

اوسی روز شام سے پہلے وہ گیا پہنچ گئے۔ اون کے حقیقی بھانجے مولوی سید شاہ محمد اکرم علیہ الرحمہ کے فرزند مولوی سید محمد شاہ صاحب مرحوم کو اطلاع ہوئی وہ فوراً حاضر ہو کر قدمبوسی سے اور تمام ضروریات کا انتظام کر دیا۔ چہارشنبہ کے روز اون کا مزاج اچھا رہا۔ اعزہ و احباب کو اون کے آنے کی خبر ہوتی گئی تمام دن لوگ آتے رہے اور اون سے ملتے رہے۔ چہارشنبہ کا دن گزرنے کے بعد شب پنجشنبہ کو پچھلی رات کو اونھیں اسہال شروع ہوا دوپہر تک حالت بہت خراب ہو گئی مولوی محمد شاہ مرحوم نے اور دوسروں نے بھی ڈاکٹر کو بلانے کی بار بار اجازت طلب کی۔ لیکن وہ کسی طرح راضی نہیں ہوئے اور علاج سے قطعی انکار کیا۔ شام کے وقت مولوی محمد شاہ کو فرمایا۔ "دیکھو محمد شاہ میرا جنازہ ضرور پیر بگہہ بھیج دیجیو اور میری والدہ کے قبر کے متصل مجھے دفن کیجیو"۔ ایک صاحب نے جو وہاں موجود تھے کہا کہ "حضور وہاں قبر کی جگہ نہیں ہے" اس پر برہم ہو کر فرمایا "جا کر دیکھو تو سہی خواہ مخواہ کہے جاتے ہو کہ جگہ نہیں ہے جگہ نہیں ہے"۔ پھر مولوی محمد شاہ صاحب کو نہایت تاکید سے فرمایا "خبردار ہرگز دوسری جگہ مجھے دفن ہونے دیجیو" اونھوں نے کہا "بسر و چشم" اور سب لوگ خاموش ہو گئے۔

حضرت باقر نے ظہر کی نماز تو کسی طرح بیٹھ کر پڑھی لیکن اوس کے بعد طاقت بالکل زائل ہو گئی عصر، مغرب اور عشا کے وقت حاضرین نے اون کو وضو کرایا اور یہ تینوں نمازیں اونھوں نے لیٹے لیٹے پڑھیں۔ گیارہ بجے شب تک طاقت بالکل زائل ہو گئی اور ہاتھ پاؤں میں جنبش کی بھی قدرت باقی نہیں رہی اور گویائی کی طاقت بھی بہت ہی کم رہ گئی۔ اوس وقت اونھوں نے

مولوی محمد شاہ صاحب مرحوم کو کہا "فرزند تم ذی علم اور سمجھ دار ہو۔ کسی کا کہنا نہ سنو مجھے اس بستر سے اوٹھا کر تخت پر لٹا دو اور مسنون طریقہ پر اچھی طرح غسل دیدو تا کہ میں اپنے رب کے سامنے ہر طرح طاہر ہو کر جاؤں" لوگ نہایت حیران ہوے لیکن محمد شاہ صاحب نے حکم کی تعمیل کی۔ گرم پانی موجود تھا اون کو نہایت اچھی طرح نہلایا اور دھویا ہوا ایک کرتا اور ایک پاجامہ جو اون کے ہمراہ آرہ سے گیا تھا اونھیں پہنایا گیا اور ایک پلنگ پر وہ قبلہ رو لٹا دئے گئے اور اب اسہال بالکل بند ہو گیا۔ محمد شاہ مرحوم اور دو تین اعزہ تو موجود رہے باقی سب عزیزوں اور دوستوں کو حضرت باقر نے رخصت کر دیا اور فرمادیا کہ "اب آدھی رات ہو چکی آپ لوگ کل آئیگا" نیم شب ہونے کے بعد اونھوں نے لیٹے لیٹے اشارہ سے تہجد کی پوری بارہ رکعتیں نماز ادا کیں اور متوجہ الی القلب ہو کر ساکت ہو گئے۔ دو بجے کے قریب اون کے قلب سے ذکر جاری ہو گیا تھوڑی دیر کے بعد پھر خاموش ہو گئے۔ اسی حالت میں دو اور تین بجنے کے درمیان یکایک وہ متبسم ہوے اور جان بحق تسلیم ہوے وکان ذلك فی لیلة الجمعة اربع وعشرین من شهر جمادی الاخرة ۱۳۲۶ھ (۲۴ جولائی ۱۹۰۸ء)

اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَیْهِ رٰجِعُوْن ؕ

شب رحلت ہم از بستر روم بر قصر حور العیں — اگر در وقت جاں دادن تو باشی شمع بالینم
بچہ ناز رفتہ باشد ز جہاں نیاز مندے — کہ بوقت جاں سپردن بسرش رسیدہ باشی

مولوی محمد شاہ مرحوم نے تجہیز و تکفین کا انتظام کیا اور غسل میں خود شریک رہے۔ حضرت باقر کا جسم غسل کے وقت بھی نہایت نرم تھا جمعہ کا دن تھا۔ جنازہ گیا کی جامع مسجد پہنچایا گیا اور نماز جمعہ کے بعد جنازہ کی نماز بہت بڑی جماعت کے ساتھ ادا کی گئی۔ ابھی تک شہر میں اور اطراف کے مواضعات میں اون کی رحلت کی خبر پوری طرح شائع نہیں ہوی تھی۔ جمعہ کی نماز

کے بعد سرعت سے یہ خبر پھیلی اور خاص شہر کے اور اطراف کے مواضعات (مثلاً آبگلہ وغیرہ) کے لوگوں کا اژدحام شروع ہوا۔ نماز جمعہ کے بعد جنازہ کو پیر بگہہ روانہ کرنے کا انتظام کیا گیا تھا لیکن اوسکو رُوکنا پڑا۔ ساڑھے تین بجے تقریباً چار ہزار آدمیوں کی جماعت سے اون کے جنازہ کی نماز تکرار ادا کی گئی۔ اوس کے بعد جنازہ پیر بگہہ روانہ کیا گیا۔ عصر اور مغرب کے درمیان وہاں پہنچا۔ پیر بگہہ کے قرب وجوار کے مواضعات میں اطلاع ہوچکی تھی اور دو ڈھائی ہزار کا مجمع موجود تھا۔ قبل مغرب تیسری بار جنازہ کی نماز ادا کی گئی۔ مولوی محمد شاہ صاحب مرحوم نے قبر کے متعلق حضرت باقر کا حکم پیر بگہہ کے اعزہ کے پاس بھیجدیا تھا پہلے تو سب کو حیرت ہوی آخر جب جاکر دیکھا تو نظر آیا کہ اون کی والدہ اور بیوی کی قبروں کے درمیان ایک قبر کے لئے کافی جگہ موجود ہے چنانچہ وہاں قبر کھودی گئی اور تیسری بار نماز جنازہ پڑھے جانے کے بعد مغرب کی نماز پڑھ کر لوگوں نے اوس سلطان اقلیم سخنوری کو جس کا مثل فارسی زبان کا شاعر ہندوستان نے کم پیدا کیا ہے اور اوس شہید محبت الٰہی کو جو معشوق حقیقی کی عشق میں جلا اور خاکستر ہوا اور کبھی اُف تک نہیں کیا سپرد خاک کردیا۔ باطن میں کشتۂ محبت الٰہی تھے اور ظاہر میں مبطون ہوکر اونھوں نے رحلت کی اس لئے ظاہر اور باطن دونوں میں شہادت کے درجہ عظمیٰ سے فائز ہوے۔ رحلت بھی شب جمعہ کو ہوی اور تین تین بار نماز جنازہ ادا کی گئی

ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَّشَآءُ ـــــ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ط بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۔ حق سُبحانہ وتعالیٰ نے اون کو اعلیٰ علیین میں جگہ دی اور اوس کی رحمت کی بارش اون کی قبر پر مسلسل قیامت تک ہوتی رہیگی اور طالب کے لئے اون کا فیضان برابر جاری رہیگا ؎

بر سر تربت ما چوں گزری ہمت خواہ کہ زیارتگہہ رندان جہاں خواہد بود

وہ خود بھی فرما گئے ہیں اور بالکل صحیح کہہ گئے ہیں ؎

بہ بوس تربت پاکاں ز صدق و ہمت خواہ کہ زیر خاک بر فتند و فیضہا باقیست

حضرت باقر کی رحلت کے وقت اون کے چھوٹے فرزند ڈاکٹر سید عبدالکریم اڈنبرا میں زیر تعلیم تھے۔ اون کے دوسرے فرزند مولوی سید عبدالصمد ہوڑا میں ڈپٹی کلکٹر تھے اور چند روز پیشتر گورنمنٹ بنگال نے گیا پر اون کے تبادلہ کا حکم جاری کر دیا تھا۔ رحلت کے روز حضرت باقر کو اس تبادلہ کی خبر کی گئی وہ خوش ہوئے اور عبدالصمد کو دعائیں دیں لیکن وہ رحلت سے آٹھ دس روز کے بعد متبدل ہو کر گیا آسکے۔ میں اوس زمانہ میں ضلع گلبرگہ شریف میں دورہ پر تھا اور اس حادثہ کی اطلاع مجھے ٹانڈور میں ہوی۔ میری والدہ میرے یہاں حیدرآباد میں تشریف رکھتی تھیں۔ حضرت باقر فرمایا کرتے تھے کہ "میرے آخر وقت میں تم میں سے کوئی میرے پاس نہیں ہوگا" وہی ہوا۔

حضرت باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے جنازہ کے متعلق میں نے ایک عجیب واقعہ مولوی سید محمد شاہ مرحوم سے اور جناب بھائی سید محمد حسینی[1] صاحب مدظلہم سے اور بھی دو تین دوسرے ثقہ آدمیوں سے سنا کہ جب گھر سے جنازہ جامع مسجد لیجانے کے لئے باہر نکالا گیا یکایک نہایت لحیم شحیم قدآور تنومند اور نہایت صبیح اللون چار شخص کابلیوں کے شکل و شمائل کے اور نہایت سفید کابلی لباس میں آئے اور جنازہ کو اوٹھا لیا۔ جامع مسجد تک تمام راستہ وہی چار شخص لے گئے اور کسی کو اوٹھانے نہیں دیا۔ جنازہ کی مشایعت میں جو لوگ ہمراہ تھے

---

[1] مولوی سید محمد حسینی صاحب موضع شاہو بگہ ضلع گیا کے رہنے والے ہیں راقم سے اون کی عزیز داری ہے۔ اور رشتہ میں وہ راقم کے بھائی ہیں۔ حضرت باقر علیہ الرحمہ کے ہمراہ مدتوں وہ آرہ میں رہے اور اون کی رحلت کے وقت وہ گیا میں موجود تھے۔ اون کی عمر اب تقریباً نوے سال کی ہے اور قویٰ کی معذوری کے وجہ سے اب گھر ہی پر رہتے ہیں۔

اوتیس اطراف سے صرف پلنگ کی پٹیوں کو ہاتھ لگانے پر قناعت کرنی پڑی۔ جامع مسجد پہنچکر جنازہ کے پلنگ کے چاروں جانب وہ لوگ کھڑے ہوگئے۔ کسی کو اوس کی جانب پیٹھ کرکے کھڑا ہونے نہیں دیتے تھے اور اگر جنازہ کے قریب کوئی شخص دوسرے سے باتیں شروع کرتا تو وہ بڑی بڑی آنکھیں دکھا کر اشارہ سے منع کرتے لوگ ڈر جاتے اور خاموش ہوجاتے۔ یہ لوگ اوس وقت تک اسی طرح موجود رہے جب تک جنازہ کی دوبارہ نماز پڑھی گئی اور وہ نوں بار خود بھی ان لوگوں نے نماز پڑھی۔ جنازہ جس وقت پیر بگہ روانہ کیا گیا اوس وقت یہ لوگ چلے گئے۔ اس کے قبل نہ کسی نے ان لوگوں کو گیا میں دیکھا تھا اور نہ اس کے بعد وہ کہیں نظر آئے اور کچھ معلوم نہیں ہوسکا کہ وہ کون تھے کہاں سے آئے تھے اور کہاں گئے۔ اون کی ہیبت اس قدر تھی کہ اون سے کوئی شخص کچھ دریافت نہ کرسکا۔

شاہ عبدالعزیز صاحب آزاد

حضرت باقر علیہ الرحمہ کے سوانح حیات کو ختم کرتا ہوں اور اب اون کی شاعری کے متعلق کچھ عرض کروں گا۔ لیکن اوس سے قبل میں اپنے ایک نہایت محترم عزیز کی سوانح حیات کو نہایت اختصار سے بیان کردینا چاہتا ہوں۔ اس لئے کہ وہ حضرت باقر کے شاگرد رشید ہیں اور اون کا ذکر حضرت باقر کی شاعری کے ضمن میں جابجا آئیگا۔ اون سے مجھے بعض بہت مفید باتیں معلوم ہوئیں اور دیوان کے متعلق بھی مجھے اون سے مدد ملی ہے یہ صاحب **مولوی سید شاہ عبدالعزیز المتخلص بہ آزاد** (بن مولانا سید احمد کبیر بن مولانا شاہ ظہور حسن بن حضرت شاہ برکت حسین بن حضرت شاہ بندہ علی بن حضرت شاہ محب اللہ قدس اللہ اسرارہم) ہیں۔ حضرت شاہ بندہ علی قدس سرہ حضرت باقر کے حقیقی بڑے چچا تھے۔ اس لئے شاہ عبدالعزیز صاحب آزاد حضرت باقر کے پروتے ہیں۔ ان کی ولادت پیر بگہ میں سہ شنبہ کے روز ۱۹ ذی الحجہ ۱۲۸۹ھ (۱۸ فروری ۱۸۷۳ء) کو ہوئی

فارسی کی تعلیم اونہوں نے اپنے والد اور دادا بزرگوار سے پائی اوس کے بعد اونہوں نے عربی صرف و نحو کی کتابیں اپنے پھوپی زاد بھائی مولوی حکیم سید عبدالرزاق پیر بگھوی مرحوم سے اور شرح جامی اور منطق کی کتابیں اور تفسیر اور فقہ اور حدیث کی کتابیں اپنے چچیرے ماموں مولانا سید محمد اسحٰق بدوری مرحوم سے پڑھیں۔ سنہ ۱۳۰۱ھ (۱۸۸۴ء) میں اونہوں نے انگریزی کی تعلیم شروع کی اور چھ سات برس اوس کو جاری رکھا۔ سنہ ۱۸۹۰ء میں خانگی دشواریوں اور جھگڑوں کے باعث اون کو یہ سلسلہ منقطع کرنا پڑا۔ سنہ ۱۸۹۳ء سے سنہ ۱۸۹۸ء تک اونہوں نے مختلف سررشتوں میں نوکریاں کیں اور سنہ ۱۸۹۹ء میں گیا کہ ڈسٹرکٹ بورڈ کے دفتر میں ملازم ہوے۔ ترقی کرکے وہ اس دفتر کے ہیڈ کلارک کی خدمت پر پہنچے اور دو سو دس روپیہ کی تنخواہ تک پہنچکر سنہ ۱۹۳۳ء میں خدمت سے سبکدوش ہوے اور اب زیادہ تر گیا کے محلہ کریم گنج میں سکونت رکھتے ہیں۔

مولانا شاہ عبدالعزیز آزاد فارسی ادب میں نہایت بالغ استعداد رکھتے ہیں اور فارسی اور اردو شعراء کے دواوین پر اون کی نظر بہت وسیع ہے۔ شعر گوئی سے اون کو فطری لگاؤ ہے سنہ ۱۸۹۰ء میں اونہوں نے ابتداءً اردو میں غزلیں کہنی شروع کیں اور تین سال تک بطور خود کہتے رہے سنہ ۱۸۹۳ء میں مولانا سید فصیح احمد صاحب حشر بیتھوی کی جانب رجوع کیا اور اردو غزلیں اون کی خدمت میں پیش کرنی شروع کیں۔ یہ بزرگ مرزا محشر لکھنوی کو دہلوی کے شاگرد رشید تھے اور مرزا محشر حضرت غالب کے شاگردوں میں تھے سنہ ۱۸۹۸ء میں گیا میں ایک مشاعرہ میں شمس العلما نواب سید امداد امام خان بہادر المتخلص بہ اثر مرحوم و مغفور شریک ہوے اور شاہ آزاد کی غزل سنکر بہت خوش ہوے اور فارسی کے ساتھ اون کی فطری مناسبت کا احساس کرکے اونہیں فارسی کہنے کا مشورہ دیا۔ اوس وقت سے شاہ آزاد نے فارسی غزل کہنی شروع کی اور حضرت باقر قدس سرہٗ حیات تک بقید حیات رہے اپنا کلام اصلاح کے لئے اون کی خدمت میں آرہ بھیجتے رہے۔ شاہ آزاد نہایت نازک خیال اور پختہ مغز

شاعر ہیں لیکن شاعری میں زیادہ وقت صرف نہیں کرتے۔ حضرت مولانا سید فضل رحمٰن گنج مرادآبادی رحمۃ اللہ علیہ سے طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں مرید ہیں

خاندانی نسب نامہ کے متعلق شاہ عبدالعزیز آزاد صاحب سے مجھے چند نہایت مفید باتیں معلوم ہوئیں۔ چند سال ہوئے وہ حج کے لئے مکہ معظمہ گئے تھے وہاں حضرت مخدوم جلال الدین محمد کبیر الاولیا رضی اللہ عنہ کی اولاد میں ایک نہایت متبحر عالم اور متقی بزرگ مولانا محمد سعید صاحب سے ملے اور اپنے شجرہ نسب کا مولانا کے شجرۂ نسب سے مقابلہ کیا جس سے اس امر کی مزید تصدیق ہوئی کہ حضرت مخدوم رضی اللہ عنہ کے مورث اعلیٰ حضرت قاضی شہاب الدین عبدالرحمٰن ثانی سلطان محمود غزنوی کے ہمراہ ہندوستان تشریف لائے تھے۔

حضرت باقر کی شاعری

حضرت باقر کی فارسی تعلیم اور اون کی شاعری کی ابتدا

حضرت باقر قدس سرہ کی بسم اللہ خوانی کی رسم کے بعد اونہیں کلام اللہ شریف شروع کرایا گیا۔ جب اس کو وہ ختم کر چکے فارسی پڑھانے کے لئے ایک استاد کے حوالہ کئے گئے اوس وقت کے رواج کے مطابق اونہیں کریما۔ مامقیماں۔ آمد نامہ۔ خالق باری پڑھا گلستاں کا آٹھواں باب پڑھایا گیا۔ خلاق عالم جلت قدرتہ نے بد وفطرت سے ان کو تہنا ذہین اور قوی الحافظہ پیدا کیا تھا اور فارسی زبان کے ساتھ مناسبت تامہ مرحمت فرمادی تھی اس لئے صرف گلستاں کا آٹھواں باب پڑھتے ہی اون کے بزرگوں نے احساس کیا کہ اونہیں فارسی میں اس قدر مہارت ہو چکی ہے کہ عربی صرف ونحو کی ابتدائی درسی کتابیں (میزان، منشعب، پنج گنج، صرف میر، نحو میر وغیرہ) جو فارسی زبان میں ہیں پڑھ سکتے اور سمجھ سکتے ہیں۔ چونکہ خطہ بہار کے شرفا کے خاندانوں میں بچوں کی تعلیم میں زیادہ تر توجہ عربی کی جانب کی جاتی تھی اور فارسی ایک محض ضمنی چیز خیال کیجاتی تھی اس لئے حضرت باقر کا فارسی کا درس ملتوی کر دیا گیا اور عربی کی تعلیم شروع کرائی گئی۔ تیرہ چودہ سال کی عمر تک وہ عربی نصاب کی کتابیں پڑھتے رہے اور فنون سپہ گری سیکھتے رہے لیکن فارسی زبان اور فارسی شاعری کا جوہر اون کی خمیر میں تھا اس لئے وہ اس کی جانب سے غافل نہیں رہے بلکہ فرصت کے وقت بطور خود صرف لغت کی دو تین کتابوں کی مدد سے اونہوں نے فارسی درسی کتابوں (بوستاں یوسف زلیخا۔ سکندر نامہ۔ قصاید عرفی۔ اخلاق محسنی۔ انوار سہیلی۔ مینا بازار۔ سہ نثر ظہوری وغیرہ)

اور انشا کی چند کتابوں کا مطالعہ نہایت غور و فکر اور سمجھ کے ساتھ کر لیا۔ فارسی تعلیم کے متعلق جب کبھی کسی نے اون سے دریافت کیا تو ہمیشہ یہی فرمایا "ہم نے استاد سے صرف گلستان کا آٹھواں باب پڑھا اسکے بعد فارسی زبان میں جو کچھ حاصل کیا وہ صرف کتابوں کا مطالعہ کر کے حاصل کیا اور کسی استاد سے کبھی کوئی امداد نہیں لی" تیرہ چودہ سال کی عمر میں عربی صرف و نحو کی کتابیں ختم کیں اور منطق اور فقہ کی ابتدا کی چند کتابیں پڑھ لی تھیں اور بہت اچھی استعداد پیدا کر لی تھی بعض وجوہ سے اوس وقت عربی کی تعلیم ملتوی ہو گئی اور ادنہیں فارسی کی جانب پوری توجہ کرنے کا موقع ملا۔ اوس زمانہ میں فارسی کا عام رواج تھا۔ یہاں تک کہ سرکاری دفاتر کی زبان بھی فارسی ہی تھی خطۂ بہار میں جس طرح علم کی جانب لوگوں کو رغبت تھی فارسی کی زباندانی اور شاعری کی جانب بھی شرفا کو عموماً دلچسپی تھی۔ کتابیں ابھی تک بہت کم طبع ہوئی تھیں لیکن شرفا کے خاندانوں میں علمی کتابوں کے علاوہ فارسی نظم و نثر کی قلمی کتابوں کے ذخائر بھی جابجا موجود تھے۔ حضرت باقر کے گھر میں بھی بزرگوں کے وقت سے ایک بڑا عالمانہ کتابخانہ محفوظ چلا آرہا تھا جسمیں آئے دن اضافہ ہوتا رہتا تھا۔ اون کے والد حضرت شاہ وارث علی قدس سرہ جب لکھنؤ سے پیرِ بگہ واپس آئے تو اپنے ہمراہ مختلف علوم کی اور فارسی نظم و نثر کی بہت سی کتابیں ہمراہ لائے تھے چونکہ فارسی نظم و نثر کا بہت بڑا سرمایہ گھر ہی میں موجود تھا اس لئے کتابوں کو باہر سے تلاش اور فراہم کرنے کی اونہیں بہت کم ضرورت پیش آئی۔ اونھوں نے پہلے فارسی لغت کی متعدد کتابوں کو دو دو تین تین بار غور سے پڑھا اور مستحضر کیا۔ اوس کے بعد فارسی کی صرف و نحو اور فارسی اور عربی کے عروض و قوافی اور صنائع اور بدایع کی بہت سی کتابیں بغور پڑھیں اور ان فنون پر پوری طرح حاوی ہوئے۔ اس کے بعد اونھوں نے شعرا کی مثنویات قصاید و ردواہ کی جانب توجہ کی اور صدہا کتابوں کا مطالعہ کیا۔ ایک مجلس میں جسمیں میں موجود تھا اثنائے گفتگو میں

اونھوں نے ایک صاحب کے دریافت پر فرمایا کہ "ایرانی نژاد شعرا میں جن کا کلام ہندوستان آچکا ہے اور ہندی نژاد فارسی گو شعرا میں شاید ہی کوئی ایسا شاعر ہوگا جس کا دیوان میری نظر سے نہ گزرا ہو" ان کتابوں کو مطالعہ کرتے وقت وہ فارسی الفاظ کی ترکیبوں اور اون کے طرز استعمال کو اور اس زبان کے محاورات اور شعرا کے اسالیب بیاں کو نہایت غور و خوض سے دیکھا کرتے تھے اور جس شاعر کا دیوان وہ مطالعہ کرتے اوسمیں خاص طور پر غور سے یہ دیکھتے کہ اوس کی زبان۔ اوس کے اسالیب بیان۔ الفاظ کی نشست۔ محاورات کے استعمال اور شاعرانہ خیالات اور ان خیالات کے ادا کرنے میں وہ کون کون سی خاص باتیں ہیں جو اوس شاعر کو دوسرے شعرا سے ممتاز کرتی ہیں۔ ظاہر ہے حضرت باقر جیسے فارسی زبان اور فارسی شاعری کے ساتھ نہایت قوی فطری مناسبت رکھنے والے ذہین اور قوی الحافظہ شخص نے جب اس قدر غور اور خوض کے ساتھ اتنی کثیر تعداد میں متقدمین متوسطین اور متاخرین شعرا کے مثنویات قصاید اور دواوین کا مطالعہ کیا ہو تو اوس کی فارسی دانی اور فارسی شاعری کے متعلق وسعت معلومات کا اندازہ کیا کیا جا سکتا ہے ہزار ہا اشعار اون کو یاد تھے اور جب موقع پیش آتا بلا خوض و تامل کسی خاص مضمون کے بہت سے اشعار پڑھ دیتے تھے۔ اہل ذوق حضرات کی صحبت میں اثنائے گفتگو میں اعجاز خسروی کی صفحہ کی صفحہ عبارت اپنی یاد سے پڑھ کر سنا دیتے تھے

اون کا خاندانی کتبخانہ جس کا ذکر کیا گیا باقی نہیں رہا۔ پیر بگہ کے مکان میں ایک بار آگ لگ گئی اور سارا مکان اور مکمل اثاثہ اور سارا کتبخانہ جلکر خاکستر ہوگیا۔ چونکہ اونہیں کتابوں کے مطالعہ کا شوق رہا اس لئے جوں جوں اونہیں کتابیں ملتی گئیں وہ خریدتے گئے اور از سر نو ایک کتبخانہ جمع کرلیا تھا۔

حضرت باقر کی شاعری کی شہرت۔ اون کا دیوان اور اون کو ملک الشعرا کا خطاب

فطری رجحان کے باعث حضرت باقر بہت کم عمری ہی میں شعر موزوں کرنے لگے تھے اس کا ملکہ جلد جلد زیادہ راسخ ہوتا گیا۔ سترہ اٹھارہ سال کی عمر میں فارسی زبان اور اوس کے لغات و محاورات سے وہ اچھی طرح ماہر ہو چکے تھے اور تعداد کثیر میں شعرا کے دواوین کا بالاستیعاب مطالعہ کر چکے تھے صنایع و بدایع اور عروض و قوافی کے فنون پر خوب حاوی ہو گئے تھے اس لئے اوس کم عمری ہی میں وہ جو کچھ کہتے تھے زبان اور اصول شاعری کی حیثیت سے نہایت صحیح کہتے تھے اور شاعرانہ اعتبار سے بھی اون کا کلام بلند پایہ ہوا کرتا تھا۔ اون کی شعر گوئی کی شہرت بہت جلد اطراف و جوانب میں پھیل گئی اور قطعات تاریخ اور دعوتوں کے منظوم رقعوں کی اون کے پاس فرمایشیں آنے لگیں۔ اون کی مشق جلد جلد بڑھتی ہی گئی یہاں تک کہ پچیس چھبیس سال کی عمر میں وہ تمام صوبۂ بہار میں فارسی کے نہایت ممتاز شاعر تسلیم کر لئے گئے۔ ۱۲۷۵ھ میں مرید ہو کر اونھوں نے اپنے پیر کی منقبت میں ایکسو چھ شعروں کا قصیدہ کہا (دیوان باقر صفحہ ۲-۸) جسکو دیکھ کر اہل نظر قصیدہ گوئی میں اون کے کمال شاعری کا اندازہ کر سکتے ہیں۔

مولوی خواجہ سید محمد فخر الدین حسین المتخلص بہ سخن دہلوی مرحوم حضرت غالب کے رشتہ میں نواسے اور اردو اور فارسی شاعری میں اون کے شاگرد تھے غدر سے کچھ پہلے دہلی سے لکھنؤ چلے آئے تھے اور غدر کے فرو ہونے کے بعد وہ لکھنؤ سے آرہ آکر اپنے عزیزوں کے پاس جو پندرہ بیس سال پیشتر سے وہاں مقیم تھے ٹھہرے اور وکالت شروع کی۔ حضرت باقر سے بہت جلد دوستی ہو گئی اور اون کے ہمراہ وہ بھی حضرت شاہ قیام اصدق چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے مرید ہو گئے۔ فسانۂ عجائب کے طرز پر اونھوں نے ایک کتاب موسوم بہ سحر و شمس سخن لکھی اور

۱۲۷۶ھ میں مطبع نولکشور میں طبع کرائی۔ حضرت باقر نے ایک قطعہ تاریخ لکھکر دیا جو اوس کتاب کے ساتھ طبع ہوا (دیوان باقر صفحہ ۲۷۶ - ۲۷۷)۔ اس کتاب کے "خاتمہ" میں حضرت سخن نے اپنے چند خاص خاص دوستوں کا کچھ مختصر حال بھی تحریر کیا۔ حضرت باقر کے متعلق اونہوں نے لکھا:۔

"جناب مستغنی الالقاب مخدومی سید باقر علی صاحب جن کو ہمارے حضرت دہای پیرومرشد مدظلال جلالہ کے حضور سے ملک الشعرا کا خطاب ہے واقعی ایک ایک شعر اون کا فرد ہے کلام میں انتہائی شوخی اور درد ہے دیوان منتخب ہے لاجواب ہے فضل خدا سے ہمت مردانہ رکھتے ہیں وہ کمترین سے محبت برادرانہ رکھتے ہیں کمال عنایت فرماتے ہیں....."

اس عبارت سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ ۱۲۷۶ھ سے پہلے اپنے شباب اور جوانی کے کلام کو مرتب کرکے حضرت باقر نے ایک دیوان مدون کرلیا تھا۔ دوسرے یہ کہ اس سال میں یا اس کے پہلے ہی حضرت سید ناشاہ قیام اصدق چشتی قدس سرہ جیسے مبصر اور سخن شناس بزرگ نے جن کا شعر فہمی میں اوس وقت دور دور تک کوئی شخص مثل نہیں تھا اونہیں ملک الشعرا کا خطاب دیا۔ اور کیا عجب ہے کہ اوسی دیوان کو ملاحظہ فرماکر اونھوں نے حضرت باقر کو یہ خطاب دیا ہو۔

مرزا غالب علیہ الرحمہ سے حضرت باقر کا شاعری میں تلمذ

حضرت باقر علیہ الرحمہ نے جسطرح فارسی ادب اور فارسی زبان کے حاصل کرنے میں کسی کی شاگردی نہیں کی اوسی طرح اٹھائیس سال کی عمر تک شاعری میں بھی اونھوں نے کسی سے

تلمذ اختیار نہیں کیا۔ اپنے استاذہ سے وہ بہت محبت رکھتے تھے اور جن کی جن کی اونھوں نے شاگردی کی (مثلاً میر کریم اللہ صاحب۔ مولانا مہدی حسن صاحب۔ منشی واصل حسین صاحب وغیرہم) اون کا ذکر خیر وہ تمام عمر کرتے رہے لیکن شاعری میں (حضرت غالب کے سوا) کبھی کسی استاد کا ذکر نہیں کیا اور نہ اون کے دوستوں اور ہمعصر بزرگوں میں سے کسی سے میں نے اون کے کسی استاد کا نام سنا۔ واقعہ یہ ہے کہ خطۂ بہار میں گو اوس وقت بڑے بڑے کہنہ مشق فارسی گو شعرا موجود تھے لیکن خود وہ سب لوگ باوجود حضرت باقر کی کم عمری کے اون کی فارسی دانی اور فارسی گوئی کے گرویدہ تھے۔ اس لئے اون کو کوئی ایسا بلند پایہ فارسی گو شاعر ملا ہی نہیں جس سے وہ تلمذ اختیار کر سکتے لیکن جس علم و فن کو اونھوں نے حاصل کیا تھا اوس میں کسی قسم کی خامی کا باقی رہنا وہ فطرتاً گوارا نہیں کر سکتے تھے اس لئے اہل کمال کے وہ ہمیشہ جویا رہے اور جس فن کا کامل استاد انہیں جب ملا۔ اوس سے استفادہ کرنے میں اونھوں نے تامل نہیں کیا چنانچہ جب اون کی عمر پچاس سال کی ہو چکی تھی امراو خانصاحب مرحوم و مغفور سے اون کی ملاقات ہوئی اور اون سے بندوق بازی کے فن کی تکمیل کی۔

تقریباً اٹھائیس سال کی عمر تک حضرت باقر نے شاعری میں کسی سے تلمذ اختیار نہیں کیا۔ اون میں جو جو خامیاں ہوں گی اون کا احساس اونہیں فطرتاً ضرور ہوتا ہوگا اور اوسی فطرت کے تقاضا سے اون کا دل کسی ایسے باکمال شاعر سے ملنے کا تمنی رہتا ہوگا جس کے سامنے وہ زانوئے شاگردی تہ کر سکتے اور اون خامیوں کو دور کر سکتے۔ مجھے اون سے دریافت کرنے کا موقع نہیں ملا کہ حضرت غالب سے تلمذ اختیار کرنے کے اسباب کیا ہوئے اور تلمذ کی ابتدا کب ہوئی۔ اس دیوان کو جب میں ترتیب دے رہا تھا دو تین صاحبوں سے جنسے صحیح کیفیت کے معلوم ہونے کی امید ہو سکتی تھی (مثلاً حضرت شاہ ظہور الحق صاحب قدس سرہٗ) دریافت کیا لیکن کسی سے

صحیح کیفیت معلوم نہیں ہو سکی۔ یہ امر تو یقینی ہے کہ ۱۲۷۵ھ تک اونھوں نے حضرت غالب کی جانب رجوع نہیں کیا تھا ورنہ مولوی خواجہ فخر الدین حسین صاحب سخن دہلوی مرحوم سروش سخن کے "خاتمہ" میں حضرت باقر کے حالات میں اس کا ذکر بھی ضرور کرتے۔ خواجہ صاحب سے حضرت باقر کی ملاقات ۱۲۷۴ھ (۱۸۵۸ء) میں شروع ہوی اوس وقت تک حضرت غالب کی تصنیفیں شائع نہیں ہوی تھیں لیکن خواجہ صاحب اون کے عزیز اور شاگرد تھے اس لئے استاد کی تصانیف کے نقلیں اون کے پاس تھیں اور جب آرہ آئے اپنے ہمراہ لائے تھے۔ ۱۲۷۴ھ یا ۱۲۷۵ھ میں حضرت باقر کو خواجہ صاحب سے حضرت غالب کی مہر نیمروز اور دستنبو ملی اور نظر سے گزری۔ اوسی زمانہ میں اونھوں نے خواجہ صاحب کے پاس غالب کے اردو اور فارسی کلام کا ایک مجموعہ بھی دیکھا (کلیات نظم غالب فارسی ابھی شائع نہیں ہوی تھی) اور ۱۲۷۶ھ میں قاطع برہان شائع ہوی اور اون کے مطالعہ میں آئی۔ حضرت باقر چونکہ خود صاحب نظر اور صاحب بصیرت اور فارسی زبان کے ماہر اور بلند پایہ شاعر تھے ان کتابوں اور نظموں کے مجموعہ کے مطالعہ سے حضرت غالب کی فارسی دانی اور شاعری کی عظمت اون کے دل میں پیدا ہو گئی اور اونھوں نے سمجھ لیا کہ اون کی استادی کے لئے اگر کوئی شخص اہل ہے تو وہ مرزا اسد اللہ خاں غالب ہی ہیں۔ اون سے خط و کتابت شروع کی اور اجازت ملنے کے بعد اپنی غزلیں اون کی خدمت میں اصلاح کے لئے بھیجنی شروع کیں۔ یہ واقعہ بظن غالب ۱۲۷۶ھ کا ہے اس کی تائید اس سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت باقر کی ایک بیاض جو دستبرد زمانہ سے محفوظ رہی میرے پاس ہے اوس کے اول صفحہ پر اونھوں نے بسم اللہ الرحمن الرحیم اور نحمدہ و نصلی لکھ کر پنج آہنگ کے دیباچہ کے ابتدا کی چند سطر عبارت نقل کی ہے اوس کے نیچے تھوڑی جگہ چھوڑ کر بطور یادداشت کے لکھا ہے:۔

"در بلدہ دہلی بمحلہ بلی ماراں قریب چاندنی چوک رسیدہ بحضرت نجم الدولہ دبیر الملک

نواب اسد اللہ خاں نظام جنگ غالب تخلص عرف مرزا نوشتہ ۸ ڈاک
روانہ نمودہ شد۔"

حضرت غالب کے پورے خطابات اور اون کی سکونت کا پورا پتہ لکھا گیا ہے اس لئے یقیناً یہ پہلی ڈاک تھی جو حضرت باقر نے اون کی خدمت میں روانہ کی اور چونکہ یہ بیاض اونہوں نے ۱۲۷۶ھ میں مجلد کرائی تھی اور یہ عبارت اوس کے اول ہی صفحہ پر ہے اس لئے حضرت غالب سے اون کی مراسلت کی ابتدا بھی یقیناً اوسی سال میں ہوی۔

حضرت مرزا غالب کو بھی شاید اوس وقت تک فارسی زبان کا ایسا محقق اور ایسا بلند پایہ شاعر شاگردی کے لئے کم ملا تھا۔ اون کی فارسی دانی اور شاعری اور فارسی زبان کی جزئیات پر اون کی وسعت نظر کو دیکھ کر بہت ہی خوش ہوے اور اون کی شاگردی پر فخر و مباہات کا اظہار کیا حضرت باقر کے کلام میں ردّوبدل اور اصلاح کی ضرورت کم ہوا کرتی تھی تاہم جہاں ضرورت ہوتی تھی حضرت غالب اصلاح کر کے غزلیں اون کے پاس واپس کر دیا کرتے تھے۔ حضرت باقر نے بر سبیل تذکرہ ایک بار مجھ سے فرمایا کہ سال ڈیڑھ سال تک خط و کتابت کے بعد میں نے ایک غزل کہی اور اوستاد کی خدمت میں بھیجی اونہوں نے اس غزل کو بغیر کسی اصلاح کے واپس فرمایا اور اپنے خط کے پورے ایک صفحہ میں اوس کی تعریف لکھ کر لکھا کہ اگر تم خود کو میرا شاگرد خیال کرتے ہو تو تمہاری شاگردی پر میں جس قدر فخر کروں کم ہے۔ مبدء فیاض نے تم کو شاعری کا ایسا جوہر عطا کیا ہے اور فارسی زبان کے ساتھ تم کو ایسی مناسبت دی ہے اور مطالعہ اور غور و فکر سے اس زبان کے محاورات و نکات پر تم اس قدر حاوی ہو چکے ہو کہ تمہارے کلام کو اصلاح کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

حضرت شاہ ظہور الحق قدس سرہٗ کو اوس زمانہ میں حضرت باقر سے تلمذ تھا اور اون کے

ہمراہ آرہ میں رہتے تھے۔ مجھ سے اونھوں نے حضرت باقر اور حضرت غالب کے باہم مراسلت کا متعدد بار تذکرہ کیا اور فرمایا کہ تقریباً ہر خط میں حضرت غالب اون کی فارسی دانی اور شاعری کی تعریف ہی لکھا کرتے تھے شمس العلما نواب سید امداد امام بہادر المتخلص بہ اثر مرحوم نے ایک مرتبہ اثنائے گفتگو میں مجھ سے فرمایا۔ "ہم نے آرہ میں حضرت (باقر) کی سات سال صحبت اٹھائی اور اون سے تلمذ رکھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جبکہ مرزا غالب سے اون کی خط و کتابت جاری تھی۔ اون کے جو خطوط حضرت (باقر) کے پاس آتے تھے میں بھی پڑھ لیا کرتا تھا حضرت (باقر) نے ایک مرتبہ ایک غزل کہی جس کا ردیف و قافیہ "اثرے نیست کہ نیست، خبرے نیست کہ نیست" تھا اور مرزا غالب کے پاس بھیجی۔ جواب میں مرزا نے وہ غزل بجنسہٖ بغیر کسی اصلاح کے واپس کی اور اپنے خط کے پورے ایک صفحہ میں اوس کی بہت تعریف لکھی اور لکھا کہ اب تم کو مجھ سے اصلاح کی ضرورت نہیں اور تمہاری شاگردی پر مجھے فخر ہے" (یہ وہی غزل ہے جس کا ذکر حضرت باقر نے مجھ سے کیا تھا اور جس کی کیفیت اس سے اوپر کے فقرہ میں لکھی گئی ہے) اوسی وقت کی گفتگو میں شمس العلما مرحوم نے اپنی ایک رائے کا بھی اس طرح اظہار کیا۔ "حضرت (باقر) کا اپنی غزلوں کو اصلاح کے لئے مرزا غالب کے پاس بھیجنا مجھے بے سود معلوم ہوتا تھا اور پسند نہیں آتا تھا اس لئے کہ فارسی گوئی اور شاعری دونوں اعتبار سے میں اونھیں مرزا غالب سے کم نہیں پاتا تھا اور اون کے کلام میں جو درد اور اثر ہوتا تھا وہ مرزا کے کلام میں نہیں پایا جاتا تھا لیکن چونکہ ادب مانع تھا اس لئے حضرت سے میں کچھ عرض نہیں کر سکتا تھا۔" مجھے بھی ادب مانع ہوا اس لئے حضرت شمس العلما مرحوم سے میں اونکے اس خیال کی توضیح نہیں کرا سکا۔ اس کے کچھ دنوں بعد میں ایک وقت یادگار غالب دیکھ رہا تھا اوس میں مولانا حالی مرحوم و مغفور کی یہ تحریر نظر آئی:۔ "..... اون کے (حضرت غالب کے) عاشقانہ اشعار میں باوجود

کمال جزالت اور متانت کے وہ گرمی اور تاثیر جو شعر کی جان اور غزل کا ایمان ہے عام طور پر نہیں پائی جاتی۔"

خلاصہ یہ کہ حضرت باقر نے ۱۲۷۶ھ میں مرزا غالب علیہ الرحمہ سے خط و کتابت کے ذریعہ تلمذ کا آغاز کیا اور استاد کی آخر عمر تک مراسلت کا سلسلہ جاری رکھا۔ آخر عمر میں حضرت مرزا بہت معذور ہو گئے تھے تاہم انتقال سے کچھ پیشتر تک اون کے خطوط کا جواب دیتے رہے ان دونوں بزرگوں میں باہم ملاقات کبھی نہیں ہوی۔ حضرت باقر نے اون سے جو کچھ استفادہ کیا وہ صرف خط و کتابت کے ذریعہ کیا۔ استاد کے انتقال کا (۲ ذی قعدہ ۱۲۸۵ھ ۱۵ فروری ۱۸۶۹ء) اونھیں بیحد رنج ہوا۔ استاد کی محبت اون کے دل میں ہمیشہ باقی رہی اور اون سے اپنے تلمذ پر تمام عمر فخر کرتے رہے اور جب تک زندہ رہے استاد کی صفت و ثنا بیان کرتے ہی رہے اور اپنی شاعری کے کمال کو اونھیں کے فیضان کا نتیجہ خیال کرتے رہے۔ دیوان باقر سے چند اشعار یہاں نقل کئے جاتے ہیں:-

ہمچو غالب در جہاں تک نکتہ سنجے بر نخاست — من فدائے لطف او باقر کہ استادِ من است
ہست ز فیضِ نظرِ حضرت غالب باقر — شورِ نظمِ تو کہ در ملک جہاں افتادہ است
باقرا از شکرانۂ ایں کے تواں آمد بروں — کہ مرا تلمیذ غالب حق تعالیٰ کردہ است
باقرا بر خیز و بر خواں پیشِ او از گفتہ ات — از پئے اصلاح روحِ غالب استاد آمد
کجا شد غالبِ شیریں نوا باقر کہ آہ اکنوں — صدا زاں طوطیِ ہندِ خوش الحانم نمی آید

آخر کا شعر جس غزل کا مقطع ہے ۱۳۱۱ھ (۱۸۹۳ء) میں کہی گئی جب حضرت غالب کو جملۂ چوبیس پچیس سال گزر چکے تھے۔ اس امتداد زمانہ پر بھی شاگرد کے دل میں مرحوم استاد کی محبت باقی تھی جس نے اون کے قلم سے یہ درد بھرا ہوا شعر لکھوایا۔

حضرت باقر کا کلام جو ضائع ہوا اور جو دستبرد زمانہ سے محفوظ رہا

شاعری کے لئے اطمینان اور فرصت اور یکسوئی کی ضرورت ہے۔ معدودے چند کے سوا جتنے بڑے بڑے شعرا گزرے ہیں اون کو تمام عمر شاعری کے سوا دوسرا کوئی مشغلہ نہیں رہا شاعر کی حوصلہ افزائی اور ولولہ انگیزی کے لئے ذوق سلیم رکھنے والے ذی علم سخن فہم احباب کے صحبت کی بھی ضرورت ہے تاکہ وہ اوس کے کلام کے نقائص سے بھی لطیف پیرایہ میں اوس کو آگاہ کرتے رہیں۔

حضرت باقر کو ستائیس سال کی عمر تک علوم و فنون کی تحصیل اور شاعری کے سوا دوسرا مشغلہ نہیں رہا۔ گیا اور پٹنہ میں اوس وقت تک فارسی گو شعرا اور خوش فہم بزرگوں کی کمی نہیں تھی اس لئے اونھیں ان ارباب فضل کی صحبت بھی حاصل رہی اور اونکی صحبتوں میں اون کا حوصلہ بڑھتا گیا اور شاعری کا پایہ بلند ہوتا گیا۔ یہ حالت ۱۲۷۴ھ (۱۸۵۸ء) تک قایم رہی۔ اس کے بعد اون کی زندگی کا نیا دور شروع ہوا۔ اس سال وہ پیر بگہہ اور گیا سے آرہ چلے آئے ۱۲۷۵ھ میں اونھیں سرکاری ملازمت قبول کرنی پڑی اور تقریباً اوسی زمانہ میں وہ مرید بھی ہوگئے اور باطنی اشغال میں مصروف ہوئے اون کا دن کارہائے سرکاری کے انصرام میں اور رات کا وقت ذکر و شغل مراقبہ و مجاہدہ میں صرف ہونے لگا۔ جو کچھ وقت ملتا اوس کو اون کے دوست و احباب لے لیتے۔ آرہ میں فارسی شاعری کا چرچا بالکل نہیں تھا اور سادات بلگرام کے خاندان کے چند بزرگوں کے سوا فارسی شاعری سے کسی کو دلچسپی بھی نہیں تھی اس لئے اون کے ہم مذاق لوگوں کی صحبت بھی باقی نہیں رہی۔ مختصر یہ کہ شاعر کو ولولہ انگیزی اور فارغ البالی سے شاعری کے جانب متوجہ رہنے کے لئے جس ماحول کی ضرورت ہے وہ کچھ باقی نہ رہا۔ لیکن تقاضائے فطرت

کیا کیا جائے۔ شاعری حضرت باقر کی نہایت ہی قوی فطری صفت تھی اور اوس کا ملکہ اون میں راسخ ہو چکا تھا۔ اطمینان اور فرصت کے ساتھ بیٹھ کر اور سوچ سوچ کر شعر کہنے کا اونہیں موقع نہیں رہا تھا لیکن تقاضائے فطرت سے معانی اور مضامین کی اون کے قلب پر یورش ہوتی رہتی تھی اور اون کو موزوں کرنے پر وہ مجبور ہو جاتے تھے۔ اوس وقت اگر اون کی بیاض پاس ہوتی اوس میں لکھ لیتے تھے اگر نہ رہی تو جو کتاب سامنے موجود ہوتی اوس کے جلد میں یا حاشیہ پر لکھدیتے تھے اور اگر کوئی کتاب بھی موجود نہ رہی تو کاغذ کا پرچہ جیسا بھی اونہیں اوس وقت مل جاتا اوسپر قلمبند کر لیتے اور ویسے ہی چھوڑ دیتے اور بیاض میں نقل کرنے کا کبھی خیال نہیں کرتے۔

جو شخص شاعری کو اپنی زندگی کا مقصد اور پیشہ نہیں بناتا بلکہ اوس کو محض تقاضائے فطرت کے باعث اختیار کرتا ہے ظاہر ہے کہ اوس کو کلام کے حفاظت کی چنداں پروا بھی نہیں ہوتی حضرت باقر نے اپنے کلام کو بالقصد ضائع ہونے نہیں دیا لیکن اوس کی حفاظت کی جانب بھی اونھوں نے توجہ نہیں کی اور اس بے توجہی کی بدولت اون کے کلام کا بہت زیادہ حصہ تلف ہو گیا۔ مولوی خواجہ سید فخرالدین حسین صاحب سخن دہلوی مرحوم نے سروش سخن کے "خاتمہ" میں اون کے جس دیوان کا ذکر کیا ہے کہ "ایک ایک شعر اون کا فرد ہے کلام میں انتہائی شوخی اور درد ہے دیوان منتخب ہے لاجواب ہے....." اللہ ہی کو معلوم ہے کہ کیا ہوا۔ خود اُنہوں نے اس کا کوئی ذکر کبھی کسی کے سامنے نہیں کیا اون کے زمانۂ حیات میں مجھے سروش سخن کے دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا ورنہ اوس کتاب سے جب مجھے یہ معلوم ہوتا کہ اونھوں نے ایک دیوان بھی مرتب کیا تھا میں اوس کے متعلق اون سے ضرور دریافت کرتا۔ اب صرف یہی قیاس کیا جا سکتا ہے کہ میرٹھ کے مکان میں جب آتش زدگی ہوئی اوس وقت تمام سامان اور سارے کتابخانے کے ساتھ یہ دیوان بھی جل گیا۔

۱۲۷۶ھ میں حضرت باقر نے دس جزو سادہ کاغذ کی ایک بیاض بنائی اور بطور کشکول کے کام میں لائے۔ فقہی مسائل میں اون سے فتوے پوچھے جاتے تھے۔ اون فتوں میں سے چند ان میں نقل کئے گئے ہیں۔ تفسیر یا تصوف کی کسی کتاب کے مطالعہ کے وقت اگر اوس میں کوئی مضمون اونہیں بہت پسند آتا اور اوس وقت یہ بیاض پاس ہوتی اوسمیں نقل کر لیا کرتے تھے۔ ان مضامین کا نہایت لطیف اور دلچسپ مجموعہ اسمیں مہیا ہوگیا ہے۔ ان سب کے علاوہ اوس بیاض میں اونہوں نے اپنا کچھ کلام بھی قلمبند کیا ہے۔ اواخر ۱۲۹۸ھ میں یہ بیاض بالکل بھر گئی اور اوس میں زیادہ لکھنے کی گنجایش نہیں رہی۔ اس بائیس سال کی مدت کا اون کا جو کچھ کلام مجھے اس بیاض کے اندر مل سکا وہ صرف ایک قصیدہ (جو پیر کی منقبت میں لکھا گیا ہے)۔ ترانوے[۹۳] غزلیں۔ چودہ[۱۴] قطعات اور تین رباعیاں ہیں۔ اس طویل مدت میں اونھوں نے بہت کچھ کہا ہوگا لیکن اس بیاض میں اوسی قدر قلمبند ہوا اور محفوظ رہا۔ بقیہ سب جو کاغذ کے پرچوں پر لکھا گیا تلف ہوگیا۔

سب سے زیادہ جن کے تلف ہونے کا افسوس ہے وہ حضرت غالب کے خطوط اور اون کی اصلاح کردہ غزلیں تھیں۔ شاگرد اور استاد میں آٹھ سال کی مدت میں بہت کچھ خط و کتابت ہوی ہوگی مگر نہ تو حضرت غالب کا کوئی خط محفوظ رہا اور نہ اون غزلوں میں سے کوئی غزل محفوظ رہی جو اون نظر سے گذر کر واپس آئی تھیں یہاں تک کہ وہ معرکۃ الآرا غزل بھی جس کا ذکر شمس العلما نواب سید امداد امام مرحوم نے اور خود حضرت باقر نے مجھ سے کیا تھا ضائع ہوگئی۔ ان خطوط اور غزلوں کے متعلق میں نے ایک بار اون سے دریافت کیا۔ اس سوال پر وہ متاسف اور افسردہ ہوگئے اور تھوڑی دیر خاموش رہے پھر فرمایا کہ کچھ تو بعض لوگ مجھ سے مانگ کر لئے گئے اور پھر واپس نہیں کیا اور جو کچھ باقی رہا تھا وہ پیر بگہ کے مکان میں صندوق کے

اندر تھا جب چوری ہوی وہ صندوق اور اوس کے اندر جو کچھ تھا سب ضایع ہوگیا۔ واقعہ یہ ہوا کہ آرہ میں ابتدائے قیام کے وقت سے اون کے پاس ایک صندوق تھا جسمیں وہ اپنے کاغذات رکھا کرتے تھے اور کاغذ کے وہ پرچے بھی جن پر اپنا کلام لکھا کرتے تھے اوس میں رکھ دیا کرتے تھے جہاں جہاں اون کا تبادلہ ہوا وہاں یہ صندوق بھی اون کے ہمراہ گیا۔ آخر میں اون کے پاس گیا میں رہا۔ جب ۱۳۰۶ھ (۱۸۸۹ء) میں اون کو پنشن ہوی وہ آرہ چلے آئے اور پیرگ کے مکان میں کچھ سامان اور بہت سی کتابیں اور وہ صندوق چھوڑ آئے۔ بعض دنی الطبع شریر النفس لوگ اون کو تکلیف پہنچاتے ہی رہتے تھے۔ اونہیں آرہ آکر تھوڑے ہی دن ہوئے تھے کہ ان لوگوں نے اوس مکان کا قفل توڑا اور سب سامان لے گئے۔ کتابیں سب ضائع ہوئیں اور اس صندوق میں کاغذات کا جس قدر سرمایہ تھا سب تلف ہوگیا۔ مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب آزاد مجھ سے فرماتے تھے کہ ایک بنئے کے دوکان سے کچھ خریدتے وقت ردی کاغذوں کے انبار میں حضرت باقر کا لکھا ہوا ایک کاغذ دیکھا جب غور کیا تو اون کی غزل معلوم ہوی۔ تلاش کے بعد اون ردی کاغذوں میں سے اون کی چار غزلیں نکلیں۔ حضرت باقر جب گیا آئے اونہیں دکھایا اونھوں نے فرمایا کہ ایک وقت میں نے پے در پے چالیس غزلیں کہی تھیں اور اوس صندوق میں جو تلف ہوا رکھدی تھیں اونہیں میں سے یہ بھی ہیں۔ اس امید پر کہ شاید حضرت شاہ ظہور الحق صاحب قدس سرہٗ کے پاس سے کچھ مل سکے میں نے انھیں بھی لکھا اونہوں نے جواب دیا "ہمارے پاس سب کچھ تیار تھا بمرور زمانہ ضایع ہوگیا وگرنہ جناب حضرت اخی رحمۃ اللہ علیہ (حضرت باقر) کا بہت کچھ حال لکھا ہوا تھا"۔

۱۳۰۶ھ میں حضرت باقر پنشن لیکر آرہ تشریف لائے اور مستقل طور پر وہاں سکونت پذیر ہوے۔ ایک دوست نے اون سے وعدہ لیا کہ اب جو کچھ وہ کہیں اوس کی حفاظت کریں

اس وعدہ کی بنا پر اونھوں نے بڑی تقطیع کی دس جزو کی ایک بیاض منگوائی اور اپنا کلام اوسمیں قلمبند کراتے رہے اوس کے بھر جانے کے بعد دوسری چھوٹی بیاض خریدی جب وہ بھی ختم ہوگئی تو آخر عمر تک وہ اپنا کلام کاغذ کے پرچوں ہی پر لکھتے رہے۔

۱۳۱۲ھ سے حضرت باقر کی آنکھوں میں پانی آنا شروع ہوا دوسرے سال تک وہ نوشت وخواند سے بالکل معذور ہوگئے۔ اون کے دو خدمتگاروں کے دو بچے اون کے زیر پرورش تھے اور اون کے پاس رہا کرتے تھے۔ اوس وقت ان کی عمر ین دس گیارہ سال کی تھیں اور نہایت ابتدائی اردو کی تعلیم حاصل کی تھیں۔ اپنی معذوری کی وجہ سے اپنا کلام وہ انہیں میں سے ایک سے لکھوالیا کرتے تھے اور جس وقت ان دونوں میں سے کوئی بھی موجود نہیں ہوتا تو بیاض میں یا کاغذ کے پرچہ پر خود ہی اندازسے لکھ لیتے تھے۔

خلاصہ یہ کہ:۔

(۱) ابتدائے شباب سے ۱۲۷۴ھ تک کا حضرت باقر کا سارا کلام ضایع ہوگیا۔

(۲) ۱۲۷۵ھ سے ۱۲۹۸ھ تک اونھوں نے جو کچھ کہا اوسمیں مجھے صرف اوسیقدر ملا جو اونہوں نے قدیم بیاض میں قلمبند کرلیا تھا۔

(۳) ۱۲۹۹ھ سے ۱۳۰۵ھ کے اواخر تک اونھوں نے جو کچھ کہا وہ سب بھی تلف ہوگیا۔ اوس زمانہ کے کلام میں سے چار غزلیں اور ایک رباعی مجھے شاہ عبدالعزیز صاحب آزاد سے ملیں جو اونہیں بنیئے کے دوکان کے ردی کاغذات میں ملی تھیں۔

(۴) ۱۳۰۶ھ کے بعد سے آخر عمر تک اونھوں نے آرہ کے قیام کے زمانہ میں جو کچھ کہا وہ زیادہ تر محفوظ رہا اور مجھے ملا۔ لیکن وہ پیر بگہ اور گیا بھی جاتے رہتے تھے۔ اور وہاں پندرہ پندرہ بیس بیس روز قیام رہا کرتا تھا۔ ان مقامات کے قیام کے زمانہ میں اونھوں نے

جو کچھ کہا ہوگا وہ مجھے نہیں مل سکا۔ اسی آخر عہد کے کلام میں مجھے ایک غزل حضرت شاہ ظہور الحق صاحب سے اور ایک غزل انکے بھائی حضرت شاہ جنود الحق صاحب سے ملی۔

حضرت باقر کے کلام کی ترتیب اور دیوان کی تدوین اور اوس میں شریک شدہ قصائد و غزلیات و دیگر اصناف کلام کی تعداد

حضرت باقر کی رحلت کے بعد مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب آزاد نے اون کے کلام کو ترتیب دیکر دیوان مرتب کرنے کا ارادہ کیا اور اون کی دوسری بیاض میں جسقدر غزلیں وغیرہ قلمبند کی گئی تھیں اونہیں ترتیب دیا لیکن بعض موانعات پیش آئے اور یہ کام تکمیل نہیں پاسکا۔ حضرت قدس سرہٗ کی رحلت سے چند سال کے بعد میں اون کی کتابیں اور بیاضیں اور جس قدر کاغذات آرہ میں مل سکے حیدرآباد لے آیا لیکن یہ سب محفوظ رکھے رہے اور ملازمت کے مشاغل کے باعث اون کی جانب متوجہ ہونے کا موقع مجھے مطلق نہیں مل سکا۔ پنشن لیکر سرکاری خدمتوں سے سبکدوش ہونے کے دو ڈھائی سال کے بعد حق سبحانہ وتعالیٰ کی توفیق رفیق حال ہوی اور میں نے دیوان کی ترتیب شروع کی لیکن بیحد دقتیں پیش آئیں۔ اون کا جس قدر کلام مجھے مل سکا اوس کا تقریباً تین حصہ اون کے آنکھوں سے معذور ہوجانے کے بعد کا تھا۔ اوسمیں اکثر اون کے ملازمین مرزا امجد علی مرحوم اور مرزا تصور حسین کے بچوں حیات حسین اور ابوالحسن کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا یہ دونوں لڑکے اردو کا املا بھی صحیح لکھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے تھے فارسی نظم کا صحیح لکھنا تو بہت دور تھا۔ اس کے علاوہ وہ دونوں بدخط بھی بہت تھے۔ آنکھوں سے معذوری کے زمانہ میں بروقت کاتب کے نہ ملنے کے باعث حضرت قدس سرہٗ نے جو کچھ خود اپنے دست مبارک سے لکھا وہ ظاہر ہے کہ کیسا ہوگا۔ ان اشعار کا (جو دستیاب شدہ کلام کا سہ ربع حصہ سے کم نہیں تھا) پڑھنا

تقریباً محال ہوگیا اور اس قدر دشواریاں لاحق ہوئیں کہ بار بار ہمت قاصر ہوگئی لیکن حق سبحانہٗ تعالیٰ کا فضل شامل حال تھا استقلال کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوٹا اور رفتہ رفتہ سب کچھ پڑھ لیا گیا اور نقل کر لیا گیا۔ اور ترتیب دیکر دیوان بھی مدوّن کر لیا گیا۔

حضرت باقر قدس سرہٗ کا کلام جس قدر مجھے مل سکا اوس سے تقریباً دس حصہ سے زیادہ تلف ہو چکا تھا۔ بریں ہم جو کچھ دستیاب ہوا اوس سے متوسط حجم کا دیوان مرتب ہوگیا۔ اسمیں تین قصیدے۔ چار سو بائیس غزلیں۔ دو مخمس۔ چار رباعیاں پینتیس قطعات اور ایک نثر عبارت شریک ہے۔ حروف خا۔ طا۔ عین اور فا کے ردیف کی کوئی غزل نہیں ملی۔ اور حروف ثا۔ جیم۔ ذال۔ صاد۔ ضاد۔ ظا اور کاف کی صرف ایک ایک ہی غزل ملی۔ اون کا جس قدر کلام مجھے ملا وہ سب اس دیوان میں شریک کیا گیا اور ایک شعر بھی نہیں چھوڑا گیا البتہ وہ اشعار جن کو اونھوں نے خود مسترد کر دیا تھا اور جن کی تعداد تیس پینتیس سے زیادہ نہیں ہے شریک نہیں کئے گئے۔ یہ سب اشعار اون غزلوں کے ہیں جو اون کی قدیم بیاضوں میں قلمبند پائی گئیں۔

اضافہ کلام

مثنوی۔ حضرت باقر کی کوئی مثنوی مجھے نہیں ملی ۱۲۷۴ھ سے پہلے شاید اونھوں نے کوئی مثنوی لکھی ہو لیکن اوس کے بعد اونھوں نے اس کی جانب کبھی توجہ نہیں کی۔ اون کی شاعری کی کیفیت سے جو پہلے لکھی جا چکی ہے قیاس بھی یہی ہوتا ہے کہ اونھوں نے مثنوی لکھنے کا کبھی خیال نہیں کیا۔

قصاید۔ قصیدے مجھے صرف چار ملے جن میں دو مکمل تھے اور دو ناتمام۔ مکمل قصیدوں میں

ایک قصیدہ ایک سو چھ شعروں کا ہے جسے انہوں نے پیرو مرشد حضرت شاہ قیام اصدق رحمتہ اللہ علیہ کی منقبت میں کہا تھا۔ یہ قصیدہ دیوان کے ابتدا میں شریک ہے۔

دوسرا قصیدہ جو اس دیوان میں شریک ہے کاغذ کے ایک پرچہ پر اون کے ہاتھ کا لکھا ہوا ملا جس میں ایک جگہ درمیان میں بیاض چھوڑی گئی ہے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ پینتیس شعروں کے لکھنے کے بعد اس کو انہوں نے ناتمام رکھدیا اور پھر اس کو تمام کرنے کے جانب متوجہ نہیں ہوے۔ اس قصیدہ کا مطلع یہ ہے ؎

من کیستم آں جوہر مرآت نظیرم کز شعشعۂ نور قدیم است خمیرم

اسی وزن اور اسی ردیف وقافیہ اور اسی طرز کا ایک قصیدہ عرفی کا بھی ہے جس کا مطلع یہ ہے ؎

من کیستم آں سالک کونین میسرم کز بیختۂ جوہر قدس است خمیرم

اور شیخ علی حزیں نے بھی ایسا ہی ایک قصیدہ کہا ہے جس کا مطلع ہے ؎

آن طایر قدسم کہ چکد خون ز صفیرم باد رد و غم عشق سرشتند خمیرم

معلوم ہوتا ہے کہ ان دو میں سے کوئی قصیدہ ان کے مطالعہ میں تھا کہ مضامین کی آمد قلب پر آمد ہوئی اور اس طرز پر قصیدہ لکھنا شروع کیا۔ پینتیس ۳۵ اشعار لکھ کر اس وقت موقوف کیا اور بعد میں (جیسی کہ ان کی طبیعت تھی) اس کی تکمیل کی جانب متوجہ نہیں ہوے۔

تیسرا قصیدہ اعلیٰ حضرت غفران مکان آصف جاہ سادس حضرت میر محبوب علی خان رحمتہ اللہ علیہ کی مدح میں ہے لیکن یہ بھی ناتمام ہے۔ سنہ ۱۹۰۰ء (سنہ ۱۳۱۷ھ و سنہ ۱۳۱۸ھ) میں ممالک آصفیہ کے مغربی اضلاع نہایت ہی شدید قحط میں مبتلا ہوئے۔ کارہائے قحط کے انتظام کے لیئے میں بیدر بھیجا گیا۔ اس سال بارش اچھی ہوئی اور اکتوبر سنہ ۱۹۰۰ء میں کارہائے

قحط موقوف کر دئے گئے۔ مسٹر ڈنلاپ کمشنر قحط نے انگریزی میں رپورٹ لکھی اور اس کا اردو ترجمہ کر کے بھی شایع کرایا۔ اس رپورٹ کے دیباچہ میں حضرت غفران مکان کا ایک شعر ؎

آصف کو جان و مال سے اپنے نہیں دریغ گر کام آئے خلق کی راحت کے واسطے

نقل کر کے بیان کیا گیا تھا کہ اس شعر میں جو ہدایت مضمر ہے اس کی پوری پابندی ہوئی اور جب تک قحط باقی رہا نہایت فراخ دلی سے رعایا کی پرورش کی گئی اور جب قحط ختم ہوا اون کو اون کے کھیتوں سے گھروں تک جانے کا خرچ دیا گیا اور کثیر اور وافر مقدار میں تقاوی بھی دیکر اون کی امداد کی گئی۔ ۱۹۰۱ء میں چند روز کی رخصت پر میں آرہ گیا۔ مسٹر ڈنلاپ کی رپورٹ کا اردو ترجمہ اسی زمانہ میں شایع ہوا تھا اور اسی وقت مجھے ملا تھا اوس کو میں ہمراہ لیتا گیا۔ آرہ پہنچکر جب حضرت علیہ الرحمہ کی قدمبوسی سے مشرف ہوا انہوں نے قحط کی کیفیت استفسار فرمائی۔ میں نے کچھ زبانی عرض کیا اور رپورٹ کا دیباچہ اور جابجا سے اوس کے دوسرے مضامین اونہیں پڑھ کر سنائے۔ جب اونہیں معلوم ہوا کہ بادشاہ وقت کی فراخ دلی اور رعایا پروری کی بدولت لاکھوں آدمیوں کی جانیں معرض تلف میں آنے سے بچائی گئیں اور اون کی پرورش پر دو کرور سے زیادہ روپیہ بیدریغ صرف کر دیا گیا اون کے دل پر بیحد اثر ہوا۔ بہت دیر تک حیدرآباد کی سلطنت اور بادشاہ اور اون کی اولاد کو دعا دیتے رہے اور پھر اوسی حالت میں میرے نسبتی بھائی حافظ محمد سلیم صاحب کو بلایا اور حضرت غفران مکان کی مدح میں فی البدیہ قصیدہ لکھوانا شروع کیا اور اوس وقت سترہ اشعار لکھوا کر بس کیا اون کا ارادہ اس قصیدہ کو کسی دوسرے وقت تکمیل کرنے کا ہوگا لیکن پھر اس کی جانب توجہ کرنے کا انہیں موقع نہیں ملا۔ اوس وقت ان کے قلب پر اس قدر اثر تھا کہ شعرا کے اصول مقررہ کا بھی کچھ خیال نہیں کیا اور تشبیب اور گریز کو بالکل نظر انداز کر کے قصیدہ کو ممدوح کی

مدح سے شروع کر دیا۔

چوتھا قصیدہ (جو دیوان میں شریک نہیں کیا گیا) جس میں نثر شعر ہیں انہوں نے ۱۲۹۷ھ میں مولوی سید اقبال علی المتخلص بہ بحر کو ان کی فرمایش پر مہاراجہ بتیا کی مدح میں لکھ کر دیا تھا۔ سید اقبال علی صاحب قصبہ بہار کے رہنے والے تھے۔ بتیا کے راج اسکول میں مدرس تھے اور مہاراجہ کے یہاں بھی ان کا تعلق تھا اور ان کے دربار کے شاعر بھی تھے۔ مہاراجہ کی عمر اس وقت نثر کے قریب تھی۔ عربی اور فارسی میں اچھی دستگاہ رکھتے تھے اور پرانی تہذیب کے نمونہ تھے۔ حضرت باقر نے یہ قصیدہ چونکہ مولوی اقبال علی بحر مرحوم کے لیے لکھ کر انہیں کو دیدیا تھا اس لیے اس دیوان میں شریک نہیں کیا گیا۔ عربی کا ایک مشہور قصیدہ ہے جس کا مطلع ہے۔

سپیدہ دم چو زدم آستین بشمع شعور شنیدم آیت استفتحوا ز عالم نور

حضرت باقر نے یہ قصیدہ اسی طرز پر لکھا تھا۔ گو میں نے دیوان میں شریک نہیں کیا تاہم نمونہ کے طور پر اس کے ابتدا کے چند شعر نقل کر دیتا ہوں:۔

سحر بدامن فکرت زدم چو دست شعور خرابۂ دل پرخون ز درد و غم معمور

کشیدہ سر بگریبان گونہ گونہ خیال تصور الم روزگار کردہ خطور

نہ طاقت و نہ تواں و نہ تاب ضبط نفس نہ لب ز شکوہ خموش و نہ دل بہ غصہ صبور

نہ میل غنچہ و گل و نے دماغ سیر چمن دل حزین نکند گر بود کرشمۂ حور

بہ کام جان مزۂ عیش زندگانی مزخ ز انبساط جہان خاطر حزین بس دور

سروش غیب بگوش دلم چنان آمد کہ اے حریم دلت پر ز نور رب غفور

حریم عزت و اسرار غیب را محرم جلیس مجلس انس و مقیم بزم حضور

چہ شد کہ ہست سرت وقف زانوئے فکرت چہ دادروکہ بہ بستر فتادۂ رنجور

غزلیات و دیگر اصناف کلام :۔ حضرت باقر کا رجحان اون کی طبیعت کے افتاد کی باعث زیادہ تر غزلوں ہی کے کہنے پر رہا ۔ دوسرے اصناف کلام کی جانب اُنہوں نے بہت کم توجہ کی اور ترجیعات وغیرہ کے قسم میں سے اون کا کوئی کلام نہیں ملا ۔

قطعات :۔ جتنے قطعات مجھے مل سکے وہ زیادہ تر ولادت اور وفات کی تاریخ میں ہیں اور دو تین قطعے بعض کتابوں پر تقریظ کے طور پر لکھے گئے ہیں ۔ دیوان کے آخر کے تین قطعات (نمبر ۳۳ و ۳۴ و ۳۵) اور آخر کا نثر مضمون ایک واقعہ سے تعلق رکھتے ہیں غدر کے زمانے میں حضرت غالب کو اپنے مکان میں بند ہو جانا پڑا اور آمد و رفت اور دوستوں کی ملاقات اون کے لیے محال ہو گئی اوس زمانہ میں اون کے پاس دو کتابیں دستنبو اور برہان قاطع تھیں جن کو دیکھ کر وہ دل بہلایا کرتے تھے ۔ برہان قاطع کے مطالعہ میں اونہیں جہاں جہاں غلطیاں نظر آئیں اون کو بطور یادداشت کے قلمبند کرتے گئے اور ایک کتاب کی صورت میں ترتیب دیکر اور قاطع برہان نام رکھ کر ۱۲۷۶ھ میں شایع کیا ۔ ہر چند کہ اوس کتاب کے دیباچہ میں اوس کی اشاعت کی غایت کا اظہار صاف صاف کر دیا تھا ۔ "چون آن سفینہ (برہان قاطع) گفتار ہائے نادرست داشت و مردم را از راہ میبرد من آئین آموزگاری داشتم بر پیروان خودم دل سوخت جادہ نمایان ساختم تا بیراہہ نروند" اس پر بھی اس کتاب کا شایع ہونا تھا کہ ہر چہار طرف سے مخالف کا طوفان برپا ہو گیا اور برسوں یہ ہنگامہ جاری رہا ۔ قاطع برہان کے رد میں کتابیں لکھی گئیں اور شایع کی گئیں ۔ قاطع قاطع ۔ محرق قاطع ۔ ساطع قاطع وغیرہ ۔ حضرت غالب نے بعض کا جواب لکھا اور بعض کی جانب بالکل توجہ نہیں کی ۔ آخر میں کلکتہ کے مولوی احمد صاحب احمد تخلص نے قاطع برہان کی رد میں ایک کتاب موسوم بہ موید البرہان شایع کی ۔ مولوی احمد علی صاحب مرحوم

اصفہانی الاصل تھے اون کے اجداد میں ایک بزرگ نے ڈھاکہ میں سکونت اختیار کی تھی ۔ مولوی صاحب کا مولد ڈھاکہ تھا ۔ لیکن اپنے مشاغل کے باعث کلکتہ میں سکونت پذیر ہوئے ۔ نہایت ذی وجاہت شخص تھے اور کلکتہ کے نہایت ممتاز لوگوں میں ان کا شمار تھا ۔ مرزا قتیل کے پیرو تھے اور فارسی لغات اور اصطلاحات شعرا میں برہان قاطع اور لالہ ٹیک چند بہار کی بہار عجم کو نہایت مستند خیال کرتے تھے ۔ مویدالبران کو لکھ کر کلکتہ اور نواح کے بہت سے فارسی خوان دوستوں سے تقریظیں اور قطعات تاریخ لکھوائیں اور اوس کے ساتھ ان سب کو بھی شایع کیا ۔ حضرت غالب کی نظر سے جب یہ کتاب گذری انہوں نے جواب میں تیغ تیز لکھی اور اوس کے ساتھ ایک فارسی قصیدہ بھی لکھا جس کے ابتدا کے چند اشعار یہ ہیں :-

مولوی احمد علی احمد تخلص نسخہ در خصوص گفتگوے پارس انشا کردہ است
کیچ و مکراں را کہ در سند است واز ایران جدا شامل اقلیم ایران بے محابا کردہ است
قوم بربر را بہ ایرانی نژادان دادہ خلط ترک ترکان سمرقند و بخارا کردہ است
ہندیاں را در زبان دانی مسلم داشتہ ناچہ اندر خاطر والاے اوجا کردہ است
ہر کہ بینی باز زبان مولد خود آشنا است ساز نطق مولد اجداد بیجا کردہ است
خواجہ را از اصفہانی بودن آباچہ سود خالقش در کشور بنگالہ پیدا کردہ است
با قتیل و جامع برہان و لالہ ٹیک چند لابہ و سوگیری و لطف و مدارا کردہ است

تیغ تیز کا تو کوئی جواب شاید نہیں دیا گیا اور اس قصیدہ کا جواب بھی مولوی احمد علی صاحب نے خود نہیں دیا بلکہ اون کی ایما سے ڈھاکہ کے رہنے والے اون کے ایک شاگرد مولوی عبدالصمد متخلص بہ فدا نے ایک قطعہ لکھا اور شایع کیا جس کے ابتدا کے تین اشعار یہ ہیں :-

فرق حق و باطل اے صاحب نظر بشنو ز من — گر ترا جویائے حق ایزد تعالیٰ کردہ است
دید چون غالب موید آن کتاب لاجواب — کش بصد تحقیق املا ہادی ما کردہ است
قطعۂ در پوزش کردار خود ترتیب داد — گاہ در وے فخر و گہ لطف و مدارا کردہ است

مولوی عبدالصمد فدا کے اس قطعہ کے جواب میں ایک قطعہ حضرت باقر نے اور ایک قطعہ مولوی خواجہ سید فخرالدین حسین سخن دہلوی نے لکھا اور ان دونوں قطعوں کو حضرت غالب اور مولوی عبدالصمد فدا کے قطعات کے ساتھ ایک رسالہ کی شکل میں ہنگامہ دل آشوب کے نام کے ساتھ آرہ میں منشی سنت پرشاد کے مطبع میں ذالحجہ ۱۲۸۳ھ (۱۸۶۷ء) میں طبع کرایا اس کے شایع ہوتے ہی منشی جواہر سنگھ جوہر لکھنوی نے (جو مرزا ناطق مکرانی کے شاگرد تھے) ایک قطعہ حضرت غالب کے خلاف اور مولوی احمد علی کی تائید میں لکھا اور مولوی عبدالصمد فدا نے حضرت باقر کے قطعہ کے جواب میں ایک قطعہ شایع کیا اور اسی قطعہ میں حضرت سخن کے قطعہ کا بھی جواب دیا۔ ان دونوں قطعات کے جواب میں ایک ایک قطعہ حضرت باقر نے اور ایک ایک قطعہ حضرت سخن نے لکھا۔ ان کے علاوہ لکھنو کے ایک شاعر منشی امیر احمد المتخلص بہ امیر لکھنوی نے اُردو میں ایک قطعہ حضرت غالب کی تائید میں لکھ کر اودہ اخبار میں شایع کیا۔ ان سب کے علاوہ لکھنو کے ایک شاعر میر آغا علی متخلص بہ شمس (شاگرد قاضی محمد صادق خان بہادر اختر ولد قاضی محمد لعل باشندہ ہوگلی شاگرد مرزا قتیل) نے اردو نثر میں ایک مضمون لکھ کر اودہ اخبار نمبر ۲۶ مورخہ ۲۵ جون ۱۸۶۷ء میں شایع کیا جس میں قاطع برہان پر اعتراضات کے سلسلہ میں حضرت غالب اور اُن کی اُردو شاعری پر نہایت رکیک اعتراضات کئے۔ یہ مضمون چونکہ نثر میں تھا اس لیے اس کا جواب حضرت سخن نے اردو نثر میں اور حضرت باقر نے فارسی نثر میں لکھا اور ان جملہ قطعات اور ان دونوں نثر مضامین کو ترتیب وار جمع کر کے

خواجہ سید فخرالدین حسین سخن نے آرہ کے اسی مطبع میں بنام ہنگامہ دل آشوب حصہ دوم جمادی الاول ۱۲۸۴ھ (۱۸۶۷ء) میں شایع کیا۔ حضرت غالب کی رحلت ۲ ہر ذی قعدہ ۱۲۸۵ھ کو واقع ہوئی۔ یہ رسالہ ان کی رحلت سے تقریباً ڈیڑھ سال قبل طبع ہوا اور غالباً قاطع برہان کے جواب اور جواب الجواب کا سلسلہ اسی پر ختم ہوگیا۔

۱۸۹۱ء میں میں نے ایک عزیز کے پاس ہنگامہ دل آشوب کا پہلا پرچہ دیکھا تھا اور اس سے حضرت باقر کا قطعہ (نمبر ۳۳) نقل کر لیا تھا۔ اس دیوان کو ترتیب دیتے وقت میں نے آرہ، پٹنہ، گیا اور لکھنؤ میں دوستوں کو لکھا لیکن اوس کے دونوں حصوں میں سے کوئی حصہ مجھے نہیں مل سکا۔ اس لیے حضرت باقر کا وہی ایک قطعہ دیوان میں شریک کیا گیا۔ یہ دیوان مطبع کو طباعت کے لیے دیدیا گیا تھا اور نصف سے زیادہ طبع ہو چکا تھا کہ ہنگامۂ دل آشوب کے دونوں حصے مولوی سید عبدالعزیز صاحب آزاد کو مولوی سید وصی احمد صاحب ڈپٹی کلکٹر (نبیرۂ حضرت میر سید فرزند احمد صاحب صفیر بلگرامی آروی اعلی اللہ مقامہ) سے ملا اور انہوں نے میرے پاس بھیجدیا۔ میں نے بقیہ دونوں قطعات اور آخر کا نثر مضمون دیوان میں شریک کر دیا۔ ان میں پہلا قطعہ (نمبر ۳۴) عبدالصمد فدا کے قطعہ کا جواب ہے۔ دوسرا قطعہ (نمبر ۳۴) منشی جواہر سنگھ جوہر کے قطعہ کا جواب ہے اور تیسرا قطعہ (نمبر ۳۵) مولوی عبدالصمد فدا کے دوسرے قطعہ کا جواب ہے

نثر:- نثر کا مکمل مضمون مجھے ایک ہی ملا جو آغا علی شمس کے جواب میں لکھا گیا تھا اور جو اس دیوان آخر میں شریک کیا گیا ہے قطعہ نمبر (۱) کے ہمراہ ایک مختصر نثر تحریر ہے جو حضرت شاہ مطفر قدس سرہٗ کے دعوت کے رقعہ کے جواب میں لکھی گئی تھی۔ قدیم رواج کے مطابق حضرت باقر خطوط اکثر فارسی زبان میں تحریر فرمایا کرتے تھے

افسوس کہ ان میں سے کوئی خط محفوظ نہیں رہا ورنہ ان سے اُن کی انشائکاری کا کمال ظاہر ہوتا۔ مولوی شاہ عبدالعزیز صاحب آزاد سے مجھے دو خطوط کی نقلیں ملیں جو اس مقالہ میں درج کیجائینگی۔

کلام عربی اور اردو

حضرت باقر نے اپنے لکھے ہوئے چند فتاوی کی نقلیں قدیم بیاض میں قلمبند کی ہیں ان سے اون کی عربی تحریر کی قوت ظاہر ہوتی ہے لیکن عربی میں کہے ہوئے اشعار مجھے نہیں مل سکے اور غالباً اس زبان میں شاعری کی جانب اون کو توجہ بھی نہیں ہوئی اردو شاعری کی جانب بھی اونہوں نے توجہ نہیں کی۔

شاہ عبدالعزیز صاحب آزاد نے ایک خط میں مجھے لکھا:۔ "چھوٹے سرکار[۱] (حضرت باقر) کے اردو کلام کے متعلق عرض ہے کہ ۱۸۹۱ء میں جب چھوٹے سرکار میرے مکان میں مقیم تھے میں نے اپنی چند غزلیں اُردو کی اصلاح کے لیے پیش کیں تو فرمایا کہ مجھ کو اُردو کی شاعری سے تعلق نہیں رہا۔ جوانی میں دو ایک ریختی یا بعض صاحبان بیتھو سے نوک جھوک میں کچھ ہجو لکھنے کا اتفاق ہوا جس کو بعد میں ضایع کر دیا۔ اگر فارسی کہو تو اصلاح کے لیے بھیجو۔"

مشاعروں میں شرکت سے اعراض

حضرت باقر علیہ الرحمہ مشاعروں میں شریک نہیں ہوا کرتے تھے اور اپنی غزلیں بھی

---

[۱] پرگنہ اور اطراف کے موانعات میں حضرت باقر کے اعزہ اور دوسرے لوگ بھی انہیں عموماً چھوٹے سرکار کہتے تھے اور اُن کے

مشاعروں میں نہیں بھیجتے تھے بعض وقت دوستوں کی فرمائش پر غزل کہدیا کرتے تھے۔ دیوان کے ردیف میم کی غزل نمبر ۴۶ جس کا مطلع ہے ؎

رواج راحت و رنج از جہاں بگردانیم برآن سرم کہ شعار جہاں بگردانیم

مجھے حضرت شاہ ظہور الحق قدس سرہٗ سے ملی جس خط کے ہمراہ اونہوں نے یہ غزل میرے پاس بھیجی اُس میں اس کے متعلق لکھا :۔ "..... صرف ایک غزل آخر کی مل گئی اور حادثات زمانہ سے بچ رہی پیشکش کرتے ہیں۔ جناب بھائی صاحب (حضرت باقر) پیر بگیہ (یعنی جمو والے پیر بگیہ) تشریف لائے ناچیزوں کی ملازمت سے خوشوقت و مسرور ہوا ..... اکثر اوبیشتر ہم اون کی خدمت میں جایا کرتے تھے اِدہر اُدہر کا تذکرہ ہوا کرتا تھا ایک روز جناب غالب مرحوم کا تذکرہ چھڑا ایک غزل اُن کی ہے ؎

بیا کہ قاعدۂ آسمان بگردانیم قضا بگردش رطلِ گراں بگردانیم

اس کا مطلب ہم نے پوچھا بہت بہت وضاحت کے ساتھ مطلب بیان فرمایا اور ہماری خواہش ہوئی کہ اس پر کوئی غزل لکھی جائے شب کو اونہوں نے کچھ فکر کیا اور ایک غزل لکھی اور خود سے ایک کاغذ پر لکھا بینائی تو تھی نہیں مگر بینائی باطن سے کام لیا۔ صبح کو تفضل (مرزا تفضل حسین مرحوم حضرت باقر کے خادم تھے) میرے پاس آئے اور کہا کہ بلاتے ہیں ہم حاضر ہوئے تو فرمایا کہ بابو رات کو کچھ ہم نے لکھا ہے اوس کا ذرا اشارہ کیجئے تو ہم بتلاتے جائیں چنانچہ ہم اشارہ کرتے گئے اور پوری غزل لکھ لی۔ یہ آخر کی غزل ہے اس کے بعد غالباً پھر کچھ کہنے کا موقع نہیں ملا یہاں سے آرہ تشریف لیگئے وہاں سے ..... صاحب گنج (گیا) تشریف لیگئے چند دنوں کے بعد واصل بحق ہوئے۔"

حضرت باقر کی انشا نگاری اور غزلوں پر اصلاح دینے کے اصول

مولوی سید شاہ عبدالعزیز صاحب آزاد سے مجھے حضرت باقر کے دو خطوط کی نقلیں دستیاب ہوئیں۔ اون کی خدمت میں دو غزلیں اصلاح کے لیے بھیجی گئی تھیں اور اصلاح کر کے ان خطوط کے ہمراہ اُنہوں نے واپس کی تھیں۔ ان دونوں خطوط کو اور ان دونوں غزلوں کو اون کی اصلاح کے ساتھ نقل کرتا ہوں۔ ان خطوط سے روزمرہ کی خط و کتابت میں حضرت باقر کی انشا نگاری کا انداز معلوم ہو سکے گا اور شاعری کے چند بنیادی اصول بھی معلوم ہو سکیں گے جن کو پیش نظر رکھنا اور ان پر کاربند ہونا شاعر کے لیے ضرور ہے۔ ان کے علاوہ حضرت علیہ الرحمہ کے اصلاح دینے کا طرز بھی معلوم ہو سکے گا۔

(۱) نقل خط حضرت باقر بنام مولوی سید عبدالعزیز صاحب آزاد

برخوردار سعادت آثار عزیز سراپا تمیز منشی سید عبدالعزیز زاد عمرہٗ وقدرہٗ۔ دعائے مزید حیات و ترقی دولت و اقبال مطالعہ نمایند۔ قطعہ خط آن عزیز مع غزل بعد مدت دراز از ڈاک وصول گردید خرم و خرسند ساخت۔ حق سبحانہ و تعالیٰ شانہ بابین یاد آوری و سعادتمندی دیرگاہ سلامت دارد۔ در بعضے خطوط وعدہ میکنند کہ بعد ازین خط دیگر متضمن فلان مضمون خواہم نگاشت لیکن آن خط موعودہ نمی رسد شاید از یاد میرود۔ وعدہ فرستادن گلدستہ[1] چند بار نمودند مگر وفائے آن وعدہ مرہم جراحت انتظار نہ شد و مشاعرہ از زمانہ بسیار می شود چہ احتمال است کہ یک گلدستہ ہم چاپ نشدہ باشد۔ اشتیاق غزل فارسی چکیدۂ خامۂ جادو نگار

---

[1] گیا میں مشاعرہ ہوا کرتا تھا اور شعرا اردو اور فارسی میں اپنا اپنا کلام پڑھا کرتے تھے۔ ہر مشاعرہ میں جو قطعے رقعے پڑھے جاتے تھے ایک جا جمع کر کے بطور گلدستہ کے چھاپ دیا جاتا تھا۔

قاضی[۲۲] فرزند احمد صاحب چند بار نوشتم و ہنوز بہمان اشتیاق دامنگیر دل است و نیز غزل فارسی مولوی فصیح[۲۳] احمد صاحب را سامعہ مشتاق است چون ممدوح علیہ استاد آنغزیز اند حاصل شد ان محض آسان ۔ بالجملہ غزل آن عزیز مطالعہ در آوردہ اصلاح کردہ فرستادہ می شود ۔ چند شعر دران کہ معنی لطیف نداشت و درستی آن بہ تبدیل و تغیر ہم ممکن نشد بدر کردم و مطلع درست کردہ غزل مرتب کردہ شد و خیال این معنی دارند کہ کلام از لغو حشو پاک باشد و ضبط و ربط کلام از دست نرود ۔ اگرچہ اشعار قلیل باشند لیکن خوب باشند فضول قافیہ پیمائی ضرور نیست ۔ حضرت غالب میفرمایند ؎

نگویم تا نباشد تغز غالب چہ غم گر ہست اشعار من اندک

و این دعا گویم غزلے در این زمین حسب فرمایش آنعزیز درست کردہ است مگر حق اینست کہ معارض خواجہ حافظ گردیدن از دانش دور است ۔ امام طبقۂ ثانیہ بابا فغانی بودہ اند ظہوری و نظیری و عرفی و کلیم و دیگر شعرائے متاخرین ہمہ مقلد او شناسند و بر غزلہائے شان شعرائے متاخر طبع آزمائی نمودہ و غزلہا گفتہ ۔ نزدم کتابے بود مجموعہ کہ بزرگے ابتدا از غزل فغانی نمودہ بود و غزلہائے متاخرین کہ بران غزل بود بعد ازان نوشتہ ۔ کتابے بود بطور گلدستۂ مشاعرہ ۔ این فقیر را در انیجا (یعنی آرہ) از بعضے بزرگان بلگرامی بدست آمدہ بود در پیرہ کہ بشبول دیگر کتابہا بہ غارت[۲۵] رفت حسرت آن کتاب از دل نمی رود ۔

---

۲۲ قاضی فرزند احمد صاحب مرحوم گیا کے رئیس تھے اور فارسی گو شاعر تھے ۔

۲۳ مولوی فصیح احمد حسرت عظیم آبادی مرزا اخگر دہلوی رنجی گو کے شاگرد تھے اور وہ حضرت غالب کے شاگرد تھے ۔

۲۴ گیا کے ایک مشاعرہ میں خواجہ حافظ شیرازی کی ایک غزل کا مطلع ؎ ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما ۔ طرح دیا گیا تھا ۔ شاہ عبدالعزیز صاحب آزاد کی فرمایش پر حضرت باقر نے ایک غزل لکھی جس کا ایک شعر یہ ہے ؎ رکھش عرفی و جامی ہمہ سہل است و لے در رہ حافظ ما ہیچ غزلخوان نرود (دیوان باقر ردیف دال غزل نمبر ۱۲۳)

۲۵ بہت دنوں کے بعد یہ کتاب اتفاقاً مجھے مل گئی اور اب میرے پاس ہے ۔ عطا حسین ۔

غرض اینکہ غزلہائے فغانی را استادہ طرح قرار دادہ اند لیکن بر غزل حافظ کسے سبقت نکردہ مگر بہ بندرت در بعضے غزل ۔ وامروز قطعہ خط عزیزی شاہ مجیب الحق سلمہٗ از سہلہ آمدہ است دران خط دو خمسہ نتیجہ فکر خود برائے اصلاح فرستادہ اند یک خمسہ بر غزل کمال خجندی و خمسہ دیگر بر غزل این دعاگو باطمینان دیدہ فرستادہ خواہد شد ۔ واز چند عرصہ طبیعت این دعاگو بعارضہ دوران سر و شدت در دسر بسیار نادرست بود لہذا در فرستادن جواب خط آنعزیز توقف سہ چہار روز گردید و حالا دو نوشت و خواند خطوط بسیار حرج رو خواہد داد زیرا کہ عبد الصمد و عبد الکریم سلمہما کہ بتقریب تعطیل کالج بر مکان بودند بعرصہ پنج چہار روز بہر دو نور چشمان باتکی پور خواہند رفت و یک طالب العلم مدرسہ حنفیہ کہ در ینجا جاگیر شان بود و مردم ذی استعداد نوشت و خواہند خطوط ما میکرد او بمکان رفت حالا کسے نخواہد بود کہ خط بخواند و نویسد ۔ بہر حال آنعزیز از تحریر خطوط کلفت قلم نخواہند کرد بکدامی تدبیر خواندہ خواہد شد و اگر بوجہ مذکور در رسیدن جواب توقف رود ہد معذور خواہند داشت و مزاج این دعاگو از عرصہ دو سہ روز بر سر افاقہ است لیکن ہنوز صحت کلی نیست اینقدر حواس درست شدہ کہ خط و غزل آن عزیز شنیدم و جواب نویسانیدم ۔ و غزلہائے خود کہ میفرستیم باید کہ شعرائے فارسی آنجا رانمایند اگر بہ پسندند لطف است ورنہ استحقاق آن ندارم و درین خط نگاشتہ اند کہ در مشاعرہ حالیہ صرف چار اشخاص غزل فارسی خواندند مگر تفصیل نہ نگاشتند اسامی آن حضرات زیر قلم کنند و معلوم نیست کہ در مشاعرہ منصب خواندن آخر برائے کیست ازان اطلاع منجواہم زیادہ دعائے ترقیات ۔

باقر علی تاریخ ۲۹ ر اکتوبر ۱۸۹۸ء

مولوی شاہ عبدالعزیز آزاد کی غزل اور اس پر حضرت باقر کی اصلاح

(۱) از دماغم ہوس روئے حسینان نرود — تا بعمر از دل من الفت خوبان نرود
(۲) نا نہ بینید رخ نیکوے نوگاہے جانان[۱] — وقت مردن ز تنم جان بہ آسان نرود
(اصلاح) تا نہ بینید رخ خوبِ تو دم نزع مرا — جان رود آہ ز قالب مگر آسان نرود

(۱ لفظ جان، میں نون ظاہر کیا گیا ہے اور اعلان نون جائز نہیں)

(۳) خوگرِ جور و جفا شد دل من چند[۲] انکہ — ظلم صد گونہ بہ بیند رہ افغان نرود
(اصلاح) خوگرِ جور و جفائے تو شدم بسکہ دل — باہمہ ظلم و ستم نالہ و افغان نرود

(۲ کاف متحرک آخر مصرعہ میں درست نہیں کاف ساکن بعضے کلام میں آیا ہے)

(۴) عاشقان منتظرِ جلوہ نظر بر راہ اند — از رہِ لطف مگر آن شہ خوبان نرود
(اصلاح) عاشقان منتظر اند برا ہش لیکن — ہیچگہ جلوہ کنان آن شہ خوبان نرود
(۵) روے گلرنگ تو بفریفت چنانم جانا — دل من گہ ہوائے گل و بستان نرود
(اصلاح) بسکہ شیدائے بہارِ گل روے تو بود — دل من گہ بہ تماشائے گلستان نرود
(۶) از سرِ لطف گہے شاد بگردان مارا — ظلم بر عاشق دلخستہ بدینسان[۳] نرود

(۳ ردیف اس مصرعہ میں بجائے خود نہیں ہے اور مضمون بھی پیش پا افتادہ ہے قابل بدرہے)

(۷) دعوی عشق ازو باطل و نازیبا شد — ہر کہ در راہ وفا از سر جان نرود
(اصلاح) ہست پائے طلبش سست بجولانگہ عشق — ہر کہ پا کردہ ز سر در رہ جانان نرود
(۸) مشتعل گشت بدل آتش عشق خوبان — چون کنم تا بلبم نالۂ سوزان[۴] نرود

(۴ اس شعر کا مطلب باوجود غور کے کچھ معلوم نہیں ہوا شاید لجانے تم نے کیا مطلب رکھے ہیں۔ بالجملہ ترکیب چست نہیں ہے نکالدو)

(۹) خار را دید نشستہ چو بہ پہلوئے گلے غیر تم گفت کہ دیگر بگلستان نرود[۵]

(۵ بندش اس کی بھرا اور ترکیب سُست ہے اور نرود کا کوئی فاعل معلوم نہیں ہوتا)

(۱۰) ہر کہ در بزم تو آمد خوش و خرم آمد دیگر آن کس ز برت خرم و شاداں[۶] نرود

(۶ یہ شعر بے معنی ہے بدر)

(۱۱) عاشق و رندم و مست مے الفت زاہد دل من جاے بجز کوے حسینان نرود

(اصلاح) عاشقم کے بروم جانب مسجد زاہد دل من جز طرف کوچۂ جانان نرود

(۱۲) جلوہ افگن شدہ در وادی ایمن مہ من ارنی گوے چرا موسی عمراں[۷] نرود

(۷ یہ شعر بہت درست ہے)

(۱۳) ہست آزاد گرفتار بلاے شب غم آفتے نیست کہ بر جان[۸] پریشان نرود

(اصلاح) ہست آزاد گرفتار بلاے شب ہجر آفتے نیست کہ بر حال پریشان نرود

(۸ جان کی صفت پریشان درست نہیں ہے اس واسطے حال بنایا گیا)

(۲) نقل خط حضرت باقر بنام مولوی شاہ مجیب الحق[۹] کمالی

سراپا سعادت و رشادت عزیز تر از جان قرۃ العین مولوی شاہ مجیب الحق صاحب اطال اللہ عمرہ۔ از ہیچمدان دعا گوے خود باقر علی سلام و دعا مطالعہ نمایند۔ مکتوب بہجت اسلوب آنعزیز در وقت سعید چہرہ وصول افروختہ ابواب مسرت و انبساط بر دل کشود باین یاد آوری و عاجز نوازی دیرگاہ سلامت باشید۔ خمسہ آنعزیز مطالعہ در آمد ہر چند چشم بینا ندارم کہ خود بینم مگر بگوش شنیدم۔ بر سلامت ذہن و دقت طبع و قاد آنعزیز آفرینہا کردم

۹ شاہ مجیب الحق صاحب کمالی حضرت باقر کے ہم جد اور رشتہ میں بھائی تھے۔ ان کا سلسلہ نسب حضرت شاہ معروف بن حضرت شاہ منصور سے ملتا ہے۔

ماشاء اللہ باوجود نوشتی معانیہائے نازک بخیال می آرند حسب الحکم آنعزیز محو و اثبات بعمل آمد
از کثرت تزمیم وزیادہ تغیر و تبدیل ملول و شکستہ خاطر نخواہند شد زیرا کہ در ابتدائے مشق
ہر فن از ہر کسے ہمین قسم غلطیہا سرمیزند من اینقدر غنیمت شمردم کہ باوجود نوشتی گو ہر نازک خیالی
سفتند مگر چون از قواعد و اصول شاعری و رموز و غوامض این فن دستگاہے چندان معتدبہ ندارند
غلطیہائے ترکیب و تخلف قاعدہ شاعری رو دادہ ہر چند بہ تغیر بسیار ترمیم ممکن بود خواستم کہ کلام
بسیار صاف و شستہ گردد تا کسے را از سامعان مجال اعتراض و جائے انگشت نباشد و خواستہ
بودم کہ بر تضمین کلام استاد کمال دخل کردہ شود و آنچہ بر غزل این ہمچو پیر مصرعہا ضم کردہ اند ازان
اغماضے نظر کردہ شود زیرا کہ کلام این ہمچو دان آن رتبہ ندارد کہ غزلیان بران مصرعہا ضم کنند مگر
بلحاظ ملال خاطر آنعزیز کہ خاطر غزلیان نازک می باشد قلم اصلاح را نداشتہ شد و خمسہ دو شعر معطل
داشتہ آمد زیرا کہ خیال قافیہ دران نکردہ اند قافیہا در دو شعر بے ربط است و مناسب می نماید
کہ فکر غزلہا کنند و چند غزل چکیدہ خامۂ معنی نگار و نتیجہ فکر و قاد خود نزد ما فرستند تا اصلاح کردہ فرستادہ
شود از طبیعت داری آنعزیز امید است کہ در دہ دوازدہ غزل سلیقہ شعر گوی درست خواہد
شد زیرا کہ قواعد این فن و ضابطہ درستی و چستی ترکیب و احتیاط از حشو و لغو در این قدر بر طبع سلیم
آن سعادتمند بخوبی جلوہ گر خواہد گردید۔ و چون درین وادی قدم نہادہ اند باید کہ چندے محنت
کنند و کتابہائے اصول این فن بمطالعہ در آرند و اگر گدامی دیوان اساتذہ نزد آنعزیز باشد
سیر آن کنند تا قوت افزاید۔ و یاد آنعزیز باد کہ در عظیم آباد وعدہ فرستادن رسالہ حضرت شاہ
کمال[۱۷۵] قدس سرہ کردہ بودند آنرا چہ قدر ایام گذشت شاید از یاد رفت باز یاد دہی میکنم کہ

---

[۱۷۵] حضرت شاہ کمال قدس سرہٗ دیورہ کے رہنے والے حضرت باقر کے بزرگوں میں تھے۔ بہت بڑے ادیب اور نہایت اعلیٰ پایہ
شاعر اور بہت بڑے صاحبدل بزرگ تھے۔ شیخ علی حزیں کے ہم عصر تھے اور شیخ کے بنارس کے اقامت کے زمانہ میں ان سے بہت
دنوں تک خط و کتابت رہی تھی اور شیخ جیسے شخص نے ان کی علمیت اور فارسی دانی اور شاعری کو تسلیم کیا تھا۔ ان کا نام شاہ کمال ملی تھا لیکن
کمال تخلص تھا۔

مشتاق آن ہستم تا از کلام بزرگان خود خطے و فیضے برادرم از سعادتمندی آنعزیز بعید نیست کہ بمدعا برسم و باید کہ آن رسالہ صاف صاف نوشتہ شدہ باشد تا کم حیثیت ہم بے تامل بخواند و پرچہ اصلاحی ہم فرستادہ میشود اصلاح ازان بدریافت خواہد آمد و دیگر پرچہ صاف کردہ شدہ است دران حرف مصرعہاے اصلاحی بقلم آمدہ تا بے تامل خواندہ شود۔ و این دعاگو را مشتاق دیگر کلام خود دانند فقط زیادہ دعا۔

۱۶۔ جمادی الثانی (۱۳۱۶ھ) از مقام آرہ محلہ ناظر گنج

خمسہ مولوی شاہ مجیب الحق کمالی بر غزل حضرت مولوی باقر علی

(۱) مرا لیست کہ صد فتنہا ہمین باشد ذلیل کردم را آشنا ہمین باشد

(اصلاح) فغان زدل کہ صد فتنہا ہمین باشد زخود ربودم را آشنا ہمین باشد

مگر ز بخت شکایت مرا ہمین باشد اسیر زلف بگشتم بلا ہمین باشد

(اصلاح) ز بخت خویش شکایت مرا ہمین باشد .....

مریض عشق شدم ابتلا ہمین باشد

(۲) ہزار شکر درخشید نیک اختر من ولے بصلح برآمد چو آن بت پرفن

..... (اصلاح) بسوے من بخرامید آن بت پرفن

قدم نیاز و تحیت نہاد بر سر من غبار مقدم او کرد دیدہ ام روشن

(اصلاح) قدم نیاز و ادا ہا نہاد بر سر من .....

ز کحل طور مگو تو تیا ہمین باشد

(۳) بر آمدی ز پے قتل و گفتہ چہ ادا ست کشیدۂ تبر کین و گفتہ چہ ادا ست

(اصلاح) تو از کرشمہ و ناز آنچہ میکنی زیبا ست — جفا و جور تو دانستہ ام کہ مہر و وفا ست
نمودہ سر ز خم و گفتہ چہ ادا ست — نہادہ بسر م تیغ و گفتہ چہ ادا ست
(اصلاح) غرض ہر آنچہ بمن میکنی روا و بجا ست — .....

فدائے ناز تو جانم ادا ہمین باشد

(۴) بتیست کج کلہ و شوخ چشم و طرار ے — خدائے حسن بخوبی بمکر عیار ے
(اصلاح) نگار ما ست عجب شوخ و شنگ و طرار ے — تمام سحر و فسون پر فنے و عیار ے
پے نظارہ[1] جمالش چو گفتہ شد بار ے — برو نما دل و دین میکند طلب آر ے
(اصلاح) پے نظارۂ رویش چو گفتش بار ے — .....

برائے ہیچو رخے رونما ہمین باشد

([1] نظارہ میں اضافت ساقط ہے)

(۵) فغان بکوہ و بیابان کردنِ عاشق — نفس ز درد فراقت شمردنِ عاشق
(اصلاح) زدن ز خنجر بیداد گردنِ عاشق — بدوری تو غم و غصہ خوردنِ عاشق
بسنگ سر زدن حیف مردنِ عاشق — بدست صدمۂ ہجراں سپردنِ عاشق
(اصلاح) ز خانہ جا پس دیوار کردنِ عاشق — .....

طریق مہر و شعار وفا ہمین باشد

(۶) سزا ست شہرگ جانرا بریدن و مردن — ز آب تیغ ہلاہل چشیدن و مردن
جمال روے تو اے جان[2] دیدن و مردن — بکوے دوست چو سبل طپیدن و مردن
(اصلاح) جمال صورت جانانہ دیدن و مردن — .....

عروج رتبۂ اہل وفا ہمین باشد

([2] ایجان میں نون ظاہر ہے اعلان نون جائز نہیں دوسرے یہ کہ آپ نے آخر مصرع میں معشوق کو مخاطب کیا ہے اور اصل مصرع میں غیبت ہے دونوں مصرعوں میں تباین ہوتا ہے)

(۷) زدرد ہجر تو جان بر لب است ہان بنگر بیا و بہ بین کہ شکستہ دلیم و خستہ جگر
. . . . . (اصلاح) نگاہ کن کہ شکستہ دل است و خستہ جگر

تو چہ بے زکرم بر کمالیِ مضطر زناز باقر دلخستہ را بکش در بر
(اصلاح) شدہ است ہیچو کمالی بس عاجز و مضطر . . . . . .

پئے شکستن دل مومیا ہمین باشد

(۳۷ ان تین مصرعوں کا قایل اپنا حال بیان کرتا ہے اور اصل شعر کا قایل اپنی غرض۔ خمسہ میں مصرح قیمین کو اصل شعر کے ساتھ موافق (چسپاں) ہونا چاہیئے اس واسطے اس قاعدہ کی بنا پر ترمیم کیا گیا)

شعر فہمی ۔ سخن رسی ۔ سخن شناسی

شاعری اور شعر گوئی کو فطری مناسبت کے علاوہ اکتساب کی بھی محتاجی ہے جب تک زبان کی لغات اور محاورات پر بدرجۂ کمال عبور اور دسترس نہ ہو اور صرف و نحو ۔ عروض و قوافی اور بلاغت و معانی کے اصول و قواعد سے واقفیت تامہ حاصل نہ ہوئی ہو اور مدت دراز تک مشق سخن نہ کی گئی ہو شعر گوئی اور شاعری نہیں آسکتی لیکن شعر فہمی ۔ سخن رسی اور سخن شناسی کا دارومدار زیادہ تر وجدان صحیح اور ذوق سلیم پر ہے یہ فطری صفتیں ہیں اور مبدء فیاض نے ان صفات سے بہت کم لوگوں کو مستفیض کیا ہے ان کم لوگوں میں ایک حضرت باقر بھی تھے ۔ اچھے اشعار کی جانب ان کی توجہ فوراً منعطف ہو جایا کرتی تھی اور لطیف اور پر اثر اشعار کا ان پر بہت گہرا اثر ہوا کرتا تھا مشکل سے مشکل اشعار کے مطالب ان کے ذہن میں فوراً آجاتے تھے اور معانی و مطالب کو نہایت صاف اور دلکش طریقہ پر بیان فرما کر دلنشیں کر دیا کرتے تھے ۔

حضرت شاہ ظہور الحق قدس سرہٗ مجھ سے فرماتے تھے کہ ایک بار حضرت باقر کے سامنے ایک شخص نے یہ شعر پڑھا۔

مجلس وعظ نہ تو تا دیر رہے گی غالب پاس ہی میخانہ ہے پیر کے ابھی آتے ہیں

اس شعر میں حضرت غالب کا نام سنکر وہ نہایت متعجب ہوے اور بار بار پوچھا کہ کیا یہ شعر واقعی غالب کا ہے۔ آخر خاموش ہو رہے مگر اون سے نہ رہا گیا اور اوسی روز حضرت غالب کی خدمت میں خط لکھکر واقعہ بیان کیا اور پوچھا کہ ایا شعر واقعی اونہیں کا ہے۔ حضرت شاہ ظہور الحق صاحب فرماتے تھے کہ حضرت غالب کا جواب لفظ بہ لفظ ابھی تک مجھے یاد ہے اور وہ یہ تھا۔ "اگر یہ شعر میرا ہو مجھ پر ایک ہزار لعنت ورنہ جس نے اس کو بغلط میری جانب منسوب کیا ہے اوس پر دس ہزار لعنت۔ مجھے کیا شامت آئی تھی کہ پاس ہی میخانہ ہوتے ہوئے مجلس وعظ میں جاکر بیٹھتا"۔ اس واقعہ سے ایک جانب حضرت باقر کے وجدان صحیح کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کسی طرح باور نہ کر سکے کہ یہ شعر غالب کا ہو سکتا ہے دوسری جانب حضرت غالب کی استادی کا کمال ملاحظہ کر دنی ہے کہ مذاق کے پیرایہ میں جواب دے کر کس لطافت کے ساتھ اس شعر کے سقم اور رکاکت کو ظاہر کر دیا۔

حضرت باقر ایک روز شیخ علی حزیں کا دیوان دیکھ رہے تھے اون کی ایک غزل کا مقطع نظر سے گذرا ؎

بملامت گران حزیں مبیگفت چہ کنم دل باختیار کسے است

اس شعر کے دوسرے مصرعہ پر اونہوں نے سر دھن لیا۔ بہت دیر تک اوس کو بار بار پڑھتے رہے اور بالآخر اوسی وزن اور ردیف اور قافیہ میں خود ایک غزل لکھی جس کا مقطع یہ ہے (دیوان باقر ردیف تا غزل ۱۱) ؎

باقر این مصرعۂ حزنیم سوخت چہ کنم دل باختیار کسے است

ایک روز میں آرہ میں اپنے حجرہ میں بیٹھا حضرت خواجہ حافظ شیرازی کا دیوان دیکھ رہا تھا کہ حضرت باقر تشریف لائے اور کرسی پر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ کوئی غزل پڑھ کر مجھے بھی سناؤ۔ اس وقت میرے پیش نظر جو غزل تھی اس کا مطلع یہ ہے ؎

قتل این خستہ بشمشیر تو تقدیر نبود ورنہ ہیچ از دل بیرحم تو تقصیر نبود

اس غزل کو میں پڑھتا گیا اور اس کے ہر شعر کی باریکیوں کو وہ بیان کرتے گئے جس وقت میں نے مقطع پڑھا ؎

آیتے بد ز عذاب اندہ حافظ بیتو کہ بر ہیچ پیش حاجت تقسیر نبود

اس شعر کو سنکر بے حد متاثر ہوئے۔ تقریباً آدھے گھنٹہ تک اس کو بار بار پڑھتے رہے

ایک روز میں حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ کا دیوان طیبات دیکھ رہا۔ حضرت باقر میرے حجرہ میں تشریف لائے اور بیٹھ گئے اور پوچھا کون کتاب پڑھ رہے ہو۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت سعدی کا دیوان۔ فرمایا کوئی غزل پڑھ کر مجھے بھی سناؤ۔ میں نے ایک غزل کا مطلع پڑھا ؎

سرو سیمینا بصحرا میروی نیک بدعہدی کہ بے ما میروی

اس کے بعد جب میں نے دوسرا شعر پڑھا ؎

کس بدین شوخی و رعنائی نرفت خود چنینی یا بعدا میروی

سنتے ہی بے اختیار ہو گئے۔ بار بار پڑھا آخر فرمایا کہ کاش اپنی تمام عمر میں میں نے جو کچھ کہا ہے حضرت شیخ سعدی لے لیتے اور اپنا یہ ایک شعر مجھے دیدیتے۔

اہل بہار شمال و مغرب کے کونہ کو بھنڈار کونہ کہتے ہیں اور عام خیال یہ ہے کہ برسات کے

موسم میں شام کے وقت اس سمت سے جب ابر اوٹھتا ہے تو تمام رات خوب برستا رہتا ہے
ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ برسات کا زمانہ اور بھادون کا مہینہ تھا۔ عصر کی نماز کے بعد آرہ
کے مکان کے صحن میں حضرت باقر بیٹھے تھے اور اون کے ملاقاتیوں میں چار پانچ اصحاب اونکے
پاس تھے کہ بھنڈار کونہ کی جانب سے نہایت تیرہ وتار ابر نمودار ہوا۔ سیاہ ابر میں سفید
سفید بگلوں کا اوڑنا نہایت بھلا معلوم ہوتا ہے۔ حاضرین میں عرب شاہ نامی ایک صاحب
حضرت باقر سے کہا کہ "حضور ملاحظہ فرمائی اس سیاہ ابر میں سفید بگلوں کا اوڑنا کیسا بھلا
معلوم ہو رہا ہے"۔ سب لوگ اودہر متوجہ ہو کر دیکھنے لگے۔ ایک صاحب نے اون سے
پوچھا کہ "حضور! بھنڈار کونہ کو فارسی میں کیا کہتے ہیں"۔ فرمایا "اس لفظ سے جو مفہوم
لیا جاتا ہے اہل فارس کی اصطلاح میں اس کا مرادف لفظ 'سمت یمانی' ہے۔ چنانچہ
حضرت سعدی کی ایک غزل ہے جس کا ہر شعر مطلع ہے اوس کا ایک شعر یہ ہے ؎

برق یمانی نجنبت با دبہاری نجاست طاقت مجنون نماند خیمہ لیلی کجا است"

اس شعر کو پڑھتے ہی اون کی حالت متغیر ہو گئی۔ آنکھیں سُرخ ہو گئیں اور چہرہ
چمکنے لگا آخر بیتاب ہو کر مسجد میں (جو اوسی صحن کے ایک گوشہ میں تھی) جا کر بیٹھ گئے اور
مغرب کے بعد تک کسی سے گفتگو نہ کر سکے۔ اس واقعہ سے اون کی وسعت نظر اور
قوت حافظہ کا بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔

ایک روز ایک صاحب نے حضرت علیہ الرحمہ سے پوچھا کہ حضرت شیخ سعدی اور
خواجہ حافظ میں غزل گوئی میں کون بڑھے ہوئے تھے فرمایا کہ شیخ سعدی اور امیر خسرو دہلوی
غزل گوئی میں برابر کا درجہ رکھتے ہیں اور یہ دونوں بزرگ اس فن میں تمام متقدمین اور
متاخرین شعرا سے بہت بالاتر ہیں۔ دوسرے صاحب نے کہا کہ حضرت سعدی کی

ایک غزل پر خواجہ حافظ نے خمسہ بھی لکھا ہے فرمایا کہ ہاں اور جس غزل پر خمسہ لکھا ہے اوس کا مطلع یہ ہے ؎

گر دست دہد نہ ارجانم در پائے مبارکت فشانم

اس کو پڑھ کر ان کی حالت دگرگوں ہوگئی آبدیدہ ہوگئے اور بار بار پڑھتے رہے اور فرمایا کہ مبدء فیاض کا خاص فیض تھا جو سعدی کے قلم سے ایسے اشعار لکھوایا کرتا تھا۔

مولوی سید اقبال علی بحر مرحوم (جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے) کے چھوٹے بھائی مولوی سید خورشید علی مرحوم ایک روز پٹنہ میں حضرت باقر سے ملنے آئے۔ اثنائے گفتگو میں اونہوں نے کہا کہ غالب کے اردو دیوان میں بعض شعر ایسے ہیں جو مہمل اور بے معنی ہیں اور جنہیں اونہوں نے غالباً مدہوشی کی حالت میں کہدیا ہوگا۔ فرمایا ایسا کوئی شعر پڑھیئے۔ اونہوں نے یہ شعر پڑھا۔

دل خون شدۂ کشمکش حسرت دیدار آئینہ بدست بت بدمست حنا ہے

سنکر پہلے تو اس شعر کی دیر تک تعریف کرتے رہے اس کے بعد اس کا مطلب ایسے لطیف اور دلکش طریقہ پر بیان فرمایا کہ جتنے وہاں بیٹھے تھے نہایت محظوظ ہوئے۔ مجھے ان کے الفاظ بجنسہٖ یاد نہیں رہے لیکن جو کچھ اونہوں نے بیان کیا اوس کو میں اپنے الفاظ میں ادا کرتا ہوں۔ فرمایا:۔

اسی مضمون کا فارسی کا ایک شعر ایک استاد کا ہے غالب کے شعر سے اوس کا مضمون زیادہ صاف ہے اور اس کو سمجھنے کے بعد غالب کے شعر کا مفہوم آسانی سے سمجھ میں آجائے گا۔ وہ شعر یہ ہے ؎

مرا جدائی او سوخت وقت شبنم خوش کہ در مشاہدۂ آفتاب می سوزد

شاعروں کے تخیل میں شبنم آفتاب پر عاشق ہے۔ جب آفتاب طلوع ہوتا ہے

اوس کی تمازت سے شبنم خشک ہو جاتی ہے گویا جل جاتی ہے۔ شاعر کہتا ہے کہ ہم بھی جل گئے اور شبنم بھی جلی لیکن جلنے اور جلنے میں فرق دیکھئے کہ ہم تو معشوق کی جدائی اور فراق کی آگ میں جل گئے اور خوشا وقت شبنم کا کہ وہ اپنے معشوق کے عین مشاہدہ میں اوس کی تجلیات کی گرمی سے جلتی ہے۔ اسی قسم کے مضمون کو حضرت غالب نے اپنے شعر میں نہایت لطیف پیرایہ میں ادا کیا ہے۔ قاعدہ ہے کہ کسی چیز پر چاروں جانب سے جب نہایت سخت دباؤ پڑتا ہے تو وہ چیز کچل جاتی ہے۔ حنا بھی پسکر خون کی طرح سُرخ رنگت پیدا کرتی ہے اور گوری رنگت کا آدمی جب شراب پیکر بدمست ہو جاتا ہے تو اوس کا چہرہ بھی خون کی طرح سُرخ ہو جاتا ہے اوس وقت اگر وہ آئینہ ہاتھ میں لیکر دیکھے تو اوس کے چہرہ کی سُرخ رنگت سے عکس پذیر ہو کر گویا وہ بھی حنائے سائیدہ کی طرح خون جیسا سُرخ ہو جاتا ہے۔ حضرت غالب فرماتے ہیں کہ معشوق کے فراق میں اوس کی دیدار کی حسرتوں کی یورش اور کشمکش سے عاشق کا دل کچل کر خون ہو گیا اس کے مقابلہ میں آئینہ کی خوش نصیبی دیکھئے کہ پسی ہوئی حنا کی طرح خون جیسا ہوا تو وہ بھی لیکن اوس کو یہ حالت معشوق بدمست کے ہاتھ میں جا کر اوس کے عین دیدار میں اوس کے رُخسار کے عکس سے نصیب ہوئی۔ عاشق کے دل کی یہ حالت فراق کی بدولت ہوئی اور آئینہ کی عین وصال اور مشاہدہ رخسار یار کی بدولت نیتّان بینہما۔

حضرت باقر کی شاعری کی خصوصیات

کسی باکمال شاعر کی شاعری کی خصوصیات کا بیان کرنا آسان نہیں ہے خصوصاً

مجھ جیسے شخص کے لیے جس کو شعر گوئی سے کبھی تعلق نہیں رہا۔ تاہم جب تک حضرت باقر کی شاعری کی خصوصیتیں کم و بیش بیان نہ کی جائیں یہ مقالہ نامکمل رہ جائے گا اس لیے جہاں تک میرے فہم کی رسائی ہے کچھ عرض کئے دیتا ہوں۔

(۱) حضرت باقر کی شاعری کی ایک خصوصیت جو بہت نمایاں طور پر مجھے نظر آئی۔ اُون کے کلام کی برجستگی ہے۔ مجھے اون کا جس قدر کلام مل سکا وہ سب کا سب بلا کم و کاست اس دیوان میں جمع کر دیا گیا ہے۔ اون کے لکھے ہوئے یا لکھوائے ہوئے مسودوں میں یہ عجیب بات دیکھی گئی کہ اونہوں نے جو کچھ کہا اوسے فی البدیہ اور بالکل برجستہ کہا اور لکھ لینے یا لکھوا لینے کے بعد اونہوں نے نظر ثانی یا غور مکرر کرکے اپنے کلام میں (معدودے چند مصرعوں کے سوا) کہیں ردوبدل نہیں کیا۔ پیر کی منقبت میں اونکا ایک سو چھ اشعار کا قصیدہ ہے اور مہاراجہ متیا کی مدح میں ستر شعروں کا قصیدہ کہہ کر مولوی سید اقبال علی بحر مرحوم کو دیا تھا۔ دونوں کے اصل مسودے موجود ہیں۔ اون میں کہیں ردوبدل نہیں ہے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ اون کو وہ مسلسل لکھتے چلے گئے اور لکھ لینے کے بعد اونہیں کسی مصرعہ میں کسی ردوبدل کی ضرورت محسوس نہیں ہوی۔ اعلیحضرت حضور نظام آصف جاہ سابق غفران مکان کی مدح میں سترہ شعروں کا قصیدہ فی البدیہہ لکھوایا اور عرفی اور حزیں کے قصیدوں کے طرز پر پینتیس شعروں کا قصیدہ فی البدیہہ لکھ کر اوس میں اونہیں صرف ایک مصرعہ کو بدلنے کی ضرورت نظر آئی۔ اون کے اواخر زمانہ کے کلام میں ایک مصرعہ میں بھی کوئی ردوبدل نظر نہیں آیا البتہ اون کی قدیم بیاض میں جو غزلیں لکھی ہوئی ملیں اون میں گنتی کے صرف بارہ مصرعے ایسے ملے جن میں اونہوں نے کسی قدر تغیر و تبدل کیا اور اوس سے اون کی لطافت کو بہت بڑھا دیا۔ نمونہ کے طور پر دو مصرعے نقل کئے جاتے ہیں۔

(۵) حضرت باقر کے شباب اور اوائل جوانی کے وقت کا کوئی کلام مجھے نہیں ملا۔ دیوان میں جس قدر شریک ہے وہ اون کے اواسط عمر اور اواخر عمر کا کلام ہے۔ اون کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جوانی ہی کے زمانہ میں اون کے کلام میں پختگی آگئی تھی اس لئے کہ وسط عمر اور آخر عمر کے کلاموں میں بہت ہی کم فرق محسوس ہوتا ہے۔

(۶) چھٹیں خصوصیت اون کے اشعار کی فصاحت بلاغت سلاست روانی اور صفائی ہے۔ اون کے اشعار میں اغلاق کہیں نہیں ہے اور شاعری کے ساتھ جبلی مناسبت ہونے کے باعث اون کے تمام اصناف کلام میں آمد ہی آمد نظر آتی ہے اور آورد اور تصنع کا کہیں شایبہ تک نہیں پایا جاتا۔ ایک شعر میں اونہوں نے خود فرمایا ہے ؎

بود بہ نطق طبیعی فصاحتِ طبعم وگرنہ طبع مرا ذوق خود نمائی نیست

(۷) اون کا کلام نہایت شیریں ہے اور اوس میں نہایت درجہ جزالت اور متانت پائی جاتی ہے۔ اوس کے علاوہ اون کے جبلی عشق و محبت کی بدولت اون کی غزلیں درد سے مملو اور تاثیر سے لبریز پائی جاتی ہیں۔

شاعری اور زباندانی میں اپنے کمال کا اعتراف اور اشعار کے فصاحت اور بلاغت کا اظہار حضرت باقر نے شاعرانہ طرز پر کہیں کہیں خود بھی کیا ہے۔ میں سات شعر اس موقع پر نقل کرتا ہوں ؎

سخن آبدار تو باقر — در نظر قیمتِ گہر شکست
ہر کس کہ شنید شعر من گفت — این کس چہ فصیح و خوشن بیان است
نباشد دل چسپان مشتاق اشعارِ خوشت باقر — کہ شیرین کام جان زین شیوۂ گفتار می گردد
بزیر خاک بختی و زندۂ باقر — کہ ذکر خیر کلامِ تو جا بجا باقیست

در ہند نہ تنہا شدہ ام شہرۂ آفاق — در ناحیۂ ملک عجم غلغلۂ ما
ہست در ہند اگر شہرت نظم چو عجب — اصفہان پر شدہ از شور سخندانی ما
تو کئی رشک نظیری و فغانی در سخن باقر — جزاک اللہ چہ ایران کردۂ ہند و ستانی را

یہ اشعار شاعرانہ تعلی پر محمول کئے جاسکتے ہیں لیکن فی نفس الامر وہ حقیقت حال کا اظہار کرتے ہیں۔ شاعر کا مقصد یہ ظاہر کرنا ہے کہ اوس کے کلام کی فصاحت۔ بلاغت اور لطافت اور اوسکی قادرالکلامی اور کمال زباندانی کا اعتراف نہ صرف ہندوستان کے فارسی گو اکابر شعرا اور اہل ذوق کو ہے بلکہ ایرانیوں اور اصفہانیوں کو بھی اون کی زباندانی اور شاعری کا معترف ہونا پڑا گویا ان لوگوں کے اعتراف کرنے سے اُون کی شہرت ایران اور اصفہان تک پہنچ گئی۔

حضرت باقر کو اوایل عمر سے ایرانیوں سے ملنے کا شوق تھا۔ فارسی زباندانی اور ان لوگوں کی صحبت کی بدولت اونہوں نے فارسی زبان میں گفتگو کرنے میں اس قدر مہارت پیدا کرلی تھی کہ جب کسی ایرانی سے وہ باتیں کرتے تھے تو اون کے لب ولہجہ اور بات چیت سے یہی معلوم ہوتا تھا کہ ایک فصیح اللسان ایرانی باتیں کررہا ہے۔ اون کے آرہ میں قیام کے زمانہ میں تجارت پیشہ ایرانیوں کی آمد و رفت بہت رہا کرتی تھی بعض وقت نہایت باکمال ادیب اور شاعر بھی آجاتے تھے۔ مسافروں کے قیام کی جگہ صرف قدیم شاہی سرائیں تھی جو حضرت باقر کے مکان سے بہت قریب تھی اس لئے اون لوگوں کو ان سے راہ و رسم پیدا کرلینے کا بہت جلد موقع مل جاتا تھا۔ میں نے شمس العلما نواب امداد امام بہادر مرحوم سے اور خود حضرت باقر سے اور اون کے تین چار دوستوں سے بھی سنا ہے کہ یہ لوگ جب اون کی گفتگو اور اون کا کلام سنتے تھے نہایت حیران رہ جاتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک شیرازی آئے جو حضرت شیخ سعدی

علیہ الرحمہ کے اولاد میں تھے۔ آدمی نہایت ذی علم اور فصیح اللسان تھے اور بہت اچھے شاعر بھی تھے حضرت باقر کی گفتگو اور ان کا کلام سنکر انہیں ان کے ہندی ہونے میں شبہ ہوگیا اور چند روز تک انہیں اصفہانی الاصل ہی سمجھتے رہے۔

اساتذہ کے ساتھ اپنے کلام کی مناسبت کا اظہار حضرت باقر نے مرقومۃ الذیل اشعار میں کیا ہے ؎

نہ حزیں ماند نہ عرفی نہ نظیری باقر — تا شود شیفتۂ طرز غزل خوانی ما
کجاست عرفی و صائب کجا کلیم و حزیں — منم فتادہ درین جا ز ہمزبان تنہا
باقرا ز کلکِ گہر ریزت نہ تنہا این غزل — ہر کلامے چون کلامِ سعدی و خاقانی است
بشعر عرفی و صائب نیَ فتم باقر — فصاحتے کہ بہ انداز این سخن پیداست
ہمنوایم بہ بلبل شیراز — طوطی ہند ہم زبان من است
میگفت حزیں با قر با عجز و ادب با من — یک شعر چو اشعارِ تو موزون نتوانم کرد
کے حزیں پشیت زند دم ہم چہ جائے عرفی است — باقر اشعار خوشت از شعر سلمان شد لذیذ

ان اشعار میں بھی شاعرانہ تعلی معلوم ہوتی ہے لیکن واقعہ یہ ہے کہ اکابر شعرا (مثلاً نظیری، عرفی، صائب، کلیم، حزیں اور غالب) نے متقدم شاعروں کی غزلوں اور قصاید کے طرز پر غزلیں اور قصیدے کہہ کر طبع آزمائیاں کی ہیں۔ حضرت باقر بھی ان بزرگوں کے طریقہ پر چلے ہیں اور اساتذہ کی غزلوں کے طرز پر غزلیں کہی ہیں۔ ان اشعار میں اونہوں نے یہ ظاہر کرنا چاہا ہے کہ "ہم نے تتبع کو اوس درجۂ کمال تک پہنچا دیا کہ اگر یہ اساتذہ موجود ہوتے اور ہمارا کلام سنتے تو اوس کی قدر کرتے اور داد دیتے"۔ اونہیں یہ بھی محسوس ہوتا ہوگا کہ اساتذہ کے بعض کلام سے اون کا بعض کلام واقعی بڑھ گیا ہے۔ مبدء فیاض کا فیض

بند نہیں ہوا ہے اور بہت ممکن ہے بلکہ کبھی کبھی دیکھنے میں بھی آیا کرتا ہے کہ متاخرین میں ایک شخص ایسا پیدا ہو جاتا ہے جو اکثر متقدمین سے بڑھ جاتا ہے ؎

فیض روح القدس ار باز مدد فرماید دیگران نیز کنند آنچہ مسیحا میکرد

بابا کمال خجندی ۔ بابا فغانی اور حاجی محمد جان قدسی کی ایک ایک غزل کے طرز پر حضرت باقر کی بھی ایک ایک غزل اون کے دیوان میں ہے ۔ سعدی، ظہوری اور عرفی کی دو تین غزلوں کے طرز پر اون کی دو تین غزلیں ہیں ۔ حافظ، نظیری، صائب حزیں اور غالب کی غزلوں کے طرز پر اون کی متعدد غزلیں ہیں ۔ ان سب کی صراحت میں بہت طوالت ہو جائیگی اس لئے صرف دو غزلوں کے مطلع کے اشعار کو پیش کرتا ہوں ۔

حضرت سعدی علیہ الرحمہ کی ایک غزل ہے جس کا مطلع ہے ؎

شب فراق چہ داند کہ تا سحر چند است مگر کسے کہ بزندان عشق در بند است

اس غزل پر ظہوری نے ایک غزل کہی ہے جس کا مطلع ہے ؎

بعشق قابل دیوانگی خرد مند است بہر زجملہ کہ آزاد مرد این بند است

غالب نے اس طرز پر غزل کہی ہے جس کا مطلع ہے ؎

چو صبح من ز سیاہی بشام مانند است چہ گوئیم کہ ز شب چند رفت یا چند است

حضرت باقر نے بھی ان غزلوں کے تتبع میں ایک غزل کہی ہے جس کا مطلع ہے ۔ (ردیف تا غزل نمبر ۳۷) ؎

دلم بقتل ز دست تو آرزو مند است بہ تیغ غمزہ و تیر نگاہ سوگند است

نظیری کی ایک غزل کا مطلع ہے ؎

نظر بہ ظاہر و صیاد در خفا خفتست اجل رسیدہ چہ داند بلا کجا خفتست

غالب نے اس طرز پر غزل کہی ہے جس کا مطلع مشہور ہے ؎

بوادیٔ کہ دران خضر را عصا خفتست　　بسینہ می سپرم راہ گرچہ پا خفتست

حضرت باقر نے بھی اسی طرز پر طبع آزمائی کی ہے اور غزل کہی ہے (ردیف تا غزل نمبر ۴۳) جس کا مطلع ہے ؎

بخواب ناز کہ آن شوخ مہ لقا خفتست　　بچشم بینش حق جلوۂ خدا خفتست

دل تو یہ چاہتا تھا کہ ان اساتذہ کی جن جن غزلوں کے طرز پر حضرت باقر نے غزلیں لکھی ہیں اون میں سے کم از کم ایک ایک غزل کو بالمقابل لکھتا اور یہ دکھاتا کہ اونہوں نے ان بزرگوں کے تتبع کا حق کس حد تک ادا کیا لیکن اول تو یہ مقالہ بہت طویل ہو چکا ہے۔ دوسرے یہ زمانہ فارسی شاعری کی عام کساد بازاری کا ہے اور ایسی تدقیقات سے عموماً طبایع کو دلچسپی باقی نہیں رہی اس لئے اس سے قطع نظر کرتا ہوں۔

متاخرین شعرا میں نظیری اس قدر بلند مرتبہ ہیں کہ صایب جیسے شاعر نے اون کے متعلق کہا ہے ؎

صایب چہ مجال است شوی ہمچو نظیری　　عرفی بہ نظیری نرسانید سخن را

یہ بھی یاد رکھنا چاہیئے کہ متاخرین شعرا متقدمین کی چیدہ چیدہ اور منتخب غزلوں ہی پر طبع آزمائیاں کیا کرتے ہیں اس لئے متاخرین کو اپنا کلام متقدمین کے کلام تک پہنچانا آسان کام نہیں ہے۔ اس تمہید کے بعد حضرت باقر کی ایک غزل کو نظیری کی ایک غزل کے بالمقابل لکھدیتا ہوں اور اس امر کا فیصلہ کہ حضرت باقر نے تتبع کو کہاں تک پہنچایا ناظرین کرام کے وجدان اور ذوق سلیم پر چھوڑ دیتا ہوں۔

باقر	نظیری
۱۔ بار دیرینہ مرا از نظر انداخت دریغ	۱۔ راز دیرینہ ز رخ پردہ برانداخت دریغ
از وفا ناخت عنان و بجفا ساخت دریغ	حال ما شہرہ بانشائے غزل ساخت دریغ

۲ ۔ رازِ عشقِ تو بدل بود نہاں ہمچو شرر
اشک غماز مگر پردہ برانداخت دریغ

۳ ۔ زخمیِ تیرِ نگاہِ تو نگشتم گاہے
بر سرم دست قضا تیغ اجل آخت دریغ

۴ ۔ مایۂ عیش و نشاطِ دو جہان رفت بباد
لشکرِ غم طرفِ کشور دل تاخت دریغ

۵ ۔ عقلِ بیچارہ نہان بود پس پردہ ہنوز
عشق سفاک بجا نہا علم افراخت دریغ

۶ ۔ ساخت با غیر و برید از من و پیمان بشکست
با من آن جان جہان نرد دغا باخت دریغ

۷ ۔ در حریمش چو بناگاہ رسیدم باقر
حالتِ زار نپرسید و نہ بشناخت دریغ

۲ ۔ عشق آزان روز کہ آتش بہ نیستانم زد
بہ پیامیم دل سوختہ نتواخت دریغ

۳ ۔ جوہرِ جنبشِ من در تہہ زنگار بماند
آنکہ آئینۂ من ساخت نپرداخت دریغ

۴ ۔ کیمیا گر کہ مس جملہ از و زر گردید
قلبِ ما را نزد اکسیر چو بگداخت دریغ

۵ ۔ عقل تا پیرِ شد حسن شہادت نشناخت
دیر بر معرکۂ عشق دلم تاخت دریغ

۶ ۔ پے سکندر بلب چشمۂ حیوان آورد
خیمہ بر لب آن چشمہ نیفراخت دریغ

۷ ۔ شرح بیچارگیِ کلک فصا میگفتم
شاہ غیرت بسرم تیغ غضب آخت دریغ

۸ ۔ کعبتینِ مہ و خورمایۂ عمرم بردند
چرخ کج باز بمن نرد دغا باخت دریغ

۹ ۔ تو نظیری ز فلک آمدہ بودی چو مسیح
باز پس رفتی و کس قدر تو نشناخت دریغ

حضرت باقر کے دیوان سے تھوڑے اشعار انتخاب کر کے نقل کرتا ہوں اور اس مقالہ کو ختم کرتا ہوں ۔

از سینہ زلا غزی عیان است
راز یکہ مرا بدل نہان است

زعمر خضر دراز است گرچہ زلف دراز
درازی شب ہجران ز زلف دہ چند است

بود شیرین بر نگ جان شیرین
چہ زہر عشق جانان خوشگوار است

گرہ از کاکل مشکین کشادی
دل مسکین دران دام بلا رفت

مؤنث گاف نکتہ زلفت بود اوراق شام
حل متن عارضت میگردد از تفسیر صبح

ساقی و شراب و گلشن و گل
بے روئے نگار خوش نباشد

بیصرفہ بود ولا کشیدن
آہے کہ در و اثر نباشد

تماشایت یقین باشد اگر در روز محشر ہم
بکام تلخی ہجران چو وصلش خوشگوار افتد

اے وائے کہ بیمار غم عشق تو از جان
میرفت و ز حسرت نگہے سوے تو میکرد

بیصرفہ نخور کہ ہیچ بادہ
خون دلمت حلال باشد

باقر تو مگر مرید عشقی
طرز سخن تو دال باشد

سوخت خونم ز تف عشق بدانسان کہ مرا
تارہائے رگ جان گشتہ چو زنار سفید

فتنہ و آشوب و طوفان بلا
سرمہ ساد چشم جانان رختند

اسیر زلف تو گشتم بلا ہمین باشد
مریض عشق شدم ابتلا ہمین باشد

بکوے دوست چو سہل طپیدن و مردن
عروج رتبۂ اہل وفا ہمین باشد

عشق است بہ گلستان عالم
نخلے کہ در و ثمر نباشد

کس ندانست و راسایۂ دیوار کجاست
کیست آنکس کہ بر در راہ بجز تکیہ ناز

ہست سلطانی کونین بدست محمود
گر رسد یک نفسے در کف او زلف ایاز

چنان طوفان نمود اشکم کہ گردید
در و دیوار دیوار و در امروز

تر بیر منید آبروے عشق مریز
تیشہ بر زخم فرن در دبہ درمان مفروش

دل وحشی بجوش آمد بہ شوقِ کوچۂ جاناں
زمن اے دوستان عشقے کہ دامن بر میان بستم

از تو نشوم جدا ولیکن
روز یکہ کنند در زمینم

رہ بکوے یار بردن از قضا قسمت نشد
دست وپا ہر چند چون بسمل درین سودا زدم

زخونِ من کہ اے قاتل نگارین کردۂ پارا
زغیرت آب شد در سینہ خونِ صد شہید اورا

چناں از ناتوانیہا بہ عشقش بے نشاں گشتم
کہ مرگ از کاتبِ اعمال میپرسد سراغِ من

برشتگان خویش چو بگذشتۂ بناز
روحی فداک از تن بیجاں برآمدہ

کوتاہ کنم دامن صحرائے طلب را
گر دست دہد سلسلۂ زلف درازے

اس دیوان کو جس زمانہ میں میں ترتیب دے رہا تھا مجھے پٹنہ اور گیا جانے کا اتفاق ہوا۔ ۲۰ ذی قعدہ ۱۳۵۰ھ (۲۸ مارچ ۱۹۳۲ء) کو آبگلہ جاکر میں شمس العلما نواب سید امداد امام بہادر اثر مرحوم سے ملا۔ اثنائے گفتگو میں اس دیوان کی تدوین کا ذکر آیا وہ بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ مکمل کرکے مسودہ میرے پاس بھیجدو میں تقریظ اور قطعۂ تاریخ لکھدوں گا۔ ۲۵ جمادی الاول ۱۳۵۱ھ (۲۷ ستمبر ۱۹۳۲ء) کو میں نے دیوان کا مسودہ برادرم خان بہادر مولوی سید عبدالصمد صاحب کے پاس حیدرآباد سے بھیجدیا اور اونہوں نے آبگلہ جاکر شمس العلما مرحوم کو دیدیا لیکن افسوس کہ ایک ہی ماہ کے اندر اون کے فرزند اکبر فخر قوم نواب موید الملک سر سید علی امام کے، سی، اس، آئی کا یکایک انتقال ہوگیا۔ خان بہادر سید عبدالصمد صاحب جب شمس العلما مرحوم کے پاس تعزیت کے لئے گئے اونہوں نے فرمایا کہ دیوان کو اول سے آخر تک میں نے دیکھ لیا تھا اور تقریظ لکھنی شروع ہی کرنا چاہتا تھا کہ یکایک یہ حادثہ پیش آیا اب دل و دماغ

دونوں بیکار ہو چکے اور مجھ سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ یہ فرما کر دیوان کو واپس کر دیا۔

میں بیان کر چکا ہوں کہ حضرت باقر کے جس قدر اشعار مجھے ملے سب کو میں نے دیوان میں شریک کر دیا ہے۔ اصل مسودوں میں بعض جگہ کاغذ ضایع ہو گیا تھا یا الفاظ مٹ گئے تھے یا پڑھے نہیں جا سکے۔ ایسے تمام مقامات میں طباعت میں جگہ چھوڑ دی گئی ہے اور مسودوں میں جہاں جہاں الفاظ مشکوک نظر آئے طباعت میں اون الفاظ پر استفہام (؟) کی علامت دیدی گئی ہے۔

لفظ 'جاناں' جہاں جہاں منادیٰ آیا ہے وہاں حضرت شاعر نے اپنے ہاتھ کی کتابت میں 'جانا' بسقوط 'ن' لکھا ہے۔ طباعت میں اون کی کتابت کی اتباع کی گئی ہے۔ حیدرآباد میں اور دوسرے مقامات میں بھی مطابع کے کاتبوں نے کتابت میں حروف 'ن' اور 'ی' کو جہاں جہاں وہ مفرد آتے ہیں یا لفظوں کے آخر میں آتے ہیں نقطوں کا دینا چھوڑ دیا ہے۔ اس دیوان کی کتابت میں بھی مطبع نے زیادہ تر یہی طریقہ اختیار کیا ہے۔

اضافتیں جہاں جہاں بہ اتباع کسرہ ہیں وہاں کسرہ دیدیا گیا ہے۔ دیوان کی طباعت میں تصحیح کی بہت کوشش کی گئی لیکن پھر بھی زیادہ تر میری سہو نظری کے باعث غلطیاں رہ گئیں۔ مطبوعہ دیوان کا ایک نسخہ میں نے عزیزم مولوی سید شاہ عبدالعزیز صاحب آزاد کے پاس بھیج دیا تھا اونہوں نے غلط نامہ مرتب کرنے کی زحمت گوارا کی جس کو میں نے نظر ثانی کے بعد دیوان کے آخر میں شریک کر دیا ہے۔

میں نے اس مقالہ کی ابتدا جناب باری عز اسمہ و رفع ذکرہ و جل جلالہ

وعم نوالہ کی حمد وثنا سے کی اور ختم کرتا ہوں دعائے ازدیاد عمر و دولت و اقبال وحشمت وجاہ وجلال پر بادشاہ انجم سپاہ قیاصرہ خدم خواقین حشم عرش رفعت قدرت ظل سبحانی خلیفۃ الرحمانی امیر المومنین امام المسلمین محی الملت والدین قامع الاشرار والمفسدین سلطان الاعظم ملک الاکرم الذی بیداقتدارہ مقالید الزمان وبکف کفایتہ زمام مصالح نوع الانسان حامی بلاد اللہ عن الجور والطغیان ماحی آثار الظلم والعدوان خداوند جہاں قطب دائرۂ زماں عدل گستر علم پرور سلطان العلوم السلطان ابن السلطان مظفر الملک والممالک نظام الدولہ نظام الملک نواب سر میر عثمان علی خان بہادر فتح جنگ آصف جاہ سابع جی سی اِس، آئی، جی، سی، بی متع اللہ العالمین بطول حیاتہ وبقائہ وخلد ظلال خلافتہ وأبد علی العالمین انوار رافتہ کے جن کے عہد معدلت مہد میں اور دار الخلافت بلدہ فرخندہ بنیاد حیدر آباد دکن صانہ اللہ عن الشور والفتن میں اس دیوان کی تدوین اور طباعت اور اشاعت کا میں نے شرف حاصل کیا۔

سید عطا حسین

۱۰۔ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ روز پنجشنبہ
محلہ سنگم پلی حیدر آباد دکن

غلط نامہ مقدمہ دیوان باقر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲	۱۳	حضرتِ	حضرت
۳	۱۴	گارزوں	گازروں
۴	۱۴	علماء	علما
۵	۱۱	۸۰۳ھ	۸۰۲ھ
۶	۱۰	بالگرامی	بلگرامی
〃	۱۲	بالگرام	بلگرام
۱۴	۱۶	اولیاء	اولیا
۱۵	۱	میمور	تیمور
۱۷	۲	اِسی	اس
۲۱	۵ حاشیہ	محب اللہ	اہل اللہ
۲۵	۱۸ فٹ نوٹ	لہ	لہ
۳۶	۱۵	الما	ایسا
۳۸	۶	کوجاننے والے	کے جاننے والے
۴۰	۲	بڑہڑوالہ	بڑہڑوالہ
〃	۱۹ فٹ نوٹ	لہ	لہ
۴۶	۳	مسایل	مسایل
〃	۱۲	دولت پورلہ	دولت پورلہ
۴۹	۱۱	چار	چاء
〃	۱۷	ٹیتی	ہٹتی
۵۰	۱۳	التیرتیب	ترتیب
۵۲	۱	گرشت	گدشت
〃	۱۱	عشق	عشق
۵۶	۳	آبگلہ لہ	آبگلہ لہ
〃	فٹ نوٹ ۱	لہ	لہ
۶۷	۶	جمواوان لہ	جمواوان لہ
〃	فٹ نوٹ ۱۹	لہ	لہ
۷۴	۱۳	”بہای	بھای
〃	〃	سورہو“	سورہو،
۷۵	۱۶	ہوتی تھی	ہوتی تھی۔
۷۸	۱۹	اجازن	اجازنی

غلطنامہ مقدمہ دیوان باقر

۹۱	۱	ماسوی	عماسوی	۱۲۵	۱۲	خطوط	خطوط
۹۶	۱	ازذبور	ازدبور	۱۲۹	۱۲-۱۳	بیاض سے میں	بیاض میں
۹۹	۲	زجا	رجا	۱۳۳	۱۵	مخالف	مخالفت
۱۰۵	۱	منیرا	میرا	۱۴۴	۸	اغصاے	اغصاے
〃	۱۹	ضروریات	ضرورت	۱۴۵	۱۸	تبییرِ	تبرِ
۱۱۴	۱۷	صنائع	ضنایع	۱۵۷	۲	نظم	نظمم
۱۱۹	۶	۱۳۷۵ھ	۱۲۷۵ھ	۱۶۵	۱	نوالہ	نوالۂ

دیوان باقر

از افادات سلطان اقلیم سخنوری و سخندانی شہنشاہِ مملکتِ فصاحت
و بلاغت و معانی سرآمد علمائے ربانی و پیشوائے فضلائے ہدایت نشانی
بحر الشریعت مصباح الطریقت امین الحقیقت زین المعرفت شہید المحبت
قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین صدر الواصلین فانی فی اللہ باقی باللہ کاشفِ
اسرار خفی و جلی

حضرت شاہ باقر علی

الچشتی القادری الفخری الاصدقی المتخلص بہ باقر
قدس اللہ سرہٗ و نور اللہ مرقدہ



قصیدہ در مدح حضرت قدوۃ السالکین زبدۃ العارفین خواجہ قیام الصدق الصادقی الچشتی القادری الفخری قدس سرہ العزیز

بگوشۂ بنشستم، سحرگہاں تنہا
نمودہ بر دل شیدا درِ تامل وا

خیال فتنۂ دوراں گذشت در دلِ من
بخاطرم متصور شد ازدحام بلا

ز روئے غور بدیدم کہ اندریں دوراں
رواج فسق و فجور است و زور مکر و ریا

نماندہ است دریں روزگار پر آشوب
ز زہد و ورع نشانے نہ نامے از تقوا

چہ بدعتے ست کہ سنت نمی شود نامش
چہ سنتے کہ نہ کفر است نزد اہل ہوا

ادائے نافلہ و مستحب ہمہ یکسو
ز فرضہائے خدا گشتہ اند بے پروا

چناں گریز نمایند از ادائے نماز
کہ سوئے قبلہ نہ افتد اگر بلغزد پا

نمودہ قطع نظر از عوام کالانعام
بحال حضرت صوفی شوم چو دیدہ کشا

ز وضع حضرت ایشان است لرزہ بر اندام
بگویم از سر حسرت کہ آہ و اویلا

نمودہ گور پرستی تمام ملتِ خویش
ز اہل قبر بخواہند جملہ حاجتہا

بحال خویش ادائے مراسم و اعراس
شمردہ اند فزوں تر ز فرض ہائے خدا

بگرد مرقد والائے اولیاء اللہ
چہ بدعتے کہ نسازند از رہِ سودا

ز شعلہ ہائے قنادیل و دود ہائے چراغ
کنند سطح زمیں رشک جرم ہائے سما

ز نغمہائے نے و بوق و از صدائے دہل
کنند روضۂ اجداد معبد ترسا

بگرد تربت پیراں طواف ہا سازند
برند سجدہ بہ پائین مرقد شہدا

بوا نمائی حبِ جناب آل رسول
شوند نوحہ کناں گرم بت پرستیہا

چہ لافہا نزنند از کرامت و اعجاز
کشیدہ تنگ بر آغوش خرقۂ تقوا

بکیش فقر توکل نمودہ نام طمع
ز خوان بخشش یاراں شوند زلہ ربا

بدستِ اہلِ کرم گر نظر نہ دوختہ اند
چرا بہ صاحب زر میکشد دلِ والا

بحق شاں بہ تعنت نہ لب تواں بکشاد
کہ خضر وادی دیں اند حضرتِ علما

بود ز کوشش اینہاں فروغ خانۂ شرع
ز نفس قدسی ایشاں ستون دیں برپا

ولے ز موعظت و پند مدعا دارند
حصول پرورش نفس نے رضائے خدا

پس از تصور ایں فتنہ و بلائے زماں
بگفتم از سر حسرت بدل من شیدا

زمانہ گشت تہی از نفوس پاک نژاد
نماندہ اند کنوں بر گزیدگان خدا

بحضرتِ کہ کنم عرض حال دل اے وائے
کہ ہست تا بکند حل ز لطف مشکلہا

غریق لجۂ حیرت بدم کہ یک ناگاہ
سروش غیب بگوشم چنیں رساند ندا

کہ اے بوادیِ فکر و خیال سرگرداں
توئی بفہم علوم و رموز دیں یکتا

بعقل و دانش و فرہنگ و وضع دینداری
نماندہ است بگیتی کسے نظیر ترا

چرا ست با ہمہ فضل و کمال و وقت رسا
توہمت ہمہ پوچ و تخیلت بیجا

۳۰ نہفتہ اند بسے برگزیدہ در آفاق
کہ نیست ہیچ زمانے تہی ز فیض خدا

بگویم از سر اخلاصت اے عزیز جہاں
بگوش جاں بشنو ایں نوید روح افزا

محب خاص خدا حضرت قیام اصدق
کہ مثل او نبود کس ز دوستان خدا

گذشت پایہ قدرش ز کرسئ ادراک
فزودہ حد کمالاتش از حد احصا

برو بحضرت او حرف مدعا سر کن
بخواں بوصف کمالش قصیدۂ غرا

۳۵ کنوں کہ سامعہ افروز گشت مژدۂ غیب
ز ہر طرف شادی و بہجت چناں بمالیدم

ز جوش شدت مستی چناں ز خود رفتم
کہ خویش را بخود اندر نیافتم اصلا

ز جوق جوق طربہا ز موج موج نشاط
برنگ بلبل شیدا شدیم نغمہ سرا

سر تو گردم و قربان تو شوم اے بخت
ہزار طالع خضری کنیم بر تو فدا

۴۰ سپے ہزار ز شکر تو می نیارم گفت
ز روئے خاک رساندی مرا بہ اوج علا

رسید نوبت آں کز دل نشاط آگیں
کشم ترانۂ در مدح آں شہ والا

امام قبلۂ ارشاد و پیشوائے طریق
چراغ راہ ہدیٰ اختر سپہر علا

خلیل عهد کرم خضر وادیِ ایمان — کلیم طور حقیقت مسیح عصر ولا
امیر ملک توکل شهنشهِ تسلیم — هنر پرستیهٔ صبر و نهنگ بحر رضا
خدیو صدر نشین اریکهٔ عظمت — مهِ سپهر جلالت شهِ فرشته لقا ۴۵
برحم همچو ابوبکرؓ و قهر همچو عمرؓ — بجود و بذل و شجاعت نظیر شیرِ خدا
چو آشنا به تکلم کند لبِ شیرین — بهر سخن به برد رشکِ معجز عیسیٰ
بمحفلی که بود شمع عارضش روشن — چراغ روز بود جلوهٔ ید بیضا
بسوئے خارق عادات اگر شود مائل — کند بخندهٔ عظم رمیم را احیا
بجوش وجد و طرب رسیده دست افشاں — ببارگاهِ حبیب خدا شب اسرا ۵۰
هوائے مدح شهنشه بران کشد دامن — که کلک شوق کند مطلعے دگرانش
چو بوئے غنچه شود عطر بیز موج هوا — بهر زمین که گزاری قدم نسیم آسا
چنیں که عطر فشانست بوئے گل شاید — شمیدنگهت زلفِ تو از شمال و صبا
زظاهرِ تو صفا یافت باطنِ پرهیز — زباطنِ تو جلا یافت ظاهرِ تقویٰ
بسے ز ستر قدم لافها زند منصور — بحضرتِ تو مگر لب به بندد از دعویٰ ۵۵
گذشت از سرِ کون و مکان بیک جولاں — زبسکه تیز جهاندی سمند سیر شها
بخیل بندهٔ نازِ تو هر سحر خورشید — به آستاں بلندت شود جبیں فرسا
تمام خیل چشیندگانِ لذت عشق — زخوان نعمت و فیضِ تو اند زله ربا
بخرم نابلد از راهِ خضر را داند — بوادئ طلبت هر که شد قدم فرسا

۶۰ کلاہِ چشت زہے خوش نمایدت بر سر — قبائے قادریت در برآمدہ زیبا
غلام درگہ والائے تست مستغنی — طفیل سایۂ نعلین تو ز ظلِ ہما
اگر ز پرتو رویت نہ مقتبش گشتے — کجا شدے بجہاں مہر جلوہ گر بہ ضیا
ز فرق تا بقدم بسکہ جلوہ سامانی — بہر زمیں کہ خرامی شود چمن پیدا
بسان دیدۂ انجم شود ہمہ تن چشم — بچشم دل نگرد سوئے تو اگر اعمیٰ
۶۵ ز ساحلِ کرمت کس نرفت تشنہ دہاں — ز بسکہ بحرِ نوالِ تو ہست موج افزا
اگر لعاب ز لعلِ انگبنی در آن آہنگ — مبدل است بشیرینیٔ تلخیٔ دریا
ز ارض تا بہ سما از تشرعت شورے — ز ملک تا بہ ملکوت از تورعت غوغا
ز کوششِ عملت ملک شرع آباداں — ز زور بازوئے علمت ستوں دیں برپا
بذوق وجد در آئی دمیکہ پاکوباں — فلک ز زلزلۂ ارض آیدت در پا
۷۰ بملک شرع توی قہرماں عالیشاں — بخطہ ہائے طریقت شہنشہِ والا
میان طائفہ جملہ صوفیانِ جہان — توی چو شمس میانِ نجوم جلوہ نما
تمام اہل صفا مقتبس ز نور تواند — چنانکہ کسب کند نور مہ ز مہر سما
شود کشادہ بروئے جہاں درِ فردوس — کند توجہ و لطفِ تو ذرہ را خورشید
۷۵ گدائے عرصۂ کوئے تو حاصلِ کونین — بیک جوے نشمارد ز جوشِ استغنا
باوج مرتبۂ ہستی تو آں سلیماں فر — کہ ہست خانقہت رشکِ مسجدِ اقصا

هلاک جلوهٔ روئے خوشِ تو شمس و قمر — فدائے خوبیِ قدِ تو سدره و طوبیٰ
چشیدے ار مزهٔ از چکیدهٔ لعلت — دگر نگشتے سکندر بگرد آب بقا
گزشته طایر فکرم ز آشیانهٔ قدسیں — زبس به اوج ثنائے تو گشته بال کشا
کیم که حرفے ز وصف تو بر زبان رانم — نه من منم که بخوانم مدیحت شاها
چه ذرّهٔ بتواں گفت مدحت خورشید — چه قطرهٔ بتواند ستودنِ دریا
گر هدیهٔ در خدمتِ تو آوردم — محقر است مگر بیں بضاعتِ مارا
قبول داشت سلیمان ز مور پائے ملخ — تو هم اگر به پسندی چه کم شود شاها
چو گشت مهر خموشی کمال نادانی — به نکته وصفتِ عالیت زبان مرا
کلید قفل دهانست جوششِ قلمم — بالتماس رسانیدنِ مطالبها
بدوری تو بشوق زیارتِ قدمت — کجا است صبر که امروز را کنم فردا
ز فضلهائے خداوند دو جهاں دارم — اُمید یک نظرِ لطف تو منِ شیدا
رسیده ام بجنابِ تو با هزار امید — بحال زار ز بونم تو بهر فرما
ز پا فتاده ام از دست گردشِ گردوں — تو دستگیری ما کن شها ز بهرِ خدا
مفوض است بتو حل مشکلاتِ جهاں — چه کم شود که کنی حل ز لطف مشکلِ ما
گذشته است خدنگِ حوادثم از دل — شکسته است بپا خارهائے کرب و بلا
ز دست بخت گراں خواب خویش دل تنگم — نموده خوں جگرم طالعِ زبوں بخدا
بقلب صرفه ریا آمده است نفس لعیں — فتاده است سرم آه در کمند هوا

بسوئے منکر و منہیت میل خاطرِ من — ہوائے فسق بجاں یافتہ است استیلا

زار تکاب مناہی و شغلِ ممنوعات — فتادہ ام زا وامر بسے بعید و جدا

زعمر ہائے عزیزم بے گذشت و ہنوز — نشد گہے در توفیق بر دلِ من وا

عروس پردہ نشینِ اریکۂ عصمت — نکرد جلوہ زمانے بجملۂ دلِ ما

زپافتادہ نشانہائے کوشش علم — زچیرہ دستی نفس لئیم واویلا

بوادیِ طلب از رہ فتادہ ام بس دور — کہ خضر راہ تواں گشت جز تو یا مولا

بسے نماند ہلاکم بورطۂ عصیاں — تو ناخدائے منِ غرقہ شو زبہر خدا

ازیں زیادہ بخوفِ ملال خاطرِ تو — بصفحہ طول ندادیم حرف مقصدرا

توئی کہ واقف اسرار رازہائے دلی — چہ حاجت است بہ پیش تو عرض مطلبہا

نگاہ ناز زحالش شہا دریغ مدار — کہ ہست بندۂ نازِ تو باقرِ شیدا

خوش آں بود کہ کنوں اختتام عرض کلام — بحضرتت چو گدایاں کنم بحرفِ دعا

ہمیشہ جلوۂ قدِ تو ظلِ گستر باد — بفرق غلاماں درگہِ والا

زصدمہ ہائے حوادث خدا نگہدارد
جمیع بندۂ درگاہ تو خصوص مرا

قصیده

در فخر خود و منقبت آل اطهار سلام الله علیهم و اصحاب کبار رضی الله عنهم و پیر خود قدس الله سره فرماید

من کیستم آن جوهر مرآت نظیرم — کز شعشعهٔ نور قدیم است خمیرم
همتائے من ار فرض کنی فرض محال است — ممکن بود عالم نبود شبه و نظیرم
بر تارک فرهاد و شان تیشهٔ فولاد — بهر لب شیرین دهناں چشمهٔ شیرم
در چشم حقیقت طلبی چشمهٔ مهرم — در بادیهٔ تشنه بی ابر مطیرم
آنجا که بود نغمهٔ بی صوت سمیعم — آنجا که بود معنی بی لفظ بصیرم
در دیدهٔ باطل صفتِ گرد و غبارم — بر کاکل حق غالیهٔ مشک و عبیرم
یوسف منظ اندر نظرِ عشق جوانم — یعقوب صفت در نگه عاقله پیرم
از چشم جهانم همه پوشیده چو عنقا — پیدا بدو عالم صفتِ ماه منیرم
بر حسن رخِ خویش گهے واله و شیدا — در سلسلهٔ زلف بتاں گاه اسیرم
سلطاں نجاتم بری از طاعت و برتر — از شوق جناں فارغ و زخوف سعیرم
بر عارض گل شبنم و در باغ صبایم — آهنگ بمزمار منقار صفیرم
با عشق دلآشوب همه سوز و گدازم — پیشِ رخ حسن آئینه عکس پذیرم
هم فردم و هم مطلق هم جزوم و هم کل — هم جذر و مدجرم و هم بحر و غدیرم
در سلسلهٔ فقر و فنا زینت و فخرم — بر مسند جم خنده زنم نقش حصیرم

آں بادشہِ عظمت و جاہم کہ مہ و خور — با عجز و ادب سجدہ بر و پیش سَریرم
آں طوطیِ خوش لہجہ ام از گلشن معنی — کز بلبل قدسی است بگو طرز صفیرم
در حلقۂ ارباب صفا نعرۂ یاھُو — در محفلِ رندانہ صدائے بم و زیرم
تا چند تواں گفت کہ من اینم و آنم — خامش بدے اے کاش لب کلک بیرم
اینہا ہمہ بشمردم و از روئے حقیقت — از خود خبرم نیست چسگویم کہ خبیرم
آزادیم از فکر خودم بود سزاوار — تقدیر بر تخبیر الم کرد اسیرم
چوں بخت بکامم نرساند چہ حاصل — گر انوری عصر و گر رشک ظہیرم
راضی بر ضا گشتم و خرسند بتقدیر — حلواست اگر قسمت و گر نان شعیرم
ہر چند بود راست کہ از ماست کہ بر ماست — لیکن ز قضا بود بدینگونہ مصیرم
ہاں نسبت ذات ست کہ با آں ہمہ دوری — پیوستہ با و ساختہ چوں شکر و شیرم
انعام عمیمِ تو بدریوزہ گر عجزے — در شیوۂ مطلب طلبی کرد دلیرم
دانندۂ احوال نہانی و عیانی — از لطف نگاہے بمن اے رب قدیرم
سرگشتہ ام و گمشدہ در وادیِ عصیاں — گرداں بسوئے خویش ازیں راہ خطیرم
ہرگز نبود غیر ترا ہیچ وجودے — پیداست احد در نظر از جملہ کثیرم
برہان وجود است احد را رخِ احمد — مدلول و دلیل آمدہ مقصود حمیرم
با عترت و اصحاب بود روئے نیازم — در بارگہِ آلِ نبی بندۂ پیرم
آگہ نیم از تفرقۂ حاصل و محصول — دانم کہ سگِ درگہِ صدیق و امیرم

از دست برود دل خبر فاطلع الشمس — هم مست کند زمزمۂ خم غدیرم
پیراں جہاں زلہ بر خوان نوالش — مولاست علی ہست علی مرشد و پیرم
فردوس بود بارگہ حضرت اصدق — یارب کہ بخاکِ درآں شاہ بمیرم

باقر نخند پاک بجز اشک ندامت
باشد سیہ از نقش گنہ لوح ضمیرم

قصیدۂ ناتمام

در مدح اعلیحضرت غفران مکان نواب میر محبوب علیخاں بہادر آصف جاہ سادس بادشاہ دکن نور اللہ مرقدہ

کہ از استماع رپورٹ انتظامات قحط (۱۳۱۷ھ مطابق ۱۹۰۰ء) و کیفیت صرف شدن زیادہ از دو کرور روپیہ در پرورش رعایائے سرکار نظام متاثر شدہ فی البدیہ فرمودند مگر ناتمام ماند

فلک را کو رسای ہا بقصرِ لامکان قدرت — ز بہرش بس بود بوسد زمین آسمان قدرت ۱
علوئے منزلت نازم کہ اقبال اسکندر را — نشانیدہ ست در خاکِ مذلت موشان قدرت
چہ دارد وقعتے سرہائے کیکاؤس و کیخسرو — کہ پا نگذارد از تمکین بفرقِ فرقدان قدرت
زہے تمکین و جاہ تو کہ تا ناشاہ عادل را — ز سر نگذاشت باقی در جہان نام و نشان قدرت
بہ پشت اشہب گردوں عنان بگسستہ گر تازد — کند او را لجا با مرکب خود ہمعنان قدرت ۵
چو در فوجِ عدو تابد فروغِ تیغ برانت — برآرد از نہادِ شان فغاں الامان قدرت

شہاں را شوکت و حشمت بہ یکجا گر کند نزل — کند بالا سرِ خود را ز خیلِ خسروان قدرت

خلاند خار در دل دشمنت را غرّہ تمکینت — نہد مرہم بہ زخمِ کہنہ ریشِ دوستان قدرت

بود تا دور گردوں باد دایم دولت و عمرت — بود تا دہر و سرمد باد یارب جاودان قدرت

بروں آمد ز بطنِ مادرِ گیتی دریں عالم — بہ اقبالِ بلند و بخت میموں تو اماں قدرت

ہمہ شاہان عالم زلہ بردارِ تو بودندے — شہا بر سفرہ تقدیر چوں شد میہمان قدرت

بیانِ مدح ذاتِ تو نہ کارِ چوں منے باشد — کجا ایں بندۂ عاجز کجا عظمت نشان قدرت

بنازم طالع خود را کہ مداحِ توام شاہا — ز خاکِ پستیم برداشت سوئے آسمان قدرت

تعالی اللہ زہے شانے کہ آمد اے شہِ والا — قضا را ہمسر و ہمدم قدر را ہمعنان قدرت

توئی فرمانروائے مالکِ ملک و نگیں شاہا — ترا دولت فزوں باد و افزوں باد جہاں قدرت

بمدحِ تو زنادانی بسے رہ وادپستی را — کسے کز کوتہ اندیشی بگوید آسمان قدرت

نشیمن قدسیاں سازند بہر رفعتِ شانش
بزیرِ قصرِ گردوں افگند گر سائباں قدرت



ردیف الف

تعالی‌الله نه رنگ است در ذات چه وجوں را
بایں نطق و بیاں کس چوں ستاید شان بیچوں را

هنوز آں لذت دستی است در جانم به بیداری
که دادم بوسهاد در خواب شب آں لعل میگوں را

دلش را تا بدست آرم جهاندر بیر ها کردم
ندیدم هیچ تاثیرے کدامی سحر و افسوں را

بغیر از جلوهٔ جاناں نیاساید دل عاشق
خدا خورسند گرداند مگر دلهائے محزوں را

معنبر گیسواں از دل اسیر دام گیسوئش
صنوبر قامتاں از جاں غلام آں قد موزوں را

بروائے بوالهوس از عشق بازی دم مزن هرگز
که آساں طے نمودن نیست ایں صحرائے پرخوں را

بجمع مال و زر ممسک پریشانی نمیدانی
که مال و زر چه بر جاں بخیت اوستاد تو قاروں را

بروں از سمعه و عجب و ریا شو خوش بر رندال
بیا زاهد بکش اینجا بشراب و بنگ و افیوں را

چنانم جوش وحشت شد که کردم سیر گاه خود
چو مجنوں دامن صحرا و دشت و کوه و هاموں را

چناں از بد و فطرت شد گریباں گیر عشق او
که در طفلی بخواندم قصهٔ فرهاد و مجنوں را

حصولِ مدعائے دل کجا و من کجا باقر
کہ نتواں راست فرمودن ز فکرے بخت واژونرا

۲ دورا ز تو چہ حال است ببین تاب و تبِ ما — اے سرورِ عالی نسب اُمی لقبِ ما
دورم ز دیارِ تو مگر سجدہ بسُویت — پیوستہ بود مشغلۂ روز و شبِ ما
پروردۂ دردیم ندانیم اب و عم — ما عشق نژادیم مپرس از نسبِ ما
جا کرد خیالِ رخت اندر جگر و دل — از عشق تو معلو است وریدو عصبِ ما
تا هست بہم جان و تنِ ما نشود دُور — از گوشۂ دامانِ تو دست طلبِ ما
ایں حسن دل افروز تو خود آفت جان بود — جور تو فزوں ساختہ رنج و تعبِ ما
ہر چند شدم خستہ بس از سیلیِ اخواں — ایں شکوہ چو یوسف نہ برآید ز لبِ ما
داریم خیالِ رخ پر نورِ تو ہر روز — صرف است بیاد سرِ زلفِ تو شبِ ما
ویرانہ ام آباد شد از وصل تو صد شکر — از روئے تو روشن شدہ چوں روزِ شبِ ما
از ما بفراقِ خودت احوال چہ پرسی — دور از لبِ جاں بخش تو آہ است و لبِ ما

گفتم کہ یکے بوسہ بفرمود کہ باقر
بیہودہ مزن حرف تبرس از غضبِ ما

۳ ہر دم غمت دہد سر داغ دگر مرا — شوقِ نظارۂ گلِ باغِ دگر مرا
زہر آب غصہ حصۂ من گشت و جامِ غم — ساقی چہ حاجت است ایاغِ دگر مرا
گر دے ز کاردان نہ عیاں گشت و ہر نفس — شوقش عنان کشد بسُراغِ دگر مرا

فیض محبت است که از عرش بر ترم ایں بادہ دادہ است دماغِ دگر مرا
امشب ز شمع عارض او خانہ روشن است
باقر چہ احتیاج چراغِ دگر مرا

۴ ہوسم نیست بادشائی ہا من و در کوئے تو گدائی ہا
نارسائی طالعم بنگر کہ بکویت نشد رسائی ہا
زاہدا می نبوش با رندان تا کجا زہد و پارسائی ہا
نیست جز خستگی و دلشوری حاصل ربط و آشنائی ہا
بیش از ینم جدا ز خود پسند کہ ز حد شد فزوں جدائی ہا
باقر از دست روزگار مرا
کو دماغِ غزل سرائی ہا

۵ روئے چوں آئینہ ات مایۂ حیرانی ما طرہ ات شانہ کش زلف پریشانی ما
زینت جیب و گریبان است چو گل خارت ہست خاکِ در تو صندل پیشانی ما
پارسائی چہ بود زہد و ورع یعنی چہ سجدۂ بارگہت ہست مسلمانی ما
ہر سحر چاک زند جیب و گریباں چہ کنم نبود دست جنوں را غمِ عریانی ما
از دم گرم لوا و کلہ از داغ جنوں داشت ساماں دگر بے سروسامانی ما
دل نہ از کوچۂ زلف تو بروں شد ہیہات شد نہ از قید رہا یوسف زندانی ما
دلِ مستاں برد نعرۂ یاھو چو کنیم ہوش صوفی بہ برد طرز خداخوانی ما

چوں نباشیم بجاں ناصیہ فرسائی درت　　شد خط بندگی تو خط پیشانی ما

باقرا بس غزل نغز نے خامہ سرود
قدسیاں راست زباں گرم ثناخوانی ما

۶ نہ ہوائے باغ و بستاں نہ سر بہشت مارا　　غم عشق گلعذارے شدہ سر نوشت مارا
شدہ ایم فارغ از بسکہ زنیک و بد بکلی　　نہ بد و زخ است جذبے نہ کشد بہشت مارا
چہ خوش است ناتوانی کہ بشدت جنون ہم　　زکمال رحم طفلاں نزنند خشت مارا
ز جمال چہرۂ تو ہمہ جا است جلوہ نو　　نبود تفاوتے در حرم و کنشت مارا
نہ ہمین است گل و گلشن بہ نظر چو خار اے جاں　　کہ جہنم است بے تو چمن بہشت مارا

ز ملامت تو ناصح نرود ز دل کہ گشتہ است
رقم وفائے خوباں خط سر نوشت مارا

۷ بسکہ از دل نرود وحشت دیرینۂ ما　　صرف لہو است چو طفلان شب آدینۂ ما
جلوہ فرما نفسے در دل بے کینۂ ما　　قدمے نہ ز کرم بر سر و بر سینۂ ما
بسکہ از پرتو عشق تو صفا یافتہ است　　جلوۂ مہر دہد کینہ در آئینۂ ما
نیست یک جور و جفائے کہ نکردی لیکن　　ہیچگہ سیر نشد خاطرت از کینۂ ما
ما ز درد غم ہجران تو مردیم ولے　　تو نگفتی چہ شد آں عاشق دیرینۂ ما
تا چہ صیقل بود اے کافر دیں کہ او　　از دل سنگ تو یکرہ ببرد کینۂ ما
روزگاریست کہ ما سجدہ بر کوئے تو ایم　　مدہ از یاد حق خدمت دیرینۂ ما

هم اگر دست دهد عیش دو عالم باقر
مشکل از دل برود کلفت دیرینهٔ ما

۸ آز روئے صحت جان نیست بیمار ترا
میل آزادی نمی باشد گرفتار ترا

صد بر نگ یوسف مصری خریدار تواند
رونقِ دیگر بود امروز بازار ترا

می توانش بر سر آمد یکدم ای رشکِ مسیح
که بود حال دگر امروز بیمار ترا

ای دل بے طاقتم با درد رنجوری بساز
که مسیحا چاره نتواں کرد آزار ترا

تا حریم جلوه گاهت جذبهٔ دل رهبر است
گام فرسائے دیارِ شوق دیدار ترا

جلوهٔ فیضِ تو تا بد قابلے نیابد کش
هر دلے نتواں صدف گردید اسرار ترا

دیدهٔ در خواب امشب جلوهٔ آں ماه را
گردِ سر گردیم باقر بخت بیدار ترا

۹ بکام جاں برساں جامِ عشق و مستی را
ز لوحِ سینهٔ خود شوغبار هستی را

بغیر نقد دل و جاں چه بر تو افشانم
قبول دار ز ما عذر تنگدستی را

بر نگ آئینه روشنگرِ حریم دل است
بنگ تو به مزن جام مے پرستی را

به قتلِ عاشق مسکیں یکے ز غمزه بس است
ز ابروان چه کشی خنجر دو دستی را

خوش است گریه و گه نالهٔ حزیں اے دل
مده ز دست خود ایں شیوه هائے مستی را

دگر بهوش نه آمد ز بیخودی باقر
چشید هر که ز جام مے الستی را

۱۰ نه بینم گر رخت را بر که بندم دیدهٔ خود را — بجز یادت کنم چون خوش دلِ غمدیدهٔ خود را
شنیدی فتنهٔ فردا هم امروز ش تماشا کن — دمے در جلوه بیروں ده رخِ پوشیدهٔ خود را
نکردم آشنا یکره دریں باغِ جهاں یارب — ز گلهائے تمنا دامنِ برچیدهٔ خود را
بعشقت اے مهِ کامل ندانستم هلال آسا — کنم کاهیده از غمهاتن بالیدهٔ خود را
ز لالِ لعل نوشت را منم لب تشنه نتوانم — به آبِ خضر تر سازم لبِ تفسیدهٔ خود را
سرم قربانِ ناز تو بگامِ ماسیه روزاں — تبسم ریز کن لعلِ مسی مالیدهٔ خود را
رسا گر میشود بختم ز سنگِ آستانِ تو — دهم بالیں آسایش سرِ شوریدهٔ خود را

خموشی تا کجا باشد بود چین جبیں تا کے
به باقر مهربان فرما دلِ رنجیدهٔ خود را

۱۱ دهد نورے دگر در چشم بینش دیدنِ مینا — فزاید کام جاں را لذتِ بوسیدنِ مینا
بمستاں می دهاند یاد طرزِ سجدهٔ حق را — به پیشِ ساقیِ مهوش جبیں سائیدنِ مینا
تو چوں ساقی شوی از فیضِ دستِ تو عجب نبود — بر نگِ گردش پیمانه از گردیدنِ مینا
به بزمِ آں بت میکش تماشائے دگر دارد — ز شادی خندهٔ جام و بخود بالیدنِ مینا

ز بزمِ میکشاں آمد مرا خوش ایں ادا باقر
بخدمت گشتنِ پیمانه بر خود خندنِ مینا

۱۲ سرود گل دهد بهار نیاید بکارما — گلزار ما توئی و توئی نوبهارما
شکر خدا که در برم آمد نگارما — آمد بکار زندگیِ مستعارما

دی شب که بر سرم نرسیدی بعیادتم — جانا چها طپید دلِ بیقرارما
عمرے گزشته است که از نامه و پیام — یادم نمی کند بت نسیان شعارما
از تند باد دهر فروزان شود چراغ — هرگز ز کوچه تو نخیزد غبارما
ای سرو من بیا تماشا که هست چون — از آب اشک تر چمنِ انتظارما
تیرِ دعا رسد به نشانِ قبول چون — گر بر کمان خود نرسد اضطرارما
بے پرده از حجاب تماشا همی کنم — رشکِ تجلی است کنون استتارما
هر جا که هست بے هنران سربلند — قدر هنر کجا است درین روزگارما

باشد هنوز چشم امیدم بر حمتش
عصیان اگرچه گشت چو باقر شعارما

آفتابیست که روشنگر جانست مرا — داغ عشقِ تو که در سینه نهانست مرا ۱۳
حالت گریه بهجر تو چه گویم چونست — رود باریست که از دیده روانست مرا
نگه نرگس فتان تو غارت گر دل — خنده لعل لبت آفت جانست مرا
من ز جورت نکنم شکوه ننالم اے دوست — هر جفائے که کنی راحت جانست مرا
من بقربان[1] تو از بهر خدا زود بیا — دل سودا زده بس بے تو طپانست مرا
آه تا دور ز بزم طربت افتادم — کار با زمزمه آه و فغانست مرا

---

[1] بقربان تو و قربان تو هر دو محاوره است ۔ مرزا طاہر وحید گوید ؎ شنیدم گفته جاناں چه میگردد وحید اینجا ۔ چه میگردد بقربانِ تو میگردد بقربانت ؎ دبیر محمد افضل ثابت گوید ؎ از کوئے تو رفتن است مشکل ۔ قربان سر تو میتوان رفت ؎

غیر ازیں ہیچ ندانم نہ بخوانم باقر
اصدق اصدق ہمہ دم ورد زبان است مرا

۱۴ بیا ساقی بدہ جامے رہا کن از خودی مارا — بروں کش از برودوشم لباس زہد تقوی را
بجاں یار است و در دل یار و من دور از وصال او — کہ باشد تا زو پرسیم شرح ایں معما را
دلم خوں کرد خاموشی فدائے ناز و تمکینت — بدشنامے بجنبش آر لعل بادہ پیما را
ز قد دلکشش عمرے بود خالیست آغوشم — خوشا وقتے کہ بینم در کنار آں ماہ سیما را
برنگ شمع ناگہ جلوہ فرما در شبستانم — رہا کن از سر من وعدۂ امروز و فردا را
کجا آں طالع میموں کہ بینم بر مراد دل — بہ پہلو شاہد رعنا و در کف جام صہبا را

نباشد ہیچ ممکن را وجودے غیر حق باقر
کشا چشم حقیقت بیں یکے داں موج و دریا را

۱۵ خوش عمر بغربت گزرد ہمچو منے را — از بیوطنی غم نبود بیوطنے را
از درد فراق تو شب و روز کنم جاں — با من چہ مساوات بود کوہکنے را
چوں خار کند خستہ تنت را ورق گل — نسبت چہ دہد کس تو نازک بدنے را
زلف ترجاناں بہ نگاریں برود دوش — ابریست کہ سیراب نماید چمنے را
آں طرۂ طرار ز خود مشک فشانست — اینجا نہ بود قدر ختا و ختنے را
اے تازہ نہال چمن حسن چہ سازم — دور از قدر عنائے تو سرو و سمنے را
در کون و مکانست فرو غش کہ ندیدم — بے جلوۂ او خلوت و ہم انجمنے را

مسجود ہماں حق بود اے شیخ چو بینی سر گرم سجود صنمے برہمنے را
افتادہ جدا دور ترا ز شہر و دیارم از لطف بیاد آر بعید الوطنے را

نازیم بشیرینی گفتار تو باقر
کو تاب سخن پیش تو شیریں سخنے را

۱۶ دادم نہ بگیے دل مہ من جز تو کسے را بے یاد تو ہرگز نکشیدم نفسے را
در دِ دل عشاق و کجا زہد تو زاہد ایں درد نباشد چو تو بے ہوسے را
کس ہیچ نداند کہ بہجرت گزرد چوں از راز خود آگہ نکنم ہم نفسے را
ہر آنچہ خدا داد تواں کرد قناعت در دل ندہی راہ ہوا و ہوسے را
پرسید دریں قافلہ سالار کدامست از وے کہ شنیدہ است صدائے جرسے را
گشتیم در آفاق جہاں لیک ندیدیم از جملہ حسینان جہاں چوں تو کسے را

باقر بکلامم نہ بود حشو و زوائد
در گلشن ما رہ نہ بود خار و خسے را

۱۷ کرا چشمے کہ تا بے پردہ بیند آفتابش را قیامت جلوہ گر گردد چو بردارد نقابش را
چہ دل با ابلق ایام بندی کز سبکتازی نمی باشد ثباتے ہستی پادر رکابش را
کسے زیں بزم نہ تواں شد حریف گرمی نازش کجا باشد جگر دارے کہ برتابد عتابش را
ز بیداریِ چشم خون فشانِ من چہ می پرسی خیالِ زلف شبگونت پریشاں کرد خوابش را

من از میخانۂ مے خوردہ ام باقر کہ تا محشر

افاقت روئے ننماید ز بدمستی خرابش را

۱۸ سویم نمیرسد چو صبا نو بهارما — یادم نمیکند بت نسیان شعارما
انداز ناز و غمزه و طرز تغافلش — صبر و شکیب برده و تاب و قرارما
خون میکند دل گل و نسرین بروئے خود — چون غازه میکشد بت گلگون عذارما
کردی شهید ناز خود اکنون ز روئے صدق — شمعے بیار بر سر لوح مزارما
از فیض جلوه اش همه برق تجلی ام — پروانه همچو شمع بگردد نثارما
هم در شباب صرصر عشق تو کرد پیر — دیرے نداد رو که خزان شد بهارما
هستم دریں چمن چه یکے نخل بے ثمر — بے برگی است سرو نمط برگ و بارما

شرم گنه به بیں که ز آمرزگار حق
باقر نخواست عفو دل شرمسارما

۱۹ حالت نزع است بنمائید محبوب مرا — بر سرم آرید دارم حال بد خوب مرا
گر شود گاهے گزارت در حریم خلوتش — اے صبا از ما سلامے یار محبوب مرا
خاطرم چوں شاد گردد قاصدا خود بیجواب — من گرفتم خرز بازو ساخت مکتوب مرا
در طلب سرگشته ام دیر و حرم گردیده ام — تا کجا منزلگه است آن شوخ مطلوب مرا
یک تماشِ خوش گه سودا بیار من نبود — خود پسندیدا ز کرم این جنس معیوب مرا

گرچه باقر هر نفس گرم فغان و زاریم
نیست رحمے بر من آن ترک دل آشوب مرا

جان من سوخت فراقت صنما زود بیا ۲۰ ای پری شیوه دلاے ماه لقا زود بیا
ایکه از شرم و حیا جانب ما رو نکنی من بقربان حیائے تو بیا زود بیا
نکهتِ مشک فشاں طرهٔ او زود بیار از حریم مه من پیک صبا زود بیا
دم نزع است و تمنائے وصالت در دل نشتر غم شکند بهرِ خدا زود بیا
شدتِ تشنگیٔ شوق تو سوزد جگرم ای به لعلِ لب تو آب بقا زود بیا
باشدم ورد زبان بے تو سودائے رخت شاهد کج کلهِ تنگ قبا زود بیا

باقر خسته دل از درد فراق است بجان
اے همه سحر و فسون ناز و ادا زود بیا

چوں بشوخی بنگرد آں میگسار آئینه را ۲۱ عکس روئے او نماید لاله زار آئینه را
چوں بدستِ خویش گیرد آں نگار آئینه را میکند گرمی خویش بیقرار آئینه را
جم اگر یک ره کند نظاره روئے زشت را بر صفائے روئے تو سازد نثار آئینه را
جلوهٔ چینِ جبینِ او بآغوشِ دلش همچو دریا می نماید موجدار آئینه را
چوں مقابل شد به آں گلگوں قبائے سبزه رنگ در کنار آمد عجب رنگیں بهار آئینه را
بسکه حسنِ بے مثالِ او نخواهد غیر خود می نگردد ماه من هرگز دوچار آئینه را
از درونِ پرده آتش بیروں کنم در دست گیر جاں بلب آورد در دِ انتظار آئینه را
بادلِ عاشق چه سازد گر چنیں سیماب سال جلوهٔ روئے تو سازد بیقرار آئینه را

از درونِ لوح دل حرف دوئی را محو کن

کن مصفا باقر از گرد غبار آئینه را

۲۲ بیا از چهره روشن کن شب تاریک رندان را — که شمعے نیست چوں روئے تو بزم می پرستان را
دم نزع است اے ہمدم بشوقش میدہم جانرا — تواں آورد بر بالینم آں عیسے دوراں را
مدہ از دست اے زاہد بخلوت دین و ایماں را — بیا بیروں نظر کن مصحف رخسار خوباں را
بپایش گر شوم قرباں زہے قسمت چہ عیدے ایں — کہ قرباں میکنم بر پائے او صد عید قرباں را
بنازم جذبۂ عشق زلیخا را کہ در راہش — تحمل کرد یوسف ضربت سیلی اخواں را
ز تاثیر فغانِ نے بجانِ من عجب بنود — کہ در دِ آہ سوزانم زند آتش نیستاں را
پریشاں میشود شیرازۂ جمعیت خوباں — پریشاں چوں کنی بر چہرہ آں لف پریشاں را
ز برق جلوۂ تو بزم گردد وادی ایمن — فروغ عارضِ تو شمع میگردد شبستاں را
فروغ جلوۂ حسنت بوقت سیر گلزارت — سراپا دیدۂ بینا نماید نرگستاں را
بدور عارضت آمد زدیر و کعبہ استغنا — کہ کویت سجدہ گہ گردید ہر گبر و مسلماں را
نسیم آسا بیا گلہائے داغ ما تماشا کن — دلت گر میکشد ای سرو من سیر گلستاں را
پے درس محبت چوں بمکتب خانہ میرفتم — چو مصحف در بغل میداشتم تصویر جاناں را
بخاک تربتم میکرہ بیا جاناں چہ کم گردد — کہ از شمع رخت روشن کنی گور غریباں را

ز آسیب جزا باقر چہ می ترسی کہ حق فردا
خرد با نقد آمرزش متاع جنس عصیاں را

بود حبسِ دوام اے وای زندانی الفت را
رہائی کے تواند شد گرفتار محبت را ۲۳

قناعت شیوه ام باشد توکل خوئے طبع من
بہ مسکینی غنی ہستم چہ سازم مال و دولت را

حینانِ جہاں رسم وفا میدانستند اکنوں
مگر منسوخ بنمودی تو آئین مروت را

بہ اوجِ مرتبت باید تواضع خوے خود کردن
مآلِ کار جز ذلت نشد ارباب نخوت را

کشی در مجلسِ وعظم کنی از خلوتم بیروں
کجا دانی تو اے واعظ علوی شانِ غربت را

طپم در خاک و خون زینسان بحرب جان و ہم تا کے
خداوندا یکے بنما رخ آں ماہ طلعت را

تواں از فرق پا کردن کہ آمد نامہ از یارم
کہ بس شوقِ ملاقاتِ تو باشد مابدولت را

چہ میخسپی دلِ شب جلوۂ حق را تماشا کن
بہشیاری سرِ پائی بزن ایں خوابِ غفلت را

مصیبت چند بر تابم بہ دوری دیارِ خود
چساں صبح وطن سازم خدایا شامِ غربت را

ز خوفِ کثرتِ عصیاں ہمی لرزی بجاں باقر
فرامش میکنی ناداں ز غفلت شانِ رحمت را

جلوہ آرا چوں شود ماہِ پری تمثال ما
میکند کارم بہ بیہوشی بگردد حال ما ۲۴

جلوہ فرما گر شود در کلبۂ تارم چہ دور
شمع روئے عنبریں گیسوئے مشکیں خال ما

نیست خالی از الم ہرگز مرا وقتِ طرب
از محرم میشود غمناک تر شوال ما

سوخت جانم سوزِ عشقت قصہ کوتہ میکنم
مختصر تفصیل ما میباشد از اجمال ما

دیدۂ گوہر فشاں و چہرۂ زردم ببیں
از دلِ زارم چہ میپرسی بہ بیں احوال ما

ذکرِ حسن عارضت میباشدم ورد زباں
نیست جز یاد لبِ لعلِ تو قیل و قال ما

جذالحنی که هر دیوار و در آمد برقص — دلربا خوش نغمهٔ سنجیده شد اقوال ما
جهد ها کردم بحمدالله که پیوستم بدوست — مرحبا بخت بلند و جذا اقبال ما
از زبان آن ستمگر تا چه می آرد پیام — میرسد از دور یارب پیک فرخ فال ما

حالت نزع است از بهر خدا آن ماه را
میتوان کردن خبر باقر برو از حال ما

۲۵ از جور و جفائے تو نباشد گلهٔ ما — باشد ز چنین شیوه بلند حوصلهٔ ما
اینک غزل تازه به پیش تو کنم عرض — یک بوسه ز رخسار تو باشد صلهٔ ما
در هند نه تنها شده ام شهره آفاق — در ناحیهٔ ملک عجم غلغلهٔ ما
در مشرب چشم غلام شه اصدق — با خواجه حسن دست زند سلسلهٔ ما
پا کرده ز سر بسته احرام مدینه — رقصان ز طرب ها برود قافلهٔ ما
رفتیم بسودائے تو در دامن هر دشت — کو خار که سر سبز نه شد از آبلهٔ ما
هر گوهر نظم است به از عقد ثریا — آن کیست درین عهد که بخشد صلهٔ ما
از دشمن و از دوست نداریم شکایت — رحم است بر آنکس که بسازد گلهٔ ما

بے کرد مرا پائے طلب طی مراحل
باقر چه کنم دور بود مرحلهٔ ما

حیرت زده کرد آن رخ زیبائے تو مارا — آئینه نمط محو تماشائے تو مارا
در کوئے تو رفتن نتوانیم که کرده است — زنجیر بپا زلف چلیپائے تو مارا

وقت است که آئی تو سوار از پئے صیدم — وحشت بنمود آهوئے صحرائے تو مارا
فارغ ز خریداری کونین نگشتیم — تا جائے بسر ساخته سودائے تو مارا
از خویش برفتیم بکرده است چنان مست — بوئے سر گیسوئے سمن سائے تو مارا
بر خاک بمیناد زدم آن جنبش ابرو — از هوش برد نرگس شهلائے تو مارا
با خاک برابر چو شود کالبد ما — از دل نه رود نقش تمنائے تو مارا
گر آمدنت هست بیا جان من امروز — خون کرد جگر وعدهٔ فردائے تو مارا
از میل حسینان جهان بود فراغم — تقدیر نمود عاشق شیدائے تو مارا

گفتیم که داری سر ما هیچ بفرمود
باقر نبود هیچ بدل جائے تو مارا

در دیده و دل نیست بجز جائے تو مارا — در دل نبود جز به تمنائے تو مارا ۲۷
در دِ دلِ من به نشدنی نیست ز عیسیٰ — هان زنده کند لعل مسیحائے تو مارا
در پرتو رخسار تو بینم رخ خود را — آئینه بود طلعت غرائے تو مارا
از گردش چون ساغر پرجوش مه ما — بیهوش کند نرگس شهلائے تو مارا
هنگام تماشائے تو سودائے محبت — افگند چو گیسوئے تو بر پائے تو مارا
بودیم برخ بسته در از روئے حسینان — بنمود قضا عاشق شیدائے تو مارا
فردا است بعید آه هم امروز بجان گشت — قربان شومت وعدهٔ فردائے تو مارا
از مهر و وفا گوئے که بس سمع خراش است — این قصهٔ اسکندر و دارائے تو مارا

باقر سخنے سنج کہ دل میبرد از دست
ایں شوخی انداز سخنہائے تو مارا

۲۸ خنداں بدل بود گل داغ از بہار ما — باشد طراز دامن وحشت غبار ما
از سر ہوائے بادۂ اطہر بروں دہی — زاہد اگر چشتی زمے خوشگوار ما
ای برق ہوشدار کہ امشب بہجر یار — گرم طپیدن است دل بیقرار ما
تا سر بر آستان بلندت نہادہ ایم — از عرش برتر است سر اعتبار ما
آمد بہار و شاہد گل چہرہ بر فروخت — یکرہ در آ بجلوہ تو ہم نوبہار ما
آفاق سیل حادثہ بر ہم زند اگر — ہرگز ز کوئے یار نجنبد غبار ما

قطع نظر ز رحمت عامش نکردہ ایم
باقر شدار چہ کثرت عصیان شعار ما

۲۹ تواں دیدن بایوانش تجلیگاہ امین را — نماید جلوہ اش خورشید محشر چشم روزن را
چہ باشد سرو تا پیش قدِ او قد برافرازد — چہ باشد رو نقد پیش رخ او روئے سوسن را
بیا با دام زلف و تیر مژگاں بہر صیدِ من — بفرما مطلع خورشید یکرہ پشت توسن را
بہ بیں بیرنگی شانش کہ شوق دانہ گندم — کشد سوئے زمیں آں آدم فردوس مسکن را
مشبک میکند چوں خانۂ زنبور دلہا را — بغمزہ سرمہ ہی یکرہ اگر آں چشم پرفن را
نباشد کار روانم را بشبہا خطرۂ غارت — چرا غم کور میسازد چو نرگس چشم رہزن را
برعنا قامتی شد مشتہر ہر چند در عالم — نداند سرو بستاں چوں قدت طرز چمیدن را

نمی باشد بکیش ما میانِ نیک و بد فرقے — بچشمِ دوستی چوں دوست می بینیم دشمن را
پر پرواز بکشاید باوجِ رحمتت یارب — چو مرغِ روح بگزارد بگیتی خانۂ تن را

بلوحِ دل بود باقر همیں نقش تمنایم
که بینم وقت مردن جلوۂ آں روئے روشن را

بدیدم تا ز بالائے تو طرزِ دلربائی را — زلوحِ دل ستردم نقشِ حرفِ پارسائی را ۳۰
درونِ گوشۂ خلوت تو اے زاہد چہ می بینی — بیا بیں در روئے یارم جلوۂ شانِ خدائی را
بطرزِ ناز تو عرضِ نیاز خوشتن کردم — نمودم وقفِ درگاہِ تو مشق جبہ سائی را
بود انداز و ناز او ز خوبانِ جہاں یکسو — ندانم کجا آموخت طرزِ دلربائی را
جمالِ آفتابت شد بذرّات جہاں روشن — بروئے خوبرویاں جلوہ داری خود نمائی را
دلِ من بندۂ عشق است اے زاہد بنیکو — زمن ایں خرقۂ سالوس زہد و پارسائی را
بکارِ مشکلِ من یا علیؑ مشکل کشا رحمے — بدستِ قدرتت بخشید حق مشکل کشائی را
من گم کردہ رہ را حضرتِ صدق نما راہے — مخصص کرد حق بہرِ تو کارِ رہنمائی را
بقربانِ تو از جور و جفا ہا ہر چہ خواہی کن — مبر پیشم تو از بہرِ خدا نامِ جدائی را

طپد در خون دلِ باقر رقیباں کامیاب از وے
تواں دیدن بچشمِ عبرتے شانِ خدائی را

روئے تو نشد مقابلِ ما — خوں گشت بدوریت دلِ ما ۳۱
جا میدہدم بدیدہ و دل — آئی تو اگر بمنزلِ ما

باسحر و فسوں چنیں دلِ تو گاہے نشدہ است مائلِ ما
از آہ و زآب دیدہ گل کرد اسرار نہانیِ دلِ ما
چوں روز شبِ من است روشن شد روئے تو شمعِ محفلِ ما
اے راحت جان من کجائی شد پارہ بفرقتت دلِ ما

پرسید کہ ہاں کجا است باقر
آں کشتۂ ناز بیدلِ ما

۳۲ خوشا دمیکہ بہ بینم بہار رنگ ترا خوشا نصیب کہ بوسم دہانِ تنگ ترا
زتند خوئے تو عاجز شدم چناں ہردم بجان و دل بدہم جائے خشم و جنگ ترا
دلِ ترا است اگر میل ناوک اندازی دل و جگر بنمایم نشان خدنگ ترا
نتیجۂ نہ بسحر و نہ در فسوں اثرے چناں بدست خود آرم دلِ چو سنگ ترا
بگفتمش کہ ببر نام و ننگ من فرمود برو برو کہ نخواہیم نام و ننگ ترا
یکے بسوئے منِ خستہ ہم گماں درکش کہ تا بسینہ چو دل جا دہم خدنگ ترا
بشوق برکہ پے مشق برق اندازی سر من است کہ گردد نشان تفنگ ترا

متاع صبر و سکوں سوخت در دلِ باقر
ز غازہ کرد چو مشاطہ شغلہ رنگ ترا

۳۳ پردہ می انداد از رخ شاہد رازِ ما روسیہ بادا الٰہی اشک غمازِ ما
یوسفِ مصری بشوخی و اداہا کے رسد آں سراپا خوبیِ با عشوہ و نازِ ما

درتحیر شد زهوش و سر و ناز پا فتاد — دید در گلشن چو قد سرو طناز مرا
پیش پا افتاده مضمونے نبندد طبع من — کے سر صید چنیں صید است شہباز مرا
ہر زماں نام خدا دارد تلاش طبع شوخ — بر خیال فتنہ نو فتنہ پرداز مرا

خوش نمی آید بچشم جلوہ حسن کسے
ہاں تواں بنمود باقر جلوہ پرواز مرا

بیا بسوئے من اے رشک نوبہار بیا — چو جان بقالب جان دادہ در کنار بیا ۳۴
بیا بیاز کجائے کشیدہ می آئی — کہ لغزشیست بر فتارت از خمار بیا
بہ نعشم ار نرسیدی پے نماز اکنوں — زہر فاتحہ چوں شمع بر مزار بیا
گل است خندہ زن و سرو می چمد باناز — تو نیز در چمن اے سرو گلعذار بیا
یکے ز ناز قدم رنجہ کن کہ در پایت — متاع صبر و خرد می کنم نثار بیا
فدائے تیزی رہوار تو گہے سیوم — عنان گسستہ تو اے ترک شہسوار بیا
بمن کہ محرم راز توام چہ شرم و حیاست — عبث بود ز من خستہ ننگ و عار بیا

طپد بخاک چو بسمل بہ دوری تو یکے
بسوئے باقر دلخستہ اے نگار بیا

بصلح چوں کشم اے وائے خوئے جنگ ترا — چگونہ نرم بسازم دل چو سنگ ترا ۳۵
خدنگ غمزہ ات از بہر کشتنم کافی است — بریدن ار نبود تیغ سر بزنگ ترا
تو رشک حور بہشتی بت فرنگ نژاد — ز خلد بہ شرم کشور فرنگ ترا

ز وعدهٔ تو خوشم خواه دور یا نزدیک — که زود می‌شمرم وعدهٔ درنگ ترا
برانذی از برِ خویش و درشت فرمودی — بیان کنم بکه ایں ماجرائے جنگ ترا
نهم چو جان به تنِ زار خویش شمشیرت — بسینه جا بدهم همچو دل خدنگ ترا
ز چشم بد گلِ روئے تو در امان بادا — خزان مباد الٰهی بهار رنگ ترا
ز ناوکِ مژه‌ام کشته‌ئ که هیچ سپر — نبوده است چو تیرِ قضا خدنگ ترا

ز عشق تو به نفرماخدائے را باقر
که عشق برده بتاراج نام و ننگ ترا

۳۶ یارب چه تمنا است منِ خسته تنے را — در بر بکشم سرو قدے گلبدنے را
با آں رخِ رنگیں که بود چشم بدش دور — نسبت نبود هیچ مطرا چمنے را
قربان به دمِ خنجر تیزِ تو سرِ من — بر نعش بیا کشتهٔ خونیں کفنے را
یک جلوه بفرما طرفِ بزم حریفاں — کن از رخ خود رشک چمن سا انجمنے را
اے من بفدایت بسرِ خود ندهم جا — با نکهتِ زلفِ تو نسیمِ خُتنے را
اے غیرت گلشن بچمن بے گلِ رویت — کے خوش بکنم جلوهٔ سرو و سمنے را
ای همنفسان مژده که عاشق شده‌ام من — شمشاد قدے ماه رخے سیم تنے را
بر پائے تو اشکِ گرانفشانم چه بنامم — در راه تو قیمت چه بود جان و تنے را
در کامِ دلم نغز تر از شربت خضر است — یک بوسه زدن پستهٔ شیرین دهنے را
در مایدهٔ دولت دنیا که حرام است — هرگز نه بیالائے تو دست و دهنے را

دنیا همه پوچ است و غمش پوچ تر از پوچ بردار ز دل این همه رنج و محنی را

باقر ز رهِ دور و دراز آمده سویت
لطفی کن و دریاب غریب الوطنی را

۳۷ فراق یار کجا و تواں و تاب کجا مرا ز چشم ندانم که رفت خواب کجا
مرا وظیفه ز لختِ دل است و خون جگر شراب ناب کجا ساقیا کباب کجا
مکن کرشمه که از عشق فارغم اکنوں زمان شیب کجا عالم شباب کجا
کنوں فتادهٔ بے دست و پا زوں ای دل طپیدنِ تو کجا رفت و اضطراب کجا
کشاد بند قبا چهره پر عرق چوں گل تو میروی مه من گو به این شتاب کجا
بروں شد است بمستی سحر ز خانهٔ خود ز چهره ماند کجا برقعه و نقاب کجا
نشست غیر به بالا دمن فرو چه شود حباب بحر کجا و دُرِ خوش آب کجا
فتاده ام من مست گنه ز حق غافل نماز صبح دُعاهائے مستجاب کجا
میان ابرو دو چشم تفاوتے است عظیم سرشک من ز کجا گریهٔ سحاب کجا

بگفتهٔ تو که بود جمله منتخب باقر
چو شعر حافظِ شیراز انتخاب کجا

۳۸ دیدم نه عارضِ تو و هستی تو برملا از غایتِ ظهور بماندی تو در خفا
من پاکباز عشق تو هستیم با کسے جز تو خدا گوا که نگشتیم آشنا
بیصرفه هست شکوهٔ عیسیٰ بلب رساند خود بوده است درد دلِ خسته لادوا

از کثرت گناه نمانده است چاره‌ام — جز آنکه بر کشی قلم عفو بر خطا
یارب مرا بدرگه محبوب خود رسان — در دل نمانده است جز این هیچ مدعا
اے حسن پرده پوش کنم محو جلوه‌ات — فارغ شویم تا ز تماشائے ماسوا
هم احمدی و هم احدی ای فدیت لک — شانِ رسالتی تو و هم شانِ کبریا
چون تو به حسن نیست حسینے بروزگار — چون تو به دلبری نبود هیچ دلربا
دل میکشد بسوئے تو حسنِ ملیح تو — کاهم من ضعیف تو ئی طرفه کهربا
پیکان غمزه میزنیم در دل و جگر — تیر افگنی و میفگنی تیر بے خطا

شد ساز وار از مدد بخت کامران
از بهر من هر انچه بگفتی تو نا سزا

۳۹ روئے چو آئینه‌ات مایهٔ حیرانیِ ما — طرّه‌ات شانه کش زلف پریشانیِ ما
توبا حل برساں بار خدایا نشود — که شود غرق بلا کشتیِ طوفانیِ ما
منعما اطلس و دیبائے تو خوب است ومرا — نه بود خوبتر از جامهٔ عریانیِ ما
ناگه افتاد مرا بار امانت بر سر — طرفه آورد بلا این همه نادانیِ ما
دل دیوانه به بند سر زلفت درماند — نشد از قید رها یوسفِ زندانیِ ما
هست در هند اگر شهرت نظم عجب — اصفهان پر شده از شور سخندانیِ ما
نرود درد سر من ز مداوائے مسیح — هاں شود خاک درت صندل پیشانیِ ما

نه حزیں ماند نه عرفی نه نظیری باقر

تا شود شیفتهٔ طرز غزل خوانی ما

تقدیر بسر برزده سودای تو مارا — به نمود قضا عاشق شیدای تو مارا ۴۰
مجنون تو بده دامنم از دست که ای دوست — دل گیرد ازین تنگی صحرای تو مارا
شوقم بکشد هر نفس آن روز کدام است — کاید به نظر صورت زیبای تو مارا
امروز بیا با رخ بی پرده در آغوش — تا چند کشد وعدهٔ فردای تو مارا
آن بخت رسا کو که برنگ سر زلفت — باشد سر سودا زده بر پای تو مارا
بنشاند بروز سیهم تیره تر از بخت — زلف سیه غالیه فرسای تو مارا
هم از نگهِ مست و هم از غمزهٔ جادو — دل برد ز کف نرگس شهلای تو مارا
هستم به همین جامهٔ عریانی خود مست — منعم نه سزد اطلس و دیبای تو مارا
گر جان بلب آمد که کند زندهٔ جاوید — یک بوسه ازان لعل شکرخای تو مارا
جز دیدن روی تو هوا و هوسی نیست — فارغ ز جهان کرد تمنای تو مارا
دشتم کشی بی سبب و گاه برانی — خون شد جگر از شورش یغمای تو مارا
در دیر و حرم چون به بزم سجده که کرد است — قسمت ز ازل ناصیه فرسای تو مارا

گفتم که به بین حال بدم گفت که باقر
گر جان رودت نیز چه پروای تو مارا

ز آه و نالهٔ فرصت نیست یک ساعت لب مارا — رسائی تا بر عرش است یارب یارب مارا ۴۱
شب هجرم قیامت شد نه خواهد آمدن یارب — گریبان سحر در دست دامان شب مارا

بجولان گر دهی ای قیس در میدان بیتابی — نگردد همعنان شبدیز عشقت اشهب ما را
بود عشق بتان کارم بود پیر مغان یارم — برو واعظ بکار خود چه پرسی مذهب ما را
سحرگاه وجود من درین حسرت بشام آمد — که سازی روزگاهی از رخ روشن شب ما را
شب وصل است میخواهی تو عرض مطلبم از من — سرت گردم چه می پرسی تو خود گو مطلب ما را
بود آن ماه سیمین جلوه گر در برج آغوشم — به بین اختر شناس امشب عروج کوکب ما را

بگفتا چون به او گفتم که ده یک بوسه غبغب
که باقر تو که باشی تا به بوسی غبغب ما را

۴۲ رسان در شهر جانانم ز راه بی خطر ما را — نشان در کوچه اش یارب گردان دیده بر ما را
نه چون سیلاب خون جوشد ز ابر چشم گریانم — که مژگان کجت جانان بدل زد نیشتر ما را
برای جان بیقرارم بیا یت سر فدا کردم — بیا جانان که از تو نیست دیگر دوست تر ما را
نباشد جز بدست تو خدایا نفع و نقصانم — عدو گردد اگر عالم رساند کی ضرر ما را
قناعت پیشه ام گردان به اوج عزتم برسان — بخاک ذلتم به نشاند حرص سیم و زر ما را
بدست قهرش افتادم ز جورش گشته بر بادم — برین نفس لعین یارب بده فتح و ظفر ما را
بدین دار پر آشوبی چو گشتم از عدم ظاهر — نه آسودم دو روزه هم که پیش آمد سفر ما را
ندانم جز بذات تو نه بینم جز جمال تو — بغیر از جلوه رویت نه آید در نظر ما را
به وادی طلب برگشته و بی راهه میگردم — خدایا پیر اصدق را بگردان راهبر ما را
بکنج عافیت بنشان ز هر رنج و بلا برهان — مده عشق بتان یارب مده این درد سر ما را

براهِ دوستی یک جلوهٔ فرما در آغوشم
بها از من اگر خواهی نباشد سیم و زر مارا

بحقِ نورِ ذاتِ خود بحقِ نورِ محبوبت
بده نورِ نظر یارب بگرداں دیده ور مارا

بہ پہلوئے تو بہ نشستم شود گر باعث ننگت
مراں از بارگاہ خود مینداز از نظر مارا

بسے ملک جہاں دیدم بسے گشتم کنوں باقر
بکوئی او نشینم نیست مقصودِ دگر مارا

نمی کشد دل من سوئے بوستان تنہا
چو سیر گل نکنم بے تو جانِ جان تنہا ۴۳

کنوں بجمع یاران خوشی ازاں اندیش
کہ جا ہمی کنی در قبر جاودان تنہا

دلا بہ نالہ بسر کن کہ دوستاں رفتند
بماندہ است وجودم ازاں میان تنہا

کنوں ز تو بگلستاں ہمی رسد صیاد
وگرنہ دشمن جاں بود باغباں تنہا

نہ بلبلے و نہ قمری و نہ ہمصفیر یکے
دریں چمن چہ بہ بندیم آشیاں تنہا

چو پے قدم سگِ کوئے تو میکشد دامن
براندم زدر تو نہ پاسباں تنہا

بسے بخاک طپید و بسے بخوں غلطید
——— بیفتاد یک جہاں تنہا

کجا است عرفی و صائب کجا کلیم و حزیں
منم فتادہ دریں جا ز ہم زباں تنہا

جدا ز منزل مقصود رہ غلط کردم
ز بسکہ دور فتادم ز کارواں تنہا

نہ برد باخود و فرمود صایم باقر
گرفتہ ایم اجازت ز باغباں تنہا

میدہم جاں بفراقت صنما زود بیا
ای قدومت پئے بیمار شفا زود بیا ۴۴

زخمی تیغ تغافل ز تو باشم تا کے — چند داری ز من اعراض روا زود بیا
تا بہ آغوش ترا تنگ بگیرم چو قبا — اے بت کج کلہ تنگ قبا زود بیا
مردہ را زندہ کند نغمۂ جاں بخش لبت — اے چو لولیِ فلک نغمہ سرا زود بیا
از منِ خستہ تمنائے وصالش برگو — با جوابِ خوشے ای پیک صبا زود بیا
کن منور ز رخت خانۂ بے نور مرا — مایۂ نور و ضیا شمع رُخا زود بیا

در فراقِ رُخ تو باقرِ دل سوختہ را
جاں بلب آمدہ عیسیٰ نفسا زود بیا

۴۵ چو در بر میکشم یک دم پری رو نوجوانے را — غنیمت تر ز عمر خضر میدانم زمانے را
نمی خیزد صدائے بلبل و نے نغمۂ قمری — نہ باقی داشت در گلشن خزاں یک آشیانے را
بود آبِ خضر آبِ دمِ تیغت چہ کم گردد — کنی سیراب ز ان آبے لبِ تشنہ دہانے را
مرا با ہمت عالی فریبد غمزۂ دنیا — بدام آرد چساں کس طائرِ عرش آشیانے را
نمی دانم کجا ہستی کجا باشد مکان تو — ز تو بس جستجو کردم نمی یابم نشانے را
مرا تعلیم کردے کاشکے افسوں گرے آنسوں — کز و تسخیر میکردم دلِ نا مہربانے را
بہ پرہیز از طعامِ سفلگاں گر جاں بلب آید — مدہ زیں لقمہ ہرگز لذتے کام و دہانے را
خداوندا نصیبم ساز طوف روضۂ خواجہ — بکن زیبِ جبینم سجدۂ آں آستانے را

توئی رشک نظیری و فغانی در سخن باقر
جزاک اللہ چہ ایراں کردۂ ہند و ستانے را

دریاب کمینه بندهٔ را — در کوچهٔ خود طپندهٔ را ۴۶
ای رشک مسیح زنده فرما — این مرده بنام زندهٔ را
محروم مران ز درگهِ خود — ناچیز و حقیر بندهٔ را
در حلق چکاں زلال مطلب — این زهر محن چشیدهٔ را
دستے بده و ز خاک برداں — سر پیش خودت فگندهٔ را
از راه خطا شها بگرداں — در راه خودت طپندهٔ را
دامن بچکاں گزار و اعمیٰ — همچوں تو عصا کشندهٔ را
ای خواجهٔ هر دو کون دریاب — بر خاک درت طپندهٔ را
شاها چو توی معین بکن دور — از بنده غمِ گزندهٔ را

باقر بودت غلام بنگر
مسکیں بقفا روندهٔ را

از گلِ روئے تو کردند گلستاں پیدا — وز لبِ لعل تو شد چشمهٔ حیواں پیدا ۴۷
آمد از نور جبینت مهِ تاباں پیدا — شد ز عکسِ رخ تو مهر درخشاں پیدا
من تقرباں وجودت که پے شام وجود — شد ز نورِ رخِ تو شمع درخشاں پیدا
عرش فرشِ ره سیرِ تو نمودند ترا — قبله گاهے ز پے سجدهٔ دوراں پیدا
پیش ازیں امن و اماں بود و لیکن بنمود — سحر چشمِ تو عجب فتنهٔ دوراں پیدا
من ندانم که چه چیستی لیکن به یقیں — هست از صورت تو شوکت یزداں پیدا

نکته سنجان بجهانند و سخنداں بسیار
همچو باقر بجهاں شد نه سخنداں پیدا

۴۸ از گلو انداخت و از کف سبحه و زنار را — برده از دین و ملت کافر و دیندار را
شد به آفاق جهان تا غلغل حسنت بلند — در کسا و انداخت یوسف گرمی بازار را
افگنده تا از ادا بر روی ناز خود نگاه — ناتوانیها فزون شد نرگس بیمار را
صبحدم باد صبا تا نکهت زلفت رساند — از مخالت آب شد خون طبله عطار را
نیست جرم جز بعشق تو و مغرورم بران — سر مکن از بهر قتلم غمزه خونخوار را
بسکه در جوش جنون زد دامن خود را بچاک — لاجرم بگرفت مجنون دامن کهسار را
پنبه ساں سوزد بیکدم گنبد هفت آسماں — گر بعشقت سر دهم یک آه آتشبار را
لاف عرفاں میزنی زاهد تو با عجب و ریا — سوز از آه نهانی پرده پندار را
گر ترا پیش آید ای دل مشکل و رنج و تعب — یاد کن مشکل کشایت حیدر کرار را

گر به پیش برکشی باقر سرود درد و غم
برنخیزد نغمه منقار موسیقار را

۴۹ دیدم شب آں دو نرگس مست شراب را — دادیم سر به گریه دو چشم پر آب را
می آمد حبه به بر سبحه در گلو — کردم سلام شیخ مشیخت مآب را
در خواب راستی عجبی بوده ایم دوش — در بر کشیده آں بت مست شراب را
لب تشنه ام بحلق من تشنه جاں بریز — از تیغ آبدار خودت قطره آب را

معشوق جلوه گر شبِ ماه است و چمن ساقی بیار کشتی و جامِ شراب را
در شراب و مجمعِ یاران بگلشن است مطرب بنغمه آر سرود و رباب را
ظلمت سرائے من شده روشن شبِ وصال برداشتی چو از رخ روشن نقاب را
من با تو ام قریب تو هم شو بمن قریب از غیب گوش کرد دلم این خطاب را
شد تر تمام نامهٔ عصیان من زاشک حاضر کنی چه دفتر غرق در آب را
المختصر بخشش و زاعمال من مپرس با من مده طویل حساب و کتاب را
زاهد چو تار شبها چها خورد و پیچ تاب در کاکل تو کرده نظر پیچ و تاب را
این سن رسیدگی سبب منع عیش نیست سبقت رباست پیر بیم عمر شباب را
چون دید لمعهٔ گهر گوشواره ات چشم فشاند دانهٔ اشک خوش آب را
یکچند بود مونس و غمخواره ام چنان از دل بریم منت عهد شباب را
جولان گراست جلوه دهِ شهسوار من کو طالع رسا که ببوسم رکاب را
مینائے بے میں که هست دران دست چون پری در شیشه کرده بند گر آفتاب را
رفتی بناز چون لب دریا زبهر غسل گرداب بجر دوخته چشم حباب را
هستم گدائے کوئے تو نازم بهمت خود ورزم بجو نه طالع افراسیاب را

در هجر خویش ای بت فرزانه میروی
دیوانه کرده باقر خانه خراب را

شناسم و ندهد روئے التباس مرا در آبجلوه و بنماید لباس مرا ۵۰

دگر بجلوه گرائی چه میکنی اے شوخ ربودهٔ بیکے جلوه از حواس مرا
منی روم زسر کوئے تو اگر رضواں بباغ خلد بخواند بالتماس مرا
گهے که رحمتِ عام تو ام بیاد آمد نمود جلوه بشکل امید یاس مرا
کلیم آتش روئی کسے مراجان سوخت بوادئ تو چه حاجت باقتباس مرا
بکوئے عشق تو آنم که سر بکف دارم عبث همیشه بکشتن دهی هراس مرا

فدائی شیوهٔ این جهل عارفانه را
چگویمت که کیم باقرم شناس مرا

۵۱ بروئی خویشتن بستم مهر من باب عشرت را بیاد عارضت بگزیده ام تا کنج غزلت را
عتابت بر سر و چشم و لے ای من فدائی تو دریغ از من چرا داری کهن رسم مروت را
که شبها نور حق بینی به بیداری و هشیاری مده در چشم خود جامت غفلت خواب غفلت را
زفکر این و آن بگذر زحرص و آز شو خالی زدست خویشتن مگذار دکان قناعت را
زاربابِ جهان بریده ام ــــ لیکن زجان هم دوست تر میدارم ارباب محبت را
درین ویرانه از غفلت چه خسپی ای دل ناداں که من از دور میشنوم صدائے کوس رحلت را
بفرما مرقدم را یا خدا ــــ ببارای ابر رحمت بر مزارم آب رحمت را

ــــ جان زار پر دلِ باقر
چگویم حالتِ بیتابی شبهائے فرقت را

۵۲ ایکه شبها بوسه میدادم زنخدانِ ترا میمکیدم تا سحر لبهائے خندانِ ترا

می نهادم لب بر خسار ملیح و در بغل — میکشیدم ساعدِ چون شاخِ مرجانِ ترا
از قدم تا سر همی دیدم جمالِ طاهرت — در نظر میداشتم اسرارِ پنهانِ ترا
از مسی مالیدن و خائیدنِ پانِ شنگرف — طرفه زیبد میفزود آن لعل و دندانِ ترا
بوسه میخواهی زمن ای خردسالِ نازنین — من فدائی سادگیِ طبعِ نادانِ ترا

خوش بگفتی باقر اندر طرزِ رندانِ این غزل
من فدائی شوخیِ این طبعِ جولانِ ترا



۱ دل را بسان شمع منور کند شراب — روشن برنگ آئینه پیکر کند شراب
مئے در پیالہ کن غم فردا چہ میخوری — تا بیخبر ز فتنۂ محشر کند شراب
سازد برنگ لالہ بیک جام تر دماغ — در کاسہ ساقیم نہ مکرر کند شراب
مستانہ مئے ز ساقی گلچہرہ گیر تا — مستغنیت ز جرعۂ کوثر کند شراب
بنمایدش محیط جہاں کم ز قطرۂ — وقتیکہ در پیالہ قلندر کند شراب

باقر نہ در جہاں بود اکسیرے بہ ازیں
خاک است خود اگر کہ ہمہ زر کند شراب

۲ بے دل میطپد بے تو در آغوشم بیا امشب — فدائی ناز و تمکینت بیا جاناں بیا امشب
بیفگن سایۂ زلف دراز خویش بر رویم — بسر بنشیں کہ آسائیم در ظل ہما امشب
تو در روز سیہ بنشیں و بر سر زن سیہ رویی من — کہ در دست من شیدا است آن زلف رسا امشب
بفرما از چراغ عارض خود خانہ ام روشن — دل و جان تا کنم جانان بپای تو فدا امشب
خدا سازد قبول بارگاہ خود بصد زاری — پئے وصل تو بر می آورم دست دعا امشب
گہے در خانہ گہ بیروں ز درد انتظار او — بیاید ناگہاں ای کاش یار بیوفا امشب

بخیز د باقر ببدل سحر که مست مدهوشے
بغمزه گر کنی مائل دو چشم سرمه سا امشب

۳ برقص آرد چمن را در چمن گر دیدنت امشب — کند گل غنچه را اے سرو من گل چیدنت امشب
زند چاک دگر در دامن صبر و شکیبائی — بدوشش افگنده دامان قبا قصیدنت امشب
همه تن جلوه سامانی سراپا طرز و اندازی — سرت گردم بود زیبا بخود نازیدنت امشب
بیا و جلوهٔ فرما سرت گردم که چون نرگس — سراپا چشم گردیدم مشوق دیدنت امشب

خوشا وقتے که دلبر در بر و ساغر بکف داری
حلالت باد اے باقر بخود بالیدنت امشب

۴ بر فرق حسن گرچه بود افسر آفتاب — پیش رخت زذره بود کمتر آفتاب
در جلوه گاه نیر رخشان عارضت — طشتے پے نثار بود پر زر آفتاب
تو آن شهی که دم ذکر نام تو — شاید پے خطیب کند منبر آفتاب
شاها توئی که سوخته جلوهٔ ترا — مانند ابر سایه کند بر سر آفتاب
از غیرت تجلی نور رخت زابر — بر روئے خویش بر فگند چادر آفتاب
پیش تو صوفیان جهان را چه نسبت است — هان از مه و نجوم بود برتر آفتاب
آنانکه لذت مے فیضت چشیده اند — کشتی کنند از فلک و ساغر آفتاب
چون نیر جمال تو تابندگی دهد — گردد برائے جلوه سبے مضطر آفتاب
گویند چون نهی قدم از خانقه برون — کرده است جلوه از طرف خاور آفتاب

خلقے برند سجدہ بہ پیش وے وترا — از روئے صدق سجدہ کنند بر آفتاب
گویند اگر چنیں زپئے فخر او بس است — باشد جمال ترا مظہر آفتاب
گر در ہوائے رفعت شانِ تو پر زند — ریزد باوج زینۂ تو شہپر آفتاب
ہر چند جلوہ ماب وضیا گستر است لیک — چوں چہرۂ تو نیست صفا پرور آفتاب
از بس صفائے ظاہر و باطن توئی شہا — در خوئے چوں فرشتہ و در پیکر آفتاب
گر بگزرد نسیم تو یکرہ بآسماں — جرمِ نجوم نافہ شود عنبر آفتاب
انجم چہ باشد و خ مہ را چہ نسبت است — نبود جمال روئے ترا ہمسر آفتاب
گر ننگری بدنیا و عقبیٰ ترا سزا است — ہرگز نخواست است زروز یور آفتاب
گردد چو مانعِ حرکت عشوہ ات زند — در بحر اخضر فلکی لنگر آفتاب
زیں بادہ سرخوشم کہ زفیض نگاہ تو — بس ذرہ ہا کہ گشت ضیا پرور آفتاب
ثنا ہا تو اصدق و من از صدق بندہ ات — من ذرہ توام تو ضیا گستر آفتاب

باقر بپائے سپر رحمتِ تو باد
تیغِ شعاع چوں بکشد بر سر آفتاب

ردیف تا

۱

بروں ز عرش بریں بے تو آہ و نالہ گذشت
شرار شعلۂ افغاں ز اوج ہالہ گذشت

چناں گذشت ز آغوش من کہ تو گوئی
مہ دو ہفتہ بروں از میاں ہالہ گذشت

دمید جاں بہ رگ و پے نسیم کاکل او
بہ ترتم چو بت عنبریں کلالہ گذشت

بہ دور نرگس مست تو شیخ صد سالہ
ز راہ شرع بشوق مئے دو سالہ گذشت

بکیش ما بود آں زندۂ ابد ساقی
کزیں بساط بدور مئے و پیالہ گذشت

۲

چوں دو زلف تو ہمدگر شکست
طاقت و تاب را کمر شکست

خواستم گریہ سر کنم از ضعف
نفسم در گلو مگر شکست

غمزۂ کافرت ز شوخیہا
نشترم در دل و جگر شکست

سنگدل از جفا دلم مشکن
کہ نہ بندد چو ایں گہر شکست

کار عشق است در شکست بلے
کوہکن را ز تیشہ سر شکست

مرغ دل در ہوائے شوق رخت
بپرید آں قدر کہ پر شکست

سخن آبدار تو با قاؔنی
در نظر قیمت گہر شکست

۳ کعبہ کو میخانہ را باشد قرین ابروئے تست — میکدہ با کعبہ یکجا نرگس جادوئے تست
سایۂ طوبا بش باشد آفتاب رستخیز — ہر کسے کو سایہ پرور قد دلجوئے تست
عرشیاں را طائر دل آنکہ می آرد بدام — پیچ و تاب کاکل و چین سر گیسوئے تست
بادۂ عشرت ز دور آسماں ہرگز مخواہ — ساغر غم نوش کن اے دل کہ جاں دارو ئے تست
چاک چاک از جوش وحشت در لحد سازد کفن — ہر کہ از جاں دادگان چشم چون آہوئے تست

باقر از تکلیف رضواں کے بجنت رخ کند
زاں کہ آں مسکیں گدا از ساکنان کوئے تست

۴ کدام دل کہ ز وابستگان دام تو نیست — اسیر حلقۂ گیسوئے مشک فام تو نیست
نسیم گوشۂ باغ جناں خوش است ولے — باعتدال مزاج ہوائے بام تو نیست
ز لوح دل بتواں حرف کام بستردن — دو روزہ گردش گرداں اگر بکام تو نیست
خضر شربت آب بقا چہ میازی — برو کہ جام فنا آشنائے کام تو نیست
عروج اوج حقیقت ز عشق تختہ طلب — کہ محرم حرم را ز عقل خام تو نیست
فروغ بزم سخن خود اگر کلیم بود — نہ خوش کنم کہ در و لذت کلام تو نیست
تواں رساند دماغی ز داغ حسرت دل — چو جام لالہ شرابے اگر بجام تو نیست

چکیدۂ قلمت باقر است اعجازے
مگر ز عالم وحی است ایں کلام تو نیست

۵ ز دست خویش بقید سلاسل افتادہ است — ہر آں ولے کہ بزلف تو مائل افتادہ است

زجا نمیرود از سختیِ جفا بایت — که دل بمشرب عشقِ تو کامل افتاده است
تمام جلوه و من محو حیرتم که کدام — میانهٔ من و دلدار حائل افتاده است
تراچه سود که باشد بهشت جهت دیدار — چو دیدهٔ دلت از دیدن عاطل افتاده است
رقیب گر زرهِ غم بسر زند وقت است — که زلف یار بدستم حمائل افتاده است
کسی چگونه برد جان زدست آن بیرحم — که ترک غمزهٔ او سخت قاتل افتاده است

توشرح دوری خود میکنی منم باقر
که دست من بمیانش حمائل افتاده است

۶

بحر بی پایان این عالم حبابی بیش نیست — عمر خود باشد اگر چون خضر خوابی بیش نیست
در حریم عظمتِ جانانه قیمت کی نهند — دیده و دل عاقبت خونی و آبی بیش نیست
شربتِ وصلت چشیدن مایهٔ عیشی است و بس — صدمهٔ هجران کشیدن اضطرابی بیش نیست
ذرهٔ دردی طلب تا محرم رازی شوی — حاصلِ این زهد تو زاهد ثوابی بیش نیست

لذتِ آبِ دمِ تیغش چشم آن بخت کو
حکم بهر کشتنم باقر عتابی بیش نیست

۷

سحرگهان چو زآغوشم آن صنم برخاست — به ترکتاز دلم لشکر الم برخاست
بناز گشته چو رقصان زنغمهٔ خلخال — زکنجهائی لحد خفتهٔ عدم برخاست
بسیل نیستیم داده رخت هستی را — بجوششِ عجب از سینه موج غم برخاست
فشاند بر قدمش نقد جان دلم آن شوخ — پی معانقه چون از رهِ کرم برخاست

فشانده طشت زر از مهر چرخ بر پایش زخواب ناز مهِ من چو صبحدم برخاست
بسوخت نه طبق قصر آسمان بے تو
ز بسکه شب ز دلم دودِ درد و غم برخاست

۸ تا این دلم بکوے تو ماوا گرفته است ملک جم و سکندر و دارا گرفته است
رنگِ دگر رخِ تو ز صهبا گرفته است این شعله بین ز آب که بالا گرفته است
یکخانه ز جلوهٔ لیلیٰ تهی نبود مجنون عبث ره صحرا گرفته است
مانند شمع رشتهٔ جان را بسوخت آه یارب چه آتشیست که در ما گرفته است
کو شادئی که باعث صد گونه رنج نیست کس غیر ازیں چه بهره ز دنیا گرفته است
هر کو رسیده است بمضمون آں کمر دامے فگنده است که عنقا گرفته است
نور رخش نگشت گهے شمع بزم من دل از سیاه روزی شبها گرفته است
افتاد چوں نه دامن لیلیٰ بدست قیس بیچاره طرف دامن صحرا گرفته است
دست حنائی تو بخمیازه بر نشد این فتنه آتشیست که بالا گرفته است
ای شیخ رو که شیوهٔ ذکر خدا دلم یاد از صدائے قلقل مینا گرفته است
باقر ز درد هجر رخ همچو روز تو
خوئے فغاں و نالهٔ شبها گرفته است

۹ تا رکم را افسر از دیبائے بے سامانی است زیب جسم ناتوانم خلعت عریانی است
با هزاراں عجز رضواں بندهٔ نازنیست تا نصیبم بر درِ او منصب دربانی است

یوسفِ گم گشتهٔ دل را نشان میجستم آه — می ندانستم بچاهِ غبغبش زندانی است
چشمِ عالم نرگس آسا واسوئے دنبالهٔ اوست — سرمهٔ چشمِ تو نورِ دیدهٔ حیرانی است
ذرهٔ دردے بدل ناصح ز صد تقوی بہ است — پندِ ترکِ عشق از تو با من از نادانی است

باقر از کلکِ گهر ریزت نه تنها این غزل
هر کلامے چوں کلامِ سعدی و خاقانی است

همدردِ مرا جز دلِ پُر درد کسے نیست — غیر از نفسِ گرم مرا همنفسے نیست ۱۰
از دیر و حرم رسته ام از دولتِ عشقت — پیشِ تو جبیں سایم و کارم بکسے نیست
تا راست نماند نفس نیست نفس حیف — کیں هستی موهوم بجز یک نفسے نیست
منزلگهِ عشقست که رفته است ز مژگاں — در جادهٔ این بادیه یک خار و خسے نیست
غیر از تو بہ پیشِ که بنالم و بگریم — کاے جان جهاں جز تو کسے دادرسے نیست
وقت است نمائی نفسے جلوه که اکنوں — باقی ز وجودم صنما جز نفسے نیست
از دور نسیمِ تو نشاں میدهد از تو — در قافلهٔ حاجت بانگِ جرسے نیست
از شدت وحشت نه طپد مرغ دلم چوں — جز دیدنِ روئے تو هوا و هوسے نیست

در خاطر باقر بخدا اے شهِ خوباں
جز دیدنِ روئے تو هوا و هوسے نیست

بردنِ دل ز غمزه کارِ کسے است — کشتنِ بیگانه شعارِ کسے است ۱۱
خضر هم آنکه تشنه اش باشد — آبِ شمشیر آبدارِ کسے است

نه نشاند به پهلوم از ننگ — انچه فخرِ من است عار کسے است
داروئے علتِ دلِ شیدا — لبِ نوشیں خوشگوار کسے است
من به پژمردگیِ خود شادم — که خزانِ من از بهار کسے است
مست سازم ز جامِ مدهوشی — نرگسِ چشمِ پرخمار کسے است

باقرا این مصرعهٔ حزینم کشت
چه کنم دل باختیار کسے است

۱۲ کسے را حاصلے هیچ از بقا نیست — که مستِ بادهٔ ذوقِ فنا نیست
بگیتی در همه بتخانه یک بت — بجنت ای صنم نامِ خدا نیست
بود خاکش بسر گوید هر آنکس — که خاکِ کوئے تو خاکِ شفا نیست
چناں از ناقوات دُور افتادم — که با بانگِ درا گوشم آشنا نیست
کنم سودا بنقدِ جاں ولیکن — به بازارِ تباں جنسِ وفا نیست
چه کار آید بچشمِ سرمهٔ طور — ز خاکِ مقدمت گر توتیا نیست
ز زیور فارغ است حسنِ خداداد — که مرجاں پنجه محتاجِ حنا نیست
خدارا از رخِ خود پرده برادار — که صبر از جلوه ات ای مه لقا نیست
لبِ عیسے ترنم آشنا بود — که دردِ عشق را هرگز دوا نیست
بگو ناصح کدامیں مذهب است ایں — که می با یار نوشیدن روا نیست
چه حاصل از مے و مطرب بمحفل — اگر آں ساقیِ رنگیں ادا نیست

اگر تو آفتابی ذرهٔ من — برنگ سایه از ذاتت جدا نیست

چه شد باقر اگر پیمانه نوشید
جوان رند است پیر پارسا نیست

۱۳ شور حسن تو کمینت بجهان افتاده است — خوبیِ روئے خوشت در زبان افتاده است

غیر پیمانه کش بزم تو در شیشهٔ ماست — که ز طاقِ دلت ای طرفه جوان افتاده است

یوسفِ مصر بمیزان تو همسنگ نبود — پلهٔ حسن تو اے ترک گران افتاده است

نیست رعنائی سرو چمن از بے سببے — سایهٔ قامت آن سرو روان افتاده است

همچو مارِ سیه از رشک نه پیچم چکنم — طره ات آه بدستِ دگران افتاده است

هست ز فیضِ نظرِ حضرت غالب باقر
شور نظم تو که در ملک جهان افتاده است

هرگز دلم ز دیدن حسنِ تو سیر نیست — گر بنگرم بروے تو تا حشر دیر نیست

ما بلبلان قدسی عرش آشیانه ایم — روح القدس بنغمهٔ ما همصفیر نیست

افتاده ام ز پائے بده ساقیا شراب — زیرا که غیر جام میم دستگیر نیست

چشم سرش چه بنگرد از سر معرفت — آنرا که دیدهٔ دل دانا بصیر نیست

ما ئیم سالکانِ طریقِ رضائے دوست — شوقِ نعیم در دل و خوف سعیر نیست

پندم بترک شاهد و ساغر چه میدهی — ناصح برو که یک سخنت دلپذیر نیست

بنود سرے که نیست هوائے رخت در و — بنود دلے که در خم زلفت اسیر نیست

باقر ترا ز کثرت عصیاں چرا است غم
آخر خطائے تو ز عطایش کثیر نیست

۱۵ خوں شد جگر ز حسرت و جاناں بما نساخت — زیں درد جاں سپردم و درماں بما نساخت
بودہ است آشیانۂ ما گلشنِ قدم — کسبِ[1] ہوائے عالم امکاں بما نساخت
آمد نسیم طرۂ مشکیں علاجِ ما — عنبر فشانیِ گل و ریحاں بما نساخت
بودہ است بزم مے چہ قدر بے تو بے نمک — دورِ قدح چو گردشِ دوراں بما نساخت

تدبیر کار بے سر و سامانیم فرود
باقر تہیۂ سر و ساماں بما نساخت

۱۶ دل چو آئینۂ محو طلعت اوست — سر خوش از بادۂ محبت اوست
گر عقوبت کند سزاوارم — ور بہ بخشد گناہ رحمت اوست
جذب اجلوۂ رخِ خویش — یک نظر ہر کہ دید قسمت اوست
در ہمہ کائنات و ہر موجود — جلوہ فرما جمال صورت اوست
ہر کہ دانست غیر حق موجود — رحم بر فہم بزدراست اوست
رو بہ آور بصانع بیچوں — بیں کہ چون و چگونہ صنعت اوست
ز آفتاب قیامتش چہ خطر — ہر کہ در سایۂ حمایت اوست

گر زند دم ز خواجگی چہ عجب
باقر از بندگان دولت اوست

---

[1] کسب بمعنی اکتساب از دشتی و مفاخرہائے سرو و سیر کردن در آنکہ بادہ تا باد سرو از ای کسب کند (بہار عجم)

چه وحدت است کزو شیخ و برهمن پیداست — بخلوتیکه تو ئی لطف انجمن پیداست ۱۷

خیال جلوهٔ روئے تو میبرد از خویش — سفر همیشه مرا از تو در وطن پیداست

بزنگ گل دلِ عشاق را کند صد چاک — تبسمے که ازان غنچهٔ دهن پیداست

گزشت عمر که خو کرده ام بنا کامی — برنج عمر تبم آرامش وطن پیداست

چه خجلتے که برد نافهٔ ختا و ختن — ز رنگتے که ازان زلف پرشکن پیداست

بهر کجا که دهی جلوه خوش گلستانیست — بهر زمین که خرامان شوی چمن پیداست

به بے ستوں تو اگر گوش دل نهی شنوی — صدائے نالهٔ و فریاد کوهکن پیداست

شریک مجلس جمعیتیم و روئے دل با اوست — چه خلوتے است که ما را در انجمن پیداست

حدیث عشق چه آرم بلب که خونخوار است — تلاطمے که ازین بحر موجزن پیداست

بشعر عرفی و طالب نیافتم باقر
فصاحتے که به انداز ایں سخن پیداست

دلِ من است که کارش بجز طپیدن نیست — نصیب من بفراقِ تو آرمیدن نیست ۱۸

بگاهِ گفتن حالِ دلِ حزیں فرمود — مگو مگو که مرا طاقتِ شنیدن نیست

همیں به پستی هجرِ تو ساختم ناچار — که تا پیام وصالت مرا رسیدن نیست

تو خود بگو که ازیں دیده ام چه سود اگر — نصیب دیده جمالِ رخِ تو دیدن نیست

بحیرتم چه تواند نمود دست جنوں — کنوں که پیرهنم قابلِ دریدن نیست

براهِ عشق ز رنج و تعب منال ای دل — که کارِ عشق بجز بارِ غم کشیدن نیست

چه سود از آنکه اگر تربت است وگر تاتار — نسیم زلف تو آنجا که در وزیدن نیست
چگونه نخل مرادت بگو ثمر ریزد — ترا که لخت دل از دیده تر چکیدن نیست
تو قیمت دل شیدائے من عبث پرسی — چو مدعا دل خریدن نیست
توئی نتیجهٔ ایجاد و دو شمرهٔ موجود — که جز بذات تو مقصود آفریدن نیست

همین که می شنود لطف او بود باقر
وگرنه قصهٔ تو لایق شنیدن نیست

۱۹ خاکِ در تو سرمهٔ نور نظر بس است — جانان غبار راه تو ام تاج سر بس است
بر خاک آستان تو بودن حضر بس است — رفتن بسوئے کعبهٔ کویت سفر بس است
بسیار مشکل است سلوک طریق عشق — سالک بهوش رو که دریں ره خطر بس است
لیل و نهار عالم امکان ندیده ام — زلف و رخ تو عالم شام و سحر بس است
ای طالب رضا چو قناعت نه دولتیست — دست تهی ز بهر تو گنج و گهر بس است
رگزن چرا تو نشتر خود راست میکنی — مژگان یار بهر رگم نیشتر بس است
در نزع ساعتے سر بالیں من بیا — از بهر زنده ماندن من این قدر بس است

باقر نه حد تست تماشائے او مدام
گر بنگری جمال رخش یک نظر بس است

۲۰ ساقیِ محفل رندان چو بکف جام گرفت — مستی از نرگس مست تو مگر دام گرفت
جان بحسرت بسپرد و نتوانست یکے — بوسهٔ از لب لعلت دلِ ناکام گرفت

من بقربان تو اے بخت که در سیر چمن ناگهان دست من آن سرو گل اندام گرفت
بدیار تو پس از عمر رسیدم صد شکر که تمنائے دلم صورت انجام گرفت
بهر سیر چمن خلد مبنت نرود هر که در سایهٔ دیوار تو آرام گرفت
دل بتیاب که میداشت طپیدن شب و روز در تهِ خاک کنون راحت و آرام گرفت
مستی روند هیچ بجز داغ دلش هر که در دست ز خود لاله صفت جام گرفت

تا بکف دامن تسلیم گرفتم باقر
دل ناشاد ز ناکامی خود کام گرفت

۲۱ ای جان و دلم سوختهٔ آزار محبت جانان چه کنم پیش تو اظهار محبت
آغوش من و شاهد صد گونه تمنا بالین من و سایهٔ دیوار محبت
ای عیسی جان بخش چه پرسی ز مزاجم عمریست که جانم شده بیمار محبت
ای جلوهٔ حسنت بفزون باد که گرم است از گرمی رخسار تو بازار محبت
رخسار گل و جلوهٔ گلشن نکند خوش آنرا که شکسته است بدل خار محبت
با خاک برابر نشود چون دل بتیاب انیست اگر شوخی رفتار محبت
ما از کف خود سبحهٔ صد دانه نهادم تا زیب گلویم شده زنار محبت

ای باقر دلخسته چنین حال تو چونست
شاید که دلت گشته گرفتار محبت

۲۲ آن دل کجا که از غم عشقت فگار نیست کو گلرخی که بر گل رویت نثار نیست

در بزم مے ز شربت خود ای خضر ملاف — آبِ حیات باده نمط خوشگوار نیست
با آنکه خوں بے گنہاں ریخت این قدر — آں سنگدل ز کردهٔ خود شرمسار نیست
تا راج دل نمود ز جولاں اسپ چوب — در دہر شہسوار چو آں نے سوار نیست
مارا ز سیر باغ چہ تکلیف میدہی — نزہت فزا چو روئی تو باغ و بہار نیست
بس جانگزا است وغدغهٔ روز حشر لیک — سوہان روح ہمچو شب انتظار نیست
با جرم بے شمار و امید لطف تو — اندیشه ام ز پرسش روز شمار نیست
دانم کہ از گرانی دلہا شده است خم — بے وجہ طرهٔ تو چنیں تابدار نیست
خواہی علوئے رتبہ ز پندار درگذر — نخوت باوج مرتبهٔ انکسار نیست

باقر بنا مرادی خود خاطرم خوش است
از چرخ شکوه ام — از روزگار نیست

۲۳ ماه من نه جقه[۱] جقهٔ ابروئی خمار داشت — از براے قتل عاشق تیغ جوہر دار داشت
بر ہمن ز نار تار رشته دارد در گلو — کافر عشقت ز تار زلف تو زنار داشت
ہیچکه مسکین دلم نمود عرض مدعا — غنچه ساں خاموش پیش لب اظہار داشت
شیخ شہر آمد بروں با امتزاج کفر و دیں — در بغل میداشت مصحف در گلو زنار داشت
کرده است از یک نگه دیوانه صد فرزانه را — طرفه سحرے ماه من در نرگس بیمار داشت
دور از بزم وصالت عاشق رنجور تو — چشم تر جان حزیں و سینهٔ افگار داشت

---

[۱] جقه جیغه کردن ابرو۔ چیزے از برنج میسازند و باسودهٔ طلق آمیخته زنان ولایت بر پیشانی و ابرو چسپانند مثل مقیش ریزه که مردم بعض زنان ہندوست برائے آرایش و خوش آمدنی۔ مرزا جلال اسیر ؎ کرده جقه جقه ابرو را ؎ داده عرض جوہر جوہر ہوا۔ (بہار عجم)

باقر مسکیں بکوئے رشک فردوس تو شب
نالۂ آتش فشانے گریہ ہائے زار داشت

۲۴
یک بوسہ بہاش جان است — گر سود من است وگر زیان است
بے روئے خوش تو ام شب و روز — یا نالۂ زار یا فغان است
آمد بخرام یا صنوبر — یا سرو روان من چمان است
جز وصل تو نیست مقصد من — دانائے رموز راز دان است
در شوق وصال و آرزویت — بنگر کہ دلم چہ پریشان است
از کرسی و عرش تا بیامت — فرقے چو زمین و آسمان است
شمشیر بکف بیا بسوئیم — مقصود دلت گر امتحان است
در چرخ مدار شہاب ثاقب — آہ دل ما شرر فشان است
از سینۂ ریش خود خدنگت — بیرون نکشم کہ میہمان است
از دست منش ببر چو خواہی — مسکین دل من ترا ازان است
طوطی نہ شود گہے نوا سنج — جائیکہ لبت شکر فشان است

از لطف قدیم خود بہ بخشائے
باقر ز غلام آستان است

۲۵
از سینہ زلا غری عیان است — راز یکہ مرا بدل نہان است
اے دل ز جفائے او چہ نالی — کیں ناز برائے امتحان است

۱ از خانه مراں کہ بر جبینم — از بندگیِ درت نشان است
مردن بدرت ز زندگی خوش — کیں مرگ حیات جاودان است
ہر کس کہ شنید شعر من گفت — ایں کس چہ فصیح و خوش بیان است
در ہجر خودت شنو فغانم — خوشتر ز نوائے بلبلان است
سیمیں بدنا بیا بفردا — نامِ تو چہ دلبجا مکان است

اے فخر رسل باو نگاہے
باقر ز کمینہ امتان است

۲۶ در ہجر دوست ای دل شیدا چہا گذشت — دور از جمال آں رخ زیبا چہا گذشت
تو شب بعیش صحبت یاراں گذاردی — دانی کجا کہ بر من شیدا چہا گذشت
جانا چہ گویمت کہ نہ پرسیدیم بناز — ہاں بر دلت بگوے کہ بے ما چہا گذشت
دو دو از نہاد خلق برآمد بیک خرام — آں مہ بہر طرف کہ بناز و ادا گذشت
از تاب و پیچ طرۂ خوباں ہاشدم — منت خدائے را کہ بخیر ایں بلا گذشت
راضی شدم بمرگ و طبیبم جواب داد — جانِ من از علاج و دلم از دوا گذشت
یک بوسہ زان دہن بہ تنِ مردہ جاں دمید — گویا ز حلق جرعۂ آبِ بقا گذشت
تنگ آمدم ز شورش روباہ سیرتاں — فریاد من بحضرت شیرِ خدا گذشت

از باقر شکستہ دلِ خود برون فگن
ایں درد بیکسی کہ ز حد یا خدا گذشت

۲۷
زلالہ زار فزوں تر بہار داغ من است — شگفتہ تر ز گلِ نو بہار باغ من است
جحیم یک شرر از شعلہ زار داغ من است — بہشت سبزۂ بیگانہ[۱] زباغ من است
ز خاک پیرہن و کوئے یار مسکن من — ہمیں نشان من است و ہمیں سراغ من است
ز بہشتی نہ شوی زاہدا گہے ہشیار — اگر چشتی ز شرابیکہ در ایاغ من است
نسیم گلشن و بوئے گلم نیاید خوش — ز بسکہ نکہتِ زلفِ تو در دماغ من است
مبادا سایۂ داغِ تو از سرم خیزد — کہ در لیالیِ ہجرِ تو ایں چراغ من است

بکنج خلوت یادش نشستہ ام باقر
کہ از دو کون و مکان باعث فراغ من است

۲۸
وصف تو برتر از بیان من است — تو نہ آنی کہ در گمان من است
جور و ظلمت نتیجۂ دارد — ایں ہمہ بہر امتحان من است
یکدو ساعت کشیدنت در بر — گوئیا عمر جاوداں من است
تیغ سر کردہ گویدم بکشم — جند ناز دل ستان من است
نتوانم ز جا کہ برخیزم — ایں چنیں طاقت و توان من است
ہمنوایم بہ بلبلِ شیراز — طوطی ہند ہمزبان من است
از جفا ہا ہر انچہ خواہی کن — گر ترا سود در زیان من است
نفسے گوش کن فسانۂ من — کہ عجب طرفہ داستان من است

---

[۱] سبزۂ بیگانہ یعنی سبزہ بے موقع کہ قابل پیراستن و برکندن باشد میرزا صائب ؎
تلاش صحبت آئینہ روئے میکند شوقم — کہ جوہر انگاہش سبزہ بیگانہ میداند (بہار عجم)

طائر قدسی ام فلک پرواز — بر سر سدره آشیان من است
حق سلامت بدارد احسن[۴] را — زور بازوئے ناتوان من است

جبه سائی درگهش باقر
باعث فرو عزوشان من است

۲۹ ترا بدرگه حق زاهد ارسائی نیست — اگر ز عجب و ریا در دولت صفائی نیست
اگر بمیکده رفتم ترا چه اے زاهد — مرا برنگ تو دعوائے پارسائی نیست
تو دست کش ز علاجم که ای طبیب مرا — امید به شدن از حالتِ کذائی نیست
به تیغ قهر سرش میکند فلک به دو نیم — هر آن کسے بدرت گرم جبه سائی نیست
کنم چه شکوه ز کوتاه دستی خود حیف — که تا بزلف رسایت مرا رسائی نیست
گرفتم اینکه توئی فارغ از غم هجران — بیا ببین که مرا طاقت جدائی نیست
ره خلوص نه رفتی چه دم زنی از زهد — قبول درگه حق سجده ریائی نیست
بود به نطق طبیعی فصاحت سخنم — وگرنه طبع مرا ذوق خودنمائی نیست
برفتنش چو سحر گه بخنده گفت آن شوخ — تو کیستی که مرا با تو آشنائی نیست
اگر تو دل بشکستی شکسته خود را — چنانکه بهر شکستِ تو مومیائی نیست
اگر نه گشت رضا مندزیں قدر چه کنم — که غیر دین و دلم بهر رونمائی نیست

تو با سر یر سلیماں چه میکنی باقر
بکوئے یار اگر منصب گدائی نیست

---

[۴] مراد از مولوی سید احسن التوحید صاحب مرحوم اند که به رشته قریب برادر خورد حضرت شاعر بودند۔

منم که سجده گهم سنگ آستانهٔ تست — بگرد کعبه بگشتن طواف خانهٔ تست ۳۰
بطرف این جگرِ خسته و دلِ مخزون — بزن خدنگ نگاهت که خوش نشانهٔ تست
ادا و ناز سپاهان لشکر اندترا — متاع مملکت دلبری خزانهٔ تست
بخلوتِ دل شبها چنین منال ای دل — که جان گداز عجب آه عاشقانهٔ تست
نبود پیش تو هرچند بوده اند حسین — رواج جور و ستم انچه در زمانهٔ تست
اگر به بخشیم از حضرتِ تو لطف و عطاست — وگر عذاب کنی عدل خسروانهٔ تست
بترک مے نکنم گوش زاهدا سخنت — اگرچه بهر من این پند مشفقانهٔ تست

چه مشتهر شده **باقر** فسانهٔ عشقت
که هر کجا بزبانها همین فسانهٔ تست

غیرتِ بیت الحزن کنج غم آباد منست — آنکه شادی را نشاید طبع ناشادِ منست ۳۱
آنکه پیشِ کس نه بکشاید کف رعدِ منست — وانکه قیدے بر نتابد طبع آزادِ منست
در دماغِ من رسد از نالها بوئے اثر — غالباً امشب دلاگوشش بفریادِ منست
نے همین انسان بود محوِ جمالِ روئے او — دلفریبِ قدسیان شوخِ پریزادِ منست
منکه عاشق مشربم با سرو و شمشادم چه کار — قامتِ رعنائے خوبان سرو و شمشادِ منست
جز لبِ لعلِ شکر ریزش نه بخشد صحتم — عیسیِ مریم اگر باشد که جلادِ منست
دام زلفِ عنبریں و دانهٔ خالِ کنجِ لب — در پے صیدِ دلم آن ترکِ صیادِ منست

همچو غالب در جهان یک نکته سنجے نیخواست

من فدائے لطف او باقر کہ استاد نست

۳۳ بزم است وجمع میکشان آن مونس همدم کجاست — نقل و شراب است وسبو آن ساقی برنم کجاست
چون اشک چشم گوهرت کے آبدار است اے صنم — اے ابر نیسان حیف شت چون دیدهٔ پرنم کجاست
اے ماه گر با عارضش لاف صفائی میزنی — آن ابروئے پرچینش وآن کاکل پرخم کجاست
لطفے بمن میداشتی با غیر اکنون ساختی — آن جستجویم کو ترا آن پرسش حالم کجاست
دور از جمال روئے تو گشتیام غم تنهائیم — آن مهربان مس چه شد آن مونس جانم کجاست
در رفتن راحت مرا فرسوده شد پائے طلب — پروا کنم تا سوئے تو هم آن پرو بالم کجاست

از هجوم رنجها باقر چه مینالی عبث
خاطر خالی زاندوه و دل بیغم کجاست

۳۴ آمد ز ناز و صد ستم ایجاد کرد و رفت — از غمزه کار خنجر جلاد کرد و رفت
با شکوه و عتاب سخن کرده و نجاست — صد گونه جور بر دل ناشاد کرد و رفت
آمد ز بهر سیر چمن با خرام ناز — شمشاد را ز بندگی آزاد کرد و رفت
ترکانه شد سوار و در آمد به ترکتاز — ویران هزار خانهٔ آباد کرد و رفت
آن شهسوار بیں ز وجودم براه او — مشتے غبار بود که برباد کرد و رفت
نازم به بخت خود که شب آن مه بخانه ام — یک جلوه کرد و خاطر من شاد کرد و رفت

اے سنگدل یکے نشنیدی و مدتے
باقر بر آستان تو فریاد کرد و رفت

حسرت بوسهٔ لعل لب جانانم سوخت — شدت تشنگی چشمهٔ حیوانم سوخت ۴
در شب وصل به آغوش خود از شدت شوق — تنگ بگرفت چنانم که گریبانم سوخت
رفتم از جان به تمنای وصالت گاهی — نرسیدی بسر آخر غم هجرانم سوخت
بی خطر ساخته از دغدغهٔ روز جزا — آتشین آه دلم دفتر عصیانم سوخت
آتشین همچو شرر میچکدم قطرهٔ اشک — در فراق رخ تو دیدهٔ گریانم سوخت
تا تجلی گه حسنش برسیدم لیکن — تاب دیدار کجا جلوهٔ او جانم سوخت

بر در دولت آن شاه چو رفتم باقر
شوکت خسروی و دبدبهٔ شانم سوخت

بهشتی در نظر باشد ز شکل روی زیبایت — گلستان شد مشامم از نکهت زلف سمن سایت ۳۵
درون قالب جان داده جان تازه باز آید — حدیثی گر کنم گوشی ازان لعل مسیحایت
گزارم گر شود یکره بخلوت خانهٔ نازت — سرت گردم بپا افتم چو آن زلف چلیپایت
بصحرای جنون آخر بحسرت مردی ای مجنون — نیامد در مشام تو نسیم زلف لیلایت
بکامم شیره ریز از دهان شکرین خود — بقربانت بنه بر لب لعل چو حلوایت
چه سازم گلشن جنت چه سازم سایهٔ طوبی — که جایم بود در ظل همایون سرو بالایت
بود هر عضو عضو من ز عکس جلوه اش روشن — دل من مرنزلت باشد دباشد دیده ام جایت

بسویت سجده میریزد ز روی صدق یا اصدق
نظر فرما بسوی باقر مشکین شیدایت

۳۶ مستیِ نرگس فتان تو بے چیزے نیست — شکن کاکل پیچان تو بے چیزے نیست
خلشِ خار بود دامنِ گل را لازم — یوسفا سیلی اخوان تو بے چیزے نیست
در درونِ لب لعلِ مسی مالیدهٔ تو — لمعهٔ گوهر دندان تو بے چیزے نیست
مانعِ غرق شود تا بدرونش دل را — خال بر چاه زنخدان تو بے چیزے نیست
دهنت تنگ شکر کان ملاحت لب تو — با شکر شور نمکدان تو بے چیزے نیست

باقر از آتش عشق است ترا سینه کباب
دود آهِ دل بریان تو بے چیزے نیست

۳۷ دلم بقتل ز دستِ تو آرزومند است — به تیغ غمزه و تیرِ نگاه سوگند است
بقتل عاشق مسکیں چسان کمر بستن — کمر چو نیست ترا از کجا کمر بند است
ز عمرِ خضر دراز است گرچه زلف دراز — درازی شبِ هجران زلف دهچند است
مرا که منزل جانان ندیده ام چه خبر — که هان کجا است بخارا کجا سمرقند است
دلم بوادیِ عشقش کشید خانه خراب — به دام درد بلا کرده حیف در بند است
ز زهر گریهٔ خود جا بزم که تریاقش — ز لعل نوش چو گلبرگ اوشکر خند است
بهائے من چه بود بوسهٔ لب لعلت — چه گویم که بعز ما بهائے تو چند است
ز غفلت است که ناخوانده گردش دور جیب — به بیں که نامهٔ شوقم هنوز سر بند است
مرا که طینت اضداد شد یکے گفتن — تواں که خاطر من پر غم است و خرسند است
همیشه لازم و ملزوم بوده است به دهر — ز عاشقاں همه رندی و ناصحاں پند است

دریں چمن شجرِ عشق من بحمد اللہ — بآب جاریِ چشم ترم برومند است

دوائے دل تواند شدن چرا باقر
که عارض ولب لعلش عجب گل وقند است

۳۸ بازلف مسلسل چو سحر دید بدامت — ایں مرغ دلِ زار در افتاد بدامت
در پرده توئی در طلبِ مقصد و کامت — اے سفله بود دم زدن از عشق حرامت
با قامت رعنا چو شدی جلوه گر بام — شد شهر پر آشوب تر از صحن قیامت
در لهو و لعب عمر بسر ساختم اکنوں — از کرده شدم منفعل ای وائے ندامت
در دور دو چشم سیه مست تو زاهد — بنموده فراموش همه زهد و کرامت
تا رسر گیسوئے تو کرده است چو مویم — بنمود هلال آه مرا ماه تمامت
ما فارغم از مشک که شد مست دماغم — از نکهت زلف سیه مشک شمامت
بے صرفه بود وعدهٔ فردات که باشد — فردائے تو همدوش بفردائے قیامت
واعظ دلِ من شیشه و پند تو بود سنگ — مشکن تو عبث شیشه ام از سنگ ملامت
تو جانِ جهانی بجهاں زنده بباشی — رهوار فلک رام تو ایام به کامت
بس تشنه جگر آمده ام پیشِ تو ساقی — یک جرعه چشم کاشکے از دردی جامت

باقر ز سر عشق بتاں باز نه آئی
تا چند کنم پند ترا چند ملامت

۳۹ آنکه عرعر بنده اش شد سرو آزادِ من است — خانها کرد آنکه ویران خانه آبادِ من است

من سرِ تسلیم خم استاده با عجز و نیاز — پر غضب تیغ دو دم در دست جلادِ من است
آنکه سوز دعا ملے را آه گرمِ من بود — وآنکه مخروں کرد خلقے طبع ناشادِ من است
آنکه قصرِ چرخ تبگاذ کرد باشد ناله ام — عرش را در جنبش آرد آنکه فریادِ من است
بر وجود عارضی مارا چه جائے ناز چوں — با عدم ملصق وجودِ ست بنیادِ من است
همچو مجنوں جاده پیمائے دیارِ وحشتم — دشت و صحرا شهرِ من ویرانه آبادِ من است
زندگی شد یا خدا بر من بلائے جانِ من — از هجومِ فتنها پیشِ تو فریادِ من است

رحمتے فرما بحالم جدّنا یا دستگیر
سرفرازم کن بگو باقر زادلادِ من است

۴۰

اے دل شدهٔ خسته و بیمارِ محبت — پیداست ز سیمائے تو آزارِ محبت
نازد به او لو لعزمی او خواجگیِ دهر — آنکس که شود بندهٔ سرکارِ محبت
از بندگی غیر رهاگشته تو ای دل — چندانکه شود باش گرفتارِ محبت
از زندگیِ بے مزه عشق چه حاصل — منصور صفت شو به سرِ دارِ محبت
از درد دلِ زار محال است نالد — آنکس که خلد در دلِ او خارِ محبت
مرغ دلِ وحشت زده ناگاه درافتاد — در دامِ خم طرهٔ طرّارِ محبت
خوش وقت تماشائی هنگامهٔ یوسف — میرم به تماشائی بازارِ محبت
در کون و مکان واقف هر راز نهان شد — آن دل که شود محرمِ اسرارِ محبت
برخیز مسیح از برم این دم چه صعبت — هرگز نه شود به ز تو بیمارِ محبت

برداشتن بار عبادت بود آسان
آن کیست چو باقر که کشد بار محبت

گلِ رخسار تو یا نو بهار است — سیه زلفِ تو یا مشکِ تتار است ۱۴۱
بیا جانان نسیم آسا بسوئیم — براهت جان و دل هر دو نثار است
دریں دریا بکن غسلے سرانجام — دو چشم من چه بحرِ موج دار است
خیالِ قامتت در دیدهٔ تر — خوشا سروے میانِ جوئبار است
بگرد عارضت خطِ سیه فام — حلب بیں در حصارِ زنجبار است
تو در بزمِ که مے خوردی بفرما — که چشمِ تو چنیں مستِ خمار است
کسے کو برد نقدِ عقل و هوشم — بتے سیمیں تنے گلگوں عذار است
که میگوید که رنگیں از خاشد — نگارا بایت از خونم نگار است
بیا اے بیوفا بهرِ وداعش — مریضِ عشق بر آهو سوار است
بیا تا کے بود گرمِ طپیدن — به هجرِ تو دلم بس بیقرار است
چرا بر خود نه پیچم همچو زلفت — به رخسارِ تو زلفِ تابدار است
دریں صحرا بسے سرها است غلطاں — مگر جولانگهِ آن شهسوار است
بود شیریں برنگِ جانِ شیریں — چه زهرِ عشقِ جانانِ خوشگوار است
بود افزونِ فروغِ او که داغش — چراغِ خلعتِ شهدائے تار است
بروز اهد ز بزمِ مے پرستاں — ترا با صحبتِ رندان چه کار است

نمی پرسد ز تمکین عاشقاں را مهِ من شوخ و شنگ و میگسار است
خدنگ سینه دوزے با نگاهت دوا بروئے کجت یا ذوالفقار است
جهد بر پائے خود دلها کند خوں مرا معشوق طفلے نے سوار است
رخِ رنگیں تو یا گلشنِ سبز دلِ پر داغ من یا لاله زار است

تو پوشی راز عشق از من چه باقر
زرویت درد پنهاں آشکار است

۴۲ سرم وقفِ سجود آستانت کرم فرما منم از بندگانت
تو شاهد باز پنهاں بودی ای شیخ شد آخر بر ملا رازِ نهانت
تو بودی طالبِ حق زاهدا چوں کنوں شد میل با حسنِ بتانت
نکردے خنده گر آں غنچه لب ندانستے کسے رازِ نهانت
بگاهِ عرض حالِ من بفرمود خمش من نشنوم شرح و بیانت
تو شها میروی در کویش اے دل نه خوف عسس و نے پاسبانت
مکانت عاقبت زیرِ زمین است اگر خود لامکاں باشد مکانت
نهاں تا چند اے عنقائے مغرب کجا جویم کجا یابم نشانت
زمین و آسماں را پشت بشکست کشیدم من مگر بارِ امانت
نمی آید بگوشِ دلبرا اے دل رسد گر تا فلک شور و فغانت

تو باقر پیل تن بودی جوانے

کجا شد طاقت و تاب و توانت

۴۳

بخواب ناز که آن شوخ مه لقا خفتست — بچشم بینش حق جلوهٔ خدا خفتست
دهد نه رخصت یک بوسه‌ام شب وصلت — بناز در بزم آن ماه از حیا خفتست
نسیم او که رساند ببوی من که صبا — گزر نیافت بباغیکه آشنا خفتست
شب فراق به بیداریم گزشت و هنوز — بخواب ناز در آغوش دلربا خفتست
نه همچو شمع به بیداری سحر خیزد — مریض عشق که شب مایل دوا خفتست
به حال زار و زبونی شیم تواں دیدن — که چشم من همه بیدار و بخت ما خفتست
رسم چگونه سلامت بساحل مقصود — که کشتی آمده در موج و ناخدا خفتست
من و ستیزهٔ شبهای تار و ناکامی — خوشا کسیکه هم آغوش مدعا خفتست
ز روی خاک به برداشش و بده دستی — کسی بسایهٔ تو همچو نقش پا خفتست
بگیر بکوی تو آسوده‌ام و بخاک درت — ندیده‌ایم که گدای در کجا خفتست

چه لاف میزنی از نکته دانیت باقر
بسی بخاک به از تو سخن سرا خفتست

۴۴

الم بگذشت و غم بگذشت و صد بیخ و بلا بگذشت — چه دانی تو که در هجرت بجان من چها بگذشت
پی تعظیم سر و استاد و نرگس محو دیدن شد — چو در گلشن پی سیر آن بت گلگون قبا بگذشت
گر تو خود بفرمائی علاج درد او ورنه — مریض علت عشق تو از دار الشفا بگذشت
سحرگاهان نمیدانم که بود آن نازنین شوخی — کزین ره با رخ زیبا و با ناز و ادا بگذشت

نه تنها در دماغ عاشقانت عطر بیز آمد — که بوئے عنبریں زلفِ تو از چین و ختا بگذشت
ز عیشش میشود روزی چه دو تنهائی روز افزون — به قسمت هر که قانع گشت و از حرص و هوا بگذشت
ندیدم هیچگه روئے اجابت وائے ناکامی — ز هفتم آسمان شبها مرا تیر دعا بگذشت
به آغوشم کشید از مهر و بخشیدم گنه صد شکر — بت نازک مزاج من ز لطف از ما مضا بگذشت

نه آمد ماه من یک شب گهے در خواب هم باقر
بیاد جلوه اش عمرے مرا صبح و مسا بگذشت

۴۵ صبح دیدم مه من سوئے گلستان میرفت — با گروه رقبا خرم و شاداں میرفت
این طرف آں طرفش مطرب قانون در دست — پیش وے لوئی چوں زهره غزلخواں میرفت
از کف حور وشش جاریه قلیاں بر لب — بر سر هر روشش از ناز خراماں میرفت
از رخ سوسن و گل روئے تماشا یکسو — وز سوئے سرو و سمن بر زوه داماں میرفت
دیدمش دوش بر هوار فلک سیر سوار — بر هوا در نظرم تخت سلیماں میرفت
می زدی در شب معراج به افلاک قدم — بر رخت روح امین مروحه جنباں میرفت
گرچه بے جرم مرا کشت و بخاکم انداخت — ظالم از کرده خود لیک پشیماں میرفت
شد به عشق تو زبس ساده دل از جامه برون — زاهد صومعه در کوئے تو عریاں میرفت
درد مندیست که در پهلوئے صحت ننشست — این دل خسته که بس در پس ساماں میرفت

از درِ دولت تو باقر بے چاره سحر
با دلِ غمزده پُر حسرت و حرماں میرفت

شاهدِ شوق رخت حجله نشینِ دل ماست — نوعروسِ غمِ عشق تو مکینِ دل ماست ۴۶
طوف کوئے تو بجان شد شرفِ هر دو جهاں — سجدهٔ خاک درت زیبِ جبینِ دل ماست
گرچه بے باکی و رندی بجهاں شد علمم — رازِ عشق تو نهاں پرده نشینِ دل ماست
شد ز تقدیر و فایش خطِ پیشانی من — نامش از کلک قضا نقشِ نگینِ دل ماست
گرچه تسبیح و مصلاش نیرزد بجوئے — زاهدِ شهر مگر قبلهٔ دینِ دل ماست
زاهد از ملت و دینم چه کنی هرزه سوال — عشقِ سیمیں بدناں ملت و دینِ دل ماست
نیست ممکن شوم از کلفت دیرینه رها — مایهٔ رنج و غم و غصه عجینِ دل ماست
آب و تابِ چمنِ حسن تو شد ذکر لبم — یاد رنگِ گل روئے تو قرینِ دل ماست

باقر از فتنهٔ آن چشم چه آید بر جاں
زانکه صیاد نگاهش بکمینِ دل ماست

رسد کے دست کوتاهم بداوجِ طرفِ دامانت — مقامت بس بود عالی بود رشکِ فلک شانت ۴۷
سیه تر از شب دیجور باشد زلفِ پیچانت — فروزاں تر ز چاکِ صبحدم چاکِ گریبانت
قدت سرو و رخت گل - کاکلت سنبل بهارِ خلد باشد جلوهٔ رنگیں گلستانت
رواں میساختم با نامهٔ شوقِ خود اورا — رسائی داشتی پیکِ صبا گر تا به ایوانت
توئی محمودهٔ خوبی بود سرو قدت رعنا — زهے آن نازپستانت خوشا سیبِ زنخدانت
بمن در ساختی اول بریدی عاقبت از من — چه شد قول و قسم ای بت کجا شد عهد و پیمانت
نه چون غزلت نشینِ گوشهٔ بیت الحزن باشم — مرا شد یوسفِ دل غرق در چاهِ زنخدانت

تو در فنِ سخن باقر عدیم المثل و یکتائی
بود جمعے دعا گویت بود خلقے ثنا خوانت

۴۸ شعلۂ آہ من از چرخ بروں افتادہ است — آہِ دردِ دلم از تاب فزوں افتادہ است
از دلِ زار چہ پرسی کہ چگونہ است ترا — مائلِ صورتِ بیچوں و چگوں افتادہ است
لالہ گوں روئے تو نازم کہ ز جوشِ غمِ او — در دلِ زار من خستہ چہ خوں افتادہ است
با غم و غصۂ دل گر نہ بسازم چہ کنم — کار من با فلکِ سفلۂ دوں افتادہ است
مائلِ پاکی ظاہر چہ توئی اے زاہد — کار ما با پاکی احوالِ دروں افتادہ است
غیرِ چشمِ سیہت نیست یکے سحر فسوں — در جہاں گرچہ بسے سحر و فسوں افتادہ است
بے تو باقر بہ سرِ خاک فتادہ است بخون
بیں کہ بیچارہ چہ در حال ز بوں افتادہ است

۴۹ صورتِ صافیِ او رنگِ گلستان گرفت — لعلِ لبِ نازکش ملکِ بدخشاں گرفت
لشکرِ ناز و اداش ملکِ دل و جان گرفت — مایۂ ہوش و خرد نرگسِ فتاں گرفت
شعلۂ آہم بہ بیں خرمنِ جانہا بسوخت — قطرۂ اشکم بہ بیں صورتِ طوفاں گرفت
شہرۂ حسنِ رخت شد ز سمک تا سماک — طنطنۂ عشقِ من عالمِ امکاں گرفت
حلقہ بگوشت ز جاں جملہ حسینانِ دہر — دامنِ حسنِ رخت یوسفِ کنعاں گرفت
گر ز کفم در ربود ملکِ دلِ من چہ شد — یارِ پری شیوہ ام ملکِ سلیماں گرفت
دستِ جنوں کردہ است دامنِ من چاک چاک — تا دل و جانِ مرا عشقِ گریباں گرفت

درد دلم به نشد گرچه بسے کرد فکر — عیسی مریم کنوں دست ز درمان گرفت
پاک شد از آب عفو دفتر عصیان من — بسکه کف همتم دامن پاکان گرفت
رنج و بلا لازم است هر که نکو صورت است — حسن رخ یوسفی سیلی اخوان گرفت
جان منی غیب عیب لبس شهادت به بر — ذات وراء الوراء صورت انسان گرفت

دامن عقل از کفم رفت برون باقرا
عشق بتان تا مرا دست و گریبان گرفت

گفتم ستم ز دست تو بر ما چها نرفت — گفتا ز ما نرفت ز دست زمانه رفت
از من چه دیده که تو رنجیده ز من — جانا ن بخدمت تو ز من یک خطا نرفت
از شدت الم دل من گرچه پاره شد — گاهے بر طبیب برائے دوا نرفت
بس آشنا که در رهِ عشقت چلید و مرد — از جانب تو پرسش هیچ آشنا نرفت
بالائے بام قصر تو چون ناله ام رسد — هرگز به عیش خانهٔ نازت صبا نرفت
درد دلش نگفتم و نے خواستم دوا — پیش طبیب قصهٔ درد و دوا نرفت
در مجلسے نه جلوه کنان رفت آن نگار — از هر طرف که غلغلهٔ مرحبا نرفت
یا خواجهٔ معین گه درد و مصیبتم — بر لب بغیر نام تو نام خدا نرفت
بهر وصال تو نه شبے هست کاندراں — دست دعا بلند بسوئے سما نرفت
واری همیشه ورد زبان ذکر سیم و زر — یک لحظه بر زبان تو ذکر خدا نرفت

قانع بمانده است بنان جوین خشک

باقر برای حیفه و نیاز جا نرفت

۵۱ دل می طپد جمال تو بینم تمنی است — گل چینم از حدیقهٔ حسنت تمنی است
عیسی تو گر علاج ندانی عبث کوش — دردِ دلم ز عشق کسے در نرقی است
زاهد عبث بود همه وجد و تواجدت — این مجلس سماع تو بهر تهی است
بنشین دو ساعتے ز کرمها به پهلوام — دستے بنه بسینه که دل را تسلی است
دانم که کار علتم از دست رفته است — عیسی مگر علاج تو بهر تشفی است
از نغمهٔ تو زهره درآید بوجد و رقص — جاناں چه در گلوئے تو طرفه تغنی است

گر با رقیب تا به سحر مے نخورده است
باقر از و بپرس چه وجه تمطی است

۵۲ سرو چمن ز غصه گریباں دریدنیست — آں سرو خوشخرام بگلشن چمیدنیست
پیش رخ تو زرد شود رنگ روئے گل — یاقوت از لبت لب حسرت گزیدنیست
می بشنوی فسانهٔ فرهاد و قیس را — بشنو ز من که قصهٔ ما هم شنیدنیست
ای دل مثال زهر فراقش که میکشی — آخر نصیب شربت وصلت چشیدنیست
در عشق دیده ام که بنالیست دیدنش — من بعد بنگرم که ز قسمت چه دیدنیست
نام خدا است رونق حسن تو بر کمال — شایان بوسه عارض و لعلت مکیدنیست
ضبط نفس نماند دریغا که را ز دل — از دل چو مے ز ساغر پر مے چکیدنیست
غافل ز درد عشق ز بس بوده کنوں — ای دل بروئے خاک چو سنبل طپیدنیست

ای غیرتِ چمن بخزاماں چو سرو ناز — در دامنِ نگہ گلِ حسنِ تو چیدنیست
پیکِ صبا زکوچۂ جاناں ہمی رسد — ای دل نوید وصل بگوشم رسیدنیست
جاں داده ام به لالہ عذاراں سبز خط — بس لالہا و سبزہ زقبرم دمیدنیست

باقر مبند غنچہ نمط دل دریں چمن
چوں بوئے گل زگلشن دنیا رمیدنیست

۵۳ حریم تست کہ بیمار را شفا اینجاست — علاج درد دلِ خستہ و دوا اینجاست
بخلوتِ شب عاشق بچشم حیرت بیں — دل است پر زغم ہجر و دلربا اینجاست
بہ بزم بادہ کشان ساقی است و مطرب ہم — بیا بیاد بہ بیں زاہدا چہا اینجاست
تو نازکی چہ نہی پائے در سرائچۂ عشق — مصیبت و ہمہ دردِ غم و بلا اینجاست
بہ بوسِ روضۂ اقدس بیاب گنج مراد — کہ اینست کعبۂ مقصود و مدعا اینجاست
چہ گونہ پا ہنہم اے جان جاں بکوچۂ تو — شہید ناز تو غلطیدہ جا بجا اینجاست
زغیر چشم بہ بند و بہ بیں بخلوتِ دل — انیس و محرم راز است و آشنا اینجاست
ہنوز از در من نہ آمدست آں شوخ — بلند نغمۂ سہلا و مرحبا اینجاست

تو محو عیش در آنجا و باقر مسکیں
بدوری تو بصد رنج مبتلا اینجاست

۵۴ بے گذشت و بعشق تو صد بلا باقیست — چہا گذشت ندانم کنوں چہا باقیست
بیا بناز در آغوش و لب بنہ بر لب — کہ بوسۂ زتو در وعدہ دلربا باقیست

ببوس تربت پاکان زصدق و همت خواه — که زیر خاک بر فتند فیضها باقیست
نماند نرمهٔ سنجاب و فرش استبرق — هزار شکر که در خانه بوریا باقیست
بهای جلوهٔ تو گر نماند سیم و زرم — متاع دین و دل از بهر رونما باقیست
بزخم گرچه تو از لطف ریختی مرهم — هنوز در دل پر درد درد ها باقیست
ز گریه بر سر نعشم دیت بده قاتل — که کشتهٔ تو مرا بر تو خون بها باقیست
نگشتهٔ ز علاجم خجل تو ای عیسی — هنوز پیش تو درد مرا دوا باقیست
بیا و از سخنی زنده کن مرا از نو — که جز رمق نه کنون در حیات ما باقیست

بزیر خاک بخفتی و زندهٔ باقر
که ذکر خیر کلام تو جا بجا باقیست

۵۵ شب که ذوق جوش مستی آن بت مغ‌بچه داشت — بزم عیش از مطرب و مغ برلب جو بار داشت
صبحدم در خواب دیدم جلوهٔ حسن رخش — طرفه چشم خفتهٔ من طالع بیدار داشت
عشوهٔ او و دلفریب و غمزه اش افسونگری — طرفه سحر و العجب آن نرگس بیمار داشت
شیخ شهر من برآمد جامع اسلام و کفر — سبحه زیب دست بود و در گلو زنار داشت
مرغ دل در شوق رویت دوش در منقار خود — صد نوائی دلفریبی همچو موسیقار داشت
پاک از نقش دوئی هرگز نشد لوح دلش — شیخ ما در پیش رو آئینهٔ زنگار داشت
برهمن سوئی گنشت و شیخ سوئی خانقه — این دل دیوانه عزم خانهٔ خمار داشت

باقر دل خسته ات در انتظار مقدمت

چشم شوق آگیں براہت مایلِ دیدار داشت

۵۶ چہا بطابعِ برگشتۂ خودم جنگ است — مرا ز تست تفاخر ترا ز من تنگ است
عداوتِ دل تو با دلم بود قطرے — کہ جوہرِ دل من شیشہ و دلت تنگ است
بپوشش پیرہنِ عشق و گرد عقل مگرد — کہ تو بعقل نگنجی کہ جامہ اش تنگ است
بہ پیش تو چہ مقابل شود مہ کنعان — کہ او بہ پلۂ حسنِ تو سنگ پاسنگ است
بغیر مزبت افغاں نمی شود ظاہر — شرار عشق تو در سینہ آتش تنگ است
شگفتگی ز کجا ہمچو گل کہ عاشق تو — ہمیشہ غنچہ نمط در غمِ تو دل تنگ است
تو زاہدی بغمِ عاقبت خوشا رندے — کہ فارغ از دو جہاں مست بادہ و بنگ است
بیا و یکدو قدح نوش کن تو ہم زاہد — بہ بیں کہ بادۂ گلگوں چگونہ خوش رنگ است
دریں زمیں تو کنی تا کجا گہر سنجی — خموش خامہ و بس کن کہ قافیہ تنگ است

بگو کہ حلقہ بہ بیروں در زند کسیکہ
اگر ز صحبت بیچارہ **باقر** تنگ است

۵۷ رویت بہار گلشن حسنت نثار یافت — زلفِ تو بوئے نافۂ مشکِ تتار یافت
ای وامنم کہ دور ز قربِ تو جاں دہم — خوش طالعِ کسیکہ بہ بزمِ تو بار یافت
خیرہ دو دیدہ آنکہ کشد سرمۂ ز طور — روشن دو چشم آنکہ ز کویت غبار یافت
رحمے بدوری دل پُر درد من کہ او — دور از وصال تو نتواند قرار یافت

چندیں جفائے دہر براہِ رضائے دوست

خوش نعمتے است ہر کہ دریں رہ گزار یافت

۵۸ کو در جہاں حسیں کہ بحُسنت نثار نیست — از تیغ ابروئے تو چو من دلفگار نیست
بسمل نمط ز خنجر عشقت بخون تپاں — سیماب وار از غمِ تو بے قرار نیست
آں دل کدام دل کہ بزلفت نشد اسیر — واں سر کدام سر کہ بپایت نثار نیست
ساقی بجائے بادہ بدہ بوسۂ لبت — چوں لعل خوشگوار تو مے خوشگوار نیست
جانا بیا کہ در دل پُر آرزوئے من — بے جلوۂ جمال تو صبر و قرار نیست
در آرزوئے وصل تو بے صرفہ میکشم — زاں سر خوشم کہ در مئے عشقت خمار نیست
در خاک جور گرچہ نہاں میکند حبیب — پیدا درونِ خاطر عاشق غبار نیست
خواہد نظارۂ گل روئے تو طبع من — مشتاق جلوۂ گل و باغ بہار نیست
کردم بہ دل یقیں کہ بود اختیار من — لیکن بہ اختیار مرا اختیار نیست

یارب اگرچہ کوہ گناہ است بر سرش
نومید از تو باقر عصیاں شعار نیست

۵۹ سرو قد را آں گلِ رعنا خراماں کردو رفت — یک دو ساعت خانۂ ما را گلستاں کردو رفت
دیدمش روزے خراماں بر سر بام خودش — روئے چوں گل در تہ دامانش پنہاں کردو رفت
بودہ ام گریاں بہ ہجرش ناگہاں آمد بہ بر — ہمچو گل لعل و لبِ خوش رنگ خنداں کردو رفت
دی بسوئے خانہ ام مستانہ آمد بے نقاب — روئے را پوشیدہ در زلف پریشاں کردو رفت
بر سرم مشکلکشا دوشینہ آمد از کرم — مشکلِ ما را از لطفِ خویش آساں کردو رفت

دوش در بزم حریفان جلوه گر شد ناگهان — بزم را از چهره چون آئینه حیران کرد و رفت
بلبل بی خان و مان از کاوش فصل خزان — در چمن صد ناله و صد شور و افغان کرد و رفت

از عدم آمد به هستی باقر صورت پرست
در جهان نظاره روهای حسینان کرد و رفت

۶۰ زتاب جلوه اش بر من چها رفت — ندانستم که ماه من کجا رفت
شب وصلش کشیدم چون به آغوش — بجان او چه از شرم و حیا رفت
زمین و آسمان ظلمت کده شد — زپیش چشم چون آن مه لقا رفت
زجوش شوق در کویش غبارم — چها چابک تر از باد صبا رفت
مران از در مرا ای من فدایت — اگر در خدمتت از من خطا رفت
چکان از چشم زین غم قطره چند — که بیمارت سوی ملک فنا رفت
گره از کاکل پرخم کشاوی — دل مسکین دران دام بلا رفت

مرا بار غمش باقر دوتا کرد
چه گویم انچه زان زلف دوتا رفت

۶۱ بجلوه گاه تو چشم هر انس و جان باز است — بمدحت تو زبان سخنوران باز است
رسد بکوئے تو گر کشته غمت شاید — که پیش روئے شهیدان جهان باز است
نصیب من نبود خواب غیر خواب اجل — که هر دو دیده براه تو جاودان باز است
اگر بدامن تو دست میزنیم مرنج — که پیش اهل کرم دست سائلان باز است

بانتظار قدوم مه سفر کرده — دو چشم من به سر راه کاروان باز است
دلا چه غم تو اگر رندی و خراباتی — که باب بخشش و رحمت بر عاصیان باز است
برنگ شانه چو دستم نمیرسد چه عجول — که طره ات برخ رشک گلستان باز است
فدای ناز تو یک ساغر از کرم ساقی — که همچو کاسه ام از تشنگی دهان باز است
چه حالتست بگو باقرا مشبت که ترا
به آه و ناله چو مرغ قفس دهان باز است

۶۲ هرگز اے قاتل ترا — پیچ و تاب ایں چنیں در جوہر شمشیر نیست
ایں مس جسمیں خود ت در بوتۂ عشقش گداز — کیمیائے ایں چنیں ہم ایں چنیں تسخیر نیست
کے تواں ——— شربت خضر م اگر — در گلوئے تشنہ ام آبے ازاں شمشیر نیست
کے کند ——— لب خشکیم خونِ جگر — ——— نیست
——— زود کن بر من نظر — ——— در مردن مرا تاخیر نیست
——— ———
——— بناحق ریختی خونِ مرا — لایق فتراک تو ایں ناتواں نخچیر نیست
ہست خود بیچارہ در قیدِ خیالِ زلف تو — وحشت دیوانہ ات را حاجت زنجیر نیست
عاشق روئے تو بسیار اند جانان در جہاں
لیک یک کس ہمچو باقر عاشق دلگیر نیست

۶۳ در فراق آہ غم و غصۂ پنہانم سوخت — در شب وصل دلم جلوۂ جانانم سوخت

نرگس چشم تو و سرو قدِ رعنایت — سنبلِ زلف و گلِ عارض تا بانم سوخت
ترک یادِ تو مرادش نه بدل بر دفرو — از تو جانا نه چنین غفلت و نسیانم سوخت
تا زشبها است مرا گرمیِ و معشوق چه غم — دود آهِ سحری دفترِ عصیانم سوخت
آتشی زد مه من شعلهٔ حسنِ تو بدل — برق دندان تو و آن لب خندانم سوخت
مار زلفِ تو گزیده است بدیدم در خواب — من کجا زلف کجا خواب پریشانم سوخت
جای گل بی تو فشاندیم بگلشن دروی — دانهٔ اشک شرربار که دامانم سوخت
بی تو ای رشک چمن دوش برقم در باغ — گرمیِ نالهٔ مرغانِ خوش الحانم سوخت
آمد آن شوخ چو با جامهٔ زرین دبر — عرقِ گرم خجالت تنِ عریانم سوخت
من کجا یار من بارخِ چون شعله کجا است — خواب بی یار درین فصلِ زمستانم سوخت

باقر آن مه چو نه شد شمع شبستانم دوش
تا سحر گه چو چراغ ایں دل بریانم سوخت

۶۴

دیده چون آئینه در روئے تو حیرانی داشت — دل ز دستِ سرِ زلفت چه پریشانی داشت
داد با غیر خدا عیش نشاطِ عالم — درد عشقت بمنِ خسته دل ارزانی داشت
آں که بودست که بگذشت ازیں راه که او — صورتِ حورِ رخِ یوسفِ کنعانی داشت
بی گنه کشت مرا طرفه که از کردهٔ خود — نه خجل گشت مه من نه پشیمانی داشت
هست امروز تهِ خاک مذلت در گور — آنکه دیروز بسر تاج جهانبانی داشت
رفت بیچاره و خاموش تهِ خاک نخفت — آنکه در زیر نگیں ملکِ سخندانی داشت

تا زپرده نه فتد شاهد این راز برون — دل خوگشته غم عشق تو پنهانی داشت
شکر تعمیر خودم چیست که چون میسنگرم — وسعت آباد جهان میل به ویرانی داشت
چون کفیلم نشود رحمت یزدان که دلم — حب محبوب خدا حضرت جیلانی داشت

هر کسے غره به اعمال خودش هست و نظر
باقر خسته سوے رحمت یزدانی داشت

۶۵ دو راست گلزار رخش باغ و بهار من کجاست — تا دیده ام سرو قدش آن گلعذار من کجاست
شد شاهد گل در چمن اندر نظرها جلوه گر — در جوش شد فصل بهاران نوبهار من کجاست
سرگشته ام در جستجو همچون غبار کاروان — اے جبه فرسائے درش برگو که یار من کجاست
تا دور گشتم از برش و ز قرب او ماندم جدا — تاب و توان من چه شد صبر و قرار من کجاست
چون آستانش بوسم و چون جبه سایم بر درش — تا درگه والائے او یارب گذار من کجاست
بے جلوهٔ نور رخش بے نور بزم میکش است — آن مست ناز خود کجا آن می گسار من کجاست
گل شد بعارض غازه کش سنبل بگیسو شانه زد — گلزار شد گل پیرهن گلگون عذار من کجاست
شد مانع وصلم چنین زینگونه جوش غیرت است — آن شاهد خلوت نشین عصمت شعار من کجاست
در راه او شد عدم آخر چو گرد کاروان — ایوا نمیدانم چه شد دشت غبار من کجاست

اے رحمت عالم بگو گاه شفاعت روز حشر
آن باقر دل خسته عصیان شعار من کجاست

۶۶ طیلسان نه تو افلاک دودے بیش نیست — مرکز این عالم فانی نمودے بیش نیست

کجاد ــــ برائے حق کجا ــــ کارِ تو سجودے بیش نیست

نقش رنگارنگ عالم ہست ــــ ایں ہمہ تلویں کہ می بینی نمودے بیش نیست

جلوہ گر در تفرقہ ہم جمع ذاتِ مطلق است ایں تعینہا کہ می بینی نمودے بیش نیست

ــــــــــــ ــــــــــــ بیش نیست

ردیف ثا

۱ از شکوه لب به بند و مکن پیش یار بحث
بر خاطرش ولا نرساند غبار بحث

از نسبتِ مشابهتِ روئے و موئے تو
دارند در مفاضله لیل و نهار بحث

گر همکنار میشویم از تو لطفها است
ورنه نمیکنم پے بوس و کنار بحث

آن شوخ نکته سنج نه ملزم بهیچ شد
کردم پئے ثبوت جفایش هزار بحث

از حقهٔ لبت در تقریر بر فشاں
کز بعل نوشخند بود خوشگوار بحث

زاهد حدیث زهد مگو پیش میکشاں
اینجا مکن مگر زمئے خوشگوار بحث

لب تشنه مانده است ازاں آب زندگی
دارد دهانِ زخم ز شمشیر یار بحث

قطعِ اُمید کرده م از طالعِ زبون
با من عبث کند دلِ اُمیدوار بحث

امشب سخن ززلف تو گویند اهلِ بزم
دارد هزار نافهٔ چین در تتار بحث

باقر بکام اگر نرسیدی نمیتواں
با بخت جنگ کردن و با روزگار بحث

ردیف جیم

با عارضت به گلشن و گلها چه احتیاج
با چشم تو به نرگس شهلا چه احتیاج

بیتابیِ دل است که جان بر لبم رساند
اینک بیا بوعدهٔ فردا چه احتیاج

دارم دلے ز داغ تو رنگیں تر از بہار
مارا بسیر گلشن و گلہا چه احتیاج

مخمور و مست نرگسِ مستانهٔ توایم
مارا بساغر و مے و مینا چه احتیاج

شد زندهٔ ابد بجہاں کشتهٔ غمت
جاں دادهٔ ترا بمسیحا چه احتیاج

خوش جامهٔ ایست بر تنش از خاک کوچه ات
دیوانهٔ ترا ست به دیبا چه احتیاج

مسجود یک جہاں بتِ نصرانیم بود
این عقبه ات ترا بکلیسا چه احتیاج

حسنِ ترا بزینت و زیور چه حاجت است
با غازه جلوهٔ رخِ مه را چه احتیاج

باقر بباغم و درد دلِ حزیں
بیمار عشق را بمداوا چه احتیاج

ردیف حا

۱ از غیرتِ رخِ تو شود در نقابِ صبح — هان پیش جلوه‌ات چه کند آفتابِ صبح
بالائے بام بود مهِ من بخوابِ صبح — گرمِ نظاره بود ز چرخ آفتابِ صبح
ابرو است بر رخِ صنمِ مه‌لقائے من — یا مطلعے بود بجبینِ کتابِ صبح
باشد شبِ وصال چه کم گردد ائے فلک — گر اندکے بدیر کشد فتح باب صبح

باقر به پیش جلوهٔ روئے نگار من
چون ماهتاب صبح بود آفتابِ صبح

۲ غنچهٔ دل بر کشاد بوئی گلستان صبح — آتش گل بر فروخت جنبشِ دامانِ صبح
باشد یعقوب وار کشتهٔ شامِ غمش — گرچه بود آفتاب یوسف کنعانِ صبح
بسکه شبِ هجر شد چو قیامت دراز — سوخت دلم را چو شمع آتشِ هجرانِ صبح
هست بلندی گرا دولت صافی دلے — گشت سر برآفتاب بهرِ سلیمانِ صبح
از عرقِ انفعال آمده شبنم فشاں — پیش رخت چون قمر مهرِ درخشانِ صبح
از گل رویت جدا آه که از یادِ تو — نالهٔ شبهائے من نالهٔ مرغانِ صبح

دید چو نورِ رخش چشمِ سحر باقرا

دست جنوں چاک زد طرف گریباں صبح

۳

کدورتِ دل خود شستم از صفائے قدح — بدیدہ سرمہ کشیدم ز خاکپائے قدح
ز توبہ گشتہ خجل ہمچو نے ہمی نالم — کہ وائے وائے صراحی وہائے ہائے قدح
لبالب است دلِ من ز حسرتِ مینا — نیامدہ است بسر ہیچ جز ہوائے قدح
ہلاک خندۂ جام و می است جان و دلم — مباد کس چو منِ خستہ مبتلائے قدح
چہ گویمت چہ جگر تشنۂ مئیم ساقی — بکام من بچکان رشحۂ ز لائے قدح
رسید محتسب شہر و جام می بشکست — بنالم و بکنم گریہ در عزائے قدح
بگردش آر و بروں سازم از خودی ساقی — بگیر نقد دل و دیں برو نمائے قدح
ہوا خوش است و خنک خاستہ است ابر بہار — بصحن باغ بدہ ساقیا صلائے قدح
بیک دو جرعۂ می زندۂ ابد سازد — بلا مینا شوم فدائے قدح
کجے ز پیر مغاں خواستم گہ از ساقی — چہ گویمت کہ چہ خوں خوردہ ام برائے قدح

صفائے دل بدہد ذکر نام می باقر
بیا گزار بہ پیر مغاں دعائے قدح

۴

متاع جان و دل افشاندہ ام بپائے قدح — مباد کس چو منِ خستہ مبتلائے قدح
شکست ساغر می لیک محتسب را بیں — کہ سوگوار نشستہ است در عزائے قدح
تو از کرم دو سہ جامے اگر دہی ساقی — متاع دین و دل آرم برو نمائے قدح
بہ بزم بادہ چنان مست و بیخود افتادم — کہ دست بر شیشہ بود و سر بپائے قدح

بخلوتِ تو چساں پا نہیم اے زاہد بمیکدہ بہ نہادیم سر بپائے قدح
کمال تشنہ جگر خشک لب منم ساقی صُراحیِ می نابم بدہ بجائے قدح
زبس کہ دست طلب چوں تو بستہ ام باقر
ز آستیں نکشم دست جز برائے قدح

۵ میشود روشن دلِ صاحبدل از تنویرِ صبح شد طلائے خالصِ خورشید از اکسیرِ صبح
ترسم از طولِ شبِ ہجراں کہ آں خانہ خراب میفشارد آہ در دل ناخنِ تاخیرِ صبح
ہر سعادتہا کہ خواہی زیرِ دامانِ وے است تا توانی کوش شبہا در پے تسخیرِ صبح
موشگافِ نکتۂ زلفت بود اوراقِ شام حلِّ متنِ عارضت میگردد از تفسیرِ صبح
جلوہ گاہِ صورتِ خورشید گردد سینہ ات گر کنی نقشِ نگین لوحِ دل تصویرِ صبح
صبحدم بیدار شو از خوابِ تا آری بجا از تہِ دل حرمتِ روئے سپید پیرِ صبح
شد گریباں گیر عزمِ لذتِ خوابِ سحر گرچہ شد قرعِ صماخم نعرۂ تکبیرِ صبح
می تواں گفتن یکے با مدعی لاف زن گو چنیں رنگیں غزل رشکِ صفائے شیرِ صبح
جلوۂ حسنِ تو ویراں کرد ایوانِ سحر خشتہا از مہر باید تا کند تعمیرِ صبح
باشد ش ورد زباں ذکرِ صفائے عارضش
گوش کن باقر تو از جانِ خوبیِ تقریرِ صبح

ردیف دال

۱
شمع را آتش رخسار تو پروانه کند — شیشه را پرتو حسن تو پریخانه کند
آب سازد جگر می عنم لب خشکی من — حسرت تشنه خون دل پیمانه کند
این چنین عشوه فروشند اگر مغبچگان — سجده ها کس نه چنان بر در میخانه کند
جلوهٔ شمع عذار تو دل عاشق را — پاک پروانه صفت سوزد و پروانه کند
آه کان شوخ به حسرت بپسندد همه عمر — رحم یکره نه بحال دل دیوانه کند
در شب هجر چو سنبل بطپانند در خاک — ور شبی جلوه دهد صبح به افسانه کند
پای از سر بتوان کرد بهر گام کسے — سفر عشق که از همت مردانه کند

فیض طبع چمن آرائے جہاں را نازم
کو چو گل پرورش سبزهٔ بیگانه کند

۲
دیشب که غیر با تو به بزم شراب بود — مشکین دلم بر آتش غیرت کباب بود
در سیب غبغبت مه من طرفه آب بود — در بوسهٔ لبت مزهٔ شهد ناب بود
لطف گل وجود و بهاران این چمن — بوده است بوئی غنچه که پادر رکاب بود
گر باده خورده ایم بنه عذر زاهدا — فصل بهار و مستی و عهد شباب بود

شب بوسهٔ ازان لب شیرین نخواستم آن شوخ تا سحر همه خشم و عتاب بود
گردید عطرسا ز نسیمش مشام جان گیسوئے عنبرین تو یا مشک ناب بود

سر خیل خواجگان نشود چون بروز حشر
باقر غلام بارگهِ بُوتراب[۳] بود

۳ دل بے غم یار خوش نباشد جان بے دلِ زار خوش نباشد
ساقی و شراب و گلشن و گل بے روئے نگار خوش نباشد
گر خود تو کنی کنار ه از من حورم بکنار خوش نباشد
در شهر خودم بخوان که بے تو این شهر و دیار خوش نباشد

خوش گفت کسے که گفت **باقر**
بے یار بهار خوش نباشد

۴ دل رخت حق نما است میگوید جلوهٔ کبریا است میگوید
کشته برکشته دیده خلق همه کوچه ات کربلا است میگوید
هر لب زخم آب تیغ ترا وه چه آبِ بقا است میگوید
دید نرگس جمال روئے ترا جان بجنت فدا است میگوید

بوسهٔ لب چو خواهم از خنده
باقر این ناروا است میگوید

۵ حق ز بزم تو ام جدا نکند من و دوری ز تو خدا نکند

شکوۂ او کجا برم اے وائے خود اگر فصل ما جرا نکند
انچہ تو کردۂ بما اے دوست آشنائے بہ آشنا نکند
وائے قسمت کہ آں سراپا ناز نظرے سوئے ما ز جا نکند
چیست تدبیر ہا کہ ہیچ طبیب مرضِ عشق را دوا نکند
در فراقِ تو دل چساں ای شوخ جامہ صبر را قبا[1] نکند
چکند ہر کہ دید روئے ترا سر بپایت اگر فدا نکند

دل عبث دادۂ باو باقر
خوبرو با کسے وفا نکند

بکن یارب دل افگارِ محمدؐ مدہ دردے جز آزارِ محمدؐ ۶
دلم را کن جنودارِ محمدؐ منوّر کن ز انوارِ محمدؐ
شکست ہنگامۂ خضر و مسیحا بدورِ روز بازارِ محمدؐ
خوشا چشمے کہ شد محوِ تماشا برخسارِ گہربارِ محمدؐ
چہ صحت بخشدم دارو ئے عیسیٰ مرا جانست بیمارِ محمدؐ
صبا بہر دل پژمردۂ من رساں بوئے ز گلزارِ محمدؐ
خدایا جلوہ اش بنما کہ ہستم بسے مشتاق دیدارِ محمدؐ
زمیں را آسماں خوانم کہ گردید بسے پامال رفتارِ محمدؐ
صماخِ گوش او شد حقۂ در شنید آنکس کہ گفتارِ محمدؐ

---

[1] قبا کردن بمعنی چاک کردن (بہار عجم) ۱۲

خدارا اے نسیم صبح یکره — بخوان حالم بسرکار محمد
نهان کن سوزن خود اے مسیحا — که دارم در جگر خار محمد
شفا بخشد به بیمارم بیکدم — نگاه چشم بیمار محمد
عطا کن اے خدا آن چشم پاکم — که باشد محو دیدار محمد
کسے بے بهره و محروم از تو — نشد اے رحم بسیار محمد
چه کم گردد که پرسد حال زارم — لب لعل شکر بار محمد
به امید یکه میدارم شب و روز — جبین سایم به در بار محمد

اگر خواهی مراد خویش باقر
بکن هر لحظه تکرار محمد

اگر یک ذره از کویت بدامانش غبار افتد — صبا چون نکهت گلها بهر سو مشکبار افتد
شب آن گل پیرهن در خانه ما جلوه فرماشد — به آن رنگے که در گلشن گزار نوبهار افتد
براهش نقش پا گشتم زبخت بد نشد هرگز — غبار مقدمش یکره بچشم انتظار افتد
هر آنکو میکند یکره تماشائے گل رویش — بهار باغ و بستانش زچشم اعتبار افتد
بگرد خط سبزت جنبش گیسو بدان ماند — که زنگی سیه مستے بسیر سبزه زار افتد
تلافی جدائی میکنم گر بعد مردن هم — گذار او یکے از ناز بر خاک مزار افتد
تماشایت یقین باشد اگر در روز محشر هم — بکام تلخی هجران چو وصلش خوشگوار افتد
فراق از درد دل اندر میان جسم و جان سهل است — مبادا هیچکس یارب جدا از بزم یار افتد

به تسلیم رضایش گر نسازد چون کند باقر
بدستِ غیر هر کس را عنانِ اختیار افتد

۸ خوشا سرے که خیالت در و یکیں گردد — نہے دلے کہ پے نام تو نگیں گردد
نمی رود ز علاج مسیح درد سرم — مگر کہ خاک درت صندلِ جبیں گردد
دہد فریب و فرستد بمن نویدِ وصال — ز سادگی من دلخستہ را یقیں گردد
تو واعظا بکن این قصہ مختصر کہ نشد — یکے ہزار ز پندِ تو دلنشیں گردد
عذاب تنگی گورش ہمی شود قسمت — چو کشتۂ دہنت دفن در زمیں گردد

جدا ز بزم خودم کردی و ندانستی
کہ حالتم بفراقِ تو این چنیں گردد

۹ چہ می پرسی ز احوالم چہ گویم داستانِ خود — عیاں چوں شمع میسوزم من از درد نہانِ خود
ز بس گردید صلحِ کل سرشت طبع بے کینم — ندارم فرقے اندر دوستان و دشمنانِ خود
اگر داند خضر ذوقِ براہت جاں سپردن را — ہمیساز د فدائے مرگ عمرِ جاودانِ خود
منم آن بلبل شیدا کہ دور از جلوۂ گلہا — ز آہِ آتشیں آتش زدم در آشیانِ خود

من و این دشتِ وحشت خیز یارب ہمرہاں افتد
جرس آسا ہمی نالم جدا از کاروانِ خود

۱۰ کسے مشاہدۂ صنعتِ الٰہی کرد — نظر بروئے تو چوں چشمِ صبحگاہی کرد
نداشت دست ز قتلم دو چشمِ سفاکش — نگاہِ شوق بسے گرچہ عذرخواہی کرد

صفائے آئینۂ طلعتِ ترا نازم — کہ مہ بہ پیش تو اقرار رُو سیاہی کرد
بعشقِ قانع بخونِ دلم نمی خواہم — غذائے خویش چو منعم زمرغ وماہی کرد
شدہ است دیدۂ نرگس ازاں سبب بے نور — کہ پیش چشمِ تو دعوی خوش نگاہی کرد
نبودہ است چنیں خشمگیں زعندلیبا
دلِ حزیں عبث اظہار بیگناہی کرد

۱۱ شب بے تو تا سحر دلِ شیدا طپیدہ بود — لختِ جگر ز دیدۂ پرخوں چکیدہ بود
جانا بیا بیا ز کجا میرسی بگو — شب باکہ بودۂ گلِ وصلت کہ چیدہ بود
در گوشۂ فراق نہ کس بود ہمنفس — ما بودہ ایم وایں دل حسرت کشیدہ بود
دور از رخت چگونہ قرارت بود بگو — آں خستہ کہ پہلوئے تو آرمیدہ بود
آبے نداشت باتنِ صافی تو یاسمیں — گلہا بہ پیش روئے تو رنگ پریدہ بود
رسوائے شہر گشت بہ عشق تو عاقبت — بیچارہ دل کہ گوشۂ عزلت گزیدہ بود
زاں نور عارضے کہ کند جلوہ در نقاب — خیل فرشتہ دامنِ عصمت دریدہ بود
چوں من کہ ہست بے ہنرے ہیچکارہ
تا باقر ایزدم بچہ کار آفریدہ بود

۱۲ گل کرد موسمِ گل رطلِ گراں تواں زد — ساقی صلائے عیشے در بوستاں تواں زد
تا کے علم بر اوجِ عیشِ جہاں تواں زد — از آہ گرم برقے دریں و آں تواں زد
در تنگنائے ہستی اے دل چہ مست خوابی — بیدر و خیمہ بیروں زیں خاکداں تواں زد

واعظ ز نطق عیسیٰ افسانہا چہ خوانی — حرفے ز لعل نوشش آن جانِ جاں تواں زد
از من ہمت شاں ہر مشکل است آساں — دستِ طلب بذیلِ صاحبدلاں تواں زد
آں جا کہ عشق بخشد معراج سربلندی
سر پا بذوق مستی بر فرقداں تواں زد

۱۳ خیالِ قامت او در دلِ افگار میگردد — بہ اندازے کہ گوئی سرو در گلزار میگردد
نظر کردہ بمن اے آنکہ از فیضِ نگاہِ تو — برنگ غنچہ و اصد عقدۂ دشوار میگردد
ندیدم جلوۂ رویت بخواب اے وائے محرومی — نصیبِ من کجا ایں دولتِ بیدار میگردد
زباں ہر چند وقتِ جلوہ اش گنگ است از حیرت — بعرضِ مدعا شوقم لبِ اظہار میگردد
برویش گریہ ہا ہر چند آبے میزند لیکن — کجا بختِ من از خوابِ گراں بیدار میگردد
نباشد دل چساں مشتاق اشعارِ خوشت باقر
کہ شیریں کام جاں زیں شیوۂ گفتار میگردد

۱۴ عشوہ و غمزہ و ناز و صفِ ترکانے چند — غارتِ کشورِ دل ساختہ ترکانے چند
جلوہ گاہِ رخِ خوبِ تو بود دیدہ و دل — دارم از دولتِ حسنِ تو پرستانے چند
ز دست روشن ہمہ دیر و حرم و خانۂ دل — یک فروغ است کہ شد شمعِ شبستانے چند
مطرب امشب بہ نے از نغمہ ام آہنگ دمید — کز دمِ گرمِ دلم سوخت نیستانے چند
نہ ہمیں کشتۂ نازِ تو عزیزِ مصر است — ہست بر گردون تو خونِ عزیزانے چند
اندریں فصلِ گل اے ناصحِ ناداں چہ کنی — پند تو بہ ز پئے توبہ پشیمانے چند

گاه در حلقهٔ زلف و گهے در چاه زنخ — یوسف دل شده زندانی زندانے چند
جلوه از ناز بفرما بسوئے منتظراں — تا فشانند به پائے تو دل و جانے چند
چند داریم نهاں راز محبت که زند — هر خدنگِ ثمرات زخم نمایانے چند
زهر باشد به مذاقش خود اگر تریاق است — نیست بیمار تو منت کشِ درمانے چند
وه چه نیرنگی عشق است که با دیدهٔ تر — دارم از زخم سنانت لب خندانے چند

باقر از بس نے کلکِ تو حلاوت بار است
آب گردند ز غیرت شکرستانے چند

۱۵ سوسن بچمن یاد گلِ روئے تو میکرد — سنبل سخنِ زلف سمن بوئے تو میکرد
زد تاب دگر رشتهٔ دیوانگیم را — هر شانه که مشاطه بگیسوئے تو میکرد
شد رشتهٔ پیوند گلوئے سر گردوں — آهے که اسیرِ خم گیسوئے تو میکرد
اے وائے که بیمارِ غمِ عشق تو از جاں — میرفت و ز حسرت نگهے سوئے تو میکرد
از سوزن عیسیٰ نه پذیرفت رفوئے — زخمیکه بدل غمزهٔ جادوئے تو میکرد

شد شیوهٔ تو بسکه تماشائے حسیناں
باقر دل شیدا گله از خوئے تو میکرد

۱۶ بهر بزمے نقاب از عارضِ خود یار بکشاید — بچشم عاشقاں صبحِ قیامت بار بکشاید
به بندد خوں ز غیرت در جگر صنعت چیں را — گره را چوں صبا زاں طرهٔ طرار بکشاید
مس آں میخوردهٔ رندم که از فیضِ نگاهِ من — برنگ غنچهٔ گلها در خمار بکشاید

فتد در خرمنِ جان و دلِ کروبیان آتش — به آه و ناله لب را چون دلِ بیمار بگشاید

به بندد بلبلِ دلخسته منقارِ ترنم را
بهر جا خامهٔ باقر لبِ گفتار بگشاید

۱۷

لب هر غنچه بگلزار اگر میخندد — دهنِ زخم من اینجا بجگر میخندد

چشم از حسرتِ دیدار تو خوں میگرید — زخم از شوق سنانِ تو شکر میخندد

نسبت طرفه به اضداد بود طبع مرا — خیر بر حالت من گرید و شر میخندد

گر زیان تر بود از برق اگر خود سبک است — غفلت آر انجرمِ تو شرر میخندد

گر کشاید دلم از جلوهٔ رویت چه عجب — لب هر غنچه به نزدیک سحر میخندد

مانده حیرت زده صاحب هنران در کارم — که همه عیبم و عیبم به هنر میخندد

باقر اندر سخنِ نغز حلاوت بارت
لذتی هست که بر شهد و شکر میخندد

۱۸

دل هر قدر که ناله و فریاد میکند — ترکِ جفا شعارم بیداد میکند

لعل لبش که خنده بحالم زند مگر — تدبیر واشدِ دل ناشاد میکند

هر مرغ خوش ترانه بگلهای دیر چمن — ذکرِ جفا شعاریِ صیاد میکند

نازش جفائے تازه و هر لحظه غمزه اش — قانون فتنهٔ دگر ایجاد میکند

نازد بخویش خوبی از و حق بدست اوست — گر ناز با چنین خداداد میکند

دستے کشاده ام که بدستِ سبو دهم — تا پیر میفروش چه ارشاد میکند

بر دوش بر فگنده یکے دام زلف را تسخیر صد ہزار پریزاد میکند
ہر لحظه آن نگار فراموش کار را
باقر عبث عبث دلِ من یاد میکند

۱۹ از درد دل نزار پس از مرگ رہا شد بیمار مرا کنج لحد دارشفا شد
دینداری و کفر است پئے کافر و دیندار ویں مذہب عشق است کہ مخصوص ہما شد
شد صبح قیامت بہ نظر جلوه گر امروز تا بند قبا از تن سیمین تو وا شد
بر شمس و قمر سکه زند داغ جبینش ہر کس بہ ارادت بدرت ناصیه سا شد
جانا بدل سنگ تو ہرگز نه اثر کرد از جوشن افلاک بروں تیر دعا شد
تا دامنِ او گرز رسیده است چه حاصل گر اوج غبارم ہمه بر اوج سما شد
فارغ شده از قید دو عالم دلِ شیدا تا بستهٔ آن سلسلهٔ زلف دوتا شد
شب بیتو ہمه شب مہِ من با تو چگویم بر جاں حزینم کہ چہا رفت و چہا شد
بر روئے حسینان جہاں باز نه افتد چشمیکه تماشائی آں حولقا شد
از باقر شوریده سرِ خسته چه پرسی
جاں داد بعشق تو براہِ تو فدا شد

۲ بہ نخلِ ایں چمن کے بلبلِ من آشیاں گیرد بر نگِ غنچه از تنگی دلم زیں گلستاں گیرد
تو در دستِ رقیباں میدہی مستِ خمائی را مرا از فرط غیرت آتش اندر مغز جاں گیرد
نشاں نخچیر میگیرد دخدنگ مرگ شادی را چو آں صید افگنم در دست خود تیر و کماں گیرد

زکهسار آمد ابر تو بهاراں کو سبک روحے — که در گلشن رسد مستانه ور طلِ گراں گیرد
زبس خو کرده ام بے لعل شیرین تو خو کردن — مرا اندر گلو حلوا بر نگِ استخواں گیرد
فغاں کز دور باشِ حسن حال دل به پیشِ او — بگفتن در نمی آید و گر گویم زباں گیرد

بسانِ باقرِ بیدل غریقِ بحرِ عصیانم
خدایا دستگیرے کو که دستِ بیکساں گیرد

۲۱ زفیضِ مقدمت جاناں گل از خاشاک میروید — زعکسِ قامت تو سرو ناز از خاک میروید
پریشاں سنبل از گل در هوائے کاکلت خیزد — بشوقِ جلوه ات گل با دلِ صد چاک میروید
ببیں تاثیرهائے انتظارِ بے شمارِ من — گل نرگس پس از مردن مرا از خاک میروید
مگر خوئے دلِ بیرا و کرده است دریوزه — گلِ جور و جفا کز گلشنِ افلاک میروید
گلِ عنابی سرهائے شهیدانِ وفا هردم — بشاخِ خنجرِ تو اے بتِ سفاک میروید
چناں در خاطرش رو کرد عشقِ من که تو گوئی — که تخمے در زمیں کارند و بر افلاک میروید
زچینِ او بروئیش هرچند زهر تلخ میبارد — ز شکر خندهٔ او هر نفس تریاک میروید
زبس بگریستم بے تو پس از مردن ز خاکِ من — بجائے نرگس ای جانِ دیدهٔ نمناک میروید

جدا سازد سرم چندانکه از تن شهسوارِ من
سرے دیگر زمیدم باقر از فتراک میروید

۲۲ محرمِ معنی صد شیوهٔ جادو گردد — غمزه چوں همدم آں چشمِ سخن گو گردد
چوں رخ قبله نما روئے سوئے تو کرد — دلِ سودا زده هر جا و بهر سو گردد

سایۂ گر فتد از وحشت حسام بہ چمن — سرو تمکین خرامش دم آہو گردد
نتواں رست ازیں سلسلہ ہرگز یارب — کس مبادا کہ اسیر خم گیسو گردد
قتلم از تیغ تو خود راحت جانست ولے — انچہ ترسم کہ نہ آں ساعد و بازو گردد
بنشیں ذرہ بہ پہلوش کہ بیمار ترا — حالتے ہست کہ پہلو نہ زپہلو گردد
تیغ بر فرق سر دیں مسلماں راند — شانہ چوں در خم آں کاکل ہندو گردد

جنبش ناز کجا عشوہ و انداز کجا
من گرفتم کہ مہ نو خم ابرو گردد

بکوئے تو بود گر در جہاں آسودگی باشد — بگرد کعبہ گشتن حاصلش فرسودگی باشد ۲۳
جمال عارض گلہا کشد آخر بنقصانے — ترا پیوستہ حسن روئے در افزودگی باشد
زآب زہد و تقوی شستہ شد دامن حریفاں را — مرا تا چند یارب خرقہ در آلودگی باشد
گدائے کوئے جاناں شو کہ کام دو جہاں یابی — بخود چیدن بتاج خسروی بیہودگی باشد
بابل فیض لازم میشود در دسر نقصاں — کہ شاخ صندلے پیوستہ صرف سودگی باشد

چہ حاصل از سجود کعبۂ ایماں کہ باقر را
نہادن سر بپایت مایۂ بہبودگی باشد

آنرا کہ نفس وبال باشد — کے خواہش ملک و مال باشد ۲۴
در مجلس دوست بادہ خوردن — در مذہب ما حلال باشد
زہرے کہ بہ آب خضر تست — در کام دلم ز لال باشد

دارد مزه که شهد و شنام — از قند لبت سوال باشد
قدِ تو که ثمرهٔ وجود است — در گلشنِ جاں نہال باشد
پنہاں نظرے بسوئے عشاق — زاں چشم چہ احتمال باشد
آنے و بفرقتت زمانے — غیرت دہِ ماہ و سال باشد
بیصرفہ بخود کہ ہمچو بادہ — خونِ ولمت حلال باشد
کن محو بغمزہ ہستیٔ ما — از ما اگرت ملال باشد
داری تپشے زیادہ امروز — شیدا دلِ من چہ حال باشد
شیدائے روئے و ابروتست — گر بدر و گر ہلال باشد

باقر تو مگر مرید عشقی
طرزِ سخنِ تو دال باشد

زنسیم نخل طوبیٰ نہ چناں رمیدہ باشد — کہ بسایۂ قد تو دلم آرمیدہ باشد
تو بیا بپائے نازش کہ مریض دردِ عشقت — بعدم شفا فت امشب خبرت رسیدہ باشد
نہ چگونہ پارہ زیں غم بلحد کنم کفن را — کہ بمرگ من گریباں چو توئے دریدہ باشد
تو عتاب ہا بقاصد بکنی و من بدل خوش — کہ بکام دل حدیثے زلبت شنیدہ باشد
بمذاق تلخ دارد مزہ نشاط عالم — دل ہر کہ لذتِ غم بجہاں چشیدہ باشد
ہمہ تن زجوش خجلت کند آب عطر گل را — عرقیکہ از جبینت زحیا چکیدہ باشد

نشد از قضا نصیبِ دل ناشکیب باقر

که بکامِ خود زمانے به برش کشیده باشد

۲۶ زبند دردِ هر آن دل که رسته می آید — زبند غمزه ات آخر شکسته می آید
چه جائے مرغ دلِ من که طایرِ قدسی — بدامِ حلقهٔ زلفِ تو بسته می آید
زبسکه بسته رهِ آنجا هجوم دل آن شوخ — زکوئے خویش بوں جسته جسته می آید
شکار افگن ما بین که دامِ زلف بدوش — بعزمِ صید من پا شکسته می آید

به بیں بگوشهٔ چشمش که سوئے تو باقر
زجلوه گاه دو عالم گزشته می آید

۲۷ در معنی بروئے صفحه چوں کلکِ من افشاند — نے کلکم را ستغنا به نیساں دامن افشاند
زبس گلچیں حسنِ گلعذارے بودہ ام گلشن — شود گر خاک من بادِ صبا در گلخن افشاند
برنگِ سبزهٔ خوابیده جان تازهٔ باید — هر آنکو جان بپائے آں بتِ نسرین تن افشاند
هلاکِ جلوهٔ آں شهسوارِ آسماں سیرم — که ماهِ نو دل و جان را بغربالِ توسن افشاند
دیت ها داده باشد شوخ سفاکم اگر یکره — شهیدانِ محبت را گلے بر مدفن افشاند
لبِ زیبِ مسی را چوں تبسم آشنا سازی — چمن زارِ ادا ها صد بهارِ سوسن افشاند
صفائے گوهرِ آویزهٔ گوشِ ترا نازم — که بر هر دانه اش عقدِ ثریا خرمن افشاند

هوادارِ صبا گردیده ام باقر که تا یکره
غبارِ مقدمش چوں سرمه در چشمِ من افشاند

۲۸ گشته دگر یه مرا مو چو رخِ یار سفید — پیش چشمم نشود ابرِ گهربار سفید

سوخت خونم زتف عشق بدانسان کمرا — تارهای رگِ جان گشته چو زنار سفید
می تواں ساخت بایں بخت سیاهت کهولا — بخت عاشق نشود چون دلِ بدکار سفید
ایں قدر از نشهٔ حسن سیه مست مشو — زانکه روزے شود ایں طرهٔ طرار سفید
عطر بیز است بدانسان که نگردد هرگز — پیش زلفِ سیهت نافهٔ تاتار سفید
از خیالِ خط سبزِ تو صفا یافت دلم — روئے آئینهٔ ما گشت ز زنگار سفید
قدر و قیمت نه نهد نقد دل و جان بر تو — چون شود پیشِ رخت روئے خریدار سفید

باقرا ایں از چه مقام است که کس را نشود
پیشِ رنگیں سخنت نغمهٔ گفتار سفید

۲۹ کافرِ عشق تو اے کاش دلِ زار شود — تارِ زلفت به گلو رشتهٔ زنار شود
چشم بالا کنم و جلوهٔ رویت بینم — تو سرِ بام مرا جا تهه دیوار شود
گرد آں مه چه عجب گر بنشیند اغیار — دیده باشی بچمن پهلوئے گل خار شود
اَمن از جمله بلا ها ز خدا میخواهم — غیر از عشق دگر هیچ نه آزار شود
کهنه زخمِ دل من به نکند هیچ دوا — خط سبزِ تو مگر مرهم زنگار شود
هفت دریا اگرش برخ و بر سر ریزند — طالعِ خفته محال است که بیدار شود
حرف باطل چه خیال است که گوید حق گوئے — گر چو منصور سرِ او به سر دار شود
چند ازیں درد بنالم که مرا نخلِ امید — سرو آسا نه گهے با ثمرو بار شود
چشمهٔ نوش بود لعلِ لبِ شیرینت — وه زلالے که دوائے دلِ بیمار شود

بس خطرناک بود وادیِ عشق تو چیاں — طے بہ بینم زمن ایں واہوئی پرخار شود
لذتِ می بہ چشی گر تو بہ رنداں زاہد — رہن میخانہ ترا جبہ و دستار شود
دست بردار زجور اے بت نیگیں دل من — چند ازیں پیشہ دلِ زار من افگار شود
بستہ ام رخت سفر جانب منزلگاہت — استلام تو کنم بخت من ار یار شود
پرحذر باش از آنم کہ مراد دل شب — گرم روسوئی فلک آہِ شرر بار شود
ناتوانی اگر این ست چہ گویم پس ازیں — بر درت آمدنم آہ چہ دشوار شود

باقر آزاد بود کے رسد آں وقت خوشے
کہ بدامِ سر زلفِ تو گرفتار شود

۳۰ شگفتن یکدمے زاں لعل خندانم نمی آید — علاجِ درد دل از آبِ حیوانم نمی آید
فراق از حد فزوں گردید و جانانم نمی آید — ندارم چارہ جز مردن کہ درمانم نمی آید
توانم داشتن در سینہ زارِ عشق را پنہاں — چہ سازم ضبط اشک از چشم گریانم نمی آید
بتقوی سر برافرازی بزہد خشک میبازی — بروز اہد کہ از تو بوئے عرفانم نمی آید
خوشا وقتے کہ شاخِ گل مرا بود آشیاں ہردم — دریں ویرانہ ہم بوئے زبستانم نمی آید
زدستِ وحشتِ دل نیست یک روزے بمن فرصت — کہ صد چاک از گریباں تا بدامانم نمی آید
چہ میپرسی زاحوالم چہ گویم با تو اے ظالم — چہ جورے کہ از دستِ تو بر جانم نمی آید
تو از حرفِ غلط بیجا فریبم میدہی قاصد — عبث گوئی کہ می آید کہ می دانم نمی آید

کجا شد غالبِ شیریں نوا باقر کہ آہ اکنوں

صدا زان طوطیِ هندِ خوش الحانم نمی آید

۳۱ سوئے من آن نگار بناز و داد ار رسید — نازد بخود دلم که بایں مُدعا رسید
مضمون عشق من چه قدر شهره شد بدهر — این قصه از کجا بکجا تا کجا رسید
جا یافت عاقبت دلِ محزون بکوئے دوست — بیمار و درد عشق بدار الشفا رسید
از فتنهٔ تطاولِ زلفِ تو قصها — با سنبل و بنفشه زباد صبا رسید
از خون من فدائے تو خوش بسته نگار — از باغِ دهر طرفه بدستت حنا رسید
شد بوسهٔ لبِ تو نصیبم هزار شکر — بیمار درد عشق به آبِ بقا رسید
دستِ تهی ززر دل خالی زمدعا — خوش دولتے زبخشش مولا بما رسید
جانا به تبت و ختن و چین — هر جا نسیم طرهٔ تو مشک سا رسید
آمد زیار نامه بخطِ شکستهٔ — بهر شکست خسته دلم مومیا رسید
اکنون زراهِ لطف چه جوئے نشان او — بیچاره خستهٔ تو بملکِ فنا رسید
آسان شود چه مشکلِ من چون نمی تواں — دستے بطرف دامنِ مشکلکشا رسید

باقر بخود بناز که امشب بخانه ات
زریں کله بپیتے مه گلگوں قبا رسید

۳۲ سحر گه چون زپهلوئے من آن دلدار برخیزد — نفس از سینه ام آهسته چون بیمار برخیزد
رسد تیغ قضا در دست جلادِ اجل هر گه — مسیح من زبالینِ من بیمار برخیزد
زلوحِ دل چسان بیرون برم نقشِ خودی یارب — خوشا وقتیکه از آئینه ام زنگار برخیزد

کسے کو مست افتاد است بیخود در سر کویت — کجا ممکن کہ روز حشر ہم ہشیار برخیزد
حذر از نالہ ام ظالم کہ سقف آسمان سوزد — ہراں آہ و فغانے کز دل افگار برخیزد

چناں رنجوری من گشت باقر در اثر کامل
کہ عیسی از سر بالین من بیمار برخیزد

۳۳ خوش طالع آں خستہ کہ بیمار تو باشد — فرخندہ اسیرے کہ گرفتار تو باشد
یک جلوہ دریں خانہ بفرما کہ دل من — آئینہ صفت طالب دیدار تو باشد
گر آبحیات است کہ سیراب نسازد — آنرا کہ جگر تشنۂ دیدار تو باشد
خوشتر بود از حقۂ یاقوت و گہرہا — ہر سینہ کہ گنجینۂ اسرار تو باشد
عیشے کہ بر در شک بر و راحت فردوس — آسودگی سایۂ دیوار تو باشد
وابستہ دل خستۂ عشاق چو گوہر — در ہر شکن طرۂ طرار تو باشد
نے ایں دل بیتاب کہ صد برق تجلی — فرسودۂ جولانگہ رہوار تو باشد
با شہد و شکر کار ندارد کہ دل من — لذت چش شیرینی گفتار تو باشد
محبوب شود ہر کہ محب تو بجاں شد — مطلوب شود ہر کہ طلبگار تو باشد
آتش فگن خرمن حسن مہ کنعاں — اے مہر لقا گرمی رخسار تو باشد
در قالب ایماں و تن کفر رگ جاں — کافر پسر ارشتۂ زنار تو باشد

باقر بغم عشق بکن گریہ کہ روزے
ہر قطرۂ اشکے دُر شہوار تو باشد

گفتم بلائے ہجر زسر وا شود نشد — سامان عیش وصل مہیا شود نشد ۳۴
ہر چند خواستم کہ چو گل از نسیم آہ — بشگفتہ غنچۂ دلِ شیدا شود نشد
دور از درِ تو مردم و بودہ است مدعا — در کوچۂ تو منزل و ماوا شود نشد
خونناب جگر چہ قدر خوردہ ایم آہ — تا انصراف دل سوئے مولا شود نشد
رفتم بہ بابِ رحمتِ او قفل بستہ بود — ماندم بہ انتظار کہ وا شود نشد
زیں داغ سوختم بلحد آہ تا شبے — شمعِ مزارم آں رخِ زیبا شود نشد
از بہر غارتِ دلم آمادہ گشتہ بود — آں لشکرِ مژہ کہ صف آرا شود نشد
صد مرحلہ مجاہدہ کردم بنفس خود — صبر از نظارۂ رخ زیبا شود نشد
از کوچہ ات نرفت تو ہر چند خواستی — دیوانۂ تو باد بہ پیما شود نشد
گفتم کہ فوج نالہ و فریاد و زاریم — با لشکرِ غمت علم آرا شود نشد
خوں شد ز بس طپیدن شہبائے انتظار — دل بیتو یکدمے نہ شکیبا شود نشد
بردم متاعِ دل ——— تا آں نگار مائل — سودا شود نشد

باقرِ دعائے ایں دل محزون بیقرار
امید داشتم کہ پذیرا شود نشد

کے جانب فردوس نظر داشتہ باشد — آنکس کہ بکوئے تو گذر داشتہ باشد ۳۵
دلتنگ بود غنچہ صفت در چمنِ دہر — ہر کس کہ چو گل خرمنِ زر داشتہ باشد
پروا نکند گر شکنندش چو سر زلف — سودائے تو ہر کس کہ بسر داشتہ باشد

آں برق جمال است کزو خیره شود چشم — آں کیست که او تاب نظر داشته باشد
در بحر رضا هر که در انداخت دل خود — از موج حوادث چه خطر داشته باشد

بے زحمت رفتار کند سیر دو عالم
باقر بوطن هر که سفر داشته باشد

۳۶ دل او را چه غم از گردش دوراں باشد — نظر هر که سوئے خواهش یزداں باشد
زخمی تیغ ادائے تو بود جن و بشر — کشتهٔ غمزهٔ تو گبر و مسلماں باشد
یک تجلی ز جمال تو ربایدازهوش — ناظر جلوهٔ تو موسے عمراں باشد
بر دو سر بگریبان خجالت - بالفرض — پیش روئے تو اگر یوسف کنعاں باشد
مرده دل را بسخن زندهٔ جاوید کند — لب نوش تو لب چشمهٔ حیواں باشد
یک وجب جائے بکوئے تو بپائے خستهٔ دلاں — خوشتر از ملک جم و تخت سلیماں باشد
زنده میدارد م امید وصالت ورنه — جاں سپردن بغم هجر تو آساں باشد
نیست ممکن شود از قید رها هر که چو من — بستهٔ سلسلهٔ کاکل پیچاں باشد
تو کجا و سر عشاق وفا پیشه کجا — این نه امریست که در حیطهٔ امکاں باشد
نیستی از نظرم دور که آئینهٔ بخط — عکس رخسار تو در دیدهٔ حیراں باشد

هر گز م روئے ارادت نتواں شد باقر
جز بآں کوئے اگر روضهٔ رضواں باشد

۳۷ روئے تو تا زلف به طرز عجب افتاد — گویا به ید قدرت زنگی حلب افتاد

با آنکه گناهی نه نمودیم ندانیم — کیں در دولت از من بکدامی سبب افتاد
چون حسن دل افروز تو در جلوه گری شد — در ملک عجم غلغله و در عرب افتاد
خوش بود دل من به تمنای تو اکنون — با رنج و تعب کار بهر روز و شب افتاد
تا در طلب نیست ز غمها ست فراغت — رحم است براں دل که بدرد طلب افتاد
از داغ غلامی تو شد جبهه نشان مند — عشق تو بدل اے شه اُمّی لقب افتاد

از رنج و الم داشت فراغے دل باقر
بیچاره رخت دید و برنج و تعب افتاد

۳۸ زمژگان و ز ابرو نیزهٔ و شمشیر میسازد — بجولان آمد و اقلیم دل تسخیر میسازد
بیا و سر بپا انداز پیران طریقت را — نگاه گرم پاکان قلب را اکسیر میسازد
برُوں از خانه چوں آید بت زنگیں عذار من — جهاں را از تحیر پیکر تصویر میسازد
دلا ضبط نفس فرما که عاشق را به پیش او — بیان مُدعا شایستهٔ تقریر میسازد
گهے خوں گرید و گه نالها سر میکند عاشق — کند تا مهرباں او را چها تدبیر میسازد
عجب نبود که سر را بر دم تیغ تو افشانم — که عاشق را غم جانانه از جان سیر میسازد
ز تیغ انتظارم میکشد از جانب کویش — چرا یک صید از آمدن تاخیر میسازد

تو کار خود بحق بسپار و از تدبیر فارغ شو
که باقر نظم کار دو جهاں تقدیر میسازد

۳۹ ز نور عشق چو دل را جلا توانی کرد — به یک نظر مس خود کیمیا توانی کرد

توئی که با خته بارقیب نرد وفا — چه ممکن است که با ما وفا توانی کرد
ز تیغ عشوه بکش یا به تیر غمزه بدوز — بکن هرآنچه تو ای دلربا توانی کرد
به چشم سر رسدت جلوه‌های عالم غیب — اگر تو دیدهٔ دل را جلا توانی کرد
تو غیرتِ لبِ عیسی مریمی لیکن — دوائی در دلِ من کجا توانی کرد
منم که حاجتِ خود را ز تو همی خواهم — توئی که حاجت ما را روا توانی کرد
ز فیض طینتِ لطف و کرم خوش است بکن — رعایتِ دل عشاق تا توانی کرد
نه آمدی دم نزعم ولی براهِ کرم — برائے مغفرتِ من دعا توانی کرد
هوائے بام تو میداشت دل بسر لیکن — مقام بر سرِ کوئے ز ما توانی کرد
ز بارگاهِ خدا جز خدا مخواه دگر — به بارگاه خدا گر دعا توانی کرد

تو طاعتے نه نمودی بشرط خود باقر
عبادتے که نمودی قضا توانی کرد

۸۰ تنت لطیف ز نسرین و نسترن باشد — قدو رخ تو خوش از سرو و یاسمن باشد
بصد لجاجتِ رضوان ز من رود در خلد — اگر بگلشنِ کویت مرا وطن باشد
بغیر نکهتِ زلفت نسازدم به دماغ — نسیم خود اگر از وادیِ ختن باشد
صفِ ملک به تماشا رود بهر بزمے — که عارضِ تو در آن شمع انجمن باشد
نسیم صبح چه سازم که واشدِ گل من — بفیض خندهٔ آن غنچهٔ دهن باشد
اگر جهان همه بیگانه ام شوند چه باک — گر آن یگانه صفت آشنائی من باشد

یکے بدولت وصلش اگر رسم باقر
زہے کرم زکرمہائے ذوالمنن باشد

۴۱ آمد گہے کہ آید و مہر و وفا کند — می بینمش کہ جور و ستم تا کجا کند
طفل است از خرام قیامت بپا کند — تا بعد ازین ز غمزۂ وا بر چہا کند
آوردم احتیاج بصد عجز بر درش — باشد ز لطف حاجت ما را روا کند
زاہد اگر بصومعہ بیند ادائے او — بیہش فتد ز پا و نمازش قضا کند
اکنوں کہ پا ز سیر فرو ماندہ خاطرم — خواہد کہ جا بکوئے تو چوں نقش پا کند
خواہد اگر بمذہب جم جا دہد مرا — خواہد بساط کلبہ ام از بوریا کند
نشتر شکن بقلب من آید نوائے عشق — کارم تمام مطرب شیریں نوا کند
نازم بہ ارجمندیٔ بخت خودم کہ دوست — ما را بزنگ سایہ نہ از خود جدا کند
باید بہ ہر کسے کہ بجوید رضائے حق — خود را باو سپارد و محو رضا کند

اذنے بدہ کہ باقر مسکیں بپائے سر
بر درگہ تو آید و بر تو دعا کند

۴۲ ایکہ ایام تو خوش دور ز غم میگذرد — تو چہ دانی چہ بہ من درد و الم میگذرد
گر بدریوزہ رسیدم بدرت رنجہ مشو — کہ گدا بر در ارباب کرم میگذرد
شرح حال غم شبہائے فراقت چہ کنم — موج اشک است کہ ہر شب بسرم میگذرد
ساکن عرصۂ ہستی چہ خبر میدارد — تا چہ بر سالک صحرائے عدم میگذرد

تو بخلوتگهِ دلهای خویش جلوه فروش — طالبِ روئے تو در رویِ حرم میگذرد
من بقربان خرامِ تو چها فتنه و شر — دم رفتارِ تو در زیرِ قدم میگذرد
کیست این بادشهِ حسن که در موکبِ ناز — با چنین شوکت و شان جاه و حشم میگذرد
کرسی و عرش بجان ناصیه فرسائے درت — رقمِ حکم تو بر لوح و قلم میگذرد
از خطِ پشت لبِ غیرت یاقوت کسے — رشکها بر خطِ یاقوت رقم میگذرد
هر که از کشمکشِ قید به اطلاق رسید — از حدِ عالمِ امکان بقدم میگذرد

باقرا تا بسر افتاد هوائے سخنم
فوجِ معنی است چو در ملکِ دلم میگذرد

۴۳ زان رخِ آئینه سیما ماه و پروین ساختند — نافهٔ آهوئے چین زان خط مشکین ساختند
دل پے نظارهٔ روئے حقیقت میطپد — شاهدِ حسنِ مجاز از بهرِ تسکین ساختند
شاهدِ مقصود در آغوشِ دلها جلوه داشت — جستن از دیر و کلیسا رسم و آئین ساختند
از لبِ معجز بیانت هیچ نکشاید مسیح — دارو ئے دردِ دلم زان لعلِ نوشین ساختند
جوهرِ جسمِ لطیفت جمله از سیم و زر است — تا چرا اے مهوشان از سنگ و رویین ساختند
فیضِ اصدق بے نیازم ساخت از دنیا و دین — آنکه سنگِ آستانش کعبهٔ دین ساختند

هر که باقر از خمِ تسلیم جامے در کشید
تلخیِ ناکامیش در کامِ شیرین ساختند

۴۴ مستغنیم ز فصلِ خزان و بهار کرد — سیماب وار هر که دلم بیقرار کرد

آں سرو چوں گذشت بگلشن بپائے او — فصلِ بہار خرمنِ گلہا نثار کرد
در کام ذوق تلخیِ ناکامیم نماند — تا مست ساقیم زمیِ خوشگوار کرد
از بادہ داشتم سرِ پرہیز ساقیا — مستانہ نرگسِ تو مرا میگسار کرد
از یاد او دمے ندہد روئے غفلتم — یادم مگر نہ آں بتِ نیساں شعار کرد
آسودہ بودہ ام زغمِ روزگار حیف — فکرِ دلِ شکستہ مرا سوگوار کرد
دلہائے عاشقاں شدہ پامالِ توسنش — جولاں بہ شیوۂ عجبِ آں شہسوار کرد

باقرِ خموش باش بہ تقدیر دم مزن
خوش کرد ہر چہ خواہشِ پروردگار کرد

۴۵ درد در دلِ عشق درجاں نمی‌نشیند — گل بہ گلشن در بہ عماں نمی‌نشیند
حاملِ بارِ محبت کس نہ بود — ایں بلا بر جانِ انساں نمی‌نشیند
تا بگردوں رفت موجِ اشکہا — چشمِ گریانم چو طوفاں نمی‌نشیند
ہر سخنہائے تو شیریں تر زقند — در دہانت شکرستاں نمی‌نشیند
گریہ در چشمِ عنادل کرد جا — خندہ در اہلِ گلستاں نمی‌نشیند
فتنہ و آشوب و طوفانِ بلا — سرمہ سا ں در چشمِ جاناں نمی‌نشیند
درد را میبرم کہ درد امان دارد — از کرم گلہائے درماں نمی‌نشیند
مرغِ دلہائے اسیرِ دامِ عشق — در کمندِ زلفِ پیچاں نمی‌نشیند
از خرامِ قامتِ رعنائے تو — فتنہا بر سرو بستاں نمی‌نشیند

آب رحمت بر سرِ اہلِ کرم خاک در چشمِ لئیماں ریختند

حضرتِ صائب بطرزِ ایں غزل
خوش غزل باقر بہ دیواں ریختند

۴۶ بوئے گیسوئے کسے باد صبا می آرد نکہتِ نافۂ آہوئے ختا می آرد
بس نیازِ دلِ بے صبر و تمنائے من است کہ ترا بر سرِ ایں ناز و ادا می آرد
میرسد بر سرم امروز مسیحا نفسم تا دلِ خستۂ ما را چہ دوا می آرد
از سرِ انگشت تو تا در کفِ دستت جا یافت سرِ خط خوں مس آں رنگ حنا می آرد
جاں سپردن برہِ دوست حیاتیست آید ایں فنائیست کہ تا حشر بقا می آرد
قدرِ ایں بادۂ گلرنگ چہ دانی زاہد صیقلے ہست کہ در سینہ صفا می آرد

باقر از سیلیِ سرپنجۂ افلاس منال
ذلِ فقر است کہ در ظلِ ہما می آرد

۴۷ ہیبت شاں رخت لشکرِ قیصر شکند زورِ بازوئے تو شاہا در خیبر شکند
لمعۂ روئے تو تاب از رخِ خورشید برد سطوتِ جاہ تو ہنگامۂ محشر شکند
توبہ آں شوکت و شانی کہ بہ پیشِ تو کجا کلۂ ناز بر خسرو خاور شکند
کثرتِ تشنہ لباں گاہِ صلائے کرمت کوزہ بر کوزہ لبِ چشمۂ کوثر شکند
من بہ پیشِ تو کمر بستہ بخدمت شب و روز وائے بر من کہ دلم دستِ ستمگر شکند
خسروا یک نگہے از سرِ لطف و کرمت نفسِ امارۂ ما چوں بتِ آزر شکند

ایکه تو در دل من خار ستم میشکنی — دست و بازوئے ترا حید صفدر شکند
مرہم زخم غم و رنج تو داری ومرا — نشتر درد و الم در دل مضطر شکند
یا علیؑ شیر خدا بندۂ خود را دریاب — تا کجا کار مرا چرخ تمگر شکند

در ہوائے صفت عظمت و شانت شاہا
بال پرواز خیال دل باقر شکند

جور گردوں ہر نفس مارا ز صد جا شکند — بخت واژوں در دل من صد تمنا شکند ۴۸
ہمچناں باشد براہ عشق لیلے گرم رو — قیس را در پا اگر صد خار صحرا شکند
کشتی خود را بطوفان بلا انداختم — چوں حبابش نیست غم گر موج دریا شکند
صنعت دست کہ باشد تا کند پیوند او — خود اگر دست قضا آئینۂ ما شکند
ماہ من چوں از مئی گلگوں برافروزد عذار — گرمی بازار حسن مہر و مہ را شکند
جز یکے نبود میان وحدت و کثرت وجود — چوں کسے عینیت گرداب و دریا شکند
از دماغ او فرو ریزد خمار احتساب — محتسب در بزم می گر جام و مینا شکند
در بزم شراب — چشم مست شیشۂ دل را مبادا شکند

گوہر مقصود می آید بدستش ہر کسے
پا بدامان توکل باقر آسا شکند

شب بشوق جلوۂ او دل بسے بیتاب بود — فرش راہ انتظارش دیدۂ بیخواب بود ۴۹
کرد مست و بیخودم طرز کلامت دلربا — ہر سخن از لعل تو گویا شراب ناب بود

از خدا میخواستم چون مدعا پیش نظر — قبلهٔ ابروی جاناں حلقهٔ محراب بود

سر بکف آمد دلِ من بر سرِ میدان عشق — رستمِ وقتِ خودش لو داشت یا سهراب بود

غوطها در موجِ اشکم خورد و چشمش وانشد — طالعِ شوریدهٔ من آنچنان در خواب بود

اے اجل افگندهٔ مارا کنون بر روی خاک — بسترم در زندگی از قاقم و سنجاب بود

من فدایش بوسهٔ او شد دوائے دل مرا — لعلِ نوشش قرصِ گل یا شربتِ عناب بود

شب عجب بزمے پُر از انوارِ حق دیدم بخواب — جلوه فرما یار بود و مجمعِ احباب بود

شب که در یادِ بناگوشش دو چشمم میگریست
دانهائے اشکِ من باقرؔ در خوشِ آب بود

۵۰ کسے ایں رتبهٔ وشانے ندارد — شود کس چوں تو امکانے ندارد

بطرزِ جامهٔ عریانیم بیں — که داماں و گریبانے ندارد

به تدبیرِ علاجِ ما مکوشید — مریضِ عشق درمانے ندارد

خوش آں خاطرِ جمعے که هرگز — سرِ زلفِ پریشانے ندارد

مترس از کس بیا در خانهٔ ما — درِ درویش دربانے ندارد

دلِ من از خدنگت هست خالی — خلیل امروز مهمانے ندارد

سراپا جرم او بیجرمئ اوست
که باقرؔ هیچ عصیانے ندارد

۵۱ عیش و نشاط عالم رنگِ بقا ندارد — مانند غنچه و گل بوئے وفا ندارد

رسمِ وفا نباشد در شهرِ خوبرویاں — آنکس که خوبرو شد مهرو وفا ندارد
بردار پرده از رخ بهرِ خدا که چشمم — بے دیدنِ جمالت نوز و ضیا ندارد
از زلف او که آرد چوں بوئے گل نسیمے — راہے خود اندر آنجا پیکِ صبا ندارد
آہستہ دشنہ راند تا جاں دہم بسختی — آں سنگدل ہلاکم آساں روا ندارد
اکسیر خاکساری کردہ است زرسِ من — بے دولت است آنکس ایں کیمیا ندارد
عیسی تو از علاجم آخر شدی پشیماں — گفتم که علتِ دل ہرگز دوا ندارد
گر بگذری بکوئیم بر دیدہ ات نشانم — کیں خانۂ محقر یک بوریا ندارد
از غمزہ جاں ستانی از عشوہ دل ربائی — کس ایں نمط ہمہ من ناز و ادا ندارد
چوں آں سخن که آید زاں لعل شکر بنیت — شیرینی و لطافت آبِ بقا ندارد
شاہنشہیست اصدق در ظلِ کفشِ پایش — تاثیر ایں سعادت بالِ ہما ندارد

غیر از خدا بگوید پیشِ که حالتِ دل
آنکس که ہمچو باقر غیر از خدا ندارد

۵۲

زتاب عارض گرمت نقاب میسوزد — زگرمجوشی وصلت حجاب میسوزد
زحسن و عشق تو دستانسرائے خوابم — مگو فسانہ که در دیدہ خواب میسوزد
ز رشک نکہت گیسوئے عنبریں کسے — بنافِ آہوئے چیں مشک ناب میسوزد
شبِ فراق زآتش فشانیِ شوقت — پسینہ ام دلِ پر اضطراب میسوزد
فشاں زلطف بہ نظارۂ رخت آبے — دلم بہ ہجر تو یا بو تراب میسوزد

چه بر لگم که لبِ نازکت چنان شیرینست — که حلق و سینه‌ام این شهد ناب میسوزد
ز سوز هجر به تنهائی آن چنان سوزم — که مرده در لحد اندر عذاب میسوزد
پیاله ز بوی خودم بده ساقی — که کام تشنه بشوقِ شراب میسوزد
چسان بسینهٔ من جا کند شکیب و قرار — که جان و دل همه از اضطراب میسوزد
بشوقِ وصل بنا گوش و گوشوارهٔ او — گهر به بطن صدف از عتاب میسوزد
محبت است چه آتش که در دلِ هر کس — فتاد یک شررِ او شتاب میسوزد
بیاد آن لب و چشمش اگر کشم دم گرم — بخلد چشمهٔ شهد و شراب میسوزد
ز جا روم نه به حسنِ بتان جلوه فروشش — دلم بعشق تو عصمت قباب میسوزد
بجای آب شرر ریزد از چشم چه دور — بدیده برق نگاهِ تو آب میسوزد
چه دلبری تو که در آتشِ محبت تو — هنوز طفلی و هر شیخ و شاب میسوزد

مپرس حال که باقر بعشق مشعلهٔ رخے
طپد دل و جگر از التهاب میسوزد

۵۳ گشاده بند قبا بیحجاب می آید — مه من است که مست شراب می آید
بدیده خون شود و میچکد برنگ سرشک — اگر به هجر تو یک لحظه خواب می آید
چه تیز میرسد از کوئے دوست قاصد من — مگر ز پیک صبا هم شتاب می آید
خیال جلوهٔ جانان و دوریش در قبر — فرشته ایست که بهر عذاب می آید
ز جذبِ عشق غبارِ رهت مرا از دور — برنگ سرمه بچشم پر آب می آید

بناز میرسد آن نازنین سوار بمن گروه خلق رواں در رکاب می آید

پیام وصل فرستاده ام باد باقر
به بینم از طرفش چون جواب می آید

۵۴

دردِ تو زدل هرگز بیرون نتوانم کرد آخر چه کنم دل را گر خون نتوانم کرد
زیباست سیه خالت در کنج لب میگون در باده و لیکن خوش افیون نتوانم کرد
این است اگر دوری از وصل محال است این کیں دیدهٔ پرخوں را جیحون نتوانم کرد
نازم کرمِ او را کز ناز بفرماید من عاشق بیدل را محزون نتوانم کرد
تو قصهٔ خود برگو لیلی صفتم گوید من گوش به احوالِ مجنون نتوانم کرد
هر انچه دهندم دل قانع بتوان بودن دانی ز حد قسمت افزون نتوانم کرد

میگفت حزیں باقر با عجز و ادب با من
یک شعر چو اشعارِ تو موزون نتوانم کرد

۵۵

بس خواستم ز دوست که مهمان شود نشد زینت فزائے کلبهٔ احزان شود نشد
چیں بر جبیں ز کینه شود گاه دیدنم یکدم ز ناز خرم و خندان شود نشد
دامن زند همیشه پئے قتل بے گناه گاهے ز شرم سر بگریباں شود نشد
من چوں کنم برودت تنهائیم بگشت آغوش گرم ازو به زمستان شود نشد
هر چند فکر کرد معالج ولے صحیح بیمار درد عشق ز درماں شود نشد
در وصل هم نکرده جدا پردهٔ نقاب در برکشیده خواستم عریاں شود نشد

از صدمهٔ فراق ز بیتابی و قلق — یکدم خموش این دلِ نالان شود نشد
نفسِ خبیث گشته بعصیان چنان دلیر — کز کثرتِ گناه پشیمان شود نشد
بد خود دلم نگشت ز عشقِ بتان نفور — این گر خواستم که مسلمان شود نشد

باقر بپا فتادم و بس خواستم ولے
یکذره مهربان دلِ جانان شود نشد

۵۶ کرد جا چون بدل از هیچ مداوا نرود — عشق درویست که از دار و عیسی نرود
تو چه زیبا بخرامی که به زیبائی آن — بر گلو خنجرِ بیدادِ تو زیبا نرود
جا گرفته است بکوئے تو غبارم زانسان — که بصد حیله چو نقشِ قدم از جا نرود
من اگر اذن تو باشد برکابِ تو روم — کس پئے سیر بقربان تو تنها نرود
تشنهٔ شربتِ وصلِ تو عجب تشنه لبست — آبِ خضر است اگر پیشِ لبش از جا نرود
پرده بردار ز رُخ بهرِ تماشا امروز — دلِ عاشق ز پئے وعدهٔ فردا نرود
قیدئ سلسلهٔ زلف تو گردید دلم — این چنان سلسلهٔ هست که از پا نرود
شوق وصلِ تو فتاده است بدانسان دل — که اگر خاک شود نقشِ تمنا نرود
سوئے جنت مگر از جبر کشندش ورنه — ساکن کوئے تو در خلد به عمدا نرود

از دلِ خویش بکن دور تمنا باقر
دل آگاه پئے هیچ تمنا نرود

۵۷ چون کسے رازِ محبت ز دل نهان کند — نشهٔ این باده اهلِ درد را عریان کند

پاک کن اشکِ مرا از چشم زان اندیشه کن
عالمے سازد خراب این قطرهٔ چون طوفان کند

چون ز دست نازنین خود بریزی دُرِ همے
هر لبِ زخمِ مرا مانند گل خندان کند

میکند از یک نگه دلهائے عالم صید خود
چون سمندِ ناز را آن شوخ در جولان کند

روشنیِ اهلِ دل هرگز نماند در لباس
شمعِ نورِ خویش در فانوس چون پنهان کند

حل عقدِ مشکلم سازد که از فیضِ نظر
مشکلِ ما را مگر مشکلکشا آسان کند

دشمن از تیغِ جفایت گر کشد باقر چه غم
زنده از اعجاز لب آن عیسی دوران کند

۵۸

هر خوبرو ز غصه بدل خار بشکند
چون آن نگار طرهٔ طرار بشکند

از جلوهٔ رخ تو حسینان عصر را
از جوش شرم گرمیِ بازار بشکند

کافیست گیسوئی تو پئے بستنِ دلش
زنجیر اگر بپائے گرفتار بشکند

هر لحظه غمزه ات بدلِ عاشق حزین
صد نشترِ الم پئے آزار بشکند

سر خوش ز نرگسِ تو چنان شد که رند مست
خمهائے باده را سرِ بازار بشکند

از لطف یکدو حرف ز بیمار پرسیت
تبهائے کهنه از تن بیمار بشکند

اے ترک آنچنان تو مسلمان نژادهٔ
کز غمزهٔ تو لشکرِ کفار بشکند

از مشک بیز نگهت و از بوئے جانفزا
زلفِ تو قدرتِ تبت و تاتار بشکند

مانند میل سرمه در آرد بچشم اگر
خار رهت بپائے طلبگار بشکند

تو آن گلی که در چمن آئی اگر بناز
از جلوهٔ تو رونق بازار بشکند

نازم به این خرام که از جوش انبساط — خلخال پای تو دم رفتار بشکند
من چون شکسته دل نه بمانم که روزگار — کار مرا چو زلف بهر بار بشکند
منصور اگر ز فیض نگاهم بر د نصیب — زنار کفر خویش سر دار بشکند
دلهای بسته وا شود از غنچهٔ دهن — چون قفل خامشی دم گفتار بشکند
از درد دل چو ناله کنم گنبد فلک — از یک شرار آه شرربار بشکند
از مستی نگاه تو در محفل شراب — ساقی پیاله بر سر میخوار بشکند
چون در رکاب تو نتواند رود ز چشم — شمشاد پای خویش بگلزار بشکند
آن کیست در زمانه بفرما که همچو من — شکر بهر سخن دم گفتار بشکند
فریاد زین ستم که مرا بند استخوان — از غیظ و غصه چرخ ستمگار بشکند
ما را چه غم که خدا ناخدای ماست — گو کشتیم به چشمهٔ زخار بشکند
یکره اگر کرشمهٔ چشم تو بنگرد — پیمان زهد زاهد دیندار بشکند
با شیم ما به عهد و به پیمان خود همه — صد بار اگر معاهده آن یار بشکند
گر بهر دیدنت سنگی بی‌ادب رود — پای نظاره دیدهٔ بیدار بشکند
بوده است قسمتم که فتاده است بر سرم — بارے که کوه را کمر این بار بشکند
پیش حلاوت سخن من چه دم زند — طوطی هزار قند بمنقار بشکند
هر کس شکست تن بدل اوست گردش — یارب ز گرز حیدر کرار بشکند
هر پارهٔ دلم بکف دست آن نگار — چون دانه در شکنجهٔ عصار بشکند

باقر عجب مدار ز تاثیر نالهام
مطرب اگر به بربط خود تار بشکند

۵۹ او بکاشانه چرا سرو چراغان دارد هر که از عارض تو شمع شبستان دارد
سنبل از زلف و ز عارض گل خندان دارد طرفه یاقوت لب و گوهر دندان دارد
چه بلا سیل سرشک است ز چشم درجوش کشتی نوح کند غرق چه طوفان دارد
از نگاهی ز دل خلق برد صبر و قرار طرفه سحر نظر آن نرگس فتان دارد
شربت خضر بود لذت یک بوسهٔ آن از لب آن شوخ مگر چشمهٔ حیوان دارد
داد بیداد که آن کافر بدکیش زکیش باز ترکانه سر قتل مسلمان دارد
پرده از مهر رخ او که تواند برداشت شوق نظاره عبث این دل نادان دارد
دلبری شیوهٔ ناز است و پی فتنه گری از دو گیسو مه من سلسله جنبان دارد
جوهر تیغ تو نازم که چسان از اثرش هر گل زخم دل من لب خندان دارد
میکند قصد هلاک من شیدا شب هجر شیر قالین صفت شیر نیستان دارد

نیست آسان شب من صبح بگردد باقر
طول چون روز قیامت شب هجران دارد

۶۰ ز نور روی تو هر دیده که روشن شد ز فیض یک نظرش خارزار گلشن شد
ز ناز بارخ روشن چو شد سوار سمند ز جلوه مشرق خورشید پشت توسن شد
نه بازگشت چو ره یافت چین طرهٔ تو خوشا ز بهر همای دلم نشیمن شد

متاع طاقت و صبر و قرار ما را سوخت نگاه گرم ز چشم تو برق خرمن شد
بقدر حوصله بخشند زاهد منزل ترا بهشت و مرا کوی یار مسکن شد
دلم ز پرده ازین ره کند تماشایت درون سینه ام از غمزهٔ تو روزن شد
پی نظارهٔ تو در چمن گل و سوسن تمام چشم بگردید و محو دیدن شد
بحال خویش خدایا بهند میلرزم خوش آن کسیست که او را مدینه مدفن شد
گهی که خلقت انسان ز آب و گل گردید تنت ز آئینه گشت و دلت ز آهن شد
هر آنچه داشت دلم از متاع هوش و خرد فدائے یک نگه آن نگار پرفن شد
توان مشاهدهٔ انقلاب دهر نمود کسیکه بود مراد دوست پیش دشمن شد

ز هوش رفت بیک جلوه رخت باقر
قد تو موسیِ ما را نهال ایمن شد

۶۱ اسیر زلف تو گشتم بلا همین باشد مریض عشق شدم ابتلا همین باشد
غبار مقدم او کرد دیده ام روشن ز کحل طور مگر تو تیا همین باشد
نهادهٔ لب رم تیغ و گفتهٔ چه ادا ست فدائے ناز تو جانم ادا همین باشد
برو نما دل و دین میکنی طلب آرے برائے همچو رخے رونما همین باشد
بدست صدمهٔ هجران سپردن عاشق طریق مهر و شعار وفا همین باشد
گهے ز لطف رساند شمیم طرهٔ او امید من ز نسیم صبا همین باشد
بشمع روئے تو پروانه ساں دهم جان را مراد خاطرم اے دلربا همین باشد

بکوئے دوست چو سہل طپیدن مردن عروج رتبۂ اہلِ وفا ہمیں باشد

زناز باقر دلخستہ را بکش در بر
پئے شکستن دل مومیا ہمیں باشد

۶۲

بہ تلخی میدہد جان و دلم تسکیں نمی یابد کہ ہم یک بوسہ زاں لعلِ لبِ شیریں نمی یابد
چہ رنگے ہست در رویت کہ رنگِ گل پرد از وے چہ بوئے ہست در زلفت کہ مشکِ چیں نمی یابد
تو داری سختیٔ در دل کہ مثلش سختی ہرگز اگر خواہد کسے از سنگ واز روئیں نمی یابد
بحسنِ خود بود شاداں بہ یکتائی بود نازاں کہ چوں خود خوبروئے آں بتِ خودبیں نمی یابد
حذر از غیر میدارد بمن سازد بنا چاری کہ یک عاشق چو من آں کافرِ بدبیں نمی یابد
بود سرگرم عشرت خسرو و با ایں مشقتہا متاعِ عیش را فرہاد از شیریں نمی یابد

بکامِ دل رسد اغیار از دست تو یا قسمت
مرادِ خویشتن را باقر مسکیں نمی یابد

۶۳

درد ہا میدہد و در پئے درماں نرود قاتلِ ماست کہ بر خاک شہیداں نرود
بر سرِ نعش من آئی تو اگر جلوہ کناں جاں محال است کہ در قالبِ بیجاں نرود
گر تو یکرہ نگری طرۂ خوباں زاہد از تو سودائے سرِ زلفِ پریشاں نرود
روشِ عرفی و جامی ہمہ سہل است ولے در رہِ حافظ ما ہیچ غزلخواں نرود
نیست روزم کہ بہ سودائے تو از دست جنوں تا بداماں مہ من چاک گریباں نرود
از جفائے فلک اے وائے چہ نالم کہ مبادا آفتے نیست کہ از گردشِ دوراں نرود

جذبهٔ عشقِ زلیخا بر وشش موئے کشاں یوسف از خود طرفِ مصر کنعاں نرود

دیں پناہ است زبس آں بت نصرانی من میل طبعش طرفِ ہیچ مسلماں نرود

از وطن دور فتادیم بغربت لیکن از دلم ہیچ گہے یاد عزیزاں نرود

بے رخِ شعلہ برافروز تو باشد نہ شبے کز دلم تا بفلک نالهٔ سوزاں نرود

ہر کہ شد بادشہِ ملک قناعت باقر
خاطرِ او طرفِ ملک سلیماں نرود

۶۴ تائب ز عشق ایں دلِ ناداں نشد ایں گبر خواستم کہ مسلماں نشد

در شوق سوختیم کہ آں ماہ رو مرا یک شب ز ناز شمع شبستاں نشد

بگریستم بسے بہ تمنا کہ روزئے یک بوسہ ازاں لب خنداں نشد

خونِ دلم شراب نمودم جگر کباب تا یک شبے بیاید و مہماں نشد

نازم ترا جنوں کہ بجوشِ تو دستِ من فارغ ز شغلِ چاک گریباں نشد

سوئیم ندید یک نظرے گرچہ خواستم گفتم کہ مہرباں دلِ جاناں نشد

چشمِ ترم نمود عیاں گرچہ خواستم رازِ دلم نہفتہ و پنہاں نشد

باقر بسے ز جوش ندامت گریستم
تا محو شستہ دفترِ عصیاں نشد

۶۵ تا بعشقِ یار بے پروا دلم دیوانہ شد خویش با من غیر گشت و آشنا بیگانہ شد

بسکہ در عشقِ سرِ زلفِ تو از جاں رفتہ ام پارہ ہائے استخوانم کاکلت را شانہ شد

تا دلِ بلبل شرارِ آتشِ گلها بسوخت — این دلِ دیوانه بر شمعِ رخت پروانه شد
بر همی رود داد تقوی را بدور نرگست — شیخ شهر افتاد مست و محتسب دیوانه شد
نے بشهرِ خویش تنها شهرهٔ عشقت شدم — در دیارِ دور و دست این قصه وافسانه شد
عارج بالم وصالم بعد صد رنج و تعب — باعثِ این شانِ رفعت همت مردانه شد
بسکه میگیریم بیادِ حلقهٔ گوشِ کسے — قطرهائے اشک چشمم گوهرِ یکدانه شد
میکنم یادِ تو و از بهرِ ذکرِ نامِ تو — قطرهٔ اشکِ مسلسل سبحهٔ صد دانه شد
گر بسوزد پاک زین آتش دل و جانم چه دور — سینهٔ گرمم زتابِ عشق آتش خانه شد

چون شد از خانقه ممکن حصولِ مدعا
باقر بیچاره آخر راهیِ میخانه شد

۶۶

دلِ زارم بعشقش مبتلا شد — چه شد ناگه گرفتارِ بلا شد
ز خوبان فتنه آرا کس چنین نیست — بلائے جان زخت نامِ خدا شد
بجز سوئیت ندارم هیچ میلے — دلم پاک از همه حرص و هوا شد
باین مهر و وفا جور و جفا ها — عبث دل بر تو ظالم مبتلا شد
برنگِ غنچه خوں شید دلِ من — بشوقِ آں بتِ گلگوں قبا شد
بگاهِ بوسهٔ آں روئے رنگیں — جبینِ او عرق ریز از حیا شد
بهر بزمیکه رفتی از سرِ ناز — بلند آنجا صدائے مرحبا شد
بلا خود بوده است آں دستِ رنگیں — بلا اندر بلا رنگِ حنا شد

بمرگِ من بمیرم الفتش را سیه پوشش از پئے رسمِ عزا شد
بشوقِ دست او خود نامهٔ شوق رواں چابک تر از پیکِ صبا شد

بنازم رافتِ او را که باقر
بحالم مهرباں بہرِ خدا شد

۶۷ چند دل از ستمت شکوه بیداد کند تا کجا از تو جدا نالہ و فریاد کند
به برد عرض شهیدان دل بیتاب اگر جنبشے نیز تہِ خنجرِ جلاد کند
عجبے نیست زلطف و کرمِ او که گہے جلوه آرا شود و خانه ام آباد کند
دل چو تسلیم نمودم همه لطف و کرم است هر قدر جور و ستم بر من ناشاد کند
پند ناصح که بود تلخ تو از گوشِ قبول بشنوی گر اثرِ سیلی استاد کند
چون فراموش ز دل کرد بایں زندگیم چه امید است پس از مرگ مرا یاد کند
فارغ از نقش و نگارم که خیالِ تو بدل کارِ صنعِ قلمِ مانی و بہزاد کند
مردم آنجا و شدم خاک ولیکن ترسم که صبا خاک من از کوئے تو برباد کند
هست امید ز ساقی که دریں بزم شراب یکدو جامے بمنِ خسته هم امداد کند

باقر از شیوهٔ جور و ستم یار مرنج
دل عشاق محال است که او شاد کند

۶۸ زاں لبِ نوش دل من مئے نابے نکشید ویں جگر تشنه ز تیغش دم آبے نکشید
غنچه ساں خوں نشود چوں دل حسرت آگیں کز رخِ لاله رخاں بند نقابے نکشید

چوں تواں دامن وصل تو کشیدن در خواب — ہر کہ در عمر برخ چادر خوابے نکشید
لبکہ بودہ است فسانؔ دیدہ دم خنجر تو — بسملت زود زجاں رفت و عذابے نکشید
وائے قسمت کہ دل خوش شدہ ام چندیں سال — خدمت پیر مغاں کردو ثوابے نکشید
لطف یکسو کہ گہے آں بت سفاک بمن — چیں برابرو زدہ ہم تیغ عتابے نکشید
کرد برباد ہمہ عمر بخلوت زاہد — در خرابات مغاں بادۂ نابے نکشید

باقرِ خستہ جگر تشنہ بحسرت جاں داد
یکدم از چشمۂ حیواں تو آبے نکشید

۶۹ دلم پامال رفتارِ تو باشد — ہلاکِ طرزِ گفتارِ تو باشد
خریدارِ تو صد ہمچوں زلیخا — زیوسف گرم بازارِ تو باشد
رہا گردد زہر قیدے ہر آنکو — اسیرِ زلفِ خمدارِ تو باشد
بنازم دولتِ بیدار بختے — کہ چشمش محوِ دیدارِ تو باشد
بسوزد آنکہ قصرِ آسماں را — دلا آہِ شرر بارِ تو باشد
بیا اے دل تواں با او نمودن — زہر جنسے کہ در بارِ تو باشد

بیا جانا بکن سودا کہ باقرؔ
بہ نقدِ جاں خریدارِ تو باشد

۷۰ یک ادائے تو بمن برکرمت دال نشد — ہیچگہ از طرفت پرسشِ احوال نشد
زخمیِ تیرِ نگاہِ تو نشد کو جگرے — واں دلے کو کہ زرفتارِ تو پامال نشد

لہ فسان بفتح اول سنگے باشد کہ کارد و شمشیر بدان تیز کنند (برہان قاطع)

داشت در پنجهٔ ادبار مرا نفس لعیں — نکبتے نیست که از زشتی اعمال نشد
میرا و ذرتو بصیرقه بسے تقوی و زہد — زاہدا ے وا ے که یک قال ترا حال نشد

باقرا رحمت حق باد بر آنکس که چو من
طالب جیفهٔ دنیا و زر و مال نشد

۷۱ زروئے جلوه آرائے تو روزم روضهٔ گل شد — شب من از سر زلفت خیابانے زسنبل شد
تو با شانِ غرورِ حسن آنجا محو استغنا — دل بیچاره اینجا کشتهٔ تیغ تغافل شد
بیا اینجا و مستی کن بذکر نام حق ہمدم — که در عشرتگهِ جاناں بلند آواز قلقل شد
مرا چوں دید گفتا از کجائی کیستی برگو — فدائے نازِ او جانم چه خوش گرم تجاہل شد
پرو بالِ عنادل در ہوا و سوخت در گلشن — بلند امشب مگر یارب شرارِ آتشِ گل شد
گہے طنازِ سروِ نازگاہے نعره زن قمری — گہے رخسار گل گردید گه فریاد بلبل شد

لب از فریاد بر بندم چساں ضبطِ نفس سازم
که دردِ فرقتش **باقر** فزوں تر از تحمل شد

۷۲ تا روئے رشکِ سوسنت از غازه گلگوں میشود — این چشم محوِ جلوه ات از گریه پرخوں میشود
یک نگاهِ ناز کن اے جان جاں تا به شود — ہاں از علاجِ عیسیم درد دل افزوں میشود
رو میشود عناب را از جوششِ غیرت سیہ — ہر گه ترا زیبِ مسی آن لعل میگوں میشود
با غیر تا دیدم ترا روزے بعشرت ساخته — در سینه داغِ غیرتم ہر روز افزوں میشود
روزے بدیدم زلف تو چوں ابر بر ماہِ رخت — ہر گه کنم یاد ایں ادا ایں دیده جیحوں میشود

بس کرده افزوں مستیم خالِ لبِ میگوں تو — هاں نشه بالا میشود درمی چوافیوں میشود
معشوقه عاشق میشود چوں پخته شد سودائے عشق — لیلی بکارِ عاشقی همرنگ مجنوں میشود
از مدتے لب تشنهٔ آبِ دمِ تیغ توام — وین خشکیِ کام و دهاں هر روز افزوں میشود

ما از سیه بختی خود باقر همی نالیم آه
تا تیره روزِ من چو شب زان لف شبگوں میشود

شب تاریک من از روئے تو پر نور شود — بے سر زلف تو روزم شب دیجور شود ۷۳
خط مشکیں لب یار چو بذکور شود — از پے زخم دلم مرهم کافور شود
توچنان بادشهِ کون و مکانی که شها — کفش خدام درت افسر فغفور شود
ذات حق چوں نفنا عین وجودت گردد — هر بُنِ موئے تنِ تو لبِ منصور شود
از فروغِ رخ پر نور تو گردد بیهوش — قامتت از پے موسی شجرِ طور شود
چند معمورهٔ بگردد ز نگاهش ویران — مست از باده چوآن نرگس مخمور شود
گر دهد حادثه اجزائے وجودم برباد — نیست ممکن خط عشق تو ز دل دور شود
از تهِ زلف اگر جلوهٔ رویت بیند — ماه در پردهٔ ابر آید و مستور شود
اے پسر غره مباشی بجوانی زنهار — که قریب است کنون مشک تو کافور شود

از غم و غصه نگردد به اجل چون نزدیک
هر که باقر نمط از انجمنت دور شود

شوقم براهِ عشق بکوئے تو میکشد — دامان دل گرفته بسوئے تو میکشد ۷۴

عذرم بنه که شدت بیتابی دل است — دستم اگر نقاب ز روئے تو میکشد
مستی چنان فسرد و مدبورت که محتسب — در مجلس شراب بسوئے تو میکشد
نازم باوج مرتبه تو که جبرئیل — از چاه زمزم آب وضوئے تو میکشد
سوزد ز غصه روئے حسینان روزگار — مشاطه غازه که بروئے تو میکشد
دوری از و نخواسته با آنکه صد عذاب — بیچاره دل ز آتش خوئے تو میکشد
صد در بروی کشاده ز فیض تو می شود — در شب دلیکه نعره هوئے تو میکشد

باقر بخود ببال که در جرم بوسه یار
زنجیر زلف بسته گلوئے تو میکشد

۷۵ سیه ابر آمد از کهسار و گلشن سبز و خندان شد — بیا ساقی بده جامے که فصل نوبهاران شد
چمن شد روضهٔ رضوان ز حسن عارض گلها — خیابان ارم از سرو گلشن را خیابان شد
تجلی گاه ایمن شد ز نورش کلبهٔ تارم — بگاه وصل در آغوش چون آن شوخ عریان شد
به هجر تو معاذالله دو چشم اشکبار من — ندانم بحر قلزم گشت یا دریائے عمان شد
بیاید بر سر من معذرت خواهان بحمدالله — که یارم از جفائے خود پس از عمرے پشیمان شد
مدام گوهر اشک است در دامن که میریزد — تو گوئی دیدهٔ دریا فشانم ابر نیسان شد
بهر روئے چو روئے گل چو بلبل میدهم جان را — دل من مشتهر در عشق در شهر حسینان شد
نه تنها غمزه و نازش ملائے اهل مجلس شد — بخوبی شهرت او آفت خلوت نشینان شد

ز راه راست دور افتاده یارب دستگیری کن

دلِ بیچارهٔ باقر اسیر مکر شیطان شد

۷۶
خیز و برگرد سرش گرد که دلدار آمد — بخت خوابیده به بین طالعِ بیدار آمد
نشو و حسنِ خدا داد بخلوت مستور — یوسفِ مصر ز کنعان سوئے بازار آمد
دوش مطرب غزلے خواند بصوت عجبے — که برقص از طربش هر در و دیوار آمد
صادقاں راست بصحبت اثرِ طرفه به صدق — که چو منصور انا الحق ز سرِ دار آمد
در رهِ عشق ندانسته نهاد ند قدم — کیست آنکس که دریں راه خبردار آمد
به تمنائے بنا گوش تو از چشم ترم — قطرهٔ اشک برنگِ درِ شهوار آمد
غافلاں را نبود بار بخلوتگهِ دوست — هر که آمد به ادب آمد و هشیار آمد
هر حدیثِ تو بدلها در صد فیض کشاد — حقهٔ لعل تو گنجینهٔ اسرار آمد

حذر از باقر دلخسته که آں سوخته جاں
در سر کوئے تو با آه شرر بار آمد

۷۷
اے خوشا آنکس که شب را با تو فردا میکند — خویش را در انجمن بهرِ تو تنها میکند
سیر از سیرِ دو عالم فارغ از کون و مکاں — پا بداماں کرده در کوئے تو ماوا میکند
در بروئے خویشتن بربسته از هر دو جهاں — بر مصلی کرده جا ذکرِ تو شبها میکند
در تمنائے تماشائے جمالِ روئے تو — خویشتن را خالی از دنیا و عقبی میکند
پائے در زنجیرِ غربت گه بود خلوت گزیں — چاک دامن کرده گاهے رو بصحرا میکند
از نگاهِ فیض خود میسازد احیائے قلوب — وز دمِ جاں بخش خود کارِ مسیحا میکند

باقرِ عصیاں شعارت از تو یارب کریم
حشر را در زمرهٔ ایشاں تمنا میکند

۷۸ نگهتِ زلف کسے باد صبا می آرد — نافهٔ مشک ختن از پئے ما می آرد
صورتِ شیخ فرود آر به آئینهٔ دل — صورتِ شیخ بدل نور و ضیا می آرد
دردمند آمده ام بر تو من خسته که درد — خستگاں را بدر دار شفا می آرد
گاه بر سر زنم و گاه بنالم اے وائے — بر سرم جور و جفائے تو چها می آرد
میرسد قافلهٔ یار سفر کرده مگر — مژدهٔ آمدنش بانگ درا می آرد
قطره از خوں دلم مال و تماشا فرما — که بپائے تو چه خوش رنگِ حنا می آرد
خنده زن شد چمن آمد بخرام ابر بهار — ساقیِ من مئی خورشید لقا می آرد
میرسد خرم و خنداں ز سر کوچهٔ یار — مژدهٔ وصل مگر پیکِ صبا می آرد
می رسد ساقی و با خود ز خرابات مغل — ساغر و شیشهٔ می نامِ خدا می آرد
هر که افتاد دریں دیر ندانم تقدیر — بکجا می برد ایں را ز کجا می آرد
سرو و گل تازه و تر شد بچمن فصل بهار — بلبل و فاخته را نغمه سرا می آرد
گر بکارِ تو فتاد عقده چه رنجی اے دل — رحمتِ حق ز پیت عقده کشا می آرد
فتنهٔ چشم تو نازم که یک دیدن او — بر سرِ ناله و فریاد مرا می آرد
جذبهٔ عشق مرا بیں که دلِ سنگ ترا — از سرِ جور سرِ مهر و وفا می آرد
زیب بستر بود و لیک نیاید به برم — چه بلائے بسر ایں شرم و حیا می آرد

میرسد عیسی مریم بسرِ من بینم کز پیِ درد دلِ من چه دوا می آرد
شرم از کردهٔ خود دار که باقر علت
هیچگاهی بدلت خوف خدا می آرد

۷۹ هر نفس از تو جدا ناله و آهم باشد گر نه پرسی تو مرا آه چه عالم باشد
هرگز از دردِ دلِ زار شفا ممکن نیست خود معالج اگرم عیسیِ مریم باشد
جانگزا هست بسی درد دل از فرقت تو هست بسیار فزون انچه کم از کم باشد
هرگز از قید بلا نیست رهائی ممکن هر کرا بند دل آن طرهٔ پرخم باشد
چارهٔ کار ندانم ز که پرسم چه کنم کز پیِ زخم دلِ خسته چه مرهم باشد
بر تنِ زار هر آن داغ که از هجر تو بود امشب از جلوهٔ تو نیز اعظم باشد
بندهٔ ناز توام هر چه بخواهی فرما سر تسلیم به پیشِ تو مرا خم باشد
حل هر مشکل من هست بدستت یا شیخ دستگیرم چو توئی پس چه مرا غم باشد
ضعفم افگند بکوئے تو وگرنه چو صبا تا ببامم تو پرم گر پر و بالم باشد
چه بگویم که ز جور و ستمت باقر را
آه هر روز و شب و نالهٔ پیهم باشد

۸۰ دلِ شیدا طلب روئے تو هر جا میکرد گه سوئے مسجد و گه رو بکلیسا میکرد
لب لعلِ تو که شب خنده چو گل وا میکرد دهن تنگ ترا شرح معما میکرد
من فدای لب لعل تو که از خنده دمی ناملِ خنده چو گل غنچه دلها میکرد

یاد آں عہد کہ در کوئے تو مسکین دل من — روز ہا شور و فغاں نالہ بہ شبہا میکرد
میکند خندۂ تو آنچہ کند شربت خضر — میکند لعل لبت آنچہ مسیحا میکرد
بود ز انجملہ دل خستۂ من نیز یکے — چشم فتاں تو چوں غارت دلہا میکرد
خوش رسیدی بسر وقت زجامے بنواز — ساقیا بس دل من میل بصہبا میکرد
توبہ کردم زمے ناب و پشیماں گشتم — ہائے او محو زدل کاوش غمہا میکرد
حالیا آہ بہ پیش کہ برم مشکل خویش — رفت آنکس کہ مرا حل معما میکرد
سجدہ گاہِ دل و دیں شیخ من و مرشد من — پیر اصدقؒ کہ علاجِ دل شیدا میکرد
گریہ میکرد چو شبنم چو سحر دیدۂ من — دہن زخم دلم خندہ چو گلہا میکرد

باقرِ خستہ زجاں رفت و نشد روزی او
بوسۂ کز لب لعل تو تمنا میکرد

۸۱ بندۂ عشق تو ام خلق خدا میداند — کشتۂ ناز تو ام جلّ و علا میداند
دلِ من زلف ترا دام بلا میداند — روئے پرنور ترا شانِ خدا میداند
عشوہ و غمزہ و شوخی ہمہ ختم است برو — نیست شوخے کہ چو او ناز و ادا میداند
انچہ بر ما گذرد پیش تو خواہد گفتن — حالتِ زار مرا پیک صبا میداند
دردِ عشق است کہ آورد بلب جاں حزیں — کیست آنکس پے این دَرد دوا میداند
دلِ آگاہ من خستہ رخ مہر و قمر — پیش خورشید عذارِ تو سہا میداند
گرچہ طفل است ہنوز دلبر من لیک چہا — شیوۂ ناز و ادا نامِ خدا میداند

دارم امید زلطفش کہ کشاید گرہے عقدۂ کار کہ آں عقدہ کشا میداند

از عتاب وستم وجور وجفا ہا بروئے
انچہ کردی تو دلِ باقر ما میداند

۸۲ دل من بیقرار میباشد بے تو سیماب وار میباشد
بلبلے ہمچو من بہ گلشن نیست گرچہ بلبل ہزار میباشد
دل پُراز درد و بیتو دیدۂ من دایماً اشکبار میباشد
چہ گنہ کردہ ام بگو کز من دل تو پر غبار میباشد
زلف تو دایما بخوشبوئی رشک مشکِ تتار میباشد
دل شیدا بدوریِ رویت دایما سوگوار میباشد
جائے زلفت برخ بود آرے برسرِ گنج مار میباشد

ہست باقر چہ رند میخوارے
دایما در خمار میباشد

۸۳ آں مہ تو جہے بمن اصلا نمیکند از یاد و مہر و دوستی ام یاد نمیکند
صد نامۂ نیاز فرستادمش ولے او نامۂ ز بہر من انشا نمیکند
میرم ستمگریش کہ خلقے بہ تیغ ناز از جاں ہلاک سازد و پروا نمیکند
صد بار میروم بدرش جبہ سا ولے دربان چہ کافرست کہ وا نمیکند
آں مست ناز ما است کہ در بزم میکشاں میلے بسوئے ساغر و صہبا نمیکند

صبر بسکوں ربودی و بازش نمیدہی — مسکیں دلم ز شرم تقاضا نمیکند
بخشند خلد و روضۂ رضوان اگر بہ او
باقر بغیر کوئے تو ما وا نمیکند

۸۴ دل سودا زدہ و شورش جانم دادند — چشم خونبار و دم شعلہ فشانم دادند
شکر للہ کہ ز فیضان نہانخانۂ غیب — معجز ناطقہ و سحر بیانم دادند
گلرخے سیم تنے سرو قدے مہ روئے — شاہدے غنچہ لبے موئے میانم دادند
آہ گرم و دم سرد و لب خشک و غم عشق — انچہ میخواست دل خستہ ہمانم دادند
از قد راست اگر ناوک دلدوز ترا — از قد خم شدۂ طرفہ کمانم دادند
زاہد از من مطلب رہروی حل و حرم — در ازل سلک رہ عشق بتانم دادند
باقرم با طرف خانقہ شیخ چہ کار
خدمت میکدہ و پیر مغانم دادند

۸۵ چو گرم جلوہ فرمائی بطرز دلربائی شد — دل زاہد بروں از قید رسم پارسائی شد
بر رخسار حسینان جلوہ ہا فرمود و شد پنہاں — چو آں خلوت نشین جانانہ گرم خودنمائی شد
نماند اکنوں بہ نزد من بہائے وصل او باقی — مرا دین و دل دیوانہ صرف رونمائی شد
ز فرقش تا قدم بحر لطافت میزند موجے — عیاں از صورت پاکش چہ شان کبریائی شد
تنش رنگیں چو گلگوں وصل شد از بوش آغوشم — ز نقش بوسہ ہائے من کف دستش حنائی شد
نہ چیدم یک ثمر از باغ حسن یار قسمت — دلم صد پارہ ہمچوں گل ز زور ذارسائی شد

نماند اندر جهان یک ذرّه سیم راستی باقی — دلش را با دلِ عاشق چو میلِ کج ادائی شد
شدم از سجده‌ٔ دیرو حرم مستغنی اے زاہد — سرم چوں بر درِ آں شوخ گرمِ جبہ سائی شد

زورِ دفترِ شش باقر ز جان رفتم بحمدالله
کز آزارِ دلِ شوریده ام اکنوں رہائی شد

۸۶ شب زینت آغوشِ من آں ماه لقا بود — هر گوشه ام از خانه پُر از نور و ضیا بود
نظارگیش غرقهٔ دریائے فنا شد — آں حلقهٔ نافِ تو چه گرداب بلا بود
ننمود جدا از رخِ خود پرده شبِ وصل — آں مایهٔ نازم چه قدر پُر ز حیا بود
از چاشنیِ زندهٔ جاوید بگشتم — گوئی که لعابِ دهنش آبِ بقا بود
بر من چه شوی خیره اگر روئے تو دیدم — آنکس که ترا پرده بر انداخت صبا بود
از دردِ دلِ زار زجاں رفت و شفا یافت — بیمار غمِ عشق نه محتاج دوا بود
هرگز بدو چشمم نکند جلوه بجز دوست — هر سو نگرستیم خدا بود خدا بود
میگشت نگاهم طرفِ گردشِ رویش — آرے طرفِ قبله رخ قبله نما بود
در رقص و طرب آمده لولیِ فلک شب — آں شوخ بطرزِ عجبے نغمه سرا بود
ما شکوه نداریم ازاں آنچه تو کردی — از جور و جفا مهر و وفا جمله بجا بود

دستے به سرش نه ز سرِ مهر که باقر
یک عمر بخاکِ درِ تو ناصیه سا بود

۸۷ دنیائے دنی اگر نباشد — غم نیست که خوبتر نباشد

بیصرفه بود دلا کشیدن — آهیے که درد اثر نباشد
از دشمن و دوست تا نخواهی — نفعے بمن و ضرر نباشد
حاصل چه شود ز چشم بینا — گر بر رخ تو نظر نباشد
درد از جگر و دلش چه خیزد — آنرا که دل و جگر نباشد
کن دانهٔ اشک من دُرِ گوش — جانا به ازیں گهر نباشد
خوں خود بودم ز زخم در جوش — حاجت پئے نیشتر نباشد
گر خانهٔ ماست خلد و دوزخ — باشد چو ترا گذر نباشد
عاشق دگر اند نیز دانم — دانی که چو من دگر نباشد
پیش که بنالم از تو اے وائے — هرگز به منت نظر نباشد
کو سوئے دیار عشق بازی — راهے که دران خطر نباشد
عشق است به گلستان عالم — نخلے که درو ثمر نباشد
درد اکه بمیرم از تپ دل — وز حال منت خبر نباشد
باشد بوجود خوش اقامت — گر سوئے عدم سفر نباشد
میلے چه کنی به سیم و زر کو — هم رتبهٔ پشه پر نباشد

باقر چه کنی هوس وصالش
قدر تو بایں قدر نباشد

۸۸ گوش کن حال دل دیوانه ام باید شنید — داستانم خوش بود افسانه ام باید شنید

برائمیدِ وصل خواند و موکشان کردم بروں — قصهٔ بیرحمی جانانه ام باید شنید
محتسب را بیں که مینا هم شکست و جام هم — هم بروں کرد از درِ میخانه ام باید شنید
سینه ام شبگافت و گردیدار طپید نهار بروں — طرفه احوالِ دلِ دیوانه ام باید شنید
می فزاید در دلِ عشاق ذوقِ تازه — در دلِ شب نعرهٔ مستانه ام باید شنید
مست شد از ساغرِ می چهره چوں گل بر فروخت — سوخت بر شمع رخش پروانه ام باید شنید
کهنه شد منسوخ گویا قصهٔ فرهاد و قیس — بهترینِ قصها افسانه ام باید شنید

گرچه رندم باقرا شبها پسِ دیوارِ من
ذکرِ تسبیح و ملک از خانه ام باید شنید

۸۹

بکامِ من فلک دوراں ندارد — بسوئے من گذر جانان ندارد
بیا بنگر گلِ حسنِ قدمیش — گلِ گلشن لبقا چنداں ندارد
برو عیسیٰ زنبضم دست بردار — مرا درد یست کاں درماں ندارد
نباشد گل رخے سیمیں تنے کو — دلے از سنگ و از سندان ندارد
بپیشِ جلوهٔ تو کیست کو چشم — برنگِ آئینه حیران ندارد
بود کانِ لطافت چوں گرآنشوخ — ز دُر دندان لب از مرجاں ندارد
نه خواهم جلوهٔ حورِ بهشتی — که ناز و غمزه چوں خوباں ندارد
بباشد ابر نیساں گرچه مدرار — چو من چشمِ گهرافشاں ندارد
خلیلم گرچه بس مهماں نواراست — ولے جز مفلسی ساماں ندارد

مرا باقر دلِ زاریست شیدا
که تابِ فرقتِ جانان ندارد

۹۰ ترا مسکین دلم شب یاد میکرد — ز دردِ دوریت فریاد میکرد
تغافل پیشه جانانِ من اے کاش — به یک دیدن دلِ من شاد میکرد
بدل میداشت گر یک ذره رحمے — چرا بر من چنیں بیداد میکرد
بجولان گاه شب اشهب همیراند — کفِ خاکِ مرا بر باد میکرد
دیار و شهر کاں بودے مقامش — بخوبی خلق و نو شاد میکرد
نه پرسی تو اگر حالِ دلِ زار — که پاسِ خاطرِ ناشاد میکرد
نشستے یکدمے گر پهلوئے من — دلِ ویرانه ام آباد میکرد

به درسِ عاشقی باقر بمکتب
عجایب بحث با استاد میکرد

۹۱ ز نیتِ آغوشِ من شب آں بتِ مه پاره بود — از نسیمِ عیش چوں گل غنچهٔ دل پاره بود
بیقرار از جوششِ دل بود دام سیماب وار — دوشِ زیبِ بستر م آں آتشیں رخساره بود
کام جاں شد شکریں از بوسهائے او مگر — لعلِ نوشینِ چو گلبرگِ تو شکر پاره بود
دیدمش بر بام و سرگرمِ تماشایش شدم — هر گلے از باغِ او چیدن گلِ نظاره بود
هیچ تاثیرے نشد از آه جانسوزم دَرو — گوهرِ دل از شکستن شیشهٔ صد پاره بود
بعد مُردن همچو طفلاں بود ام بر دوشِ غیر — جنبشِ نعشِ من اپئے جنبشِ گهواره بود

مائلِ بوس و کنارم بے حجاب و بے خطر شب بہ آغوشم بمستی آں بتِ میخوارہ بود

باقرِ دلخستہ را در جوشِ وحشت سر بسر
گرد باد آسا بدیدم در رہت آوارہ بود

۹۲

نشدم شاد چہ میباید کرد دلِ ناشاد چہ میباید کرد
کامراں شد چو ز شیریں خسرو گفت فرہاد چہ میباید کرد
دل آباد من اے وائے بہ عشق رفت بر باد چہ میباید کرد
پیش ازیں انچہ تو کردی با من جور و بیداد چہ میباید کرد
ملک الموت چو آمد ناگہ گفت شداد چہ میباید کرد
بار عشقت کہ گران است ازکوہ بر سرِ افتاد چہ میباید کرد
قامتِ یار و رخش میبایید گل و شمشاد چہ میباید کرد
ہیچ گاہے بسلامم صد حیف نہ کنی یاد چہ میباید کرد

داد خواہ آمدہ باقر تو اگر
ندہی داد چہ میباید کرد

۹۳

عاشقِ روئے تو از جان و جہاں میگذرد طالبِ کوئے تو از کون و مکاں میگذرد
نالہ پیہم ز دلِ ما و فغاں میگذرد چوں خدنگے کہ بصورت ز کماں میگذرد
اندریں دار فنا نام و نشانش باقیست ہر کہ در عشق تو بے نام و نشاں میگذرد
آں نہ برق است کہ بر اوج بہ بینی بتاب نالۂ ما بفلک شور فشاں میگذرد

بخت خوابیده بهوش آ و نظر کن سویش — کیست زین ره که چنین جلوه کنان میگذرد
خوش تماشا است بروئے قمر ابریست تنک — آنکه از حقه بروئے تو دخان میگذرد
پاسبانِ در خود گو که به بیند که بشب — کیست در کوچهٔ تو تلغره کنان میگذرد
تو چه داری خبر اے مست تغافل همه ناز — تا چه شبها بسر آه کشان میگذرد
دوش رفتی بچمن بلبل و گل گفت بشوق — که دریں باغ عجب سرو روان میگذرد
دولت وصل کجا ذکر تمنائے وصال — سخنے هست که گاهے بزبان میگذرد

نوجوانی شد و شد موسم پیری باقر
ها بهارے که برو باد خزان میگذرد

۹۴ هر خوبرو به پهلوئے خود خار بشکند — چون آن نگار طرهٔ طرار بشکند
از جلوهٔ رخ تو حسینان عصر را — از جوش شرم گرمئ بازار بشکند
کافیست گیسوئے تو پئے بستن دلش — زنجیر اگر بپائے گرفتار بشکند
هر لحظه غمزه ات بدل عاشق حزیں — صد نشتر الم پئے آزار بشکند
سرخوش ز نرگس تو چنان شد که رند مست — خمهائے باده را سر بازار بشکند
از ناز یکدو حرف ز بیمار پرسیت — تبهائے کهنه از تن بیمار بشکند
اے ترک آنچناں تو مسلمان نژاده — کز غمزهٔ تو شکر کفار بشکند
از مشک بیز نگهت و از بوئے جانفزا — زلف تو قدر تبت و تاتار بشکند
مانند میل سرمه در آرد بچشم اگر — خار رهت به پائے طلبگار بشکند

تو آں گلے کہ در چمن آئی اگر بناز — از جلوۂ تو رونقِ گلزار بشکند
نازم بایں خرام کہ از جوش انبساط — خلخال پائے تو دم رفتار بشکند
من چوں شکستہ دل نہ بمانم کہ روزگار — کارِ مرا چو زلف بہر بار بشکند
منصور اگر ز فیض نگاہم برد نصیب — زنار کفر خویش سرِ دار بشکند
دلہائے بستہ وا شود از غنچۂ دہن — چوں قفل خامشی دمِ گفتار بشکند
از درد دل چو نالہ کنم گنبدِ فلک — از یک شرار آہ شرربار بشکند

از مستیِ نگاہ تو در محفلِ شراب
ساقی پیالہ بر سرِ میخوار بشکند

۹۵ چو صبحدم دل خود رفتہ ام بہوش آمد — صدائے صل صلوٰۃ السحر بگوش آمد
بخواستم ز سرِ بستر و وضو کردم — زباں بہ نغمۂ تکبیر در خروش آمد
رخِ خودم بسوئے قبلہ کردہ استادم — دو دست من پئے تحریمہ تا بدوش آمد
نماز را بخشوع و خضوع کردہ ادا — نشستم و دل شوریدہ ام بجوش آمد
بذکر حق شدہ مشغول بودہ ام سرخوش — کہ ناگہاں بسر گوشم ایں سروش آمد
کہ گرچہ ہست نماز تو در شریعت راست — ولے نہ در خورِ مستانِ بادہ نوش آمد
نماز کن کہ دراں گم شوی ز ہستی خود — نمازِ عشق کہ حیرت وش و خموش آمد
بنوش بادۂ عرفاں و آں بود عارف — کہ راز غیب بدانستہ پردہ پوش آمد
رسیس شدم متحیر کہ چوں شوم عارف — کہ ناگہاں ز درم پیر میفروش آمد

پیاله داد بدستم که هاں بنوش ز شوق — طرب نُما که ترا وقت نای و نوش آمد
ببال بر خود و بر بخت ارجمند بناز — که بر تو رحمتِ یزدان حق بنوش آمد
سپاس دار که مشاطه‌ام ترا باقر
ز دست من ببرت یار حله پوش آمد

۹۶ بشوخی دامنِ خود بر میان پیچیده می‌آید — پریشاں کاکل دست و نظر دزدیده می‌آید
قبائے سرخ در بر غازه در عارض خنا بر کف — زهے چوں شاخ گل جنباں ز پا لغزیده می‌آید
ز دولت خانهٔ خود بر سرِ من در دلِ شبها — نقاب افگنده بر رخ از عسس ترسیده می‌آید
مگر از جانبِ جاناں پیامِ وصل می‌آرد — ز کوشش قاصدم شاداں بخود بالیده می‌آید
بسُویم چوں نمی‌آئی ز جوشِ غم مرا شبها — فغاں از سینه آه از دل سرشک از دیده می‌آید
به بزمش میرود شاداں دلِ شیدا نمیدانم — ز باغِ عارضِ آں گل چه گلها چیده می‌آید
بسے غلطیده در کویش نشد پامال رفتارش — دلِ حرماں نصیبم از درش رنجیده می‌آید
فلک را سینه بسگافد اگر آید بجانِ او — ازاں درد و تعب کان بر دلِ غمدیده می‌آید
خجل از کرده و از شومیِ خود منفعل یارب
بدرگاهِ تو باقر با قد خمیده می‌آید

۹۷ فدائے او که بکونین بادشاهی کرد — جهاں گرفت و بعالم جهاں پناهی کرد
بلند دبدبهٔ خسروش در آفاق — نظام سلطنتِ دو جهاں کماهی کرد
جبیں نهاد به امرش ز ذرّه تا خورشید — قبول طاعت او ماه تا بماهی کرد

سپاس و منت ایزد که در همه عالم — غلامیِ درِ آن شه مرا مباهی کرد
به هر دو کون چو خورشید سر بلندی یافت — کسیکه سجدهٔ آن عرش بارگاهی کرد
نشان پائے ترا سجده ریز جن و بشر — درِ ترا ملک و ملک قبلگاهی کرد

به نامرادی خود سازد دم مزن باقر
که هر چه کرد بتو مرضیِ الٰهی کرد

۹۸ مباز عشق که سیمین تنان بدل سنگ اند — جفا شعار و ستم پیشه مائل جنگ اند
ز ننگ و نام چه جوئی ز عاشقان کین قوم — ز دست داده ناموس و نام و ننگ اند
خوش آن کسان که بیاد دو چشم و سبز خطت — ز شاربان می ناب و خونگر بنگ اند
مقیم کوئے تو هر چند خوش دل اند ولے — ز دست جور و جفائے تو عاجز و تنگ اند
ز درگهِ تو اسیرانِ حلقهٔ زلفت — روند چون که به کوئے تو پائے در سنگ اند
اگر بحسنِ تو سنجند خوبرویان را — فدائے تو که بحسنِ تو سنگ پا سنگ اند
قیاس سیرت پاکان بخود مکن کینیاں — بصلح بادگراں و بخویش در جنگ اند
مخور فریب که این زاهدان ریش سفید — اسیر سلسلهٔ گیسوان شب رنگ اند

ز دوستان جهان باش پُر حذر باقر
عدو به باطن و در صورت آشنا رنگ اند

۹۹ مرا که تشنه لب افتاده ام ایاغ دهید — بخانهٔ دل تاریک من چراغ دهید
بهار میرود و فصل گل دماغم نیست — به یک دو ساغر پر باده ام دماغ دهید

کجا فتاد و کجا شد ازو نشانے نیست رو ید و از دل گم گشته ام سراغ دهید
شکسته بال و پر افتاده ام درون قفس مرا ز خانهٔ صیاد جا ببا غ دهید
کنید بیخودم اے ساقیان بزم حضور ز کار دین و ز دنیا مرا فراغ دهید

صفیر خامهٔ باقر بمدعی به برید
نوائے بلبل دستانسرا بزاغ دهید

۱۰۰ ز راهِ قرب دور افتی اگر ز رنگ ریا باشد حضوری میکنی حاصل اگر صدق و صفا باشد
صفیرم کس نمیشنود منم تنها درین گلشن نباشد بلبلے اینجا که با من همنوا باشد
ز عکسِ آن تنِ رنگیں که تا باز از لباسِ تو شود روشن که برگِ گل ترا زیر قبا باشد
ز بزمت دیر می آید ز بخت نارسا نالم شود پے پائے رفتارش اگر قاصد صبا باشد
رُبا ید خنده ات هوش و نماید غمزه ات بسمل کرا اے جان جاں جز تو چنین نازو ادا باشد
چرا اے من بقربانت زمن بیگانه میگردی که تو در هر اگر جوئی نه چوں من آشنا باشد
شهید نازِ او باشد بخاکش هر طرف رقصاں زمین کوچهٔ جاناں زمین کربلا باشد
ز مژگانش همی رُوبم که خاکِ آستانِ او بفرقِ سر بود صندل بدیده توتیا باشد
توئی گر عاشقِ صادق ز جورِ او منال اے دل بخنبِ عاشق بیدل چهارنج و بلا باشد
اگر خوں ریختی ما را میندیش اے بت کافر که قتلِ عاشقِ بیدل بمعشوقان روا باشد

به دردِ عشق محبوبان مبادا هیچ کس یارب
برنگِ باقرِ بیدل اسیر و مبتلا باشد

۱۰۱
عاشقت ناله از بلا نکند — میرد از درد دل دوا نکند
چون منِ سادهٔ دل مسلمان را — عاشقِ روئے تو خدا نکند
انچه تو کردهٔ بمن جانان — آشنائے به آشنا نکند
اوست مالک چه تاب شکوهٔ اوست — حاجتم را اگر روا نکند
گه زند تیر و گه سنان در دل — عشوه و غمزه ات چها نکند
میدهد جان دلم بنا کامی — پیش تو عرض مدعا نکند
ملک دل شد خراب و بیا کم — توبه از جور و از جفا نکند
تاب دیدار من ندارم و او — نظرے سویم از حیا نکند
دیگران مال و زر بیفشانند — دیں گدا جز بسر فدا نکند
شاهدِ تو خلاف مطلب تست — خضر مقصود رهنما نکند

مشکل خود کجا برد باقر
گر به پیش تو التجا نکند

۱۰۲
دلم از نعرهٔ خود بیخود و در حال میباشد — نه چون صوفی بر قص از نغمهٔ قوال میباشد
دران شبها که با شد آمد آن شوخ رقاصم — دو گوشم فرش راه نغمه خلخال میباشد
چه حاجت با شراب و ساغر و مینا بود مارا — ایا غم از شرابِ عشق مالا مال میباشد
دلا بے روزه بودن خوش بود از صوم آن اصلم — که در رمضان بشوقِ آمدِ شوال میباشد
بیادِ حق بمان هر دم ازو غافل مشو هرگز — که ابلیست همیشه در پئے اضلال میباشد

زضبطِ گریه تو انی نهفتن راز عشق ای دل که ظاهر صورتِ انسان به باطن دال میباشد

به بر دارش به ایمان از جهان یارب که باقر را
بدل خوفِ سعیر و دهشتِ اغلال میباشد

۱۰۳ دل دامنم بجانب کوئے تو میکشد شوقم بهر زمانه بسوئے تو میکشد
واعظ بمجلسِ تو کند کار مطربی زاهد بزم باده بسوئے تو میکشد
آشفته شد مزاج زنازک مزاجیت دل صد هزار تندئ خوئے تو میکشد
صد چاک میشود دل من همچو شانه ات مشاطه شانه را چو بموئے تو میکشد
از دور جلوهٔ تو عیان دیدمے ولے زلفِ سیاه پرده بروئے تو میکشد
ما از کجا و طوف حریمت شهنشها این بنده پروری تو سوئے تو میکشد
از کس چه حاجت است که پرسم نشانِ تو ما را براه قرب تو بوئے تو میکشد

باقر که بندهٔ تو بود چون فقیر ست
بر درگهِ تو نعرهٔ هوئے تو میکشد

۱۰۴ دل خستهٔ اندازهٔ رفتار تو باشد جان شیفتهٔ لهجهٔ گفتار تو باشد
نازم بجمالِ رخ خوبِ تو که یوسف جان باختهٔ گرمیِ بازار تو باشد
تیغیکه ازان ریختهٔ خون غریزان تیغ دو دم ابروئے خمدار تو باشد
از دهر بود فارغ و از قید دو عالم آزاد بود هر که گرفتار تو باشد
رو می نکند جانب رضوان که دلم را آسایشے در سایهٔ دیوار تو باشد

دارد صدف سینه پُر از گوهر مکنون رندے که دلش محرم اسرار تو باشد
جانا سبب رفعت سر پائے بلنداں پامالیِ جولانیِ رہوار تو باشد
کے مائلِ نظارۂ خوباں شود آں چشم کز جان مہ من طالبِ دیدار تو باشد
من گم شوم از خود چو بیایم بخبر تو اے خوش دلِ آنکس کہ خبردار تو باشد

ہر تیر جفائے زکماں سر شود م گفت
باقر ہدفش سینۂ افگار تو باشد

۱۰۵ بسوئے خانہ ام آں شوخ امشب بیحجاب آمد برفتن پائے او لغزاں عجب مست و خراب آمد
دو روزے بود ہام موجود و معدوم کنوں ہستے مرا ایں ہستی موہوم در رنگِ حباب آمد
بہار آمد زند گل خندہ و بلبل زند چہ چہ بگلشن سرو من با طرب و چنگ و رباب آمد
بنازم طالعِ خود را بدیدم جلوۂ رویش مرا ایں دولت بیدار خود امشب بخواب آمد
بملکِ دلبری شاہی تعالی اللہ چہ زیبائی کتابِ حسنِ خوباں را جمالت انتخاب آمد
بمضمونِ فراقِ او نوشتم نامۂ شوقے خطم ناخواندہ با قاصد زجاناں بجواب آمد
مگر مشاطہ واکردہ است زلفِ عنبرینش را مشامم را ز کوئے او چہ بوئے مشکناب آمد

بحالِ زار او رحمے کہ مسکیں باقرِ بیدل
بہ بزمت با دلِ نالاں و با چشمِ پر آب آمد

۱۰۶ چہ عبث فغاں و آہے کہ دراں اثر نباشد بروم ز جاں پئے تو و ترا خبر نباشد
تو و صحبتِ رقیباں بنگر بحالِ زاراں کہ مرا بعشق رویت ز کسے خبر نباشد

چه سُریں که کوهِ سیمیں چه میان که تار زلفت — نه چنیں سُریں بخوبی و چناں کمر نباشد
ره عشق را نبازم که مصوّن بود ز آفت — به چنیں رهے قدم زن که دران خطر نباشد
به تمنّیٔ وصالت من و صدمهٔ فراقت — شجریست نخل عشقت که در و ثمر نباشد
همه شب بکنج غرلت نظرِ من است و راهت — چه کنم بحالِ زارم که ترا نظر نباشد
چه کنم نعیم جنّت چمنِ ارم چه سازم — بفراز بام وصلت اگرم گذر نباشد
تو علاجِ دردسر کن سرِ من جدا ز تن کن — چو جدا شود سر از تن خلشے دگر نباشد
مئے ناب ده تو ساقی که بود علاجِ دُردم — که مے است آں دوائیکه در و ضرر نباشد

بکف است نقد همّت ز عطائے دوست باقر
ز روسیم در کفِ من چه شود اگر نباشد

۱۰۷ فروغ رُوئے تو جانا در انجمن باشد — چنانکه شمع فروزنده در لگن باشد
زمین کوئے تو از خوں کشتهٔ نازت — همیشه منبت نسرین و نسترن باشد
مرا که جورِ عزیزاں رساند جاں بلب — بطبع کربتِ غربت به از وطن باشد
گلِ شگفته ز غیرت همیں شود غنچه — ز ناز چوں لبِ لعلِ تو خنده زن باشد
چو غیرِ حق نبود در دلِ شکسته چه دُور — سفر بخلوت و خلوت در انجمن باشد
ز قدر و قیمت حُسنت چه کم شود شیریں — که زینتِ کفت از خوں کوهکن باشد
مریز در تهِ خاک آبروئے من یارب — نهاں ز شرم چو رویم تهِ کفن باشد
میان ما و صنم ز اختلاف ملّت و دیں — تفاوتیست که در شیخ و برهمن باشد

بکیش من نبود امتیاز دشمن و دوست کسیکه دشمن من شد عزیز من باشد

توخورد سال تراقدر بایدش شناخت
که باقر تو ترا عاشقِ کهن باشد

۱۰۸ جانم بہ رجا و بیم باشد بر جادهٔ مستقیم باشد
جز بے تو سخن بکس نازم گر ہمسخنم کلیم باشد
من جز درِ تو نہ جا پذیرم گر خلد و گر نعیم باشد
ترسی چہ ز پُرسشِ عملہا رب تو دِلا کریم باشد
بختت نبود اگر بکامت خامش کہ خدا حکیم باشد
اے طبع حکیم شو معالج نبضِ قلبم سقیم باشد
از خنجرِ غمزهٔ تو ظالم زخمی دلِ من دونیم باشد
در عشق جدا ز نام و ننگم از طعن کسے چہ بیم باشد

باقر تو بکجا و عشقبازی
شانت بجد اعظیم باشد

۱۰۹ شمع من جلوه کنان چون ز میان برخیزد دود آه از دل من شعله فشان برخیزد
عاشق خسته ز بزم تو ز بیمهریے تو از سر حسرت و غم اشک فشان برخیزد
جان دہد ہر کہ جگر سوختهٔ وصلت دوست روز محشر ز لحد تشنه دہان برخیزد
عاشقِ روے ترا گر سوے جنت طلبند نیست ممکن ز درت شیفته جان برخیزد

هر کز این سیر جهان رسته نشیند بدرت — زین و آن فارغ و از کون و مکان برخیزد
پشت پا گر بزنی بر لحد کشتهٔ ناز — از تهِ خاک که بیتاب و توان برخیزد
همچو سیماب بغلطم به سر بستر خویش — چون مه من ز برم جلوه کنان برخیزد
گرچه چشمم نزند آب بر ویش بنجتم — ممکنی نیست که از خواب گران برخیزد
میزند دم ز تو کل عبث آن گرسنه چشم — کز سر بستر خود از پی نان برخیزد
اے خوشا حال که سودا زده مات روز نشور — از لحد نعره کنان جامه دران برخیزد
آتش عشق بدل هر که بجوشد به سحر — همچو از در زدهن شعله نشان برخیزد
کشور دل چو شود تخت گه شاه یقین — لشکر شک برود فوج گمان برخیزد
انکه یکسان بودش ماضی و هم مستقبل و حال — از سر سرمد و هم دهر زمان برخیزد

باقرا از تلخی ایام نشسته است حزین
وقت این است که مسکین ز میان برخیزد

۱۱۰ آمد بگهے که آید و مهر و وفا کند — می منبیش که جور و ستم تا کجا کند
طفل است از خرام قیامت چه باک کند — تا بعد ازین ز غمزه و ابرو چها کند
آوردم التجا بصد عجز بر درش — باشد ز لطف حاجت ما روا کند
زاهد اگر بصومعه بنهاد اے او — بیهش قدر ز پا و نمازش قضا کند
اکنون که پا ز سیر فرو مانده خاطم — خواهد که جا بکوے تو چون نقش پا کند
خواهد اگر بمسند جم جا دهد مرا — خواهد بساط کلبه ام از بوریا کند

نشتر شکن تقلب من آید تو اے عشق کارم تمام مطرب شیریں نوا کند
نازم برار جمندی بخت خودم که دوست مارا برنگ سایه نناز خود جدا کند
باید به هر کسیکه بجوید رضای حق خود را باو سپارد و محو رضا کند

اذنے بده که باقر مسکین بپای سر
بر درگه تو آید و بر تو دعا کند

کافر عشق تو اے کاش دل زار شود تا ز زلفت بگلو رشته زنار شود ۱۱۱
چشم بالا کنم و جلوه رویت بینم تو به سر بام و مرا جاته دیوار شود
گرد آن مه چه عجب گر به نشینند اغیار دیده باشی که بگرد چمن پهلوے گل خار شود
من از جمله بلا ها ز خدا میخواهم غیر از عشق دگر هیچ نه آزار شود
کهنه زخم دل من به نکند هیچ دوا خط سبز تو مگر مرهم زنگار شود
هفت دریا اگرش برخ و بر سر ریزند طالع خفته محال است که بیدار شود
حرف باطل چه خیال است که گوید حق گوے گرچو منصور سرا دار بردار شود
چند ازین در دبنالم که مرا نخل امید سر و آسا نه گهے با ثمر و بار شود
چشمه نوش بود لعل لب شیرینت ده زلالے که دوائے دل بیمار شود
بس خطرناک بود جاده عشق تو چنان طے به بینم ز من این وادی پرخار شود
لذت می بچشی گر تو برندان زاهد رهن میخانه ترا جبه و دستار شود
دست بردار ز جورائے بت سنگین دل من چند ازین تیشه دل زار من افگار شود

بستہ ام رخت سفر جانب منزلگاہت — استلامِ تو کنم بخت من اریار شود
پر حذر باش از آمدم کہ مراد دل شب — گرم رو سوے فلک آہ شرربار شود
ناتوانی اگر ایں است چگویم پس ازیں — بردرت آمدنم آہ چہ دشوار شود

باقر آزاد بود کے رسد آں وقت خوشے
کہ بدامِ سر زلفِ تو گرفتار شود

۱۱۲ زتیر فتنہ دلِ خود فگار نتواں کرد — نگاہ شوق بہ روئے نگار نتواں کرد
بکیش عشق دل وجاں چہ قیمتے دارد — بپائے یار کہ اورا نثار نتواں کرد
بیار بادہ کہ ابر است ولکشا ساقی — حذر زبادہ بفصلِ بہار نتواں کرد
اگر بعشق تو مردم چہ جائے افسوس است — دو دیدہ را بغمِ اشکبار نتواں کرد
زدردِ عشق اگر سینہ شق شود چہ غم است — تپِ دروں بہ کسے آشکار نتواں کرد
زسیرِ گلشن وگلہا چہ بشگفد دل من — امالۂ غمِ یار از بہار نتواں کرد
بیا بیا زکجا میرسی بیا جانا — بہ بردر آزمنِ خستہ عار نتواں کرد
فدائے شان تو اے خواجہ ام کہ گفت ترا — زخیلِ غلاماں شمار نتواں کرد

توئی بسائیۂ نعلیں خواجگاں باقر
ترا ہراس زروزِ شمار نتواں کرد

۱۱۳ در دل نبود جز بہ تمنائے محمدؐ — لبریز سر است زسودائے محمدؐ
خورشیدِ غلامِ رخ زیبائے محمدؐ — طوبیٰ است بجاں بندۂ بالائے محمدؐ

سُودِ ادب است اینکه کنم دعوی عشقش — باشد چو خدا عاشق شیدائے محمدؐ
عیسیٰ بدہد جان و خضر نقد دل از کف — بر غمزہ ات اے نرگس شہلائے محمدؐ
در عرض غرض پیش کسے لب نکشایم — جز سرور خود حضرت والائے محمدؐ
از بہر شفائے من دلخستہ بود بس — حرفے ز لب لعل شکر خائے محمدؐ
گردد چو خرامان زرہ ناز کنم من — ایں دیدہ و دل فرش کف پائے محمدؐ
رفتم خرد و ہوش بتاراج نگاہش — شد جان و دل من ہمہ یغمائے محمدؐ
گردست دہد از مدد بخت بلندت — بر گرد دلا گرد سراپائے محمدؐ

زنجیر گسل شد دل دیوانۂ باقر
در عشق تو اے زلف چلیپائے محمدؐ

۱۱۴ شب زینت آغوش من آں ماہ جبیں بود — اقلیم نشاط و طرب ہم زیر نگیں بود
فارغ شدۂ عیش و نشاطِ دو جہانم — تا درد و غمت در دل من گوشہ نشیں بود
——— واز نقش خیالم بدلم بود — جز عشق تو دیدیم نہ آں بود نہ ایں بود
گفتم کہ بدرد و غم عشق تو بمیرم — گفتا چہ تواں کرد کہ تقدیر چنیں بود
——— دشنۂ عشق تو برانداخت — دل در صدف سینہ عجب در ثمیں بود
از ناز ز من حال شب ہجر چہ پرسی — جانا چہ بگویم کہ چناں بود و چنیں بود
——— آمدی و باز نرفتی — ہر ہر نفس من نفس بازپسیں بود

——— آں بارگہ و قصر بلندت

آخر نه مقام تو همین زیر زمین بود

۱۱۵ ـــــ دوری تو ای ستم ایجاد نماند کشت هجر تو مرا حاجت جلاد نماند
هر کجا گوش کنم شهرت عشق من توست قصهٔ عاشقی شیرین و فرهاد نماند
بستهٔ سلسلهٔ زلف تو آن کیست که نیست خالی از عشق تو یک بنده و آزاد نماند
شکوه کردم ز فراموشی او گفت که من خواستم بس که ترا یاد کنم یاد نماند
خود کجا لطف که از خشم و عتابت ای شوخ هیچگاهی دل غمدیدهٔ من شاد نماند
دم تصویر تو از غیرت حسن رویت جنبشی در قلم مانی و بهزاد نماند

من بعشرتیان تو از لطف بفرما نظری
باقر خسته که او لایق بیداد نماند

۱۱۶ حال درد دل من خلق کجا میداند انچه بر من میگذرد بی تو خدا میداند
گر بیاید بسرم عیسی مریم چکند بمن آرید کسی را که دوا میداند
چه نویسم که به پیش تو بخواهد گفتن شدت شوق مرا پیک صبا میداند
سخنم را به نهد معنی دیگر چه عجب نکته سنجی صنم نکته سرا میداند
گر بیاید سر بالین دمم ترحم چه عجب کشتن بیگناهان آنکه روا میداند
بوسه چند بده زانکه دل تشنه لبم لعل نوشین ترا آب بقا میداند
ناخن لطف ترا عقده کشائیست شعار بنده ات شان ترا شان خدا میداند

زد بکارم گره بخت زبونم یا شیخ

باقرِ خستہ ترا عقدہ کشا میداند

۱۱۷ چشم بدُور وجودت چمنے ساختہ اند — قامت وروئے ترا سرو وسمنے ساختہ اند
قامتت سرو ورخت گل لب لعلت غنچہ — ایں سرو پائے ترا خوش چمنے ساختہ اند
مُطرب وساقی ومی صحبت رندان ست بیا — اندریں جمع چہ خوش انجمنے ساختہ اند
مشک بیزاست سرِ دامن صحرا کہ توئی — گویا درخم زلفت ختنے ساختہ اند
چند زگلہا وسمن دوختہ اند — از پئے کشتۂ نازت کفنے ساختہ اند
عاشقاں واشدہ از جامۂ عریانی خود — بر تن از خاک درت پیرہنے ساختہ اند
از پئے شہرتِ حسنِ رخ شیریں در دہر — ہمچو فرہاد بسر تیشہ زنے ساختہ اند

میزنی لاف زاسلام چہ باقر کہ ترا
از پے مہر بتاں بر ہمنے ساختہ اند

۱۱۸ دل نہاں با تو بدادیم وندانستیم — ننگ دنامُوس مرا عشق تو برباد کند
تو ز حالِ دل من ہیچ نداری خبرے — دل ما ہست کہ ہر لحظہ ترا یاد کند

از کرم رنجہ قدم کردہ درخانۂ من
حق تعالیٰ زکرم خانہ ات آباد کند

۱۱۹ آہے از دل غمم بُرون ندہد — دود ایں آتشم بُرون ندہد
پیکاہِ رخت زغیرت حسن — چشم خونناب نم بُرون ندہد
تا دُرِ اشک نیست گوہر عفو — موج بحرِ کرم بُرون ندہد

بے وجودِ حقیقتِ واجب ممکنے را عدم بُروں نہد
آنچناں محوروئے تست دلم کہ چو آئینہ دم بُروں نہد
گر بجنّت کشند عاشق را از درِ تو قدم بُروں نہد
دل عاشق غمِ محبّت را از بلا و ستم بُروں نہد
تا ندانند غیر در مکتوب راز عشقت قلم بُروں نہد
گر رود نقد جاں رود لیکن ممسک از کف درم بُروں نہد
دید صد نامہ ام مگر آں شوخ رقعے از قلم بُروں نہد

از لبِ نوش چوں چکد تریاق
افعی زلف سم بُروں نہد

ردیف ذال

زهرِ غمت درکام جان چون شیره ایجان شد لذیذ
بیماریِ عشقت مرا در دل زدرمان شد لذیذ ۱

از شوق جادادم بدل پیکان خونخوارترا
جانا بکامِ همستم تکریم مهمان شد لذیذ

نظارهٔ رخسارا و خوش آیدم از سیر گل
از شهد و شکر بوسهٔ آن لعل خندان شد لذیذ

خوکرده ام تا این چنین بر تلخیِ هجران تو
چون لالهٔ نعمان مرا این داغ حرمان شد لذیذ

زنده میسازد دلِ عشاق طرز نطق او
از دمِ عیسی سخن زان لعل خندان شد لذیذ

کی حزین پیشت زند دم هم چه جایِ عرفی است
باقر اشعارِ خوشت از شعرِ سلمان شد لذیذ

ردیف را

۱ گریه شد کار دل از پسته خندان تو دور — روز غم زرد شد از سیب زنخدان تو دور
زهر غم ریخت بجان غمزه شیرین کارت — چشم بد جان من از نرگس فتان تو دور
جلوه آراست گلے تازه و شاخ سنبل — چون صبا کرد ز رخ زلف پریشان تو دور
تا اجل می نشود دست و گریبان با من — نشود دست من از گوشه دامان تو دور
یوسف رنج و بلا لازمه حسن افتاد — نشود از تو کسے سیلی اخوان تو دور
قامتت سرو و رخت گل سر زلفت سنبل — صرصر حادثه باد از چمستان تو دور

چیست تدبیر تو اے باقر دلخسته که شد
پائے رفتار تو پے منزل جانان تو دور

۲ غیر حق هر چه بود اے دل شیدا بگذار — خواهش روئے خوش و زلف چلیپا بگذار
دست از حرص کش و کنج قناعت بگزین — الفت مال و زر و دولت دنیا بگذار
بوریا فرش کن و کهنه گلیمے در بر — شو ز پشمینه بر و اطلس و دیبا بگذار
در گریبان تامل سر فکرت در کش — دیده بر بند ز هر دید و تماشا بگذار
دیده انجمن فرق به بین خلوت جمع — چشم بینا بکشا دیده اعمے بگذار

تا توان راز محبت نتوان کرد عیان ساز ضبط نفس و نالهٔ شبها بگذار

باقر از وسوسهٔ غیر تهی کن دل را
از سر واعیه برخیز و تمنا بگذار

۳

تو مولا سیدی اشرف جهانگیر تو آقا سیدی اشرف جهانگیر
فتادم بر درت دستے بدستم خدارا سیدی اشرف جهانگیر
بسوئے من ز رحمت یک نگاهے بفرما سیدی اشرف جهانگیر
ز بهرم مجلسے از رافت و مهر بیارا سیدی اشرف جهانگیر
تو ئی آنجا معین و دستگیرم هم اینجا سیدی اشرف جهانگیر
من جاں دادهٔ را زنده فرما میحا سیدی اشرف جهانگیر
تو ئی حلال مشکل مشکل من تو بکشا سیدی اشرف جهانگیر
بفرما سر فرازم بر سر من بنه پا سیدی اشرف جهانگیر
بفرما چشم کورم را ز رحمت تو بینا سیدی اشرف جهانگیر
مرنج از من کنم گر بهر مطلب تقاضا سیدی اشرف جهانگیر
ترا خوانم بهر دشت و بیاباں بصحرا سیدی اشرف جهانگیر
نباشد چوں تو کس از خیل خوباں دل آرا سیدی اشرف جهانگیر
بفرما دعوتم را از سر لطف پذیرا سیدی اشرف جهانگیر
بگرداں دست شفقت بر سر من خدارا سیدی اشرف جهانگیر

بود ذات وصفاتت شان رحمت سراپا سیّدی اشرف جهانگیر

فشانم جان بپایت گشته ام من مهیّا سیّدی اشرف جهانگیر

شد از نور رخِ پاکت مدینه کچوچه سیّدی اشرف جهانگیر

جمالِ روئے خود یکره به باقر

تو بنما سیّدی اشرف جهانگیر

ردیف زا

۱

یک نگه کردی و رفتی رفته از کارم هنوز — از نظر پنهان شدی و محو دیدارم هنوز
قیس را شد لنگ اسپ ناله در صحرای عشق — برق آسا گرم جولان است رهوارم هنوز
ناتوانی گرچه پی کرده است پای رفتنم — در طریق عشقبازی گرم رفتارم هنوز
شدت درد دل شیدا تمام کرد آه — دست بر دل میگذارد بدگمان یارم هنوز
گرچه واعظ میکند تلقین اسلامم بسی — سجده بت میکنم در بند زنارم هنوز
گرچه در عشق تو کردم خانمان خود خراب — لیک وصلت را بنقد جان خریدارم هنوز
تو ز قید دوستی خود رها کردی من — در خم زلف چو زنجیرت گرفتارم هنوز

حاصلی باقر نمیگردد ولی تخم امید
در زمین دل عبث از سادگی کارم هنوز

۲

دل بسودای تو بی تاب و توان است هنوز — بر درت همچو جرس گرم فغان است هنوز
گرچه بربسته میان از پی طوف حرمم — لیک پیش نظرم روی بتان است هنوز
شعلهٔ شوق تو هر چند چو شمعم بگداخت — راز عشق است که در سینه نهان است هنوز
خط سبز ارچه بر آورد رخ همچو گلشن — خندهٔ لعل لبش آفت جان است هنوز

واعظِ شهر ترا گرمی بازار نماند — معدنِ فیض در پیر مغان است هنوز
برق آه است که بسوزد دل سودا زده را — آتشِ ناله همان شعله فشان است هنوز
ناتوانیست که افسرده دلِ زار ازو — دلِ بیتاب بشوقِ تو طپان است هنوز
پرتو ظلِّ صفاتت همه جا جلوه گر است — کنه ذاتِ تو مگر سرِّ نهان است هنوز

تو گذشتی ز سرِ عهد و ز پیمان خودت
باقرِ دل شده بر عهد همان است هنوز

۳ خیز و کن زود وضو میرود وقت نماز — پای رفتار تو لنگ و سفرت دور دراز
لطف فرما و کرم کن به من اے بنده نواز — بر درت هست ز کونین مرا روئے نیاز
یاورم نیست کسے جز تو خدایا مددے — نیست کس مونس و دلسوز ندارم دمساز
خشم آلوده نگه را چو بسویم انداخت — طایر دل شده ناگاه شکار شهباز
عاشقِ روئے بتاں شو که بچشمِ عارف — جلوه گر نور حقیقت شود از نور مجاز
بے نصیب است ز نظارهٔ حسنِ رخ دوست — آن سیه دل که ندارد دلِ او سوز و گداز
گر دهی بوسه ز لعلِ لب نوشیں چه شود — اے همه شوخی و انداز سراپا همه ناز
گاه دستِ کرم از ما ننمودی کوتاه — ماه من باد ترا سلسلهٔ زلف دراز
نیست یک جلوه گرے غیر تو در ملکِ وجود — نبود هیچ نظیرِ تو نداری انباز
چون تواں داشت نهاں راز نهانِ عشقت — اشک گلرنگ و رخ زرد چو گردد غماز
اندریں راه مزن گام که اے دل نه رسی — منزلِ عشق بود پر خطر و دور دراز

کس ندانست و ندانست که دیوار کجاست — کیست آنکس که بر در نرسد بی گنه ناز
هست سلطانی کونین بدست محمود — گر رسد یک نفسی در کف او زلف ایاز
آبروی خودش از کثرت عصیان خود برخیزد
باقر امید به پیش تو چه دارد اعزاز

۴ بس زبون و زار باشد بی تو احوالم هنوز — در شبستان الم دور از تو میمانم هنوز
گفته بودی یک شبی با ناز آیم بر برت — زین مسرت جان من بر خویش میبالم هنوز
چون کنم طول زمان روز فرقت را بیان — میشود یک روز در هجر تو یک سالم هنوز
در قفس بی طاقتی شد مانع پرواز من — سوختن صیاد میخواهد پر و بالم هنوز
گرچه باقر گشته ام از دام خط اور ها
دانه آسا میفریبد دانه خالم هنوز

۵ سرم از عرش باشد برتر امروز — که سودائی تو دارم در سر امروز
چسان نبود ز چشم چشمه خون — که ثرگانش بدل زد نشتر امروز
کدامی فتنه قد آمد لب بام — که در شهر است شور محشر امروز
نباشد چون تو سفاکی درین عهد — توئی تیغ ستم را جوهر امروز
چنان طوفان نمود اشکم که گردید — درو دیوار دیوار و در امروز
جبین سودم بباب عشق از صدق — خرد را نقش بستم بر در امروز
نصیب اوست فردا جام کوثر — کسی شد مست عشق حیدر امروز

پے گم کردهٔ راهِ طریقت بجز اصدق نباشد رهبر امروز

توئی سلطان اقلیم معانی

ترا باقر نباشد همسر امروز

ردیف سین

شد داغ دل خسته بزنگ پرطاؤس — از بس زند آن شوخ خدنگ پرطاؤس
مستانه بدین ناز طرب چون نکند قص — هان کشور حسن است به چنگ پرطاؤس
هم چشمی داغ دل سودا زدهٔ من — هرگز نکند دیدهٔ تنگ پرطاؤس
عشرت ده صد جلوهٔ باغ است بهارش — نازیم بدین شوخیٔ رنگ پرطاؤس

باقر چه بود گلشن کشمیر به چشمش
دیداست هر آنکس که فرنگ پرطاؤس

۲

عاشق روی تو ایم آخر زیار ما مپرس — ساکن کوی تو هستم از دیار ما مپرس
در تمنایش زدرد انتظار ما مپرس — بی چراغ روشن از شبهای تار ما مپرس
بوسهٔ لعلت بنقد جان نماید آرزو — از تمنای دل امیدوار ما مپرس
شمع سان از سر تا پا از جلوهٔ او سوختم — روی آتشناک او بنگر ز کار ما مپرس
رو کش باغ ارم باشد دل پرداغ ما — هیچ از رنگین بهار لاله زار ما مپرس
شب براه انتظارش تکیه خوابش نبرد — حال زار دیدهٔ اختر شناس ما مپرس

تو کریمی بادشاها از کرمهایش بخش
کرده هائے باقرِ عصیان شعارِ ما مپرس

۳ کن رحمتے و از عملم یا خدا مپرس — شرمنده ام ز کرده خود از خطا مپرس
اے دل برفت هر چه ازو ما جرا مپرس — با جور او بساز ز مهر و وفا مپرس
گر خود ترا بخلوت نازش گزار نیست — راز حریم یار ز باد صبا مپرس
گردن تواں نهاد به تیغ جفائے او — با درد دل بساز ز درمان دوا مپرس
دل برده زدست من اکنون ز حال دل — از من فدائے ناز تو اے دلربا مپرس
از فرق کرده سر برسیدم بکوئے یار — بگذشت بر سرانچه ز رنج و بلا مپرس
ز هر آب غصه ریخت بکامم نمود تلخ — عیشم چگونه آن بت شیرین ادا مپرس
رقصاں بوجد و حال به بین شیخ شهر را — با لحیهٔ سفید و ز صدق و صفا مپرس
دی شب به انتظار قدومش دمید صبح — در دِ شبِ فراق چگویم دلا مپرس

باقر خمش تو محرمِ راز دلم نه
خوں شد دلم چگونه ز بهر خدا مپرس

ردیف شین

۱

نظاره یکے حور و ملک گر بکنندش — مشکل کہ بہر ناز و ادا دل ندہندش
در چاہ زنخ گہ دل دیوانہ کند بند — گہ میکشد از ناز زگیسو بکمندش
ہر لحظہ خیال قد رعنائے تو در دل — شوخے است پریزاد کہ در شیشہ کنندش
سر رشتۂ زلفت نگذارد دل عاشق — گر ہمچو سر طرۂ خوبان شکنندش
ایں فتنہ کہ دارد روشں گردش گردوں — آموخت مگر شیوۂ جولان سمندش

باقر سر خود ساختہ وقف رہ خوباں
تا در دم رفتن سر پائے بزنندش

۲

بہ تغافل نظر لطف خدائے جاں منروش — یا دعشاق وفا پیشہ بہ نسیاں منروش
دارم اشکے کہ جہان است ازو طوفانی — بمن اے ابر تو ایں دیدۂ گریاں منروش
جام حرماں زدہ ام در تو تہی کاسہ ترم — داغ حسرت بمن اے لالۂ نعماں منروش
نیست چوں جلوہ گہ یار تر اخانۂ دل — زاہد خشک عبث سر بگریباں منروش
زاہد از بادہ بود پیکر ما نورانی — پیش روشن گہراں گہ بہ عرفاں منروش

دل بتدبیر مبند آبروئے عشق مریز تیشہ بر زخم مزن درد بہ درمان مفروش
ہر لبِ زخم دلم از تو بود خنداں تر بمنِ خستہ تو اے گل لبِ خنداں مفروش
بمرادِ تو بہا یش ندہند باقر
گوہر پاک دلِ خود بچینان مفروش

۳ من و شوق روئے آں مہ کہ ندیدہ ام ہنوز چہ بودئے وصالش کہ نچشیدہ ام ہنوز
تو فسانہ ام بگفتی ز کسے شنیدہ باشی تو بگو بگفت ہے ہے نشنیدہ ام ہنوز
برہش چناں برفتم کہ بماند پائے رفتن بکجا است منزلِ او نرسیدہ ام ہنوز
تو بیا بگفت با من کہ ز ربط مہر با تو سر رشتہ کہ دارم نبریدہ ام ہنوز
ز سرِ نیاز گفتم کہ غلام تست باقر
بہ چگونہ شد بگفتا نہ خریدہ ام ہنوز

ردیف صاد

در عشق چو بسمل دل دیوانه کند رقص
در شعله چو افتاد بلی دانه کند رقص

در شوق بنا گوش تو از جوش طربها
در بطن صدف گوهر یکدانه کند رقص

یکره سوئے میخانه گر از ناز برآئی
مستانه خم و باده و پیمانه کند رقص

هر جا همه مستند به اندازهٔ خود ها
بلبل بچمن چند بویرانه کند رقص

آنم که به گلزار تو از ناز خرامی
هر سرو سهی بیخود و مستانه کند رقص

یاد آیدم از گردسرت گشتن خویشم
بر گرد رخ شمع چو پروانه کند رقص

باقر بیکے گردش آن نرگس جادو
زاهد بدر میکده رندانه کند رقص

ردیف ضاد

۱ نہ فروغِ رخِ شمس و قمری بود غرض — لمعۂ روئے تو زیں جلوہ گری بود غرض
ریختم اشک پئے ناقہ بہ آئینۂ دل — مقدم محمل یار سفری بود غرض
رہ سپردیم سوئے کعبہ و گہ جانبِ دیر — جلوۂ روئے تو زیں دربدری بود غرض
بر جمالِ تو نیفتاد مرا نور نظر — آہ زیں چشم مگر بے بصری بود غرض
بود مقصود حدیثِ تو شنیدن از سمع — دیدنِ روئے تو از دیدہ وری بود غرض
سوئے مسجد نکشد صبحگہم بہرِ نماز — بوئے زلفت زنسیمِ سحری بود غرض
مژدۂ وصل رساندی بفدایت جانم — قاصدا از تو ہمیں خوشخبری بود غرض
اشک و آہ است کزاں شہرۂ عشقِ تو شدم — ورنہ ایں راز کرا پردہ داری بود غرض

کشتۂ شوق تو بودہ است بدل باقر را
کے تماشائے رخِ حور و پری بود غرض

ردیف ظاء

نصیحتِ تو بود جمله از ریا واعظ
دلِ تو نیست به اخلاص آشنا واعظ ۱

فتادهٔ زرهِ صدق و راستی بس دور
کجا دلِ تو کجا جلوه خدا واعظ

هنوز قشری و دم میزنی ز کنهِ علوم
بذوق مغز نگردیده آشنا واعظ

زمن که ساکن میخانه ام چه میپرسی
که شیخ شهر کجا ماند و کجا واعظ

کنی مطالعه گر آن رخِ کتابی را
دهی ز جبه و دستار رونما واعظ

نکرده اند چو قسمت ترا دلِ صافی
مباش غره بریش و ریش با صفا واعظ

حدیث رتبهٔ اهلِ کرم وظیفهٔ تست
بطرز خوب کنی عرض مدعا واعظ

فتادهٔ پیِ قصرِ شرابِ رندان
دراز باد ترا ریش خوش نما واعظ

ز اجتهاد برای اعلام دین خطا گیری
تو رستگار نباشی ازین خطا واعظ

ز بابِ علم و عمل خود نگشته آگاه
براه دین که ترا کرد پیشوا واعظ

سرِ نیاز بخلوت نه بر زمین سائی
میان جمع بمنبر کنی دعا واعظ

تو مگذر از حد خدمت به پیشِ او باقر
که رند وضع تو هستی و پارسا واعظ

ردیف غین

۱ یار رو بر من مرا از نظر انداخت دریغ — از وفا تا خت عنان و بجفا ساخت دریغ
راز عشق تو بدل بود نهان همچو شرر — اشک غماز مگر پرده برانداخت دریغ
زخمی تیر نگاه تو نگشتم گاهی — بر سرم دست قضا تیغ اجل آخت دریغ
مایه عیش و نشاط دو جهان رفت بباد — لشکر غم طرف کشور دل تاخت دریغ
عقل بیچاره نهان لو بپس پرده هنوز — عشق سفاک بجا نها علم افراخت دریغ
ساخت با غیر و برید از من و پیمان بشکست — با من آن جان جهان نرد وفا باخت دریغ

در حریمش چو بناگاه رسیدم باقر
حالت زار نپرسید و نه پرسش نه ساخت دریغ

۲ جمال دوست ز تو ماند در حجاب دریغ — ز روی دوست نبرداشتی نقاب دریغ
ز تاب عشق نکردی جگر کباب دریغ — ز خون دل نکشیدی شراب ناب دریغ
نگشت هیچ گهی قسمت تو هشیاری — ز نوش باده غفلت شدی خراب دریغ
رسید جان ز جگر تشنگی بلب لیکن — ندا د ساقی ما یک قدح شراب دریغ

اگر چه جلوهٔ حسنِ تو شد جهان افروز — بماند روئے تو در پردهٔ نقاب دریغ
سحاب فیض ببارد ز آسمان شب و روز — تو قطره آب نخوردی ازین سحاب دریغ
جهان همه صدفِ سرّ عالم معنی است — توزین صدف نکشیدی دُرِ خوش آب دریغ
فگنده ام دل خود را بر آتشِ عشقت — هنوز پخته نگردید این کباب دریغ
مدار زهد به کم خوارگی و بیداریست — تو بیخبر همه مصروف خورد و خواب دریغ
یکے بغور نه نگریستی بصفحهٔ دل — بماند محو دو چشمت به صد کتاب دریغ
بجان رسید چها زان نگاه سحر آمیز — ز دل شکیب ربود و ز دیده خواب دریغ
گذشت عمر و نه شد سرمه قسمتِ چشمم — ز گرد راه شهنشاهِ بوتراب دریغ

اسیرِ عشق رخِ خود نموده **باقر** را
تو زلف خویش فگندی بپیچ و تاب دریغ

کند نخاطر جانان گذر دروغ دروغ — به آه و نالهٔ عاشق اثر دروغ دروغ ۳
ز حال خستهٔ من پرسی از دلت بس دور — کنی ز لطف تو بر من نظر دروغ دروغ
تو سنگدل ز تو آید که در رگِ جانم — ز نوک غمزه زنی نیشتر دروغ دروغ
ز سادگی به یقین دانم و تو هر روزے — دهی ز آمدنِ خود خبر دروغ دروغ
بخنده گفته فرستاده که می آیم — بخانه ام تو شوی جلوه گر دروغ دروغ
ز راه عشق نگردم چه گوئی اے زاهد — مرد که هست دریں ره خطر دروغ دروغ
پئے تو سبحه و سجاده بس بود زاهد — ز عشق دم مزن اے بیخبر دروغ دروغ

جواب نامه ز معشوق قاصد المعلوم — زنی چه دست به جیب و کمر دروغ دروغ

فدائے ناز تو جان و دلم بوقت طلب — چه حیله آوری از درد سر دروغ دروغ

درستیِ سخن و صدق وعده ات دانم — کنی ز وصل خودم بهره ور دروغ دروغ

به فرقت به غم و رنج و غصه ساخته ام — مده ز آمدن خود خبر دروغ دروغ

بکنج فقر به تقدیر گشته ام قانع — من و محبت گنج و گهر دروغ دروغ

سخن درست بگویم به پیش جلوهٔ او — شعاع شمس و فروغ قمر دروغ دروغ

فتاده است ز پا باقر تو در راهت
رود ز کوئے تو جائے دگر دروغ دروغ

م میلے نکرد سوئے من آن ماهرو دریغ — از رخ کشیده پرده نشد روبرو دریغ

بهر نماز عشق نه کردم طهارتے — از آب دیده گرچه نمودم وضو دریغ

خلقے کنند عرض غرض پیش او مگر — آن محو ناز می نکند گفتگو دریغ

از تشنگی بمردم و ساقی به بزم می — تهه جرعهٔ نریخت مرا در گلو دریغ

از نقش پائے یار نصیبم نه شد نشان — ماندم تمام عمر درین جستجو دریغ

بے حرمتی بود طلب آبرو ز غیر — از غیر حق کنی طلب آبرو دریغ

آمد پئے نماز به نعشم ولے ز غم — اشکے نریخت آن صنم خنده رو دریغ

دایم ستیزه میکندم وز کرم یکے — مایل به آشتی نشد آن جنگجو دریغ

با من که بنده ام بکشا در حدیث لب — داری چرا به هیچ منے گفتگو دریغ

باقر نه رفت داغ سیه از جبین بخت
کردم ز آب دیده بسی شست شو دریغ

کن یک شبی از روی خود در خانه‌ام روشن چراغ — روئی کن در دامنم چون در تهِ دامن چراغ ۵
از درونش شب که میکردی نظر سوی برون — بوده است از عارضت در خانهٔ روزن چراغ
میخرامیدی به بام امشب ز عکس روی تو — بود روشن ماه من در کوچه و برزن چراغ
کشتهٔ نازِ تو من هستم شهید غمزه‌ات — میبایدت آورد نم یک شب سر مدفن چراغ
دوست دشمن بنگرم از یک نظر از سادگی — میفروزم هر شبی در خانهٔ دشمن چراغ
شمع روئی او ایا نادیده گاهی کین چنین — می برآرد از سر دردی رگ گردن چراغ
حالتی دارم شب هجرت که از سوز درون — بر سر تنهائی من میکند شیون چراغ
هست در آغوش من امشب همه من گرم ناز — میکند نظاره باشد قابل کشتن چراغ

سوخت دل چون شمع **باقر** بر سیه بختی خود
در شب رحلت نشد روزی دمم مردن چراغ

ردیف قاف

۱۱ عشق باشد منزلِ من میرسم از کوئے عشق — میرسد از ہر چمن اندر مشامم بوئے عشق
نور رخسارِ محبت شمع افروزِ دل است — روح را مستی فزاید نکہت گیسوئے عشق
گر بنقدِ جان بدست آید خوشا بختِ بلند — زندۂ جاوید سازد مردہ را دارو ئے عشق
میکند در یک نفس تسخیر ملکِ جان و دل — رشک سحرِ سامری باشد مگر جادوئے عشق
زہد را زد سیلی و سر پنجۂ تقوی شکست — من بلا گرداں زور و قوت بازوئے عشق
غازۂ روئے محبت ساختم خونِ جگر — شد سویدائے دلِ من وسمۂ ابروئے عشق

فارغ آمد باقر از سیرِ ہمہ شہر و دیار
ہر کہ چوں مسکین دلِ من شد مقیم کوئے عشق

۲ قوام ملت و دیں حضرتِ قیام صدق — نظام شرع متین حضرتِ قیام صدق
بعارضِ شرفِ ابتلائے بیش حق — چہ طرفہ نوجبین حضرتِ قیام صدق
نمود صانع قدرت بخاتم مہ و مہر — ستودہ نقش نگیں حضرتِ قیام صدق
علاج درد علیلان علتِ عصیاں — دوائے قلب حزیں حضرتِ قیام صدق

بر روئے خاک چو بسمل طپیدہ ام تا رفت باوج عرش بریں حضرتِ قیام اصدقؑ

ببالمنِ دل غمگیں باقرِ مسکیں
بود چو روح قرین حضرتِ قیام اصدقؑ

۳ میر من است و پیرم حضرتِ قیام اصدقؑ من بندہ او امیرم حضرتِ قیام اصدقؑ
ہستم زناتوانی چوں نقش پا فتادہ باشد کہ دستگیرم حضرتِ قیام اصدقؑ
از دشمنیِ اعدا باشد چہ خوف مارا باشد دلا نصیرم حضرتِ قیام اصدقؑ
شد جان و تن سراپا روشن ز نور رویش در چشم و در ضمیرم حضرتِ قیام اصدقؑ
در گلشنش چو بلبل ہر صبحدم بنالم تا بشنود صفیرم حضرتِ قیام اصدقؑ
نقش جمال رویت چوں نقش در نگینے گشتہ است دلپذیرم حضرتِ قیام اصدقؑ
از لطف کن نگاہے سوئے منِ غریبے مسکین دل و فقیرم حضرتِ قیام اصدقؑ
از قید حزن و کربم از لطف خود رہا کن در دست غم اسیرم حضرتِ قیام اصدقؑ
رویت چگونہ بینم بے نور شد دو چشمم از لطف کن بصیرم حضرتِ قیام اصدقؑ
من شاہ ملک فقرم تاج من است کفشت کویت بود سریرم حضرتِ قیام اصدقؑ
از زیستن بہ تنگ ام بے روئے تو نخواہم بر درگہت بمیرم حضرتِ قیام اصدقؑ

کن از کرم نگاہے بر حال زار باقر
دلخستہ و حقیرم حضرتِ قیام اصدقؑ

۴ رحمے بمنِ شیدا یا پیر قیام اصدقؑ بر من نظرے فرما یا پیر قیام اصدقؑ

اے من بفدائے تو از حالِ من مسکیں — تا کے نہ کنی پرسا یا پیر قیام اصدق
ہستم بہ درِ فیضت استادہ بصد حسرت — ایں بستہ درت بکشا یا پیر قیام اصدق
دور از درِ پاکِ تو آوارہ بوم تا کے — در بادیہ و صحرا یا پیر قیام اصدق
از شور و فغانِ خود کردیم تماشا کن — حشرے بدرت برپا یا پیر قیام اصدق
ایں ہستیِ موہومم در ذات تو شد پنہاں — من قطرہ و تو دریا یا پیر قیام اصدق
امروز چو دستم شد در دست ولائے تو — مارا چہ غمِ فردا یا پیر قیام اصدق
از مدحت ذاتِ تو آریم سخن گفتن — مارا چہ بود یارا یا پیر قیام اصدق
تو ساقیِ بزم آرا من جرعہ کشِ فیضت — یک ساغرے زاں مینا یا پیر قیام اصدق
از بہرِ منِ مسکیں جز تو نبود ہادی — در دنیا و در عقبیٰ یا پیر قیام اصدق
در علم خدا دانی در معرفت و عرفان — کس چون تو نہ بود پیدا یا پیر قیام اصدق

بر یادِ گلِ رویتِ چوں مرغِ چمن **باقر**
فریاد کند شبہا یا پیر قیام اصدق

ردیف کاف

ثنایت بیش و گفتارِ من اندک — فزون حسنِ تو دیدارِ من اندک ۱
بود باقی به بین نقشِ سجودم — بکوئے تست آثارِ من اندک
خود از فریاد و از مجنون تو خود گو — بود گرمیِ بازارِ من اندک
چو دید احوال من گفتا ز حسرت — که خواهد زیست بیمارِ من اندک
غم و دردم بود در دهر بسیار — رفیق و یار و غمخوارِ من اندک
نیم شایان لطفِ او ولیکن — سرے دارد بمن یارِ من اندک

چه غم باقر که از فضلِ کریم است
فزون آسان و دشوارِ من اندک

ردیف لام

دارم دلے مگر چہ دلے خوار و زار دل — سیماب دار مضطرب و بیقرار دل
زخمیِ دل و فگار دل و داغدار دل — غمگین دل و ملول دل و سوگوار دل
بیچارہ دل ز آتش عشقِ تو پاک سوخت — خاکستریست شعلہ صفت یا شرار دل
ہر چند دل بہد یہ سپردم باو مگر — دل نیست ہدیۂ کہ پسند دگار دل
بودہ است گوہرے بگراں مایگی علم — در دور عشق روئے تو گردید خوار دل
اے سرو من بیا کہ دریں موسم بہار — مانند ابر بے تو بود اشکبار دل
دربار چوں نہ بود تمنائے زیستم زور — بر راہ مقدمِ تو نمودم نثار دل
بر یاد عارض و سر گیسوئے پر خمت — در سینہ میطپد ہمہ لیل نہار دل
ہر لحظہ میکشد طرفے دست و چشتم — یکجا بیک وتیرہ نہ گیرد قرار دل
آخر ز دست عشق چو گل چاک چاک شد — پرورده شد چو غنچہ عبث در کنار دل
در کوئے عشق باختم آں دل کہ داشتم — گیرم کنوں مگر ز کسے مستعار دل
آہے کشد ز درد و گہے نالہ از فراق — ہاں راز عشق را نشود پردہ دار دل
شد خاک در رہت سر بام تو رہ نیافت — ہر چند میپرد بہ ہوا چوں غبار دل

حسنِ غیور اوست که گردد نه جلوه‌گر — از محو ما سوا شده آئینه وار دل
جنسے گراں بہا است بداں قدر و قیمتش — لعلے است شب چراغ و دُرِ شاہوار دل
جانا چہ یک دلے کہ فتد گر بدست من — بر پائے نازکِ تو فشانم ہزار دل
دستے بزد بدامن دنیا و لے نیافت — از کردۂ خود است بے شرمسار دل

باقر چہ احتیاج بسیرِ چمن مرا
از داغہائے عشق چو شد لالہ زار دل

از عکسِ رُویت آئینہ فصلِ بہاراں در بغل — از تارِ زلفت شانہ را صد سنبلستاں در بغل ۲
از آہِ سوزاں سینہ ام برقِ درخشاں در بغل — از داغِ ہجرانت دلم خورشید تاباں در بغل
ساقی بیا سوئے چمن جام و سبو را جلوہ کن — ابرِ سیہ آمد بسر با دِ بہاراں در بغل
چوں از بدی و نیکیم پرسند در روزِ جزا — از شرمِ عصیاں نامہ را سازیم پنہاں در بغل
زاہد بروزیں رہگذر لافِ وصالِ او مزن — گیرد کجا ہر ملہوس معشوقہ آساں در بغل
آمد بعزمِ قتلِ من آں ترک با طرزِ عجب — تیر و کماں زیبِ کمر شمشیرِ عریاں در بغل
از دل چگویم ماجرا ہر دم کشد سوئے بلا — پیدا مرا شد از کجا ایں دشمنِ جاں در بغل
در عمرِ کے طاعت کند ہشیار کے گردد کسے — عہدِ جوانی و جنوں پیری و نسیاں در بغل
از ہر کتاب و علمہا بیگانہ ام اکنوں مگر — اوراقِ باب پنجمی ہست از گلستاں در بغل
عمریست کز خود بیخبر ہمدوشِ حرماں ماندہ ام — صبحِ وطن دور از نظر شامِ غریباں در بغل

باقر دمِ پیریست ایں از جام و مینا در گذر

تسبیح زیب دست کن میدار قسل در بغل

۳ سحر بباغ شدم تا کنم نظارهٔ گل — فزود وحشت من حبیب پارهٔ گل
بروں کشند ز باغش بکوچه و بازار — بگردش است مگر طالع دستارهٔ گل
چه تاب همسری روے او بود گل را — که در مقابله اش نیست جز خمارهٔ گل
چه نسبت است برنگینی رخت گل را — به عارضِ تو غلط هست استعارهٔ گل
باوج باد به پرواز بال بلبل سوخت — پریده است ز گلشن مگر شرارهٔ گل
نه خط سبز بگردِ عذار جانانست — طراز سبزهٔ ریحانست بر کنارهٔ گل

چسان ز دیدن روئے تو آیدم سیری
نگشته است کسے سیر از نظارهٔ گل

۴ اے ماه لقا مهر وشا حور شمائل — گر دید دل و دیدهٔ من سوئے تو مائل
از شوق زنم بوسه من آن مصحف رو را — گر دست تواں گشت بزلفِ تو حمائل
اے من بفدایت چه بگویم که چه خوبی — خوش صورت و خوش سیرت و فرخنده خصائل
اے وائے بریں گوش که نشنید حدیثت — رویت چو ندیده است ازیں دیده چه حاصل
در کون و مکاں نیست بجز روئے تو دیگر — یک ذات تو حق است و دگر غیر تو باطل

حسنت بکمال است تواں داد ز کوتش
باقر بجنابِ تو گدا آمد و سائل

۵ نه دل چو غنچه نه چوں گل دماغ شد حاصل — همیں چو لاله بعشقِ تو داغ شد حاصل

ز رخمهائے نگاہ تو شد بہارستان — مرا بسینۂ خود سیر باغ شد حاصل
بہ آستان تو تا پا شکستہ بنشستم — ز سیر کون و مکانم فراغ شد حاصل
بجستجوئے تو گم شد چنانکہ چون عنقا — مرا نہ از دل شیدا اثر فراغ شد حاصل
مرا ز دست تو در دور ساغرائے ساقی — بہ سینہ داغ بجائے ایاغ شد حاصل
کتاب خوش خط عارض ہپوش زانکہ مرا — ز درس عشق تو اکنون فراغ شد حاصل
ز عارض تو سیہ خانہ ام منور شد — زہے بکلبۂ تارم چہ راغ شد حاصل

نصیحتم تو اگر نشنوی برو باقر
مرا ز پند تو شرط بلاغ شد حاصل

ردیف میم

۱ چو بر عزمِ طوافِ کعبهٔ کویش میان بستم — بدامانِ گرم رو گشتم که پائے آسمان بستم
عبث رنجیدهٔ از من بجانِ خویشتن اے جان — که من چشم از تماشائے حسینانِ جهان بستم
درونِ خانهٔ دل تا غمِ جانانه ام جا کرد — برویِ خویشتن درهائے عیشِ جاودان بستم
بجائے سبحهٔ صد دانه در عشقِ بتان آخر — ز تارِ زلفِ زنارے ز گردن تا میان بستم
مبارک باد شوقِ کعبه و طوفش بتو زاهد — که من از کعبه احرامِ تماشائے بتان بستم
ببارِ عاقلان هرگز نه دیدم گوهرِ سودے — منِ کم مایه رختِ خود جدا زین کاروان بستم
ز بس رازِ محبت زد بگوشِ شامعانِ آتش — خموشی زیں بیاں کردم زبان زیں داستان بستم
دلِ وحشی بجوش آمد به شوقِ کوچهٔ جاناں — ز من اے دوستان عشقے که دامن بر میان بستم

بیا دِ جلوهٔ مستانهٔ آں مه جبیں باقر
شبِ فرقت لبِ خود را ز فریاد و فغاں بستم

۲ بدل چوں جان هم آغوشی وصلت آرزو دارم — بچشمم جلوه فرمائے و هر سو جستجو دارم
ترا می بینم و خود را تماشا میکنم در تو — ز روئے روشنت آئینه گویا روبرو دارم
ز زخمِ خنجرت باشد تنم رشکِ بهارستاں — نه فکرِ مرهمے در دل نه پروائے رفو دارم

حقیقت رس نۀ واعظ عبث داری سر بحثم کجا با چون تو بیمغزے دماغ گفتگو دارم

همه سود و زیان را از خدا وابسته ام باقر
ز لطف دوست امیدے نه بیمے از عدو دارم

۳

از درد دل بنالہ زنی همنوا ترم با چشم تر ز دامن ابر آشنا ترم
اے سرو نازنیں به نیازم که از خلوص از جمله عاشقان بدرت جبهه سا ترم
زیبا است جلوۀ تو بنازد بخود که من از حسن شاهدان جهان دلربا ترم
سوز محبت است بدل چون شرر نهان از آب دیده گرچه بر نگ حنا ترم
در عشق کرده است بیکتا ئیم علم بار غمت که کرد ز زلفت دوتا ترم
گفتم چو با صبا برازم من با و پیام گفتا که از تو خود برِ او نارسا ترم

چندانکه خواستم که شوم همقریں دوست
باقر فگند چرخ ز بزمش جدا ترم

۷

یاد آں عهدے که طبع شاد مانے داشتیم خاطرے دور از غم نامهربانے داشتیم
هست سودایت که ما را کرد بے نام و نشان ورنه ما هم پیش ازیں نام و نشانے داشتیم
بر گل اے بلبل چه مینازی که ما هم چند روز تکیه بر بازوئے یارے مهربانے داشتیم
جلوۀ حسن تو زد مهر خموشی بر دهاں ورنه از هجر تو صد شرح و بیانے داشتیم
ما همی کردیم صرف سجدۀ کوئے کسے خود اگر چون خضر عمر جاودانے داشتیم
ضبط آه آتشیں در سینه میکردیم چوں آتش عشقت بجان ناتوانے داشتیم

باقر آں مہ نشمرد از بندگانِ خویش و ما
بر جبیں از سجدۂ کویش نشانے داشتیم

۵ پریشاں گرد شوقم سر بصحرا دادۂ عشقم — بہر شہر و دیارے میرسم بر جادۂ عشقم
بغیر از نغمۂ مستانہ نتواں گوش کرد از من — نہ از ویرانہ عقلم گلستاں[1] زادۂ عشقم
برو ناصح زپیشِ من مکن ایں اثر خائی ہا — بہ پندت دل چساں بدہم کہ من دلدادۂ عشقم
نیم آگہ زحرف عقل و نقشِ لوح دانائی — سیہ مستِ می شوقم خراب بادۂ عشقم
فدائے نامِ جاناں کردم اسبابِ تعلق را — قلندر مشربم مستانہ ام آزادۂ عشقم

بکوئے عشق باقر ہیچگاہے نے زخود رفتم
برنگ کاہ سوئے خود کشید[2] یجادۂ عشقم

۶ بگوشِ جاں رسد بانگ الستم — بذوقِ لذتِ ایں بادہ مستم
بزودش وارہانم چوں تو خود گو — کہ در افتاد دامانت بدستم
زوحشت داشت مرغِ دل پریدن — بزنجیرِ سرِ زلفِ تو بستم
بپایش سر نہم ہمچوں صراحی — کہ تا ساغر دہد ساقی بدستم
مرنج از من اگر گرمِ نیازم — کہ آخر بندۂ نازِ تو ستم
زپا افتادہ ام بر آستانت — بدہ بہرِ خدا دستے بدستم
امامِ شہر خواند کافرم زان — کہ شاہد باز و رندومی پرستم
زتابِ سنبلت در پیچ و تابم — زرنگِ لالہ ات در خوں نشستم

---

[1] گلستاں زادہ یعنی گل و سبزہ (بہار عجم) ۱۲ [2] یعنی کاہ ربا ۱۲

بخواجہ اصدقؒ از باقر بگویید

کہ من چشمِ دل از غیرِ تو بستم

صبحِ ہدایت روئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

شامِ سعادت موئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

دارو ئے عیسیٰ نفع نہ بخشد شربت خضری سود ندارد

زندہ شوم از بوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

فتنۂ دوراں آفت جانے گلشن جان سرو روانے

نخلِ قدِ دلجوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

کردہ اسیرِ حلقۂ گیسو طائرِ جانِ ہر دو جہاں را

تار نفسہا موئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

روز قیامت لطف عمیمش دیدہ بباشد اہل جہاں را

چشم ترصد سوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

جن و بشر ہا حور و ملک ہا ماندہ بصد جاں گرم ستودش

قبلۂ جانہا کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

تیرِ قضا را ہیچ کمانے نیست و نباشد ہیچ زمانے

غیرِ خم ابروئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

باقر خود را بار خدایا قبل ز وقتِ خاک شدنہا

ساز غبارِ کوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم

۸ دل بدرد آمدہ فریاد کنم یا نکنم — پیش تو شکوہ بیداد کنم یا نکنم
وعدۂ وصل ز دلدار رساندی قاصد — دل ازیں مژدہ بگو شاد کنم یا نکنم
گرچہ ہجر است گراں حسرتِ دیدن با قیست — سر تہِ خنجر جلاد کنم یا نکنم
من بیادِ تو و نسیان تو ہستم خرسند — چند پرسی کہ ترا یاد کنم یا نکنم
من بقربان ادایت چہ دہی فرمانم — عرضِ حالِ دلِ ناشاد کنم یا نکنم

از پے کشتن من چیست رضائش باقر
سر تہِ خنجر جلاد کنم یا نکنم

۹ کشتم جامِ محبت مشربِ رندانہ دارم — ز دل یا ھُو برآرم نعرہ مستانہ دارم
دریں دقِ گدائی شوکتِ شاہانہ دارم — علم بر آسماں از ہمتِ مردانہ دارم
گہے چینِ جبیں دشنام گاہے گاہ بد گفتن — عجب نازک مزاجے تند خو جانانہ دارم
ملاف از عشق پیشِ من کہ من ہم چوں تو اے مجنوں — بعشقِ بے وفا یارے دلِ دیوانہ دارم
شرابِ عشق مینوشم بذوقِ آں سیہ مستم — کجا چوں دیگراں شوقِ مے و میخانہ دارم
نباشد بے سند عشقم ز دیوانخانۂ جاناں — مزین کردہ از مہر و نشاں پروانہ دارم
بعالم قصۂ فرہاد و مجنوں شہرتے دارد — ز من گر بشنوی من ہم عجب افسانہ دارم
بیا و جلوہ کن اینجا فدائے پردہ ات جانم — درونِ سینہ از دل طرفہ خلوتخانہ دارم
بیا جانا بآغوشم کنم مشاطگیِ تو — برائے زلفِ شبرنگت زرشکاں شانہ دارم

بیاید ماه من امشب درون خانه‌ام باقر
تعالی الله عجب رشکِ جنان کاشانه دارم

از چه رو شمع صفت دیدهٔ گریان دارم
یعنی چون گل هوسِ آن لب خندان دارم ۱۰

آفتابی رخ او هست دلیل روشن
من اگر مذهب خورشید پرستان دارم

گر چنین غیرت گلهاست ترا نگهت و رنگ
من چو گلها نه چرا چاک گریبان دارم

نیست غم نیست بکاشانه اگر شمع و چراغ
که من از نور رخش شمع شبستان دارم

زاهدا سجدهٔ حق از من مسکین مطلب
که بتی دشمن دین غارت ایمان دارم

دیدن رنگ رخ تست به گلها مقصود
من نه بیهوده سرِ سیر گلستان دارم

گفتمش یک غزلی گوش کن از من باقر
گفت خامش که بسی چون تو غزلخوان دارم

ای گنج مخفیم ز ظهورِ تو سوختم
غیبت نشان من ز حضورِ تو سوختم ۱۱

یکره نه همچو شمع ببالینم آمدی
سرگرم ناز من ز غرورِ تو سوختم

موسی بسوخت از شررِ رنگ طور من
ای شمع بزمِ حسن ز نورِ تو سوختم

ما محو جلوهٔ رخ جانانهٔ خودیم
واعظ برو ز مژدهٔ حورِ تو سوختم

خاموش مانده بود بشبها چراغ دل
ای شمع را ز شعلهٔ نورِ تو سوختم

تا بد نه جلوهٔ تو به آئینهٔ دلم
ای شعله رو ز حسنِ غیورِ تو سوختم

از عرش بام او چه بدیر آمدی همین
ای قاصدِ صبا ز مرورِ تو سوختم

باقر بہ طاعتِ تو چو بوئے خلوص نیست
از طاعتِ تو ہیچ فجورِ تو سوختم

۱۲ سرِ سودائے خوں بالا دلِ شیدائے خود دارم — بروئے مشتری شرم از زبوں کالائے خود دارم
ز سیرِ لالہ زار افتادہ ام فارغ کہ ای ہمدم — بہارِ تازہ از داغِ چمن پیرائے خود دارم
بہ ہجرش میدہم جان و زا حوالم نمی پرسد — شکایتہا ز خوئے یار بے پروائے خود دارم
دہ سیلِ حوادث جنبشم لیکن بحمد اللہ — کہ پائے استقامت روز و شب برجائے خود دارم

کنم ہر چند ضبطِ خویش باقر لیک نتوانم
کہ رازِ عشق پنہاں در دلِ شیدائے خود دارم

۱۳ بر شمعِ عارضِ تو چو پروانہ سوختم — از برقِ جلوۂ تو کلیمانہ سوختم
صیادِ بے گناہ اسیرم نمودہ بود — تا رقص زآہِ غریبانہ سوختم
ناکردہ طاعتے ز تو ایم گجا امید — از خرمنم مپرس کہ ماوانہ سوختم

پروانہ سوخت از نفسِ گرمِ شمع وما
باقر ز سردمہری جانانہ سوختم

۱۴ شرابِ لالہ رنگ و ساقیِ گلفام میخواہم — ز چشم و لعل نوشش شکر و بادام میخواہم
شبِ مہتاب و روئے آب و دورِ جام میخواہم — نگارِ سیم اندامے و طرفِ بام میخواہم
دلے دارم ز تیغ انتظارِ مقدمش پرخوں — نگاہے زاں دو چشمِ مست خونی آشام میخواہم
مگر در گوشۂ مرقد شوم ہمدوش ایں مطلب — ز بے تابیِ دردِ دل دمے آرام میخواہم

زشهر یار می آئی خدارا مژدهٔ قاصد
زوصل آن بت مهوش نوپیغام میخواهم

طفیل مقبلان خود بفریادم برس یارب
نجات از دست جور نفس نافرجام میخواهم

نسازد باد ما غم نگهت دشت ختن یارب
نسیمے زان سر گیسوئے عنبر فام میخواهم

شده ام قید در خلوت اسیر گوشهٔ عزلت
فراغے خاطرے از فتنهٔ ایام میخواهم

بصد الحاح و صد زاری ز درگاه خدا باقر
وصول مدعاے این دل ناکام میخواهم

فارغ از کشمکش زحمت تدبیر شدیم
تا بکار دل خود قانع تقدیر شدیم ۱۵

چون به پیش نظرم صورت جانان آمد
محو حیرت همه تن صورت تصویر شدیم

عقد از کار دل ما که کشاید هیهات
بستهٔ حلقهٔ آن زلف گره گیر شدیم

لب شکر شکن یار چو آمد به سخن
بیخود و شیفتهٔ لذت تقریر شدیم

تا درون دل بے رحم تو سازد اثرے
گرم آه سحر و نالهٔ شبگیر شدیم

جنبش از جا نبود چون صفت نقش قدم
در سر کوچهٔ دلدار زمین گیر شدیم

ساخت ما را به جوانی بغم عشق خراب
کشتهٔ تیغ جفائے فلک پیر شدیم

ما غریبیم و تبه کار خدایا رحمے
بامید کرمت مورد تقصیر شدیم

محو دیدار تو تا حشر بباشیم اگر
نتوان گفت که از دیدن تو سیر شدیم

چون پئے فاتحه آمد سر مرقد بلحد
باقر استاده بپا از سر تو فیر شدیم

۱۶ دریں دو روز سرائے جہاں وطن چہ کنم — نظارۂ گل و سنبل دریں چمن چہ کنم
بر نگ گل نکشاید گرہ بحرف جواب — سوال بوسہ ازاں غنچہ دہن چہ کنم
صبا بیار بمن رنگہتے ازاں گیسو — نسیم گل چہ کنم نافہ ختن چہ کنم
برہنگی است لباسم شعار من عشق است — چہ احتیاج بدستار و پیرہن چہ کنم
برائے مغفرت من بس است شجرۂ پیر — بجامۂ حرم محترم کفن چہ کنم
ز بس گناہ سیاہ است نامۂ اعمال — دعا بدرگہ غفار ذوالمنن چہ کنم
تو سوئے کعبہ کشی آں صنم بجانب دیر — دریں خصوص بگو زاہدا کہ من چہ کنم
بہ بحر عشق فتادم ولے ندانستم — کہ ایں محیط بے ہست شعلہ زن چہ کنم
تو نازنین جہانی بپائے نازک تو — دُر سرشک نثارم دُر عدن چہ کنم
چناں ز قصہ و مستی کنم کہ از غیبم — رسد بگوش صدائے تمن تمن چہ کنم
حدیث گلشن روئے تو ام تکرار است — حکایت گل و نسرین و نسترن چہ کنم
برو کہ پند تو و اعظ نمی کند اثرے — ترک عشق بگوئے تو سخن چہ کنم

بہ شوق لعل لبش جاں ہمیدہم باقر
اگر نہ بنگرد آں عیسیٔ زمن چہ کنم

۱۷ دردا کہ عمر در رہ باطل گذاشتیم — دل را ز بس بغیر تو مائل گذاشتیم
ما یادگار خود ز طپیدن بوقت ذبح — از داغ خون بدامن قاتل گذاشتیم
طے کردہ ایم راہ تو تنہا بپائے سر — ما ہمرہی راکب و راحل گذاشتیم

تا دل به بحر عشق فگندیم نفس را — چون کشتیِ شکسته بساحل گذاشتیم
اے خضر ره بیا که غلط کرده ایم راه — کج میرویم و جانب منزل گذاشتیم
فارغ شدیم ما ز تماشائے روئے تو — تا عکس تو در آئینهٔ دل گذاشتیم
منعم اگر خزانه به بخشد و سیم و زر — ما نقد دل بدامن سائل گذاشتیم

باقر به فیض حضرت غالب که در سخن
ما داغ رشک در دل بیدل گذاشتیم

۱۸

بسوئے کعبه کوئے تو بعد ازیں روم — کنم طواف حریمت ز اختیار روم
بزنگ برق بسویت روان شوم بیتاب — بساں ابر بکوئے تو اشکبار روم
بگونه گونه عقوبت جہنم سوزد — اگر بجنت رضوان ز کوئے یار روم
ز برق جلوهٔ آں روئے آتشیں سوزم — ز تاب وطاقت ازاں زلف تابدار روم
بسوئے جلوه گہ آں نگار سیمیں تن — ببوئے نافهٔ آں زلف مشکبار روم
اگرچه خاک رہم لیکن از مروت دور — که سینه چاک ز کوئے تو دلفگار روم
غبار ره به تمنا شدم دریں پیری — که در رکاب تو اے طفل نے سوار روم
دل است خوں به تمنائے روضهٔ خواجه — خوش آں دمیکه به اجمیر از بہار روم
بیار ساغر و می ساقیا که من با تو — به صحن باغ دریں موسم بہار روم
بگلشنم نه کشد دل بشوق لالهٔ وگل — مگر به صوت خوش قمری و هزار روم

بقید نفس گرفتار مانده ام باقر

بروں چگونہ ازیں آہنی حصار روم

۱۹ بہ شہرِ آں پری رخسار بر تختِ ہوا رفتم — سلیمانم پئے بلقیس در ملک سبا رفتم
سرِ تسلیم خم کردم رضا جویت بجان گشتم — زقیدِ کام دل افتم بروں از مدعا رفتم
براہش پا زسر کردم بکوئے او گزر کردم — بروئے او نظر کردم کجا بودم کجا رفتم
زدل نقشِ دوی شستم دوی محبوبے دیدم — فنا در ذات او گشتم زیادِ ما سوا رفتم
بگہے چین بر جبیں گروی تبسم زیر گہ باشی — فدایت جان من از جان ازیں نازو ادا رفتم

بوقتِ جلوۂ رویش چناں رفتم زخود باقر
کہ بند از گفتگو لب شد زعرضِ مدعا رفتم

۲۰ دیدہ آماجگہ تیرِ نظر ساختہ ام — سینہ از بہر خدنگِ تو سپر ساختہ ام
بسکہ از گرمیِ عشقِ تو شدم زار و نزار — از سرا پائے تو با موئے کمر ساختہ ام
دیدنِ سیر نبودہ است حدِ ہیچو منے — از تماشائے تو با یکدو نظر ساختہ ام
حرمتِ مقدم من دارد و برخود بنشاں — بعد یک عمر بکوئے تو گذر ساختہ ام
نارسا بودہ ام ازبس زسبکروحیِ خود — بہر پرواز لبِ بام تو پر ساختہ ام
از خداہست امیدم کہ بمقصود رسم — سوئے منزلگہِ معشوق سفر ساختہ ام
من فدائے نگہِ فیض تو گردم یا شیخ — کہ مسِ خویش زاکسیر تو زر ساختہ ام

باقر این طرفہ غزل را بہ تامل بنگر
صورت و معنیش از لعل و گہر ساختہ ام

بدرسگاه محبت دِلا سبق خوانم — اگرچه پیر شدم طفل این دبستانم ۲۱
زبیقراری عشقت چنان شدم که کنون — نمانده است بجز مرگ هیچ درمانم
زوصل دوست پیامی که قاصدا کنون — زحد گذشت بروں اشتیاق جانانم
طراوت چمن فیض حشمت افزوں باد — که مست نکهت گلهای این گلستانم
اسیر سلسلهٔ زلف آن پریزادم — هلاک شیوهٔ نازو بیم چه انانم
حدیث عذر بپیشت نیامدم بر لب — نمود کردهٔ خود آنچنان پشیمانم
بغیر رحمت تو چون شود سبکدوشی — خمیده قامت من کرد بار عصیانم
زچشم لطف خدایا بسوئے من نظرے — که سرفگنده و شرمنده گناهانم
غم گناه زنده نشترم بدل هر چند — خوشم باین که مگر بندهٔ مسلمانم
مرید حضرت عشقم بخود همی نازم — که حُبِ آلِ عبا هست دین و ایمانم
بخلق کوس سخندانیم بلند صدا است — چه حاجت است که گویم که من سخندانم

برو به سیر گلستان بی خزان باقر
گرفته است دل از سیر این گلستانم

جام در کف در بغل آن ماه پیکر داشتم — در شبستان شمع از رخسار دلبر داشتم ۲۲
در تماشائے چمن دامن کشان رفتم زسرو — بسکه شوق آن قد رشک صنوبر داشتم
دی رقیب از دور با شمن هزیمت خورد و رفت — بسکه از آه و فغان و ناله لشکر داشتم
بود شب آن فرودشان من که رضوان بر درش — در چمن زار حریم دوست بستر داشتم

خضر اگر از حلقهٔ من رهبری خواهد چه دور — همچو اصدق هادی خود پیر بهر داشتم
نافهٔ مشک ختن گویا کف دست من است — بسکه شب در دست آن زلف معنبر داشتم

بود باقر دی شب من در تجلی هیچ روز
در بغل آن شاهد خورشید منظر داشتم

۲۳ به بوئے کاکلت مستانه چون بوئے صبا رفتم — رها کردم ز سر دستار و از بند قبا رفتم
زبس بر بود بیتابی عنان اختیار از من — بسویش شد رها قاصد من اورا از قفا رفتم
زبس کرده است شوق او بکر و خم نسیم آسا — چو بوئے گل بکوئے یار بر دوش صبا رفتم
مرا درد یست جانفرسا که درمانش نمیدانی — معالج از سرم برخیز کز فکر دوا رفتم
رهِ تسلیم پیمودم بدل محو رضا گشتم — ز کام دل رها گشتم ز حرف مدعا رفتم
تو عهد خویش شکستی ز راه مهر برگشتی — من مسکین همان پیوسته در راه وفا رفتم
بدم گفتی تو خود از ناز و خود رنجیده ای از من — بیا جانا کرم فرما که من از ما مضی رفتم
به یثرب تا ختم آخر ز هندستان بحمد الله — که از دام بلا برجسته در دار الشفا رفتم

ملول از شکوهٔ اغیار پیش او نیم باقر
گزشتم از سر این قصه وزین ماجرا رفتم

۲۴ بدل زد نشتری تا غمزهٔ آن چشم فتانم — سحاب آسا گهر بار است هر گه مژگانم
نشد وا غنچهٔ دل از تماشای گلستانم — چه باشد آه تدبیرم چه سازم سخت حیرانم
برنگ شمع امشب جلوه فرما گشت جانانم — بلائے دین و ایمانم بشو خی آفت جانم

زدم انتظارش برلب آمد ناتوان جانم — توای عیسی بقربانت بفرما چیست درمانم
اگر خواهی هلاکم کن وگر خواهی بکش دربر — که من از جان و دل جانا ترا در خط فرمانم
من و ذکر تو بر لبها دلم سویت تو ئی جانا — که محرم ساختی از دل نبودی قط فراموشم
دهم در بندگی خود را بهایک بوسه میخواهم — خریدن میتوان جانا که جنسی خوب و ارزانم
بدست نفس نافرمان گرفتارم معاذالله — چه باشد آه درمانم مریض درد عصیانم

حیات جاودان بخشد مرا یک بوسه زان باقر
که جان دارو بود شیرینی لبهای جانانم

خوش آنکه بجان طالب دیدار تو باشم — در سلسلهٔ عشق گرفتار تو باشم ۲۵
چون زلف سیاه تو سیه روز و پریشان — چون نرگس بیمار تو بیمار تو باشم
باشم ز مقیمان سرا پردهٔ نازت — همراز تو و محرم اسرار تو باشم
افتاده و وا کرده نظر سوئی در و بام — چون نقش قدم در پس دیوار تو باشم
چشم برخت باشد و گوشم به حدیثت — محو طرب از صورت و گفتار تو باشم
سرخوش کندم چاشنی شربت دیدار — پامال خرامت دم رفتار تو باشم
خاک در تو بر سر من افسر شاهی است — سلطانم اگر بندهٔ سرکار تو باشم

گفتم که جفا تا بکجا گفت که باقر
بالله پس ازین مونس و غمخوار تو باشم

بیا که زخمی شمشیر انتظار توایم — قرار و صبر و سکون رفت بیقرار توایم ۲۶

بدرد عشق ز جان رفته سوگوار تو ایم
اسیر حلقهٔ گیسوئے تابدار تو ایم

نمی رویم بسیر چمن که خوش نکنیم
بهار گل که تماشائیِ بهار تو ایم

بهار غنچه و گل خوش نیآیدم بباغ
که عندلیب بهار گلِ عذار تو ایم

شمیم نافهٔ چین خوش نیایدم بدماغ
که مست نکهت گیسوئے مشکبار تو ایم

بیا و از دم جان بخش زنده کن ما را
که کشتهٔ دم شمشیر انتظار تو ایم

ازان دو قطره زلالے که تر دماغ شویم
که تشنه کام می لعل خوشگوار تو ایم

ترانهٔ غزلِ تازه ساز کن باقر
که گوش بر سخنِ نغز آبدارِ تو ایم

۲۷ جز نام تو چیزے دگرے یاد ندارم
در سبحه بجز ذکر تو اوراد ندارم

خاموشیم از نالهٔ نه از قوت ضبط است
از ضعف مگر طاقت فریاد ندارم

جز جلوهٔ حسنت نبود هیچ بچشمم
غیر از غمِ تو در دلِ ناشاد ندارم

گر مهر کنی خانهٔ ات آباد کرم هاست
در جور کنی شکوهٔ بیداد ندارم

در دیده و دل صورت رخسار تو پیداست
نقشِ تو کشد حاجتِ بهزاد ندارم

در لوح دماغم نبود غیر خیالت
در شیشهٔ دل جز تو پریزاد ندارم

معشوقهٔ من رونکند جز بسوئے من
من شرکت معشوق چو فرهاد ندارم

در حلقهٔ می زله بر پیر مغانم
من بندگیِ خدمت زهاد ندارم

از دست خودم کش که تمنائے من این است
گردن که تهه خنجرِ جلاد ندارم

از نرگس فتان تو شد وقف خراجے ویراست که من ملک دل آباد ندارم
چوں من نبود کس بجہاں کافر مشرب گر عشق بآں حسن خداداد ندارم
تا چند جفا بر سر مہر آے کہ اکنوں من تاب جفاے ستم ایجاد ندارم

قاصد چو زر باقر برسانید سلامے
فرمود کہ او کیست بگو یاد ندارم

۲۸ نصیب ماست در راہش فغان و جانفشانی ہم برو ناز و ادا ختم است و طرز دلستانی ہم
ہمیں خواہم بصد جاں بوسہ از لعل شکر خاے نخواہم داروئے عیسیٰ و آب زندگانی ہم
مرا و سوخت جان و دل بہجر آتشین رویت شرار ناله آتش فشاں سوز نہانی ہم
ندانستم کہ عشق تو بلاے جاں بود آخر ز دل صبر و سکوں بربود و لطف زندگانی ہم
بگردوں برق بربود از دل من طرز بیتابی ز آہ و نالہ من شیوه آتش فشانی ہم
بقربان تو جانم ساقیا گلگوں عذارا بدہ یک بوسہ لعلت شراب ارغوانی ہم
نباشد خواہش رضوان و شوق حور و غلمانم بوصلت از خدا خواہیم عیش و کامرانی ہم

نگردد خامہ کس ہمنوا با خامہ ات باقر
گہر ریزی بر و ختم آمد و شکر فشانی ہم

۲۹ دی شب بہ تار اشک چو مضراب میزدم شد رستقے کہ نعرہ تہہ آب میزدم
خوابم نمی ربود بہجر تو شب ز اشک آبے بروئے بخت گراں خواب میزدم
بر یاد روئے و نرگس مستانہ تو شب جامے بروئے آب بہ مہتاب میزدم

درشوق جلوهٔ تو چوآرسینه میرمید — دستے بدامنِ دلِ بیتاب میزدم
جورِ فلک چو برطرفِ غربتم کشید — برسر زدرد فرقت احباب میزدم
خونابهٔ دلست کنون قسمتم همیں — در بزم یار جامِ مئے ناب میزدم
درانتظار جلوهٔ نورِ رخِ تو شب — آبے بروز دیدهٔ بیخواب میزدم
درشوق ابرویت بدرِ خانهٔ حرم — دستِ طلب بحلقهٔ محراب میزدم
دی میزد زاغ خردشے بکلبه ام — فالے خوشے بمقدم احباب میزدم

غافل زفیض مبدء اسباب کائنات
باقر نظر بعالم اسباب میزدم

۳۰ ازشعلهٔ تجلی جانانه سوختیم — برشمع آں غدار چو پروانه سوختیم
دیدم تهی زجلوهٔ ساقی است میکده — ازآه آتشیں خم وخمخانه سوختیم
ازآه آتشیں دم نظارهٔ رخت — درجلوه گاه حسن تو مردانه سوختیم
سودائے عشق تست که بیخانمان شدم — رختِ سراز سوز دل ویرانه سوختیم
نورِ رخے چو وادی ایمن بلند شد — همچو کلیم بےخود و مستانه سوختیم

باقر زماشنود دل دیوانه را چو شمع
ازسوز عشق آں بتِ فرزانه سوختیم

۳۱ روزگاریست که ماهمدم وهمراز توایم — بندهٔ ناز تو ومونس ودمساز توایم
سربسودائے تو ومحو خیالت دل زار — چشم برراه تو وگوش بآواز توایم

فرش را هیچ ترا سبزه نمط گرچه ولی — للّٰه الحمد که چون سرو سرافراز توایم
مایهٔ طاقت و صبر است براهِ تو نثار — جان فشانندهٔ تو عاشق جانباز توایم
بندهٔ ناز و ادا کشتهٔ شمشیر جفا — خستهٔ دل شدهٔ چشم فسونساز توایم
مطربا هوش رُبا پردهٔ از ناز بسنج — کشتهٔ نغمهٔ تو شیفتهٔ ساز توایم
دم رفتار تو پامال خرامت هستیم — چشم بر روئے تو داریم نظر باز توایم

نه شکیبی نه دهی دل بقناعت باقر
ما بستوه ز دل از حرص تو و آز تو ایم

۳۲

اے گلشن حسن دل نشینم — وے سرو روان نازنینم
باشد نه کم از علوِ شانت — در سایهٔ تو یکے نشینم
آرم چو تو آهوئے بخواهم — در بند وصال در کمینم
هستم بغلامیت سرافراز — گر صاحب تاج در نگینم
یک جلوه بکن بخانهٔ من — خورشید جمال مه جبینم
دور از تو مردم و نشد آه — یک جلوه ز روئے تو بینم
دور از تو ستاده ام بخدمت — اذنے که به پهلویت نشینم
از تو نه شوم جدا و لیکن — روزیکه کنند در زمینم

باقر چه عجب ز باغ جنتش
باشد که گهے گلے بچینم

۳۳ چه گویم طاقتِ گفتن ندارم — که از شمشیر نازت دلفگارم
شبم خون شد جگر در انتظارش — نه آمد آن بتِ گلگوں عذارم
فراموشم نمیگردد که در یاد — نمی آرد بتِ نسیان شعارم
شوی زاهد جدا از زهد و تقوی — اگر بینی یکی روئے نگارم
بچشم این است مقصود دلت گر — که لختِ دل همیں از دیده بارم
بهار و باغ من جانا تو باشی — چه باشد کار با باغ و بهارم
سحر گه در گلستان بیتو رفتم — چگویم در نظر گل بود خارم
مشو از من جدا اے من فدایت — که از تو طاقت دُوری ندارم
بچشمِ کم مبیں اے زاهدم زاں — که شاهد باز و رند میگسارم

دلِ پُر درد آوردم بپیشت
چه گویم باقرِ عصیاں شعارم

۳۴ من جز تو کس آشنا ندارم — هم غیر تو دلربا ندارم
از زلف تو آورد نسیمے — این چشم من از صبا ندارم
آهے بکشید و عیسیم گفت — این دَرد ترا دَوا ندارم
اے وائے که در شام بوئے — زاں کاکل مشکسا ندارم
خاتق برساندم بکوئیت — من غیر ازیں دُعا ندارم
هستم بگدائیش سرافراز — من ما منے جز خدا ندارم

فانی شده ام بذات پاکش — من یاد ز ما سوا ندارم
بے جلوهٔ روئے روشن تو — هرگز به نظر ضیا ندارم

امید قضائے جملہ حاجات
باقر بجز از خدا ندارم

۳۵
جز غیر تو با هیچ کسے ساز ندارم — هم جز تو کسے همدم و همراز ندارم
هرگز مروا ے مایهٔ جانم ز برِ من — من طاقت صبر اے بتِ طناز ندارم
بهر چه رها ساخته صیاد ز دامم — میکشت که من طاقتِ پرواز ندارم
بیتابی شوقت ببرد خواب چه سازم — گردیده به راهت همه شب باز ندارم
گر جلوه کنی منت ور می نکنی منت — من طاقت برداشتنِ ناز ندارم
سرسبز بود گلشن و من قید قفس آه — این فصل بهار و پرِ پرواز ندارم
در سینه غمِ عشق نهان داشته ام لیک — من چاره ازین گریهٔ غماز ندارم

باقر غم و دردِ دل خود با که بگویم
اے وا ے که یک همدم و همراز ندارم

۳۶
اگر دنیا ندارم غم ندارم — چه شد بر زخم گر مرهم ندارم
بغیر از جلوهٔ روئے نکویت — درونِ دیدهٔ پر نم ندارم
بجز یک بوسهٔ لعلِ لبِ تو — تمنا در دلِ پر غم ندارم
ز دنیائے دنی فارغ نشستم — چه شد دینار و گر درهم ندارم

ازیں غم چوں نگردد پشت من خم — بدست آں کاکلِ پرچم ندارم
بسے در عشق دارم راز پنہاں — بگویم با کہ چوں محرم ندارم
گذارم چوں زمینِ کوئے جاناں — کہ صبر از تخت چوں او ہم ندارم
منم محوِ جمالت دیدۂ تر — بسوئے مہر چوں شبنم ندارم
نمیدانم چہ میسازی علاجم — کہ دردِ دل مسیحا کم ندارم
کدامی شب کہ از دردِ فراقت — چو بلبل نالۂ پیہم ندارم
کنوں ما و خمِ محراب مسجد — ہوائے زلف خم در خم ندارم
صلاحِ کار بارِ دین و دنیا — ندارم آں من و ایں ہم ندارم

پریشانیست **باقر** قسمتم چوں
چو زلفش کار خود برہم ندارم

۳۷ شب کہ در بزمِ تو جاے مہ لقا میداشتم — کوکبِ اقبال بر اوجِ علا میداشتم
تو ز من ببریدی و با مدعی در ساختی — من ز تو اے بیوفا چشمِ وفا میداشتم
عاشقِ جانباز بودم در بہاے بوسہ — عزمِ جانم گر ہمیکردی روا میداشتم
او کریم است و رحیم من بہ ہر کرب و طرب — در ہمہ حالے نظر سوئے خدا میداشتم
روزگارے شد نمی آرد نسیمِ زلف او — چشم امیدے من از بادِ صبا میداشتم
حیرتِ حسنِ تو شد مہرِ زبانم ورنہ من — بہر عرض خدمتت صد مدعا میداشتم
از پئے نظارۂ محراب ابرویت بلند — در دلِ شب تا سحر دستِ دعا میداشتم

بسکه باقر آمد او از سفر بود است گرم
شب همه شب گوش بر بانگ درا میداشتم

۳۸

چون پس دیوار بامت بستری میداشتم
بر سر از اقبال تابان نیّری میداشتم

چون کنم پرواز یارب تا بآن بام بلند
کاشکے همچون صبا بال و پری میداشتم

زال دنیا را بپرسیدم که باشد شوهرت
گفت در آغوش هر شب شوهری میداشتم

بندهٔ از بندگانت بود مے زاهد ولے
دل بدست اختیار دلبری میداشتم

شعلهٔ جواله گشت و مایهٔ جانم بسوخت
آنکه در دل از غمِ تو اخگری میداشتم

اے خوشا وقتیکه از سوز غمِ عشق بتاں
سینهٔ آتش فشاں چشم تری میداشتم

شدتِ جور و جفا شکست آخر خاطرم
ورنه ماهم پیش ازیں با تو سری میداشتم

بودم از جوشِ تجلی فارغ از شمع و چراغ
تا چو تو در خانه تاباں اخگری میداشتم

غنچهٔ لعل لبت بوسیدمے چوں دیگراں
کاشکے من هم چو گل مشت زری میداشتم

من ترا دیوانه از آغاز تو دانی که من
پیش ازیں با دیگراں خیر تو سری میداشتم

تو بخوابِ ناز بر بالائے بامِ خویش و من
بر درت از ناله شور محشری میداشتم

در طریقِ عشق باقر چوں نباشم مستقیم
چوں جنابِ پیر اصدق رہبری میداشتم

۳۹

بندهٔ ناز توام میل بجولاں نکنم
ناظرِ روئے توام رو بگلستاں نکنم

لذتِ بُعد وطن حب وطن بُرد زدل
یار اغیار شدم یاد عزیزاں نکنم

برگنه بسکه مرا رحمت حق کرد دلیر — چون به امید کرم میل بعصیان نکنم
مایهٔ زندگی از بهر چه حق داد مرا — گر دل و جان همه بر ناز تو قربان نکنم
سخن ناصح مشفق نکند سمع قبول — گوش بر پند به عشق تو ز لقمان نکنم
فصل گل آمد و شد تازه مرا داغ جنون — پاره چون غنچه نمط جیب و گریبان نکنم
جلوهٔ حسن مجاز آن قدرم برد ز خود — که بجز سجدهٔ بت طاعت یزدان نکنم
درد عشق تو عزیز آمده از جان عزیز — میرم از درد دل خسته و درمان نکنم
کام جان کرد ز بس لذت دردم شیرین — عرض حال دل خود پیش طبیبان نکنم
بی ثبات است ز بس روئے دل خود هرگز — گر برآید بسوئے عالم امکان نکنم

گفت از خنده که باقر به غم مرگ تو من
نه بپوشم سیه و موئے پریشان نکنم

۴۰ میان بستم پئے خدمت بکمتر از صبا رفتم — ز سر پا کرده در سر کار شاه دو سرا رفتم
ز خوبان چشم بر بستم ز دام نفس بر گشتم — ز دنیائے دنی بی خطرهٔ حرص و هوا رفتم
نیم گر لایق خلوت مران از در گهم یارب — مکن جور و جفا جانان من از مهر و وفا رفتم
رها از خویشتن گشتم بذات دوست پیوستم — ز آلام فنا رستم به آرام بقا رفتم
کشادم چشم وحدت بین ندیدم غیر روئے او — شدم محو تماشایش ز یاد ما سوا رفتم
ز جان محو رضا گشتم بدل تسلیم تقدیرت — بگشتم از سر مطلب ز حرف مدعا رفتم
مگر باشد سر کویت فروزان وادی ایمن — بدیدم جلوهٔ رویت ز هوش ای دلربا رفتم

نشستم بر درت عمرے ندیدم جلوۂ رویت بصد اندوہ و حسرت ہا ز کویت دلربا رفتم

ز خود گم کردہ ام خود را نمیدارم خبر باقر
کہ من با ایں دلِ محزوں کجا بودم کجا رفتم

۴۱ چوں نسیم آہ بر راہِ تو نپویم چہ کنم جلوہ فرما نشوی گر تو بسویم چہ کنم
زاہد از من تو مرنج از نکنم با تو نماز لایق سجدۂ حق نیست وضویم چہ کنم
من بشوق لب لعلِ تو بمیرم ہمہ شب تو ز شرم ار نہ کنی روے بسویم چہ کنم
شدتِ تشنگی اے وائے رگِ جانم سوخت آبِ تیغت نرسد گر بگلویم چہ کنم
من چرا با دل پر غم نہ بسازم کہ فلک در عیشے نکشادہ است برویم چہ کنم
گرچہ از شکوۂ بیداد تو ضبط نفس است حال زارِ دل خود با تو نگویم چہ کنم
میرساندم بسرِ عرش فغان و زاری غیرتِ عشق کند خفّ گلویم چہ کنم
عیش من چوں نشود تلخ کہ ہر دم بر پا فتنۂ نو کند آں عربدہ جویم چہ کنم

من و چشم و رخ تابندۂ آں ماہ و لے
باقر او را نظرے نیست بسویم چہ کنم

۴۲ میخوارم و جز پیر مغاں یار ندارم منزلگہے جز خانہ خمار ندارم
دور از گل رویت منم و گوشۂ عزلت میل گل و گلشن و بازار ندارم
موسیٰ صفت از خود بردم جلوۂ حسنت اے واے چہ کنم طاقت دیدار ندارم
میپرسیم احوال دلِ خستہ ولیکن چوں عرضہ دہم طاقت گفتار ندارم

نے مومن و کافر نہ منم شیخ و برہمن — در دست و گلو سبحہ و زنار ندارم
در بر چو کشم می بروش خواب شب وصل — آیا چہ کنم طالع بیدار ندارم
جز دارو ئے وصلت نبود ہیچ دوائے — جز صدمۂ ہجرت دگر آزار ندارم
خاموش زبان میکندم حیرت جنبش — گویا پئے مطلب لب اظہار ندارم
از مکر و ریا پاکم و صد شکر چہ نقصان — زاہد صفت ار جبہ و دستار ندارم
کمتائے سر کیسۂ خود بہر سلوکم — منعم طمع درہم و دینار ندارم
تا منزل جانانہ خدایا برسم چوں — دور آمد و من طاقت رفتار ندارم

خوش گفت کسے باقر من نیز بگویم
من در دو جہاں غیر خدایا ندارم

۴۳ در فراقت ماہ من با شور و ماتم ساختم — با فغان و زاری شبہائے پیہم ساختم
با رخ زرد و دم سرد و شرار آہ گرم — با دل پر درد و غم با چشم پرنم ساختم
طاق ابروئے ترا از دور کردم سجدہ ہا — قامت خود را بہ تعظیم قدت خم ساختم
در فراقت غنچہ سان دل بستہ نامم روزہا — گریہ شبہا بر گل رویت چو شبنم ساختم
جبہ و قف سجدۂ ایزد نکردم وا دریغ — پائے خود وقف رہ دینار و درہم ساختم
تو بزخم غیر رگ زن مرہم کافور نہ — من برائے زخم خود از مشک مرہم ساختم
آمدم مستانہ وش جام و سبو را برزدم — بزم عیش میکشاں بیصرفہ برہم ساختم

فکرہا کردم نشد بہ باقر ایں زخم دلم

ساز با بقراط و با عیسیِ مریم ساختم

۴۴

شب ز بیتابی دل روئے بگلشن کردم — بہ تمنائے تو سیرِ گل و سوسن کردم
شب فقیرانہ در صاحب دولت بزدم — دانہا ہمچو گدا گد یہ ز خرمن کردم
کفر و دیں را نشناسم کہ شدم بندہ عشق — رو کہ قطع نظر از شیخ و برہمن کردم
گرم جولاں بسمند آمدہ آں مایۂ ناز — جبہ را وقفِ سجودِ سم توسن کردم
تا تماشائے جمالت کنم از دیدۂ دل — سینہ بشگافتم از نالہ و روزن کردم
بسراغت نرسیدم تو کجائی اے شوخ — جستجوئے تو بہر کوچہ و برزن کردم
اے خوشا باغ کہ دایم بودش فصل بہار — من بگلزار خزاں دیدہ نشیمن کردم

باقر آں مایۂ علمے کہ مرا بود و فنے
صرفِ نسیاں بہ رہِ آں بت پرفن کردم

۴۵

ز صحت یکطرف رنجور و دلا دوا بودم — مریضِ عشق بودم فارغ از فکر دوا بودم
شہودم در شہادت شد در اا ذر و را بودم — اسیرِ بندگی اینجا شدم آنجا خدا بودم
بری از بیم و فارغ از رجا بودم خوشا حالم — مبرا و منزہ ہم ز تسلیم و رضا بودم
رسیدی بر سرم ناگہ ولے نہ نشستہ برگشتی — چرا بیگانہ وش رفتی نہ آخر آشنا بودم
منم اکنوں کہ در راہت غبارِ ناتواں ہستم — بچشمِ اہل بینش ورنہ روزے تو تیا بودم
نشستم بر سرِ راہت نہ آوردار تو پیغامے — سحر در انتظارِ مقدمِ پیک صبا بودم
چہ از بختِ زبوں نالم نشد واعقدۂ کارم — کہ من عمرے دراز ے ناخنِ دست دوا بودم

چه گویم تا چه بودم غرقهٔ بحر گنه بودم ولیکن کشتی اهل صفا را ناخدا بودم

زیان و سود خود باقر بدست یار پیدا کن
زنا کامی نه بد بردم زبس محو رضا بودم

۴۶ رواج راحت و رنج از میان برخواهیم برآن سرم که شعار جهان برخواهیم
کمال ذاتی خود چون مراست شهره دهر تفاخر است که از دودمان برخواهیم
ز کار عشق ز معشوق چون نشد کامم بخواهم اینکه ازان سوغان برخواهیم
غبار خاطر نازک اگر فسانهٔ ماست زبان ناطقه بندم بیان برخواهیم
کنیم گریه و سر نالها همی خواهم که راز عشق نهانت عیان برخواهیم
بچند وعده مهر من یکی نکردی راست چسان ز قول تو دل شادمان برخواهیم
بیا بیا که ز وصلت ز سر جوان گردم بسوی فصل بهاری عنان برخواهیم
قرارگاه خوشا بود گلشن قدسم ازین چمن بپرم آشیان برخواهیم
بیا بیا که بپای تو سر بفشانیم بگرد فرق تو دل را و جان برخواهیم

بگوشهٔ بنشینم بیا دخت باقر
ز روی خلق رخ خود نهان برخواهیم

۴۷ قیام قبلهٔ جان میپرستم سراپا شان یزدان میپرستم
من آن مهر درخشان میپرستم چراغ دین و ایمان میپرستم
سرم وقف سجود درگه اوست همای اوج عرفان میپرستم

نصیبم نیست بار درگهت آه — من از یک عمر دربان میپرستم
ز حرف کفر و اسلامم خبر نیست — ترا اے جان جانان میپرستم
حریفان گو هر مقصود بردند — منم کیں داغ حرمان میپرستم
بجان و دل ندارم غیر اصدق — همان سلطان خوبان میپرستم
براه کعبهٔ کویش بهر گام — خس و خار بیابان میپرستم

بیا باقر بخوان بهر خدا باز
قیام قبلهٔ جان میپرستم

۴۸ جلوهٔ حسن کسے در دل نالان دارم — وه چه گنجے است که در منزل ویران دارم
تاجرانیم و سر کشور جانان داریم — نخلهائے دل صد پاره بدکان داریم
در هوائے رخ او خار بدوشیم مدام — حال آشفتگی کاکل جانان داریم
هر نفس لخت دل از دیدهٔ پر خون ریزد — گل بچندین چه گل زیب گریبان داریم
چون بگلهائے جهان بوئے محبت نبود — نے دماغ چمن و نے سر بستان داریم
تا ز صاحب نظرانیم دریں باغ وجود — نرگس آسا بر خش دیدهٔ حیران داریم
سایه سان نیست ز ذات تو جدا هستی ما — جلوه گر شان وجوب از سر امکان داریم

یکه تازانه بمضمار بلاغت باقر
توسن طبع رواں بر سر جولان داریم

۴۹ سحر با مطرب و مینا و ساقی در چمن رفتم — زجان در انتظار آں بت پیماں شکن رفتم

سحرگہ چوں صبا بر بام آں رشک چمن رفتم — گل رویش تماشا کردم و از خویشتن رفتم
ز طوفانِ بلا برجستہ بیروں از وطن رفتم — ز سر در کوئے جاناں ہمچو بحر موجزن رفتم
چہ پندم میدہی اکنوں کہ در عشقِ بتاں زاہد — زدین شیخ برگشتم بکیشِ برہمن رفتم
سبک پرواز باغِ قدس بودم اے خوشا وقتے — چہ سنگیں ساعتے بود آنکہ در قیدِ بدن رفتم
ز بس بیرحمیِ خویشاں مرا شد موکشاں آخر — بصد حسرت بشامِ غربت از صبح وطن رفتم
شہیدِ ناز او بودم قتیلِ غمزہ در مرقد — بزخمِ تیشۂ حسرت منِ خونیں کفن رفتم

بشوقِ استلامِ عتبۂ پیران خود باقر
گہے اجمیر و گہ دہلی و گاہے در پٹن رفتم

۴۵ حاصلِ ملکِ جہاں را بہ پشتِ پا زدیم — برق از طوفانِ ہمت در خسِ دنیا زدیم
ہرزہ بود از ناصحان از بسکہ پندِ ترک مے — پنبہ در گوشِ سماعت چوں لبِ مینا زدیم
گرچہ میباکیست معذورم ز فرطِ شوقِ خود — دست گر در دامنِ آں شوخ بے پروا زدیم
رہ بکوئے یار بردن از قضا قسمت نشد — دست و پا ہر چند چوں بسمل درین سودا زدیم
خلعتِ رندی عطا فرمود تا سلطانِ حسن — چاکہا مانندِ گل در جامۂ تقوی زدیم
نالۂ پُر درد بود و گریہ و خونابِ دل — جامِ عشرت با می و مطرب بدریا زدیم
مست سودائیم شرحِ نام و ننگ از ما مپرس — طبلِ رسوائی بعشقِ آں قد و بالا زدیم
تا مقامِ ما بسعیِ فکر کے بتواں رسید — ما پرِ پرواز خود را بر پرِ عنقا زدیم
در نظر ہرگز نیامد جلوۂ وے — گریہ ہا کردیم روز و نالہ در شبہا زدیم

فتح بابِ مدعا باقر نمی آید بدست
بس در دیر و حرم چون مومن و ترسا زدم

۵۱

تا نه بینیم جمال تو شکیبا نشویم
ما تسلی بخیال رخت اصلا نشویم

آنچنان محو خیالِ رخ زیبائے تو ایم
که بحوران جنان گرم تماشا نشویم

تا بیادِ گل رخسار تو در خانه خویشم
مایلِ سیر چمن عازم صحرا نشویم

هر دم از مبدء فیض است تقاضائے عروج
پستی حوصلهٔ ما است که بالا نشویم

تا ز خاکِ قدمت دیده مکحل نشود
باشد از طور اگر سُرمه که بینا نشویم

گرچه بس فتنه کار است بلا غوشه فروش
ما یکے شیفتهٔ شیوهٔ دنیا نشویم

جمع ممکن نبود حیف بجو داری و شوق
ما بعشق رخ زیبائے تو رسوا نشویم

یار چون واقفِ راز است بهانست که ما
طالبِ کام و سرِ عرض تمنا نشویم

ناصحا دیدهٔ بینا بچه حق داده اگر
ناظرِ روئے خوش و زلف چلیپا نشویم

واشد ما همه موقوف شکر خندهٔ تست
از دمِ بادِ سحر غنچه صفت وا نشویم

طالب دنیا و عقبی چو نباشد رحم
بر ما است اگر طالب مولا نشویم

بیچو باقر سرِ تسلیم فگندیم به پیش
گر رسد تیغ ز دست تو گله آر نشویم

ردیف نون

۱ چو آں رعنا غزالم رشتهٔ الفت برید از من — دلم از سینه چوں آہو بروں جست و رمید از من

بعشق آتشیں روئے چو مشق گریہ میکردم — بجائے قطرہائے اشک اخگر میچکید از من

ز خونِ من کہ اے قاتل نگاریں کردہ پارا — ز غیرت آب شد در سینہ خونِ صد شہید از من

چراغِ ہستیم گل شد چو شمع صبحگاہ امشب — بہ اندازِ عجب آنشوخ دامن برکشید از من

چہ گویم بتو چوں بگذشت شب از فرط بیتابی — نہ یک دل بلکہ ہر عضوے چو بسمل میطپید از من

ز افسونِ جنوں آخر نمودم رام چوں محمل — غزالے را کہ از وحشت بکلی میرمید از من

بزنگ نے بہجرانت ہمہ تن شور و افغانم — چہ غیر از نالہ و آہے کسے ایجا شنید از من

پریشاں ماند از حیرت طبیب من ز احوالم — ز شوقت میطپید از بس چو شریاں ہر وریدِ از من

نوائے نغمهٔ بلبل بہ پیشش خارج آہنگ است — بہجرت نالهٔ مستانہ ہر کس شنید از من

نظر بر رحمتش داریم باقر با ہمہ عصیاں
کہ خود گفت او نباید گشت ہرگز ناامید از من

۲ رحمے بحالِ بیدلاں چندیں جفا کاری مکن — ناز و ادا و غمزہ را صرفِ دلآزاری مکن

باشد مشامم عطرسازان کاکل عنبرفشان — ای نافهٔ چین پیش من بیهوده عطاری مکن
ای من فدای این ادا آخر که گفت ای دلربا — دلدادگان خویش را یک ذره دلداری مکن
برکن نگاه ناز را بر حال بیماران نگر — ای چشم جادوئی کسی خود غدر بیماری مکن
در حلقهٔ رندان بیا زاهد بکش پیمانه
مستی کن و دیوانه شو بیهوده هشیاری مکن

۳ خاطر غمزده از من دل شاد ازدگران — خار حرمان زمن و نخل مراد ازدگران
بسکه ناز تو کشیدیم ز یاد ازدگران — سرگران کرده بما بودی و شاد ازدگران
هم به پیش تو بنالیم ز جور و ستمت — ما نخواهیم ز بیداد تو داد ازدگران
شکوه نیست ازین رو که فراموشم کرد — شکوه اینست که چون ساخته یاد ازدگران
گرچه آشوب جهانند حسینان لیکن — حسن تو فتنه برانگیخت زیاد ازدگران
جز بدرگاه تو امید گه ما نبود — ما نه آنیم که خواهیم مراد ازدگران
طعنه بر باقر دل سوخته در عشق مزن
گر به آئین وفا رخنه فتاد ازدگران

۴ داغ عشق تو بود زیب جبین دل من — نام پاک تو بود نقش نگین دل من
وسعت آباد فروغت چو بدیدش گردون — از سر عجز بسوید زمین دل من
خانهٔ دل همه از غیر تو پرداخته ام — جز بیاد تو کسی نیست مکین دل من
جان پی صلح فدای نگه ناز تو کرد — چشم مستت چو کمر بست بکین دل من

از تجلی جمال رخ پر نور کسے — هست خوبے عجبے پردہ نشین دل من
هست کویت صنما کعبۂ مقصود مرا — آستان تو بود عرش برین دل من
نه مسلمانش تواں گفت و نه کافر باقر
می ندانم چه بود ملت و دین دل من

۵ بیا در کوچهٔ او شور محشر را تماشا کن — سر بام آں قدر شک صنوبر را تماشا کن
مصفا ساز از حسن رخ آئینهٔ دل را — دریں جام جہاں بیں روئے دلبر را تماشا کن
بچشمش کرد همچشمی ببیں شوخی نرگس را — بقدش همسری دارد صنوبر را تماشا کن
بشوق آنکه یکدم در برت گیرم چه بیتابم — بیا و انتظار چشم بر در را تماشا کن
به بحر عشق طوفانی ست گر خود کشتی نوح است — دریں دریائے بے پایاں شناور را تماشا کن
نصیحت میکنی در عشق او ناصح مرا یکره — جمال عارض آں ماه پیکر را تماشا کن
بکام غیر ما را دور کرد از بزم وے باقر
جفا هائے سپهر سفله پرور را تماشا کن

۶ بیخود از نظارهٔ دلدار میباید شدن — مست از پیمانهٔ دیدار میباید شدن
از سنان غمزهٔ افگار میباید شدن — کشتهٔ تیغ نگاه یار میباید شدن
بر بساط هوشمندی کنج خلوت تا بکے — مست لایعقل سر بازار میباید شدن
منزلت دور است و آمد برسرت وقت رحیل — خواب غفلت تا بکے بیدار میباید شدن
نکته ها دارد بے هر صنعت نقش وجود — محو صورت محرم اسرار میباید شدن

تا کجا ضبطِ نفس مسکین دلِ من پیشِ او — حال دل را بر سرِ اظہار میباید شدن

میتواں آزاد گشتن باقر از قیدِ خودی

سیحجاب از پردہ پندار میباید شدن

بے تو در دوانیست ای خورشید سیمارستان — کے مرا زینگونہ باشد آہ زیبا رستان ۷

تا کجا خلوت بیاراید بہ بزم میکشاں — خوش بود با ساقی و با جام و مینا رستان

من فدائے تو بیا اے مرگ تا کے میتواں — با فغان و نالہ و فریاد شبہا رستان

با غم و دردِ فراقت زندگانی مشکل است — خود بفریاد ما چوں تواں در داد از تو جانا رستان

ساز کن پیمانہ اے ساقی کہ آمد نوبہار — نیست خوش در فصلِ گل بے جام و صہبا رستان

در تمنائے تو ما را ہر نفس در موجِ اشک — نقش بر آب است چوں گرداب در دریا رستان

از بسر بردن بہجرِ یار مردن بہتر است — خوش بود با دلربا در عیشِ شبہا رستان

چوں نباشد باقر اجنگ و خصومت با کسے

میتواں در دہر با لطف و مدارا رستان

چوں لبِ گل روزیِ من ساز خنداں رستان — تا بکے یارب بر نگِ شمعِ گریاں رستان ۸

از غمِ دنیا نبایداین قدر رو[1] ساختن — میتواں اے ہمنشیں با روئے خنداں رستان

تنگنائے دار دنیا محبسِ سجنِ من است — شاد و خرم چوں تواں کردن زندان رستان

بے نصیبم از لبِ لعلش کہ درمان من است — خود مگر مرگے بود در شوق درمان رستان

---

[1] رو ساختن یعنی شرمندہ شدن۔ حسن بیگ رفیق گوید ؎ مجو جواب از آنکس کہ صاحب طینت نیست ؛ قضائے آئینہ رو ساختن ندارد (از مصطلحات الشعرا) اینجا معنی دلگرفتہ نشستن است۔

گر کسے جانبر شود از نازِ او باشد ولے — کے تواں از غمزهٔ آں چشم فتاں رستن
دراماں بودن ز دستِ نفس کافر مشکل است — هست ممکن فارغ از تلبیس شیطاں رستن
چیست شمشاد و گل و نسرین که دارد زنده ام — کے توانم بے تو اے سروِ خرامان رستن
حاصلِ زهد تو زاهد نیست جز عجب و ریا — به بود از طاعت و در بندِ عصیاں رستن
چوں دلِ جمعِ تو آرم خاطرِ جمع از کجا — قسمتِ ما بود چوں زلفت پریشاں رستن

کام نخشیها کند آں شوخ **باقر** غیر را
آه میگوید مرا همدوش حرماں رستن

۹ مائیم و در فراقِ تو شبها گریستن — وز درد دل بیاد تو تنها گریستن
در شوقِ نوشِ آں لبِ خنداں ست کارِ من — مجنوں صفت بوادی و صحرا گریستن
در هر یکے طبیعت دیگر نهاده اند — آید ز جامِ خنده ز مینا گریستن
بسپار کارِ خویش بتقدیر و شاد باش — بیهودگی ست از غمِ دنیا گریستن
چوں حالِ دل بدوست نویسم ز رنگِ اشک — آغاز میکنم دمِ انشا گریستن
آهسته اشک ریزی و ضبطِ نفس خوش ست — خوش نیست با فغاں و بغوغا گریستن
بے گریه کار دل نگشاید به هیچ جا — باید به سجده و بکلیسا گریستن

باقر نه شسته شد ز دلِ ما رگِ کیں
خوشتر ز گریهٔ تو نبود ناگریستن

۱۰ جانا بیا بجلوه و ترکِ حجاب کن — با لیس ز بازویم کن و با ناز خواب کن

در هجر دوست گریه کن و ترک خواب کن — خون ناب دل رواں ز دو چشم پر آب کن
سیر آمدم ز زندگی از دوری رخت — خنجر بکف بیا و بقتلم شتاب کن
تا چند ضبط شکوه بروئے دل حزیں — از خشم او مترس سوال و جواب کن
برهم مدار خاطر عاشق ز بر همیش — هاں شانه بگیسوئے پر پیچ و تاب کن
دل میطپد بهجر تو دستے بسینه ام — مگذار این قدر ز برائے ثواب کن
بیروں دراز پرده و از شعلهٔ عذار — آتش بخرمن دل هر شیخ و شاب کن
روئے تو جمع بمن خسته جاں یکے — هر چند با عتاب نمائی خطاب کن
اے مست جام غفلت هر روزه یک شبے — آهے ز سینه برکش و چشمے پر آب کن
آمد بهار لاله و گل چهره بر فروخت — ساقی بیا و ساغر من پر شراب کن
اے شهسوار اشهب آهو خرام را — جولاں بساز و کشور دلها خراب کن
بر آستان پاک جبیب خود م رساں — یارب ز لطف دعوت ما مستجاب کن
یارب رساں ز لطف به آبادی قدم — بیگانه از خور نق دار خراب کن
خواهی زدن چو غوطه به موج اجل ضرور — لعنت بکار زندگی چوں حباب کن

باقر بیا بمکیده دستے بجام زن
در کار خیر تا بتوانی شتاب کن

سنبلستاں را چو بینی زلف دلبر یاد کن — در چمن چوں بگذری سرو سمنبر یاد کن ۱۱
چوں تبر سی از گنه لطف پیمبر یاد کن — تشنه لب هر گه شوی از حوض کوثر یاد کن

چشم بند از هر ورق در صفحهٔ دل کن نظر — در گزر از هر کتب فرمان و اوریا کن
ایکه با احباب خود آراستی بزم شراب — تشنگان وصل را از یک دو ساغر یاد کن
فتنهٔ روز قیامت را ز بالایش نگر — از بیاض گردن او صبح محشر یاد کن
گوهر عقد ثریا را در گوشش شمار — چون به بینی ماه را آن ماه پیکر یاد کن
چون بخواهی کام دل بر گو علی مشکل گشا — چون مصیبت رود هر شبیر و شبر یاد کن

در بیابان طلب باقر مکش منت ز خضر
ره چو نبائی غلط از پیر رهبر یاد کن

۱۲ گریه بار آور دهد اهل نظر خندیدن — میکند دل دل شب همچو سحر خندیدن
صحبت ما و تو میداشت بهار عجبی — گریهٔ تلخ زمن از تو شکر خندیدن
از ادائی تو بجا هست اگر میدارد — لب و دندان تو بر لعل و گهر خندیدن
از لب عاشق گریان تو ممکن نبود — زعفران زار گر آرد به نظر خندیدن
بسته میدارد لب خود که پریشانی گل — گشت در صحن چمن پیش بهر خندیدن
چه بلائیست ادایت که بود آفت جان — بارخ همچو گل تازه و تر خندیدن

باقر از خندهٔ بیهوده لب خود بربند
که بود عیب بر اهل هنر خندیدن

۱۳ رود هوش و خرد از جلوهٔ رخسار مه من — بیک دزدیده دیدن دل برد جاده نگاه من
گر وصل تو ام جانا نماید طالع رخشان — سیه تر از شب هجران بود بخت سیاه من

ز فیض مقدمش روشن چو صحن لامکان گردد
دهد در کلبهٔ تارم اگر تشریف شاه من

عذر کن از دم گرم دلم اے جان جاں ورنه
زند آتش بگردوں چون بجنبد برق آه من

ز شرم کثرت عصیاں نه آید عذر تقصیرم
امید رحمت باشد خدایا عذر خواه من

بغیر از خاک کوئے تو ندارم هیچ ملجائے
همیں دیوار بام تو بود پشت و پناه من

بسے هر چند در راهش نمودم جانفشانیها
بت سنگیں دلم هرگز نیارد در براه من

چو فریادم شنید آں مه بگفتا هاں تو ان دیدن
که مینالد بکوئے من که باشد داد خواه من

مبادا زیں ادا آلوده گردد دامن پاکش
نه بیند از حیا سوئیم بت عصمت شعار من

صدائے آفریں خیزد ز جمع سامعان او
نه تنها هست بر شعر تو باقر واه واه من

بیا اے سرو من اینجا بفرما سیر داغ من
که رشک گلشن رضواں بود گلهائے داغ من ۱۴

چناں از ناتوانیها بعشقش بے نشاں گشتم
که مرگ از کاتب اعمال میپرسد سراغ من

چناں از نکهت زلف سمن سائے تو سرمستم
که بوئے گلشن و گلها نه برتابد دماغ من

به ترک شیوهٔ رندی چه پندم میدهی ناصح
ز معشوق و مئے و مینا کجا ممکن فراغ من

زبس پروانه ام بر شمع روئے پاک بیں شوخے
بچشم اهل بینش سر مه شد دود چراغ من

نه از دست نوال تو که از نخجیر زبوں نالم
که از لطف تو اے ساقی نشد پر مئے ایاغ من

اگر آں شمع رو باقر نگردد شمع بالینم
چراغ خانهٔ تاریک من شبها ست داغ من

۱۵ این چنین حسن ملیح و روئے زیبا داشتن ولی نگفے از عاشق بیدل نپروا داشتن
تا کجا سوزم به شوقت از که می آید بگو چشم را در راه مقدم تا سحر وا داشتن
تا نماید جلوه در وے پرتو حسن ازل بایدت آئینهٔ دل را مصفا داشتن
ساقی از خون جگر می وز دل پرغم کباب از پئے آن میهمان باید مهیا داشتن
چون دهن باشد معمائے میتس آمد ضرور گردش از خط سیه شرح معما داشتن
چون تمنا بر نمی آید ترا می بایدت لوح دل را خالی از حرف تمنا داشتن
ناصحا پندم چه گوئی شد شعار من چنین در بغل در دست هر دم جام مینا داشتن
از چنین چشمے چه حاصل وائے بر تقدیر چون برخش روزی نشد چشم تماشا داشتن
می رباید صبر و طاقت تاج زرین کج به سر کاکل شبگون بروئے مهر سیما داشتن

روز در فکر معیشت باش و باقر بایدت
نعرهٔ یاهو و یامن هو به شبها داشتن

۱۶ این قدر جور و جفا بر دل رنجور مکن هر چه خواهی بکن از پیش خود دور مکن
از فروغش دل من وادی ایمن باشد گو تجلی پئے من بر شجر طور مکن
گرچه بے جذبهٔ او تا در وصلش نرسی تو دریغ از طلبش تا حد مقدور مکن
از عبادت نتوان خواست بجز مرضاتش خدمت حضرت او بر طمع حور مکن
جان سپردن به تو تیغ تو دشوار خوش است تیز بر سنگ فسانت دم ساطور مکن
جبه سائی بدرت هست ز شاهی خوشتر زیب فرق سر خود افسر فغفور مکن

گرچه شوقت طلبد سیر دیار و مصر | ناز پرورد بتِ من سفر دور مکن
خوش بیا با رخ بے پرده به بزمِ عشاق | زیر برقع مه من عارضِ پرنور مکن
در رهِ زهد اگر میطلبی حسنِ قبول | مایهٔ صدق و صفا آر دلا زور مکن

جنتت گر عوضِ کوچهٔ جانان نخشند
باقر از راه مرو هرگز و منظور مکن

۱۷ ای عیسی دردِ دلم نه مهمی بر پیش من | ای فدایے مقدمت بنشیں مروا ز پیش من
بهر بهایے بوسه دارم بکف این نقد دل | جانا ز لطفت درگزر هم از کم و از بیش من
نوشے نمیدارم اگر مانند زنبور عسل | عقرب نیم هم تا دلا نالد کسے از نیش من
کردم بپایے آن صنم همچوں برهمن سجده ها | آخر چو خود بینید مرا کردآن بت بدکیش من
رفتم چو سوئے آن صنم گفتا بصد لطف و کرم | اینجا بیا بودی کجا اے عاشق درویش من

آخر به عشقِ آن صنم نقدِ دل و دین باختم
کارے دریں سودا نکرد این عقل دور اندیش من

۱۸ برگ آخر کشید اے وائے احوالِ عجیب من | چه بر نبضم نهی دستے برو نادان طبیب من
کجا این چشم خونبارم کجا نظارهٔ رویش | که وصلِ او بخواب اندر نگردد هم نصیب من
دمِ نزعم بیا و از حد یے شے زنده ام فرما | که گر عیسی بود جز تو نمی باشد طبیب من
بیا جانا نه ام بنما بهارِ گلشنِ حسنت | که چه چه بر گلِ رویت نماید عندلیب من
بصد ناز و ادا امشب به آغوشم بود آن مه | برو خونِ جگر می نوش و بر سر زن رقیب من

کجا انجم تواند شد طرف مهر درخشان را کجا حسن مه کنعان کجا حسن حبیب من
میان ما و او قربی و بعدی بوالعجب باشد که من دورم از و بسیار و او باشد قریب من
به هجر تو زجان رفتم نه پرسیدی یکی آخر
کجا رفت و کجا شد باقر مسکین غریب من

۱۹ مشکل برخت دیده بدیدار کشادن ما و نظر یاس به دیوار کشادن
ای پرده نشین شاهد مستور چه لازم روزن پی نظاره بدیوار کشادن
در بسته بر روی چو مه باز چه حاصل بی صرفه لب وعده دیدار کشادن
تا شهر شود دشت ختن بادیت ای شوخ بر بام یکی طره طرار کشادن
زاهد تو نه محرم اسرار نخواهم در پیش تو گنجینه اسرار کشادن
دارم گله بسیار و لیکن نتوانم پیش تو ز حیرت لب اظهار کشادن
تا وا شود م عقده کار دل شیدا باید گره از کاکل خمدار کشادن
خوابم نبرد گرچه بهجر تو برویت روزی نشدم دیده بدیدار کشادن
باقر بود دیده گریان خوش و ناخوش
در خنده و لب بسته بسیار کشادن

۲۰ سرور دوسرا معین الدین هادی و رهنما معین الدین
تو شهی من غلام بر پایت میکنم جان فدا معین الدین
درد مند آمدم به چشم دلوئی درد ها را دوا معین الدین

ما مریضیم روضهٔ پاکت هست دارالشفا معین الدین
نور حق جلوهٔ تو و شانت هست شانِ خدا معین الدین
در مشام بگو که بوئی خوشت برساند صبا معین الدین
گشته بیگانه از همه با تو گشته‌ام آشنا معین الدین
نیست خوبی بحسن و زیبائی چون توئی دلربا معین الدین
خوش بیا و نشین بچشم و سرم مرحبا مرحبا معین الدین
آمدم بر درِ تو حاجتمند حاجتم کن روا معین الدین
من غلامِ تو و مرا صد رنج بشنو ای ماجرا معین الدین

یک نگه از کرم که بندهٔ تست
باقرِ بینوا معین الدین

۲۱

هادی و رهنما معین الدین رهبر و پیشوا معین الدین
سرورِ اولیا معین الدین همسرِ انبیا معین الدین
همه زیبائی و کرشمه و ناز شاهد دلربا معین الدین
هم طبیب و معالجِ مرضم هم دوا هم شفا معین الدین
از پی مغفرت وسیلهٔ من مقصد و مدعا معین الدین
نیست همچون جمال عارض تو صورت دلکشا معین الدین
دارهاننده قلوب از غم دافعِ هر بلا معین الدین

دل و جانِ عزیز و ہوش و خرد — بر تو کردم فدا معین الدین
نشود آشنائے کس ہرگو — با تو شد آشنا معین الدین
نور چشم حسینؑ ابن علیؑ — سید و سرا معین الدین
تو طبیبی و من مریض توام — کن کرامت شفا معین الدین
روز روشن ز نور او ست شبم — ہست نور و ضیا معین الدین
اندریں ہر دو چشم تیرۂ من — روشنی کن عطا معین الدین
شمع دیں شد ز نور او روشن — آفتابِ ہدیٰ معین الدین
نور ایزد عیاں ز عارض او — مرأۃ حق نما معین الدین

نظرے کن ز لطف و از باقر
عفو فرما خطا معین الدین

۲۲ فغان و زاریت تا چند بس کن — منال اے دل چنیں ضبط نفس کن
بروں از خانہ شو کن سیر بازار — بشوخی جلوہ بر پشتِ فرس کن
مکن آزاد صیدِ خویشتن را — بشکن بال و در قیدِ قفس کن
بسوئے عاشقاں برقِ نگاہے — بیا و آتشے در مشت خس کن

کدامی کار رواں می آید ای دل
بروں شو گوش بر بانگ جرس کن

ردیف واؤ

۱
بسوخت زاتش حسرت دلِ خلیل از تو
برخیته است پر و بال جبرئیل از تو

بدیر و کعبه بغیر تو نیست جلوه کنے
شرار آزر و هم گلشنِ خلیل از تو

بخواهم از که بغیرِ تو راه مقصد ها
که خضر از تو و گم گشته و دلیل از تو

جدا فتاده ام از بزم وصل تو لیکن
بگوش جان رسدم بانگ یا خلیل از تو

چو میل سرمه بچشم همی کنی رفتار
اگرچه دور فتادم هزار میل از تو

بشاهراه محبت بحق تشنه لبان
شده است چشمه چشمان من سبیل از تو

محقق است کلامت هر آنچه میگوئی
مسلم است بما حرف بے دلیل از تو

نظر بروئے حسیناں بود تماشایت
که مشتق است جمال همه جمیل از تو

تمام عمر بعصیاں گذاردم اکنوں
چه عذر خویش بخواهم دم رحیل از تو

نه واقف است بجمل از تو باقر اتنها
بخون دل بخورد غوطها قتیل از تو

۲
چوں برق سوخت جانها گلگوں قبائے تو
خوں کرد عالمے را رنگیں ادائے تو

گه خون زدیده ریزم گه لخت دل فشانم جانا چها بگویم درد جدائے تو
گشتیم محو حیرت در جلوه گاه جنت از خود ربود ما را این خود نمائے تو
یکره نشد گذارت تا گوشهٔ دل او آه رسا چگویم از نارسائے تو
از لوح دل ستردی حرف وفا بکلی خون شد دل ای ستمگر زین کج ادائے تو

مرغان خوش نوا را شد برق خرمن جان
ای کلک نکته سنجم آتش نوائے تو

۳ جان میدهد بقالب بیجان نسیم تو شرمنده آب خضر ز خاک حریم تو
تا کے بدوری تو بسوزم بسان شمع اے من فدائے شعرهٔ خلق عظیم تو
رحمے کنی اگر تو بما هم چه کم شود محروم کس نشد چو ز فیض عمیم تو
جانا گدائے کوے تو باشم همین بس است آن بخت کو چو غیر که باشم ندیم تو
دلها فدائے شیوهٔ ترکانه غمزه ات جانها هلاک خنده لعل بسیم تو
جانا ز ما بریدی و با غیر ساختی آن وعده ات کجا شد و عهد قدیم تو
گفتا نهاد دست بدستم چو بوعلی پیدا است درد عشق ز نبض سقیم تو

باقر چه نغز ریخت ز کلک تو این غزل
صد آفرین به وقت طبع سلیم تو

۴ یاد از من دلخسته نیاری عجب از تو اے حضرت مخدوم بهاری عجب از تو
اغیار بود محو تماشائے تو و من دور از تو کنم ناله وزاری عجب از تو

در خون جگر همچو منِ بندهٔ نازت غلطد سر کوئے تو بخواری عجبا زتو
صد داغ غلامی تو داریم و تو یکره ما را ز غلامان نشماری عجبا زتو
با آنکه فشاندم بره تت نقد دل و جان پروائے من خسته نداری عجبا زتو
صد غرقهٔ طوفان بلا رسته ز دستت از بحر غمم گر نه برآری عجبا زتو

دستے ز عنایت بنهی بر سر اغیار
بر باقر خود رحم نیاری عجبا زتو

خط بر آور دلبت رونق آن رنگ تو کو شوخی و ناز کجا شد ستم و جنگ تو کو ۵
ربط با مدعیان هست کنون شیوهٔ تو نخوت و شان تو و شرم تو و ننگ تو کو
گر سر همسریت با مه من هست قمر خط و خال و لب لعل و دهن تنگ تو کو

بینمت خسته و افسرده چه شد باقر من
جوشش و ولوله و همت و آهنگ تو کو

ختن ز نکهت زلف تو مشکبار از تو چمن چو روئے تو شد نو خط بهار از تو ۶
شرار آه دلم از تو شد ز چرخ برون دو چشم من شده از گریه جوئبار از تو
ز تیغ غمزهٔ سفاک کشتیم ز ناز شدم شهیده شدم صاحب مزار از تو
نثار ناز تو شد هم عاشق و مشوق گل از تو سر ز تو قمری و هزار از تو
جمال تست و من و حسرت اے مه کنعان عزیز مصری و شد مصر این دیار از تو
چو تیر غمزه فگندی بسوئے من از ناز دل حزین من خسته شد فگار از تو

چه شرح حال خودم پیش تو کنم رقم — که مانده ام همه شب بیتو بیقرار از تو
نه کاکل است براں عارض صفا آئین — نقشانده شد بسر گنج طرفه مار از تو
دو چشم نرگس و گیسوئے سنبل و رخ گل — بدیده ام من شیدا عجب بهار از تو

براه تو همه من شد چناں عدم باقر
نماند هیچ از و جز کف غبار از تو

۷ خار زار است چمن اے گل خنداں بیتو — چه برآید ز گل و سوسن و ریحاں بیتو
آتشین روئے تو کو کشت مرا شدت برد — چوں گذشته ست چه گویئم زمستاں بیتو
جلوه از ناز بفرما ے بظلمت کده ام — هست بے نور مرا شمع شبستاں بیتو
نروم سوئے چمن تا تو نه آئی از ناز — سر من خوش نبود سیر گلستاں بیتو
ماه من گنج مرادست وصالت چه کنم — خود اگر دست دهد ملک سلیماں بیتو
جلوه آرا خود اگر یوسف کنعان ست چه سود — رونق بزم محال آمده جاناں بیتو
یکره از ناز بیا و سر و سامانم ساز — گشته ام آه بسے بیسر و ساماں بیتو

بر در خود طلبش زنده چناں ماند آه
باقر بنده تو اے شه جیلاں بیتو

۸ دلم آشفته بیا کی تو — هلاک شیوه سفا کی تو
فریب وصل دادی دل ربودی — سرم قربان این حیلا کی تو
بدین تر دامنی خواهم چه از تو — حیا می آیدم از پا کی تو

بسانِ غنچہ خوں سازم دلم را بزنگِ گل گریباں چاکیِ تو
خمار آلودہ میگردی پریشاں معاذاللہ ازیں بیباکیِ تو
ببارش آورد ابرِ کرم را بسر از چشمِ ترمنا کیِ تو
بروں کن کلفتِ دل را کہ باقر
غمیں میسازدم غمناکیِ تو

صنوبر قدا گل رخا جادوئے تو بدل ہستی دہم بچشیم توئی تو ۹
بہ شوخی وخوبی چگویم کہ چونی زخوباں عالم غرض نیکوئی تو
معطر دماغم شد از نکہت تو گلی یاسمن یا گلِ شب بوئی تو
ندارد وجودے کسے جز وجودت یکے ہست ذاتت بری از دوئی تو
نیاید بچشیم بجز جلوۂ تو بہر جا بہر سُو کہ بینم توئی تو
بمعبودیت گر ستایم چہ باشد کہ مسجود خلق از خم ابروئی تو
ز رنگِ رخے رشکِ یاقوت و مرجاں زجوشِ صفا ہا دُرِ لولوئی تو
اگر دست حسرت نمالم چہ سازم کہ اغیار را حیف در قابوئی تو
ز انداز و از طرز ناز و کرشمہ عجب گونہ سحری عجب جادوئی تو
بہوش آمدم چوں ز غفلت بدیدم کہ ہستی در آغوش و در پہلوئی تو
چناں بنگرد جز بسوئے تو باقر
بروں از جہانی و در ہر سوئی تو

۱۰ المنة لله که چمن آمدهٔ تو از قامت و رخ سرو و سمن آمدهٔ تو
صد شکر که پروین و پرن آمدهٔ تو از نکهت خود مشک ختن آمدهٔ تو
رحمے که مسیحائے زمن آمدهٔ تو لطفے که طبیب دلِ من آمدهٔ تو

ردیف ها

۱ تا در حرم سرو تو اے جان برآمده — آشوب تازه در چمنستان برآمده
در هر چمن که آن گل خندان برآمده — گل با هزار چاک گریبان برآمده
تا جلوهٔ جمال رخت چهره برفروخت — دود از نهاد گبر و مسلمان برآمده
کرده است خون بیگنهان ترک من سبے — با تیغ عشوه بر زده دامان برآمده
بر کشتگان خویش چو بگذشته بنگری — روحی فداک از تن بیجان برآمده
جاری شده است از گل و بلبل شر شک خون — در هر چمن که بالب خندان برآمده
قربان جلوهٔ تو که از پرتو رخت — اینجا هزار یوسف کنعان برآمده
پوشیده در رکاب تو با بانگ طرقوا — جبریل بر تو مروحه جنبان برآمده
از جان فدائے خوبی و رعنائی تو اند — رعنا قدے کزین چمنستان برآمده

رشک شهی ست فقر چو اندر لباس فقر
باقر بجلوه آن شه شاهان برآمده

۲ عیش خلقے تلخ از شهد تبسم کرده — عالمے را کشتهٔ طرز تکلم کرده

خوابگاہت نیست فرداغیر فرش روئے خاک تکیہ گرامروز بر سنجاب و قاقم کردۂ
در شکنج زلف پنہاں کردہ میپرسد زمن گوہر یکدانۂ دل را کجا گم کردۂ
می نہ آید در نوشتن می نگنجد در بیاں انچہ از جور و جفا بر جان مردم کردۂ

می برد از خود مرا موج نسیمش ساقیا
جرعۂ زاں بادۂ گلبو کہ در جم کردۂ

۳ ز شوخیِ نگہت بر دلم سناں زدۂ ز جنبش مژہ نشتر بمغز جاں زدۂ
چہ حاصلِ تو شود بعد ازیں بخرجستت عبث بلشکر عشاق ناتواں زدۂ
رسیدہ بر ہدفِ دل گذشت تا بجگر فدائے شوخیِ تیرے کہ بر نشاں زدۂ
باوج رتبہ ات اے نالۂ دلم نازم علم بر اوج مکانہائے لامکاں زدۂ
کنوں ز وعدۂ وصلت چہ میزنی آہم کہ آتش از تپ ہجرم بمغز جاں زدۂ
ز شیوۂ ستم ارکشتۂ مرا چہ عجب چو من ہزار ز عشاق کاروان زدۂ

بعشق شعلہ رخانِ جہان عبث باقر
تو برق آفتی بر جاں ناتواں زدۂ

۴ بر حال خستگاں نہ بدیدن چہ فائدہ فریاد بیکساں نشنیدن چہ فائدہ
از راست باز عشق تنشیدن چہ فائدہ از طالبِ وصال رمیدن چہ فائدہ
رحمے نکرد یار و بگہے چشم نم نشد اے لخت دل ز دیدہ چکیدن چہ فائدہ
ترکانہ آمدِ تو مرا کشت وحالیا شمشیر از نیام کشیدن چہ فائدہ

زهرِ فراق چوں بہ رگ و پے حلول کرد تریاق وصل یار چشیدن چہ فائدہ
محوِ نظارہ شود دل ناداں بروے او در زیر تیغ یار طپیدن چہ فائدہ

باقر بعشق سنگ دلے بیوفا بیتے
بسمل نمط بخاک طپیدن چہ فائدہ

جاں میبری برقص تو دستے بسر زدہ دستے دگر بناز و ادا در کمر زدہ ۵
لعلِ لب تو خندہ بلعل و گہر زدہ رخسارۂ تو سکہ بشمس و قمر زدہ
جانا چہ گونہ نہ بشودم زخمہائے دل ہر لحظہ غمزۂ تو خدنگِ دگر زدہ
یکرہ درآ بجلوہ مہِ من کہ گلستاں لافد زحسن خود گل دعوے ابسر زدہ
کارے نکرد آہ فلک سیر من ہنوز اے آسماں بگو چہ بلا بر اثر زدہ
بیروں زجستجوست نشانِ مقام ما عنقا در آشیانۂ ما ہم نہ پر زدہ
تاراج کرد مملکت عیش و انبساط تا لشکرِ غمت بدلم خیمہ بر زدہ
بودم زار جمندی بختِ بلند دوش پیمانۂ وصال بطرزِ دگر زدہ
لب بر لبش نہادہ و دستے بگردنش دستِ دگر بطرزِ عجب در کمر زدہ
دیدم ربود حسن خط سبز فام دوست قسمت نگر مرا رہِ ایمان خضر زدہ

باقر بطرز تازہ مہ من رسید دوش
گیسو بپا فگندہ و داماں بسر زدہ

باصد کرشمہ سوئے رقیباں رسیدۂ تا من چہ کردم ام کہ تو از من رمیدۂ ۶

جانم زدست جور تو آمد بلب مگر — خود گو کہ شکوۂ ستم از من شنیدۂ
از بندگی مکن آزادیم پسند — بے زر چرا چو از پے خدمت خریدۂ
داری حصول کام ز دنیا عبث طمع — گاہے گلِ مراد ازیں باغ چیدۂ
زیں پیش داشتی سر مہر و محبتم — اکنوں چہ شد کہ رشتۂ الفت بریدۂ
بردار تا جمال تو بینیم بے حجاب — آں پردۂ کہ بر رخ زیبا کشیدۂ
پے کردہ پائے سیر کنوں خوب کردۂ
باقر کہ پا بدامن عزلت کشیدہ

۷ ایں شکل و ایں شمائل ہرگز کسے ندیدۂ — چوں صورتیکہ داری خالق نہ آفریدۂ
بیتابیِ دل من شب بود چوں بہجرت — سیماب وار یکدم ہرگز نہ آرمیدۂ
رحمے تواں نمودن بر پیر بندۂ خود — در خدمتت رسیدم با قامتِ خمیدہ
از جوش غصہ و غم خوں شد دلِ فگارم — چوں قطرہائے شبنم از چشم تر چکیدہ
از بزم تو نہ جنبم قتلم اگر نمائی — در محفل تو اِستم چوں شمع سر بریدہ
رحمے بحال زارم دانی کہ کیستم من — محزوں جفا کشیدہ مسکیں ستم رسیدہ
اے نازنیں کرم کن از ناز جلوہ فرما — پائے تو بر سرِ من جایت بہر دو دیدہ
از یاد بردۂ قمری رعنائیِ صنوبر — چوں سرو من بگلبن دامن کشاں چمیدہ
باقر مرا ازیں غم تارِ نفس گستہ
سر رشتۂ محبت آں بیوفا بریدۂ

در هجر یار اے دل شید اچگونہ — با کاو کا و غصہ شکیبا چگونہ ۸
اے دل جدا ز عالم بالا چگونہ — اے آہو رمیدہ ز صحرا چگونہ
جا داشتی بہ بزم حریفاں دلا کنوں — در گوشۂ لحد تن تنہا چگونہ
عرشِ خدا کجا و خیالِ خدا کجا — خود در دلم تو اے غم دنیا چگونہ
غیر ار بدم بگفت بہ پیشِ تو دشمن است — تو گوش بر شکایت اعدا چگونہ
از ما بریدہ اے بت پیماں شکن بگو — با غیر سر خوش می و صہبا چگونہ
با ایں ہمہ جمال کہ داری و رنگ و بو — پہلوئے خار اے گل رعنا چگونہ

فارغ بدی ز کعبہ بہ پیشِ بتاں کنوں
باقرؔ ز عجز ناصیہ فرسا چگونہ

تا شد لباس خوبی بر قامتت بریدہ — دست جنوں گریباں تا دامنم دریدہ ۹
از سر ز ہوشیاران شد عقل و ہوش آں مہ — مستانہ چوں بر آمد از خانہ می کشیدہ
نشنیدہ چوں تو خوبے گوشِ فلک بعالم — چوں روئے دلفروزت چشم فلک ندیدہ
یوسف بہ پیش رویت از حسن چوں نہ دم — بیچارہ بندۂ تو بودہ ست زر خریدہ
از طرز عشوۂ تو وز ناز و غمزۂ تو — دلہا بخوں طپیدہ جانہا ز تن رمیدہ
ذوقِ لقائے خوباں شد زہر در مذاقم — تا لذتِ وصالت کامِ دلم چشیدہ
تا رفتۂ تو چوں جان اے جانجاں ز پہلو — مسکیں دلم بہ پہلو یکدم نہ آرمیدہ
بگذشت چوں بگلشن آں نونہال گشتند — محوِ نظارۂ او گلہائے نو دمیدہ

تا گشت زیب گلشن آن شوخ گلعذارم رنگ چمن ز گلشن چون بوی گل پریده

حافظ دریں زمیں چوں فرمود فکر باقر
آوردہ ایم ما ہم مضموں چیدہ چیدہ

۱۰ سپردہ ام بتو دل باچنیں جفاے کہ چہ تو بیوفا شدہ ام با تو آشناے کہ چہ
چگونہ در خورد م صحبت تو خرم و خوش کہ راست باز دلِ من تو کج ادا ے کہ چہ
شہنشہی ست شہا ظل کفش پاے توام من و نشستن در سایۂ ہماے کہ چہ
تو سادہ لوح ندانی کہ ایں سرا فانیست بخواب عیش نخفتن دریں سراے کہ چہ
ترا کہ شرط اجابت یکے مہیا نیست کنی دو دست بلند از پے دعاے کہ چہ
ترا کہ ہست بریدن ز غیر حق لازم بہ بستۂ دل خود را بما سواے کہ چہ
ترا چو غیر خدا ہیچ کس غنی نکند بغیر درگہ او گشتۂ گداے کہ چہ
تو دین و دل بربائی بیک ادا از خلق بجور خلد بباشد چنیں ادا ے کہ چہ
فتادۂ تو عبث عیسیم بفکر دوا برائے درد دل عاشقاں دوا ے کہ چہ

بہاے جلوہ جاناں است دو جہاں باقر
تو میدہی دل و یکجاں بروں نماے کہ چہ

۱۱ ہر کس کہ محو آں دہن و آں میاں شدہ غمقاصفت ز ہر دو جہاں بے نشاں شدہ
راز نہاں کہ بود دراں غنچۂ دہن مانند رنگ گل ز تبسم عیاں شدہ
در حیرتم کہ نقطۂ موہوم ہندسی آمد چساں بطرف لبانت دہاں شدہ

زجلوهٔ رخِ تو به گلشن دمید گل — پیدا زعکس قامت تو ارغوان شده
عشقِ رخت زچهره عیان شد چو رنگ گل — سوزِ غمت بدل چو سویدا نهان شده
بوده است یک دلے بمن آن نیز بانصیب — رسوائے خلق در غمِ عشقِ نهان شده
نازم لبش که شد شکرستان تمام بزم — گرمِ سخن چو آن بتِ شیرین دهان شده
نازم حلاوتِ تو که قند است آن لبت — میرم لطافتِ تو که جسمِ تو جان شده
ضبطم زدست شد دم نظارهٔ رخت — مهتاب جلوهٔ تو و صبرم کتان شده
دارم بهجر تو رخ زردے و اشک برخ — جانا بیا به بین که بهارم خزان شده

دارد بشوق تو نفسِ گرم و آه سرد
هم **باقر** زطائفه عاشقان شده

نورِ دو دیده گشت و سرورِ دلم شده — وارد زدوست نامهٔ مشکین رقم شده ۱۲
این سبز خط که بر رخ زنگیں شد آشکار — خط غبار بر ورق گل رقم شده
آن قسمتے که خامهٔ تقدیر زد رقم — دیدم زسعی عقل که نے بیش و کم شده
موجود راست اول و هم آخرش عدم — موجود از عدم شد و سوئے عدم شده

باقر چکیدهٔ کلکِ تو در جهان
چون نیشکر بخوش مزگیها علم شده

لذتِ شبهائے وصلت شب چو در یاد آورم — از تپِ حسرت دلِ زارم بفریاد آورم ۱۳
اے دل خود رفته خم کن گردن عجز و نیاز — تیغ در کف بر سرِ وقتِ تو جلاد آورم

گفته بودی با تو باشم لیکن آن پیمان و عهد — این قدر بهر چه جانا سست بنیاد آمدی
چشم نرگس زلف سنبل چهره گل تن یاسمن — قدر عنائی بخوبی طرفه شمشاد آمدی
اندرین گلشن نیم چون گل بقید آب و رنگ — از دو عالم طبع من چون سرو آزاد آمدی
دام بر دوش است می آید بسوی این چمن — نالهٔ بلبل مگر در گوش صیاد آمدی
رفت مسکین از سر شوق و نپرسیدش کسی — از سر کوئی تو دل با طبع ناشاد آمدی
محو حیرت مانده ام یارب چه باشد تا ترا — آنکه در اسلام جنگ سه و هفتاد آمدی
از جفاهائی تو ظالم میخورم خون جگر — از کرا خواهم داد هر چه از تو بیداد آمدی
میکند جولانیش قطع لسان شاعران — خامه در دستم بجائی تیغ فولاد آمدی

باقرا برخیز و برخوان پیش او از گفته ات
از پی اصلاح روح غالب استاد آمدی

۱۴ آن سرو ناز کز چمن جان برآمده — نخل قدم ز گلشن امکان برآمده
روئی خوشش تو از صدف حسن گوهری — یا تازه گل ز روضهٔ رضوان برآمده
مرهم نهٔ جراحت عشاق خسته دل — از یک تبسم آن لب خندان برآمده
چون من هزار غرقه که از دستگیریت — بر ساحل نجات ز طوفان برآمده
در طی هفت چرخ براق سبکروت — غرق عرق ز گرمی جولان برآمده
از بهر حفظ تو به نگهبان چه حاجت است — خالق به نفس خود چو نگهبان برآمده
کردی بصحن باغ قد مزخه چون نباز — قمری بشاخ سرو غزلخوان برآمده

وقتِ ہلاک دشمن یاراں و آل تو — از کردہ ہائے خویش پشیماں برآمدہ
آں سنگدل صنم بت سفاک روزگار — آسودہ کف زخوں شہیداں برآمدہ
جاں دادہ ام بہ نگہت گیسوے آں نگار
باقرِ زتر تبم گل و ریحاں برآمدہ

برہمن از نکشت از صومعہ دیندار بگذشتہ — چو در مستی ازاں سو آں بت میخوار بگذشتہ ۱۵
نظر بر مصحفِ آں روے چوں افتاد زاہد را — ز خلوت شد بروں از جبہ و دستار بگذشتہ
ز فرطِ جوش استغنا ز جنت شد بری اکنوں — بہ زیرِ قصر او از سایۂ دیوار بگذشتہ
ز پیرِ خانقہ چوں شیخ را فیضے نشد حاصل — بر پیرِ مغان و خانۂ خمار بگذشتہ
تو گوئی وادیِ چیں شد ز بویش کوچہ و برزن — چو بار وئے عرقناک از سرِ بازار بگذشتہ
کنوں از مہر ساز د از قدومِ خویش ممنونم — بحمد اللہ کہ آں مہ از سرِ انکار بگذشتہ
ز دنیا رفت امشب باقرِ محروم دیدارت
دمے در گریہ شوکان طالبِ دیدار بگذشتہ

خلقے بدام زلف گرفتار دیدۂ — نازی نہ چوں کہ گرمیِ بازار دیدۂ ۱۶
از حیرت جمال تو پیشِ تو ساکتم — گویا گہے مرا لب اظہار دیدۂ
گم کردہ ام رہش تو بفرما ہدایتے — زاہد اگر تو خانۂ خمار دیدۂ
مائیم در رکاب تو تنہا مرد بسیر — آیا گہے تو کوچہ و بازار دیدۂ
جانا چنانکہ طرۂ عنبر فشاں تست — مشکِ ختن بطبلۂ عطار دیدۂ

نازت بجاست بہ حسنت کہ صد ہزار ہمچوں عزیز مصر خریدار دیدہ

جانا چگونہ میل بہ باقر بود کہ تو
لطفِ دگر بصحبت اغیار دیدہ

۱۷ افسردہ دل چرا لب حسرت گزیدہ شاید کہ حال عشق من از کس شنیدہ
گیرم کہ از ثری تو تا بہ ثریا رسیدہ اے مرغ عقل تا لب بامش پریدہ
مانند جاں بکنارم نشیں چرا آہو صفت تو از من وحشی رمیدہ
اے دل شدہ است کام و دہانت شکر فشاں در خواب شب مگر لب جانان مکیدہ
اوراق دیں شدہ است پریشاں چو زلف تو تا شانہ را بزلف پریشاں کشیدہ
شب بار رقیب دست و گریباں تو بودہ جانا چہ شد کہ دامن عصمت دریدہ
اے وائے ہمچو بسمل بیجانیت حالتت شب تا سحر بیا و کہ اے دل طپیدہ
ہر نعمتے بکام تو زہر ہلاہل است تا چاشنی عشق تو اے دل چشیدہ

باقر بہ وصف او نتوانی قلم کشید
چوں حسن صورتِ رخ خوبش ندیدہ

۱۸ آمد بسوئے گلشن آں شوخ می کشیدہ پیراہنش بہ مستی مانند گل دریدہ
چوں طائران قدسی در شوق جلوۂ تو عنقائے نالۂ من تا آسماں رسیدہ
سر بر درت نہادم در کوچہات فتادم پائے شکستۂ خود از سیر برکشیدہ
اے کردہ رو بہ بستاں اینجا بیا و بنگر بر تربتِ شہیدان گلہائے نو دمیدہ

می آمدی بسویم در خانهٔ رقیباں رفتی عنان اشہب از جانبم کشیدہ
صد سیل خوں بریزد موج طراوشش او ہر قطرہ ہائے اشکم کز چشم من چکیدہ

اے محو ناز و تمکیں رحمے بحال باقر
کو آمدہ بخدمت با قامت خمیدہ

۱۹

ای آنکہ کوے خانهٔ دلدار دیدهٔ فردوس زیر سایهٔ دیوار دیدهٔ
بیتاب میروی زبر من بروں دلا در سینه ام بگو کہ چہ آزار دیدهٔ
مشکے چو زلف یار رہگے دیدهٔ بگو اے آنکہ چین و تبت و تاتار دیدهٔ
بردار میکشید وفا پیشهٔ مرا غوغا شبے کہ بر سر بازار دیدهٔ
شرمے مکن کہ محرم راز دل توام در دیده گر بجانب اغیار دیدهٔ
خورسند چوں شوی زمن با کیار عشق لطفے اگر بصحبت اغیار دیدهٔ
تسکیں چہ میدہی تو بگو راست ای طبیب ہیچ از حصول صحتم آثار دیدهٔ
بیتاب میری صنما سوے من نگر تاثیر نالہاے شرربار دیدهٔ
کردی سیل آب دم تیغ عاقبت از بس ہجوم کشتهٔ دیدار دیدهٔ

باقر بہ بزم اوز رقیباں مشوملول
خود در چمن بہ پہلو گل خار دیدهٔ

ردیف یا

۱ دلم در علتِ عشقِ تو بیمار است میدانی — بدامِ زلف خمدارت گرفتار است میدانی
بهر سو میروی سر بر کنند از پے خریداران — ترا هم یوسف آسا گرم بازار است میدانی
ز جورِ یار مینالی چرا عاشق شدی ای دل — که هر شوخے پریزادے دل آزار است میدانی
بفریاد و فغانِ من چه میرنجی که عاشق را — جرس آسا به افغان هر نفس کار است میدانی
شبِ هجر است و من چون نم چکویم تا تو ای همدم — بروز آوردنِ این شب چه دشوار است میدانی
نیاری چون بقدر و قیمتِ خود ای سرت گردم
ترا هر کس بنقدِ جان خریدار است میدانی

۲ گل پیرهنا یوسف کنعان که بودی — نورِ نظرِ دیدهٔ حیران که بودی
اے من بفدائے تو بیا جلوه بفرما — آبادکنِ خانهٔ ویران که بودی
اے لعل لبت زندگیِ عیسیِ مریم — دردِ تو مرا گشت تو درمان که بودی
آشفتگی از حال تو پیدا بود اے دل — سودا زدهٔ زلف پریشان که بودی
چون گل همه تن گشتهٔ ای دل ز خجالت — گلچین بهارِ چمنستان که بودی

چوں لالہ وجودت ہمہ داغ است دلِ زار — سیلی خور سرپنجۂ مژگاں کہ بودی
دی غارت دل ساختۂ از من و امروز — ای دشمن دیں پے ایماں کہ بودی

باقر ہمہ چاکست چو گل دامن حیرت
نظارگیِ چاک گریباں کہ بودی

۳

نہ بختِ گرد سر گشتن نہ دستے تا بپا بوسے — دلے دارم چہ دل از مدعا محروم و یا بوسے
مقیم کوچہ ات باشم مراد و مدعا اینست — نہ شوقِ جنتِ رضواں نہ میلِ باغ فردوسے
ز تقصیرِ نظر باشد ندیدن آفتاب را — توئی پیدا بہر ذرات چوں شمعے بضاتوسے
ز قیدِ کفر و دیں ہر کس بروں آید بگوشِ او — نباشد فرق در بانگِ نماز و بانگِ ناقوسے
چناں در دیدہ و دل جلوہ آرائی کہ غیر از تو — ندانم ہیچ معقولے نہ بینم ہیچ محسوسے

چکیدہ است از نے کلکِ باقر ایں چنیں نظمے
نگاریں دلکشے رنگیں بر نگِ بال طاؤسے

۴

گیسوئے تابدار بر خسار میکشی — مصحف بحلقۂ سر زنار میکشی
جراح زخمیِ خط سبزش بود دلم — بر زخم من چہ مرہم زنگار میکشی
تسلیم شو کہ لذت راحت چشی ز رنج — بہر چہ جور چرخ ستمگار میکشی
من خود کیم کہ حلقۂ قدو سیان ہمہ — در حلقہ ہائے طرۂ طرار میکشی
بہر طپیدن ای دلِ شیدا بروں شتاب — در تنگنائے سینہ چہ آزار میکشی
خود کشتۂ غمِ توام از بہر من چرا — ایں لشکرِ کرشمہ بہ پیکار میکشی

خود شهره است باقر شیدا بعشق تو
او را چه موکشان سر بازار میکشی

۵ دور از شمع رخت گل شد چراغ زندگی — بی تو زهر افشاند در جانم ایاغ زندگی
وا دریغا شد بهار عمر پایمال خزان — بر مراد دل نه گل چیدم ز باغ زندگی
شربت مرگ از دم تیغ تو دارم آرزو — نیست چون شمع سحرگاهم دماغ زندگی
از سرشک لاله گون پرور نهال عشق را — به ازین نخلی نمیباشد بباغ زندگی

خواستم ریزم می عشرت بجام آرزو
ناگهان لبریز شد باقر ایاغ زندگی

۶ گاهی بسلامی مه من یاد نکردی — این خاطر ناشاد مرا شاد نکردی
جانم بفدائی تو کدام است بفرما — جوریکه بمن ای ستم ایجاد نکردی
یک جلوه نکردی بدل زار و نزارم — این منزل ویران شده آباد نکردی
یکره نکشادی دمی از وصل برویم — زین بند غم هیچگه آزاد نکردی
مردم بفراق تو بصد حسرت و اندوه — رحمی بمن ای شوخ پریزاد نکردی
شیرین تو و سرگرمی هنگامه بپرویز — یکره نظر لطف بفرهاد نکردی

ای مرغ چمن درد گرفتار چه دانی
سیر قفس و خانه صیاد نکردی

۷ زبس نازک مزاجی مهر ورزیدن نمیدانی — بعاشق جز عتاب و خشم و رنجیدن نمیدانی

سیہ مستے چرا از بادۂ عشقت بو د صوفی
چو من خونابۂ دل را چو نوشیدن نمیدانی

بگاہِ بوسہ میرنجی و در آغوش میخوشی
عجب کز گلستانِ وصل گل چیدن نمیدانی

سرائے خورشید محشر از گریباں برکمن ہرگز
کہ پیشِ برق آہِ من درخشیدن نمیدانی

خراشِ سینۂ گل شد فغانِ خارج آہنگت
خموش اے بلبلِ شیدا کہ نالیدن نمیدانی

گرہ در ابروان و خندہا در زیر لب پیدا
فدائے سادگیہایت کہ رنجیدن نمیدانی

بخندیدن در آمد ہر لبِ زخمِ دل باقر
تو لبہا را بہ بند اے گل کہ خندیدن نمیدانی

۸

لطفے بمن فدائے تو گاہے نمیکنی
مرہون منتم بنگاہے نمیکنی

پیکاں غمزہات جگر و دل شگافتہ
اے ترک شوخ چشم نگاہے نمیکنی

آخر مرا بہ تیغ تغافل کشتہ است
گر خود توئی چنیں کہ گناہے نمیکنی

باخاک گشتہ ایم برابر چو نقش پا
چشمے چرا بہ چشم براہے نمیکنی

باقر غلام ہمتِ مردانۂ توایم
جاں میدہی بسختی و آہے نمیکنی

۹

ادائے دلربائے خوبے بیباکانہ داری
نگاہِ شوخ و شنگے غمزۂ ترکانۂ داری

ترا دیوانہ بسیار اند میدانم ولے خود گو
ازیں دیوانگاں چوں من یکے دیوانۂ داری

نگارِ نکتہ سنجِ تو سرے دارد بہ افسانہ
بگو اے دل تو ہم پیشش اگر افسانۂ داری

فدائے جلوہات جانم تو از بزمِ کہ مے خوردہ
پریشاں میرسی و لغزشِ مستانۂ داری

بسوز و ساز پروانه همی خندی نمیدانی — که گرد شمع روئے خود تو هم پروانه داری
به لیلی قیس مینازد بشیریں کوهکن سازد — تو هم برخود ببال ای دل که خوش جانانه داری
درون خانهٔ اغیار تا کے جلوه آرائی — پریشاں گرد من آخر تو هم کاشانه داری

متاع دین و دنیا باختی در عاشقی باقر
بنام ایزد چه والا همت مردانه داری

۱۰ تو از سینه ای دل رمیدی چه کردی — ز چشمان پر نم چکیدی چه کردی
شکستی مگر شان تسلیم را دل — ته خنجر او طپیدی چه کردی
درون دل زار و شکستهٔ من — تو اے نشتر غم خلیدی چه کردی
بچیدم گلے از گلستان حسنش — اجل بر سر من رسیدی چه کردی
نه ممکن که آئی بروں از خمارش — می عشق اے دل چشیدی چه کردی

نداری یکے عاشقے همچو باقر
ته تیغ جورش کشیدی چه کردی

۱۱ خورشید رخش هر چند در پرده نهانستے — در چشم حقیقت بیں بے پرده عیانستے
اے زاهد ظاهر بیں مست می غفلت — پیدا و نهاں هر جا آنست و همانستے
زیں کوچه برو زاهد هستی نه حریف آں — آں آبرو واں مژگاں تیغے و سنانستے
ظاهر بود و مخفی داخل بود و خارج — از کون و مکاں بیروں در کون و مکانستے
درد و غم مهجوری گفتن نتواں هرگز — ایں قصه بروں اے دل از شرح و بیانستے

باقر دل محزونم چوں گل نہ چرا شگفد
مصروف بخندیدن آں غنچہ دہانستے

۱۲

کرد ساقی می پرستم یللے — داد جام و کرد مستم یللے
پا زگردشہا شکستم یللے — بر سر کویت نشستم یللے
شد مجاز من حقیقت زانکہ کرد — بت پرستی حق پرستم یللے
از سر کونین دست افشاں شدم — پیر اصدق داد دستم یللے
از تماشائے حسینان جہاں — در بروئے خویش بستم یللے

چوں تو اے زاہد نیم تقویٰ گزیں
میکش و شاہد پرستم یللے

۱۳

بروں از منزل خود ای مہ کامل نمی آئی — بچشم در نمی آئی و ہم در دل نمی آئی
ہمی آئی بر من خشم آلود و عتاب آگیں — بہ پیش من چرا خنداں رخ و خوشدل نمی آئی
حریفاں بامی و مطرب بہ شوق مقدمت جمع اند — چرا چوں شمع ماہ من درین محفل نمی آئی
رسد جاں بر لبم در اشتیاقت یار و من از جاں — نمی آئی بسر وقتم غرض حاصل نمی آئی
نباشد کار دنیا ہیچ جز لہو و لعب دیگر — تو باز از شغل ایں کردار بیحاصل نمی آئی
نمی آئی اگر بے پردہ خود پیش من مجنوں — چرا لیلیٰ نمط در پردہ محمل نمی آئی
ہمی آری جواب نامۂ شوق من اے قاصد — ولے میرم کہ چوں پیک صبا عاجل نمی آئی
بغیر حق بود ہر آنچہ اندیشی ہمہ باطل — تو اے غافل برون از اندیشہ باطل نمی آئی

ازیں طوفان موج افزا بروں افتادنت مشکل غریق لجۂ الفت لب ساحل نمی آئی

اگر شوق شہادت دامن دل میکشد باقر
چرا از خود بزیر خنجر قاتل نمی آئی

۱۴ از نور رخت روشن ہر خانہ بفرمائی یک جلوہ بچشم ہم اے آنکہ تو ہر جائی

در کلبۂ تاریکم بار دگر چو مہ یکرہ باشد کہ قدم رنجہ از ناز بفرمائی

در خانہ و در صحرا گہ نالد و گہ گرید حالے عجبے دارد ایں عاشق سودائی

باشد کہ دہد بارم در خلوت خاص خود بر درگہ والایت ایں ناصیہ فرسائی

دور از تو چہ برگویم چون است دل زارم نے صبر و شکیبائی نے تاب و توانائی

می ساختم از اول از عشق بتاں منعت آخر بکشید اے دل کار تو بر سوائی

بے پردہ بیا جانا از ناز بہ بالینم کس نیست دگر با من غیر از غم تنہائی

میکرد قدم رنجہ ای کاش یکے سویم دارم بزبان ورد ایں ماضیِ تمنائی

بر شمع رخت خلقے پروانہ نمط سوزد گر جلوہ کناں ای مہ از خانہ بروں آئی

باشند بسے خوباں در خلق جہاں لیکن جانانہ تو بے مثلی در خوبی و رعنائی

ایں عقبہ والایت چوں کعبہ و سنگ آں ہم بوسہ گہم باشد ہم جابے جبیں سائی

تا بد ز جبینِ تو ہم فر سلیمانی باشد بہ سرت زیبا ہم تاج شہنشائی

در جوش جنوں دارم با پیرہنِ چاکے گہ سیر بیابانہا گہ بادیہ پیمائی

باقر بسرت زیبد بے خائلۂ سیمے

در ملک سخنداری گهر افسر دارائی

گاهے نه نمودی بمن از ناز نگاهے — از لطف بکن اے بت طناز نگاهے ۱۵
گوئی جگرم سفت و دلم نیز خدنگے — کز دآں مه من با عجب انداز نگاهے
یک طرفه بلاهست نگهدار خدایا — از فتنهٔ آں شوخ فسوں ساز نگاهے
دل می برد از دست و خرد گم کند از سر — از نرگس مست تو به ایں ساز نگاهے
گوئی که مگر سرمهٔ حیرت بگلو ریخت — از چشم تو ام باخته آواز نگاهے

باقر نزود درد من از داروئے عیسیٰ
الا که کند ماه من از ناز نگاهے

مرا کوئے صنم جائے تو باشد گلشن ای قمری — مرا بے یار باشد گلشن تو گلخن اے قمری ۱۶
بیا اینجا و سروِ قامت یارم تماشا کن — عبث بر سرو خود سازی بنیاں شیون اے قمری
اگر سرو روانم در چمن دامن فشاں آید — تو از سرو گلستاں بر فشانی دامن اے قمری
اگر بینی سنانِ غمزهٔ موزوں قدِ مارا — بچشمِ تو شود شاخ صنوبر سوزن اے قمری
دلے دارم جراحت دیده از فرقت جاناں — نمک بر سینهٔ ریشم میاش از شیون اے قمری
به خیلِ عاشقانِ خسته مخصوصی و ممتازی — ازیں طوقے که از سروت بود در گردن اے قمری
طپم بر خاک و خوں از دوریِ دلدار خود مارا — مزن آتش بجاں از نالهٔ شور افگن اے قمری
تو بر سرو سهی نازی و بلبل بر رخ گلها — منم بر عارضِ جانانه محوِ دیدن اے قمری
خوشا بلبل که باشد برگ گل زیبِ گریبانش — ترا خالی بود از غنچه و گل دامن اے قمری

عروس غنچه و گلها بگلشن جلوه فرما شد — تو اں با لہجۂ خوش نغمه سنجیدن اے قمری
بسیر روئے گل بلبل ہمی نالد و نازد — زدست سرو حاصل شد ترا نالیدن اے قمری
بود سرو تو سرسبز و دل بلبل زدے محزوں — ترا زیبد دریں وقتے بخود نازیدن اے قمری
بہ پیش نالۂ زارم ہمی بندد لب بلبل — تو کے پیشم توانی نالۂ سر کردن اے قمری

دلِ باقر بفریاد است از پاس ادب شب
تو از افغاں لب خود را توانی بستن اے قمری

۱۷ قیامت بر سر انگیزد کند صد فکر و تدبیرے — فغان و نالۂ عاشق ندارد ہیچ تاثیرے
حرارت سوخت جان و دل خیال تشنہ ام قاتل — چکاں اے من فدایت در گلویم آب شمشیرے
قدت شمشاد و رویت گل لب لعل تو یاقوتے — تعالی اللہ کشید از خامۂ قدرت چہ تصویرے
بود چشم سخن گویش بصوت حال من گویا — نمیگنجد دریں جا ہیچ تقریرے و تحریرے
غمیں ہر کس رود آنجا ہمیگردد نشاط آگیں — ہمانا کوچۂ او زعفران زار است و کشمیرے
چہ میپرسی ز احوالم کہ چوں ہستی جدا از من — پریشان خاطرے آشفتۂ محزون دلگیرے
اسیر عشق شد یارب دلِ خود رفتہ ام ناگہ — بدام افتاد صیادِ مرا ایں طرفہ نخچیرے
دلِ بیچارہ ام شد مبتلائے عشق ترسائے — بگوئید اے مسلماناں اگر دانید تدبیرے
چناں سویم نمود آں مہ نگاہِ آفتِ جانے — ہمانا بر دلم افتاد زہر آلودۂ تیرے
درونِ سینہ ام جا گیر دود جائے دل گردد — اگر آں شہسوارِ من بسویم سر کند تیرے
منور میشود کاشانہ از شمعِ رخت تنہا — نماند شمع محفل را بپیشت ہیچ تنویرے

دلِ شبها ز خود رفتن مرا دل را طلا سازد نباشد غیر ازیں بهر مهوس هیچ اکسیرے

دلِ خود رفتهٔ باقر ز دستِ عشق ویران شد
نکرد آں بادشاهِ من درین ویرانه تعمیرے

۱۸

هوشم ربود آں صنمِ جلوه طرازے جادو روشے ماه وشے مایهٔ نازے
کوتاه کنم دامن صحرائے طلب را گر دست دهد سلسلهٔ زلف درازے
جائیکه تو باشی و منِ خسته جگر هم سرسبز شود گلشن رازے و نیازے
باشد دهنت غنچهٔ گلرازِ معانی لعل تو بود حقهٔ پر از گوهر رازے
جانم بفدائے رهت اے مایهٔ نازم در پیش من آ تا بکنم عرض نیازے
تقوی چه بود پیش رخ خوب که محمود نقدِ دل و دیں باخته در عشق ایازے
در عشق دلم آمده بس پخته و پرکار طے کرده درین راه نشیبے و فرازے
گشتیم رواں بیخود و سرگشته و حیراں در منزل عشقِ تو نه برگے و نه سازے
ظلمتکده روشن کنم از شعلهٔ آهے امید که تشریف دهد جلوه طرازے

باقر طرب ساز و به هوش آئے که نادان
آمد به سرت شاهد عشاق نوازے

۱۹

تو زمانه بمراد و تو فلک بکام داری که ز سحر حسن و خوبی دل خلق رام داری
تو بیا بیا بصبر ما سر من فدائے راهت که کجا است مسکنِ تو تو کیئو چه نام داری
چه خوش آمدی تو قاصد بنشیں و زود برگو چه ز سوئے دلبرِ من سخن و پیام داری

زکجا بود زسویت نظرے زلطف برمن — چو منِ غریب و مسکیں تو بے غلام داری
منم آں یکے کہ گاہے نکنی بمن نگاہے — زکرم سوئے رقیباں نظرِ تمام داری

سخنِ تو آبِ حیواں زلطافت است باقر
چہ لطیف و نغز دلکش روشِ کلام داری

۲۰ کجا بودی تو مہمانِ کہ بودی — مہِ من شمعِ ایوانِ کہ بودی
تو در بزم کہ بودی جلوہ افروز — بقربانِ توجانانِ کہ بودی
بہ آغوشِ کہ بودی راحت افزا — سرورِ سینہ و جانِ کہ بودی
زدردِ دل مرا جان است برلب — مسیحِ من تو درمانِ کہ بودی
کجا از لعلِ لب بودی گہر ریز — سخن سنج و سخن دانِ کہ بودی
بہ ایں کبر و بہ ایں تمکین و جاہت — مطیع و زیرِ فرمانِ کہ بودی
زبے برگی منم پژمردہ دل آہ — تو برگ و سازوسامانِ کہ بودی

بہ نعشت باقر اخلقیت گریاں
شہیدِ لعلِ خندانِ کہ بودی

۲۱ نہ نشست آں جواں یکدم بآغوشِ منِ پیرے — رمید از پہلوئے من چوں زآغوشِ کماں تیرے
نگر دورام آں کافر نژادم اے مسلماناں — خدارا میتواں فرمود بہرم ہیچ تدبیرے
سیہ چشمِ تو صید افگن سیہ زلفِ دراز تو — پے قیدِ دلِ عشاق باشد طرفہ زنجیرے
ازاں یک ذرہ مالیدن مسِ تن را طلا سازد — برنگِ خاک کوے تو ندیدم ہیچ اکسیرے

به ترکِ عشق خوبانم چه میگوئی برو واعظ — که تاثیرے ندارد در دلِ من وعظ تدبیرے
همان شد انچه تو کردی همان گردد که تو خواهی — معارض کے تواں گشتن به تقدیرِ تو تدبیرے
نباشم قسمتم وصلش ندارم نامه برسویکے — میانِ ما و او یارب نه تقریرے نه تحریرے
بخوان علم وجودِ او بهر کلی و هر جزوی — به بین ترکیب صنعِ او بهر تعریف و تنکیرے

ز قربِ جاهلاں باقر حذر کن تا توانی
که قربِ پهلوئے جاهل به پهلو نیز ندهد سیرے

۲۲

چو خشم آگیں شده از پهلوے من همنشاں رفتی — نهے با عارضِ چوں گل خدِ چوں ارغواں رفتی
چو آگه گشتی از ذوقِ شبِ وصلت بحمدالله — سحر با خاطرِ خوشنود و طبعِ شادماں رفتی
ز بزمِ می دمِ رخصت شدن از دیگراں خوشدل — چه دیدی از منِ مسکیں که از من سرگراں رفتی
به پایت سر نهی سودم همی گشتم تو بر بانت — چرا از دست من اے جانِ جاں دامن کشاں رفتی
نمودی بزمِ عشرت را شکنج حلقهٔ ماتم — چرا آزرده دل جانا ز بزمِ میکشاں رفتی
چه رودادا مشب ای قاتل که شمشیرِ دودم در کف — بقتلِ عاشقِ مسکیں چو مرگِ ناگهاں رفتی
قدت سرو درخت سوسن پریشان طرهٔ سنبل — بهار آمد به گلشن چوں تو در فصلِ خزاں رفتی

گزیدی گوشهٔ عزلت بیادِ حق خوشا باقر
برون زاندیشهٔ کوین و فکرِ این و آں رفتی

۲۳

دلا بر عارضِ آں گل نظر انداختی رفتی — متاعِ عقل و نقدِ هوش خود را باختی رفتی
سمندِ ناز جولان کرده چوں برق آمدی ناگه — دیارِ ملک دل اے ترک ویراں ساختی رفتی

به مستی آمدی از ناز و محو حیرتم کردی — نقاب از چهرهٔ پرنور خود انداختی رفتی
سوارِ باد پا عشاق را به نواختی از لطف — زمن عطفِ عنانِ اشهبِ خود ساختی رفتی
بمیدان آمدی ترکانه شمشیرِ ادا در کف — به اقلیمِ ستمگاری علم افراختی رفتی
بمن ربطِ خلوص از روزگارے داشتی اکنوں — بریدی از من و با مدعی در ساختی رفتی

ترا هر روز و شب با غیر باشد گرم جوشیها
به باقر ساعتے نزدِ محبت باختی رفتی

۲۴ خوشا بختے که غمخوارم تو باشی — رفیق و مونس و یارم تو باشی
دوائے علتِ بیتابیِ دل — چراغ خانهٔ تارم تو باشی
نهی دست از کرم بر سینهٔ من — تسلی دلِ زارم تو باشی
نداند هیچ کس رازِ دلِ من — مگر دانائے اسرارم تو باشی
تو باشی هم انیس خلوتِ من — رفیقِ سیر بازارم تو باشی
کشم کے منتِ خضر و مسیحا — دوائے جان بیمارم تو باشی

بگفتا کیستی باقر چه تو
که خواهی محو دیدارم تو باشی

۲۵ بے پرده جلوه گر رخ تاباں چه میکنی — یک خلق را چو آئینه حیراں چه میکنی
اکنوں که کرد درد دلم کار خود تمام — ناداں طبیب کوشش درماں چه میکنی
گر مرده ام به عشق تو جانا بمرگِ من — زلفِ سیاه خویش پریشاں چه میکنی

گر رفت موسمِ گل رعنا صبور باش ای عندلیب نالہ و افغاں چہ میکنی
گر دوز پردہ جلوۂ حسنِ تو آشکار روئے چو شمع در تہ داماں چہ میکنی
رو در چمن بسیر منم ہمرکاب تو تنہا نشستہ بر لبِ ایواں چہ میکنی
از خاطرِ تو شستہ نشد لوث ماسوا زاہد دروغ دعوی عرفاں چہ میکنی
ہر ہفت کردۂ پے تاراج دین و دل زیں گونہ شیوہ غارت ایماں چہ میکنی

باقر ہوائے آں لب و دنداں مبارکت
بیہودہ خواہشِ در و مرجاں چہ میکنی

۲۶ ساعتِ وعدۂ دیدار شمارم تا کے حال شوقِ دل بیتاب نگارم تا کے
گر شود رنگ رخ و دیدۂ پر نم غماز رازِ عشقِ تو نہاں آہ بدارم تا کے
من بہ سودائے علاج تو طبیبم ای وائے آہِ سرد و نفسِ گرم برآرم تا کے
جلوہ بنما کہ دلِ زار تسلی گردد دردِ ہجراں بہ برد صبر و قرارم تا کے
ساکنِ کوئے توام شہر تو باشد وطنم پرسی از خندہ تو از شہر و دیارم تا کے
من بقرباں ادائے تو بفرما از دور خواہیم گفت بیا عاشق زارم تا کے

من فدائے تو کنی خانۂ ویرانۂ من
رشک گلزار تو اے باغ و بہارم تا کے

۲۷ دی کہ با تیغ ادا جلوہ کناں میرفتی بہر عشاق بلا جان جہاں میرفتی
چہ بگویم بچہ عنواں و چساں میرفتی روئے در پردہ نہاں کردہ عیاں میرفتی

با رُخِ رشکِ گل و طرّهٔ رشکِ سُنبل — از پے سیرِ چمن سَرو روان میرفتی
بازمی خورده به اغیار چه روداد که دوش — مست از خانه زرخ پرده کشان میرفتی
پائے رنگیں زحنا کرده بخشش زریں — بهر پامال دلِ خسته دِلان میرفتی
با کلاه و کمرِ زر و کلاهِ اطلس — غارتِ دین و دل ای شمن جان میرفتی
من شدم صید ادایت تو کجا بهر شکار — با قد و ابروئے چون تیر و کمان میرفتی
دست در دست رقیبان تو کجا وقت سحر — اے بتِ غنچه دهان موئے میان میرفتی

در تلاشِ کہ چنیں بے سروساماں باقر
با لبِ خشک کجا تشنه دهان میرفتی

۲۸ اے زاهد خلوت بجز اخبار چه دانی — تو ساده دلی لذت دیدار چه دانی
اے بلبلِ دستانزن شاخِ نشیمن گل — تو نالهٔ مرغان گرفتار چه دانی
از خانه بروں آے و به بیں راه کشاده — نادیده تو حالِ پس دیوار چه دانی
اے شیخ تو و خلوت و تسبیح و مصلے — تو حاصل طوفِ درخمار چه دانی
اے مدعی بیهوده مزن لاف و گزافے — آسان نکنی فهم تو دشوار چه دانی
هر قطرهٔ اشکے که چکد در یتیم است — تو مرتبهٔ چشم گهربار چه دانی

زاهد زرهِ کبر زنی طعنه به باقر
کافیست مرا رحمت غفار چه دانی

۲۹ بیا حشرے عجب در کوچه و بازار میکردی — سحر با ناز چوں بر بام خود رفتار میکردی

ترا جادو گرانازم که در ساعت مسیحا را ز سحر نرگس بیمار خود بیمار میکردی
ز عکس عارضت میریختی گل در گریبانم ز نوک غمزهٔ خود در دل من خار میکردی
کنون از شور و افغانم نترسی پیش ازین ورنه حذر از ناله و از آه آتشبار میکردی
ز راه خنده گر میکرد با تو وحدهٔ مقدم تو زاهد فرش راهش جبه و دستار میکردی
چه خوش بودی که از خون دلم میساختی قشقه هم از تار رگ اے هندو پسر زنار میکردی
حنائی میشده ای کاش از خون دلم دستش لباس خون ز اشک سرخ من گلنار میکردی

چه از شان نیازت کم شدی باقر اگر یکره
ز مقصد واگهی نازش لب اظهار میکردی

بندهٔ خسته دلے نامه سیاهے عجبے آمده پیش تو با حال تباهے عجبے ۳۰
عمر در لهو و لعب باخته بے هنرے موے سفیدے عجبے روے سیاهے عجبے
اشک ریز آمده ام بر درت اے خواجه معین با دل پر غم و با ناله و آهے عجبے
ما همه تن گنه و تو همه بخشایش وجود ما غلامے عجبے خواجه تو شاهے عجبے
ما کجا از در پاک تو تو انم رفتن هست خاک در تو جائے پناهے عجبے
بر سر بندهٔ مسکیں بنه از لطف قدم هست در خاک طپان چشم براهے عجبے
بے وضو داده ام ار بوسه بپائے سگ تو عفو فرما که شد از بنده گناهے عجبے

باقر بندهٔ تو آمده با عجز و نیاز
بروے از لطف بکن نیم نگاهے عجبے

۳۱ دیدم امروز بت فتنه نمایی عجبی — شاهدی شمع رخی غیرت ماهی عجبی
دلشدی همچو گلی تنگ قبای گلوش — کج بطرز عجبی کرده کلاهی عجبی
علم افراخته در معرکهٔ جور و ستم — بودش از غمزه و از ناز سپاهی عجبی
رفتم از هوش و شدم محو تماشای رخش — کرد در سوی من از ناز نگاهی عجبی
باشد از نغمهٔ جانسوز هزاران خوشتر — از من خسته شنو ناله و آهی عجبی

جلوه آراشده در خانهٔ باقر آن شاه
باشکوهی عجب و شوکت و جاهی عجبی

۳۲ خوش فصل بهار آمد شد موسم گل ساقی — کن رو بسوی گلشن با ساغر و مل ساقی
سرخوش چو کنی از مے آید بنظر عشم — تو مرشد کل ساقی هادی سبل ساقی
با آتش رخسارش دم میزند از گرم — افسرده ز آب می کن آتش گل ساقی
می ریزکه می آید در سمع بسے خوشتر — از چار قل و قرآن این دو قل مل ساقی
خوش دجله بجوش آمد با چنگ و دف و مطرب — هنگامهٔ می برپا کن بر سر پل ساقی

آن لعل چو گل را شد لب تشنهٔ دل باقر
یک جام میش درده باز نهتگل ساقی

۳۳ ز تشنگی است بلب جان بده میم ساقی — دو دست پیش تو بندم بیا فتم ساقی
ز بهر می دو سه جامے دریغ میداری — کنون ز انجمنت پا نمیکشم ساقی
به بخش باده که بیخودی نبخشد — همی قدر ز تو خواهم نه بیش و کم ساقی

به بخشش دوسه جامے تو زنده ام کردی — شدم کمینه غلامِ تو بیدرم ساقی
به بخشش دوسه رطلِ گران دماغم ده — به بامِ عرش که چون قدسیان پرم ساقی
کرم نما و زبهرِ خدا مروا زبزم — روا مدار تو بر جانِ من ستم ساقی

به پیش او زسرِ صدق عذر کن باقر
بده مئی که ببویش زجان روم ساقی

۳۴ دیده ام محو جمالِ رخ زیبا نکنی — من ستاده به درت حیف تو در وا نکنی
دلِ پردرد بشوقِ تو بجان آمده حیف — تو مسیحی و علاجِ دل شیدا نکنی
عقدهٔ دل بکشاید به یکے خندهٔ تو — غنچه آسا به تبسم لب خود وا نکنی
وائے تقدیر که بر شمع عذارت ای شوخ — همچو پروانه بسوزیم تو پروا نکنی
خوش بهاراست گل و سنبل و سوسن دمبدمش — سبزه شد سبز چرا رو بتماشا نکنی
از چه اے من به فدایت بت نصرانی من — از رخت خانهٔ من رشک کلیسا نکنی
خود تو فرما مه من هست همیں شرط وفا — من به یادِ تو و تو یاد من اصلا نکنی
دشمن جان بودت نفس لعین کافر — عزه بر زهد مشو ناز بتقوائے نکنی
اے دلِ خسته بود خلد برین کوچهٔ یار — هم دراں کوچه چرا منزل و ماوی نکنی

باقر اینجا همه مست اند حریفاں تو چرا
رو سوئے ساقی و در ساغر صهبا نکنی

۳۵ چه خوش آمدی فدایت تو کجا مقام داری — ز کجا رسی بفرما و بگو چه نام داری

سحرِ رخش چه بینی که بدیده شام داری — چه شمی شمیم زلفش که بسر ز کام داری
ز رهِ کرم خدایا همه عفو کن گناهم — چه ز بندهٔ کمینه سر انتقام داری
به منِ غریب مسکین نظرے هم از کرم کن — تو بسوئے بندهٔ خود نظرِ تمام داری
چه شگفت ماجرائے که منم به جستجویت — به دیار و در پریشان تو بدل مقام داری
به کسے نه لطف و مهرے نه محبتے نه خلقے — نه طریق راه و رسمے نه سرِ سلام داری

دل بیقرار باقر چو حنا نموده پرخون
چه عجب تو سرو نازم روشِ خرام داری

۳۶ ز دیار خویش گفتم که سفر کنی نکردی — بره تو بود چشم که گزر کنی نکردی
تو شدی خراب آخر تو گفته بودم ای دل — ز ادا و ناز خوباں که حذر کنی نکردی
ز رهِ نیاز صد ره بتوای صبا بگفتم — که برو به او ز حالم تو خبر کنی نکردی
چه زنی تو دم ز عرفاں تو بود شیخ لازم — که ریا و سمعه از دل تو بدر کنی نکردی

ز کرم نمودی پرسش کو یکے ز حال باقر
ز تو داشت آں امیدے که دگر کنی نکردی

۳۷ جمعے به حسن خویش گرفتار میکنی — خلقے بدام زلف گرفتار میکنی
جانا تو با رقیب چه گفتار میکنی — اغیار را چه محرم اسرار میکنی

روحی فداک با همه دعوی یگی
نظارہ ہا ز رخنهٔ دیوار میکنی

نالهٔ جانسوز من کارے نمودے کاشکے — زنگ کیں از خاطرش یارب زدودے کاشکے ۳۸
طالعِ خوابیدهٔ ام بیدار بودے کاشکے — ماه من یکره بآغوشم غنودے کاشکے
کوچه و بازار گشته رشک صحرائے ختن — زلف مشکینش صبا برهم نمودے کاشکے
می طپم از درد دل شبها چهاد رخاک و خون — سینه را بدریده دل رامی ربودے کاشکے
خوش علاجے بود بهر درد سر بر جبهه ام — جائے صندل زلف مشکین را سودے کاشکے
تیغ در کف آمدے گفتم که هاں گردن بنه — ترک من زین گونه عشقم آزمودے کاشکے
یا رسول الله چه دارم تا کنم بر تو نثار — از من مسکیں رسد بر تو درودے کاشکے
اشتیاقِ جلوه ات باد ابجانم سر بلند — داغ عشقت در دلم هر دم فزودے کاشکے
راحتِ جانی دهم نورِ نظر چون مردمک — جائے تو جانانه ام در دیده بودے کاشکے

کمترین بندگانت هست باقر یا نبیؐ
بر درِ تو جبهه را در سجده سودے کاشکے

بندهٔ عشقیم روئے ما بود سوئے علیؑ — سجده گاهِ ما بود محراب ابروئے علیؑ ۳۹
میکشی مارا سوے جنت نمیدانی مگر — ما همه هستیم رضواں ساکنِ کوئے علیؑ
میکنم بر دامنش پیراهنِ یوسف نثار — نکهتِ یوسف چه سازد بادِ ما بوئے علیؑ
آتشِ دوزخ چه سوزد یک سرِ موئے مرا — رشتهٔ جانم بود از تار گیسوئے علیؑ
فرض شد بعد از نبیؐ بر روے درود و هم سلام — فرض شد هم بر مسلمان عشق بازوئے علیؑ
از علوئے قدر خود شیران گرفت صید را — کمتر از روبه شمارد هر سگ کوئے علیؑ

شربتِ خضری چه سازم یا خدا در کامِ من
قطرهٔ آبے چکان از جوئے و بجوئے علیؑ

کشف شد سرِ خفی مدبسم اللہ تمام
نقش شد تا در دلِ من بیت ابروئے علیؑ

پا بگاہِ عشق را در غایت قصوی رساند
عاشقِ روئے نبی شد عاشق روئے علیؑ

من غلامم مرتضیٰ را می نترسم از عدو
پارہ سازد دشمنم را تیغ ابروئے علیؑ

باقرؔ از سیرِ جہاں فرسودہ شد پایم عبث
بعد ازیں دستِ من است و دامنِ کوئے علیؑ

مخمسات

خمسہ بر غزل بابا کمال خجندی رحمۃ اللہ علیہ

۱ شدم جدا ز درت ماجرا ہمیں باشد — شدم بروئے تو عاشق خطا ہمیں باشد
سزائے عشق مگر دلربا ہمیں باشد — مرا زپیش براندی جفا ہمیں باشد
نہایت ستم ای بیوفا ہمیں باشد

نماندہ است سر سیر بوستان نعیم — نہ شوق تخت سلیماں نہ میل طور کلیم
جدا بود زدرت زیستن عذاب الیم — بر آستان تو مردن سعادتیست عظیم
ز بخت خویش توقع مرا ہمیں باشد

برنگ ابر سیہ خوشنماست زلف کژت — پے جنوں زدہ زنجیر پاست زلف کژت
ز بوئے نافہ بے جانفزاست زلف کژت — گماں برند کہ مشک خطاست زلف کژت
تصور کژ و فکر خطا ہمیں باشد

ز عشق روئے حسیناں ہمیں فشانم ذیل — اگرچہ ہست بعالم زخوبرو صد خیل
ز بسکہ ذات تو اصل است و دیگراند طفیل — نمیکند دل ما جز ببر و قد تو میل
علوئے ہمت مشت گدا ہمیں باشد

بگوش جاں بشنیدیم گفتگوئے ترا — بکام دل بر سانیدیم رنگ و بوئے ترا

بیاز موده و دانسته ایم خوئے ترا بدانچه شکر نگفتم وصال روئے ترا
گر انتقام نمائی جزا ہمیں باشد

اگر ز جملہ محبان حضرتِ اوئی اگر تو خود ز مقیمان حضرتِ اوئی
چو باقر ار ز گدایان حضرتِ اوئی کمال اگر ز گدایان حضرت اوئی
مقام سلطنت و کبریا ہمیں باشد

خمسہ بر غزل حضرت بابا فغانی رحمۃ اللہ علیہ

۲ رویت کہ ہمچو شمع فروزاں برآمدہ ماہِ عجب ز چاک گریباں برآمدہ
سامان جوش مستی مستاں برآمدہ نخلِ قدت کہ از چمنِ جاں برآمدہ
شاخِ گلے بصورت انساں برآمدہ

جانم ہلاک شوخی و آں صورت و جمال قربان آں کرشمہ و آں حسن بیمثال
میرم بہ ایں لطافت و خوبی و اعتدال از فرق تا قدم ہمہ جانست آں نہال
گویا ز آب چشمۂ حیواں برآمدہ

یوسف بہ شوق روئے تو با عجز و با نیاز کردہ است سر بپائے وے از بہر امتیاز
آں جا نگہ کہ شد ز قدوم تو سرفراز بر ہر زمیں کہ جلوہ کناں رفتۂ بناز
دود از نہاد گبر و مسلمان برآمدہ

سوئے قطار لالہ و صد برگ و یاسمن سوئے شگفتہ سوسن و نسرین و نسترن

یا نگہتے کہ ہست پئے نافۂ ختن — بہر نظارۂ گل روئے تو در چمن

گل ہر طرف ز شاخ درختاں برآمدہ

بر حسن خویش غرہ و با ناز خود بناز — یارب کہ باد سلسلۂ زلف او دراز

با روئے ہمچو شعلہ و با چشم نیم باز — مست از می شبانہ ہہ من ز خواب ناز

با آفتاب دست و گریباں برآمدہ

درد و ور عارض تو حسینان نازنیں — خطِ غلامیِ تو کشیدند بر جبیں

تقویم کہنہ ساختۂ حسن ہر حسیں — اکنوں توئی جمیل جہاں گر چہ پیش ازیں

آوازۂ جمال ز کنعاں برآمدہ

اے خواجہ بندہ پرور و اے شاہ دلنواز — بر آستان تست ملک را سر نیاز

بر روئے عاصیان در رحمت نمودہ باز — بر کشتگان تیغ تو بگذشتۂ بناز

رُوحی فداک کز تن بیجاں برآمدہ

باقر حدیث درد شنو از لب قلم — با قامتِ خمیدہ و با چشم پُر ز نم

از فرط اضطراب دل و شدتِ الم — در ہر چمن کہ خواند فغانی سرود غم

افغاں ز بلبلاں خوش الحاں برآمدہ

رباعیات

رُباعے

اے نورِ نگاہِ اہلِ بینش مددے — وے شمعِ سرائے آفرینش مددے
دارم دلکے اسیرِ زنجیرِ ہوس — اے عقدہ کشائے عقل و دانش مددے

رُباعے

اے بارگہت قبلہ گہِ حاجت ما — وے سجدۂ خاکِ در تو طاعت ما
عفو و کرم و عطا عادت تو — جرم و گنہ و سہو و خطا عادت ما

رُباعے

اے رونقِ بزمِ جامِ دنیا از تو — وے روشنیِ دیر و کلیسا از تو
لیلیٰ ز تو جلوہ کردہ در کنجِ خلوت — مجنوں ز تو سر زدست و صحرا از تو

رُباعے

یک نظر گر رخِ خوبِ تو ببینیم چہ شود — یک گلے از چمنِ حسن بہ چینیم چہ شود
من کز عمرے پے وصلِ تو شدم سرگرداں — گر بہ پہلوئے تو یکدم بہ نشینیم چہ شود

قطعات

۱ قطعہ در جواب مکتوب دعوت از حضرت شاہ غلام مظفر صاحب قدس سرہ فرماید

باگونہ گونہ ناز در آمد صبا بہ باغ — یا شمع در لگن طرف انجمن رسید
بوئے گل است آمدہ از صحن باغ خلد — یا نکہتے ز جانب دشت ختن رسید
کحل الجواہر است کہ در دیدہ جا گرفت — روحے بقالب آمد و جانے بہ تن رسید
افسوں سحر سامری از بہر نسخہ — یا حرز بازوئے کہ ز شیخ زمن رسید
توقیع کامرانی و منشور مدعا — وحی شگرف نوکہ ز چرخ کہن رسید ۵
اکسیر اضطراب دل و کیمیائے درد — جان دارو ئے کہ بہر مریض محن رسید
بر سر فگند سایہ ہمائے خجستہ پے — یا ہد ہد سبا ز سبا خندہ زن رسید
حرفے تواں شنید کہ تفصیل مجمل است — از سوئے دوست نامۂ شوقے بمن رسید

کیوان منزلت عطارد مرتبت ملکی ذات قدسی صفات والا گہر خورشید منظر جناب شاہ گردوں پائیگاہ غلام مظفر صاحب لازالت شموس انوارکم بازغۃ علیٰ رؤس الطالبین ۔

سلامیکه از مجمره گردانی خلوص مشام جان را معطر و شامه ناطقه را از مشک افشانی نیاز معنبر گرداند هدیه خدمت حاشیه نشینان بساط فیض مناط می نماید. همایون نامه محبت ختامه در ساعت مسعود منت ورود برگردن این سراپا نیاز نهاد. خاطر از غایت خرمی ها برخود ببالید و بخت نارسا بر رسایهای خویش ببازید. داعیه شوق و ابرام آرزوها دامن دل برکشید که هان پا از سر و قدم از دیده ساخته گام فرسائی جاده این انجمن مینو سواد و ره نورد این مجلس برکت بنیاد می توان شد. خانه کسلمندی خراب که دل خوگشته اشتیاق را رهین این تمنا کرد و خوی خجالت را از چهره تبا بها فرا نچید از غایت سرور وقت برخود خیدن و هم از دست نارسائی های طالع زار نالیدن مقربان حضرت ارشاد منزلت مخاطب به ندائے حیّ علی الخیر و ابرکته فرموده اند و بخت نافرجام نخوست انجام پائے نقل و حرکت فرسوده. ناگزیر از نگهت انفاس متبرکه حاضران آن سواد از دور بوئے برگرفتم و بیاد سرگرمی شورش آن هنگامه هوئے برکشیدم بالجمله نافرمانی و ناکامیم غرق لجهٔ ملال کرده است و اسیر سلسلهٔ انفعال تقصیر غیر مسئول و عذر تقصیر مقبول باد. تاریخ یازدهم ربیع الاخری ۱۳۰۸ هجری.

۲ قطعه در تاریخ تصنیف کتاب سروش سخن تصنیف خواجه فخر الدین حسین صاحب فرماید

بنام ایزد چه رنگین داستانے — که شد جاری ازو نهر فصاحت
خرامان نوجوانان معانی — بباغ صفحه اش با صد نزاکت

به گاهِ سیر در چشمِ تماشا — رسد از برق حسنِ او صداقت
نه افسانه فسونِ عشق کز سحر — کند تاراج صبر و هوش و طاقت
رباید دل ز پیرِ کاروانِ پرفن — ز انداز و ادا نازو اشارت
چکید از نوک کلکِ خواجهٔ ما — که رخشد از رخش نورِ نجابت
شرافت خانه زاد خاندانش — درخشان نیر اوجِ سعادت
دبیرے شاعرے رنگین بیانے — طلیقے افصحے جانِ طلاقت
بهر بزمے شود سرگرم تقریر — شود بلبل چو گل محوِ سماعت
بهر علم و فنون علامهٔ دهر — بصرف و نحو و معنی و بلاغت
ذکی الفطرتے کاندر مشامش — رسد از بوعلی بوئے نباوت
لطیفے بذله گوئے نکته سنجے — چراغِ بزمِ ارباب براعت
حسینے مهر رخے نازک ادائے — فروغِ عارضِ لطف و محبت
چه دارد لذتے شیریں کلامش — که در لب چید از جوشِ حلاوت
پے تفتیش تاریخِ سرانجام — چو بردم سر فرود در جیبِ فکرت
بعورش بوده ام حیران که هاتف — بگوشم دمید از روئے بهجت

چه رنگین مصرعِ موزون و دلکش
"زهے سرچشمهٔ حسن و لطافت"
۱۲۷۶ هجر

۳ قطعهٔ تاریخ تصنیف کتاب دستور البنا تصنیف مولوی فرید الدین صاحب

تصنیف چو گشت این کتاب دلخواه — شد خامهٔ ما گرم گهرافشانی
یعنی پی اختتام تاریخ نوشت — دستور بنائے بیت و ایوان دانی
۴ ۸ ۱۲ مح

۴ قطعهٔ تاریخ تصنیف کتاب نجم ثاقب تالیف منشی نجم الدین صاحب

چو آن روشن دلے والا جناب عارف کامل — که مشهور جهان در علم و زهد و پارسائی شد
چگویم از علو رتبهٔ ذات و صفات او — براه معرفت مخصوص بهر پیشوائی شد
بنام ایزد چو نام خویش نجم ملت و دین است — شکست رنگ دین را همت او مومیائی شد
حریمش بسکه آمد کعبهٔ اهل دل و ایمان — بکویش یکجهان از اخلاص گرم جبه سائی شد
۵ ز بس اوج کمال او شد از ادراک بالاتر — عروج فکر اینجا مایهٔ حیرت فزائی شد
ز جوش بخشش و احسان و انعام عمیم او — در او حاملے را قبلهٔ حاجت روائی شد
به تحریر جواب اعتراض فیلسوفانه — موفق از ره صدق از جناب کبریائی شد
تعالی الله چه رنگین نسخهٔ بنوشت کلک او — که از فیض سوادش صفحهٔ کاغذ خطائی شد
ز شوخی حرف حرف او بود معشوق طنازے — که در بزم تماشا بر سر برقع کشائی شد
۱۰ بجنب جنس تحقیقش خرد کیشان عالم را — ببازار بیان کاسد متاع خود نمائی شد
نمودم فکر تاریخش سروش آمد بگوش من

طلوعِ شمس ہیں کانجا باوجِ رہنمائی شد
۱۲۸۴ ھجر

۵ قطعۂ تاریخ انطباع کتاب دیگر تصنیف منشی نجم الدین صاحب

بحمد اللہ کہ شد ایں نسخہ مطبوع — کہ باشد جملہ احکامِ شریعت
بیانِ رتبۂ شاہِ شہان است — کند روشن دل از نورِ محبت
طریقِ اہلِ حق را رہنمون است — بود دستور بہرِ اہلِ سنّت
مصنف را جزائے خیر بادا — کہ خوش ملزم رقم فرمود حجت
بہ تنبیہ مخالف کشف حق کرد — کہ دیں را گفت پیغمبر نصیحت
دلائل از کتاب و سنّت آورد — زہے دینداری و حسنِ عقیدت

خرد گفتا پئے تاریخ اتمام
چہ زیبا کاشفِ رمزِ حقیقت
۱۲۸۹ ھجر

۶ مصرعۂ تاریخ دیگر برائے ایضاً

عجب گنجینۂ فیضِ معانی ہے
۱۲۸۹ ھجر

۷ قطعۂ تاریخ تصنیف کتاب عمدۃ المقال فی تحقیق الحال والقال تصنیف مولوی حاجی شاہ اقبال علیصاحب بحر بہاسا کن متبا

عابد و زاہد تصوف کیش — فاضل دہر مولوی اقبال
معدنِ علم و مجمعِ خوبی — صاحب عز و مجد و جاہ و جلال

ظاهرش مظهرِ جمالِ خدا — باطنش مایهٔ صفاتِ کمال
خاطرش آفتابِ علم و یقین — پیکرش آیهٔ جلال و جمال
واقفِ رازِ شاهدِ اسرار — محرمِ گوشهٔ حریمِ وصال
روشن از نورِ معرفت دلِ او — وز تجلّیِ ذاتِ مالامال
طرزِ گفتار او بود اعجاز — روشِ کلکِ اوست سحرِ حلال
باشد از غایتِ صفائی ها — سخنِ آبدار او چو زلال
بهرِ تصنیفِ این کتابِ لطیف — شد موفق زایزدِ متعال
وه چه نسخهٔ که هر سطرش — باشد از بوستانِ علم نهال
معنیِ نازکش زپردهٔ لفظ — جلوه گر چون مخدراتِ حجال
بسکه آورد حجتِ محکم — منکران را ببست لب زسوال
دعوی، همچو نغزِ تقریرے — هاں گزاف است و ادعائے محال
این چنین گفتن است در سفتن — جند اگفتگوئے و طرزِ مقال
این حدیثِ خوش و لطافت باز — بطریقِ صواب باشد دال
معنیِ حالت و حقیقت آں — شرح کم داده کس بدین منوال

چون دلم خواست سالِ تاریخش
گفت هاتف "ضروری الاحوال"
۱۲۹۳ ہجر

۸ "تقریظ بر کتاب مولوی عبدالرحمن صاحب ناصری گنجی متعلم مدرسهٔ طبع"

تعالی اللہ زہے رنگیں کتابے — کتابے نغز یادر خوش آبے
ز مضمون لطیفے درج گوہر — ز رنگینی بود یا قوت احمر
عبارا تش متاعِ خوش بیانی — زلالے بلکہ آبِ زندگانی
مجلا تر ز آبِ فضہ و زر — مدلل چوں کتابِ شیخ اکبر
صفائے لفظ او چوں عارضِ حور — فروغِ معنیش چوں جلوۂ طور
بنام ایزد چہ تقریر مدلل — برنگِ زلف محبوبان مسلسل
زگوناں گوں علومِ نغز مشحون — نماندہ خصم را تابِ چہ و چوں
حفیظ الدین لقب جبرے بنیلے — براہِ معرفت روشن دلیلے
کتابے کرد در توحید انشا — بدعوی شد سرِ میدان صف آرا
مجیبِ لوذعی روشن رقم ساخت — بہ نقضِ ہر براہینش بپرداخت
بزیرِ جوابِ نخبہ بستہ — حریفِ خصم را پائے شکستہ
کنوں سے خصم را تابِ جواب است — نہ ساکت شد تواں در پیچ و تاب است
بنائے قصر او از پا در افتاد — مگر بودہ است از بس سست بنیاد
خزاں آمد بہ آب و رنگ باغش — بروں شد نشۂ علم از دماغش
چنیں توحید ہر ذی علم و عامی — نہ فہمد غیر از رومی و جامی

بود موقوف بر برهان عقلی — به ترتیب دلائل های نقلی
چنین تکلیف بس مالایطاق است — چسان زین کشمکش یارب توان رست
تکلم کرد شارع زین نمط چون — ز قدر فهم و عقل ناس بیرون
علوم رسمی و نحو و بلاغت — نباشد هر کسے را رسم و عادت
کنون ایمان محال است این دلیل است — که موقوف آمده بر مستحیل است
نمی گویم که توحید وجودی — نباشد حق بجز علم شهودی
مگر هان هم شهود است عین ایمان — نباشد غیر گفتن کفر و طغیان
تغایر مذهب اهل کلام است — خلافے هیچ نے دراین کلام است
هر آنکو سالک این راه گشت است — مخالف را کسے گره نگفت است
حق است این علم لیک از رسانحات است — شعار اهل کشف و واردات است
درین ره رفته اند اهل حقایق — بسفتند این نمط در دقایق
بیان این مسئله کردند اعلام — حقیقت پیشگان وحدت سرانجام
ثبوت مدعا از کشف سازند — نه بر برهان ظاهر جان بازند
شعار حضرت صوفی چنانست — همیں سان شیوهٔ اشراقیانست
نباید راست این وحدت ز تقلید — به اثبات براهین و به تمهید
شود حق جلوه گر در مجلهٔ دل — نماید قلب را چون عرش منزل
نه بیند غیر حق عارف دران دم — چو ریزد بر دل آید بر زبان هم

بگوید اندران ساعت همه اوست — نه بیند غیر چون گوید همه اوست
همه نقش دوی از دل بشوید — بگوید هر چه گوید حق بگوید
ندانند نکتهٔ این عنبر عارف — چه داند رمز این اهل زخارف
نه کار سفله و هر سوقیان است — ز جهل و احمقی زنیسان نشان است
بفرموده است صوفی عبد رحمان — به مطوی کلام خود همین سان
چنین نقل بلا ذکر ارتحال است — سراسر سرقه ست و ابتذال است
جناب پاک قاضی فضل رحمان — همه اغلاق صوفی کرد آسان
سلام از ما رسد بر روح پاکش — ببارد آب رحمت حق نجاکش
کلیل آمد ازو عین مصنف — نکردش فهم طبع این مؤلف
اگر باشد مؤلف مرد میدان — به تردیدش بگردد دامن افشان
چو شد مطبوع این دلکش کتابے — رسید از غیب کلکم را خطابے
که هان بنویس سال انطباعش — برافگن پرده از روئے خفایش
رقم زد خامه ام از روئے اظهار — برآورد از صدف این در شهوار

به نقش کلک خود بنگر به تدقیق
بخوان باقر عجب تدقیق و تحقیق
۱۳ ۱۳ هجر

۹ تاریخ دیگر

چو این نسخه مطبوع شد خاطرِ من — به تفتیش تاریخ او کرد میلے
بپرسیدم از هاتفِ غیب سالش
بگفتا "به بینی لطیفست خیلے"

۱۰ "تقریظ بر دیوان حضرت حسن نوشه توحید قدس سره که جناب حضرت شاه امین احمد صاحب مدظله قصد طبع آن دارند" ۱۳۱۳ھ

حمد خداوند جهان آفریں — صورت پیدا و نهان آفریں
ذرهٔ عالم متکون از وست — صورت اشیا متلون از وست
گوهر دلها صدفِ راز کرد — معرفتِ خویش در و ساز کرد
خلق همه ساجد و مسجود او — خلق همه فانی و موجود او
عالم امکان همه موجود از وست — ز وست مگو بلکه همه عین اوست
پرده برخ در تتقِ غیب اوست — بیں که عیاں هم همه لاریب اوست
جز رخ او در حرم و دیر نیست — جلوه بهر جا بست از و غیر نیست
خلق همه صید نمک سود او — زله بر مائدهٔ جود او
از همه خلقے شرف و اجتبا — ساخته مخصوص پے انبیا
وز همه خاصاں شرف و برتری — داد به آں خاتم پیغمبری

گر نہ بدے ذات وے اندر میاں — کے شدے پیدا اثر دو جہاں
نام خدا شان خدا شان اوست — عرش یکے زینہ ز ایوان اوست
ہر دو جہاں مشتری ناز او — شیفتۂ شیوۂ انداز او
بخشش وجود و کرم او نعیم — قہر و عتاب و غضب او جحیم
خیل ملک حاجب دیوان او — جلوۂ حق شمع شبستان او
سجدہ بر بارگہش ہر نبی — زلہ بر مایدہ اش ہر ولی
ہر چہ بفرمود ہمہ حق بود — صورت او آئینۂ حق بود
صدمہ زاعدا چہ کشد جان او — خود چو خدا بود نگہبان او
شد چو بہ او رسم رسالت تمام — یافت بر و نعمت حق اختتام
فیض خودش ریخت بقلب علی — فیض علی انور دل ہر ولی
دولت ایں فیض علی اولیا — رشک دہ طائفۂ انبیا
زاں ہمہ خاصان خدائے کریم — در حرم خاص ولایت مقیم
نوشۂ توحید جناب حسن — غوث زمان عرشہ ہر دو زن
قدوۂ دیں زبدۂ اہل صفا — واصل حق پیشرو اولیا
واقف سر حرم کبریا — ہمدم و ہمراز رسول خدا
عالمیاں را زرہ عاطفت — کرد بہ رخ باز در معرفت
سحر حلال آمدہ گفتار او — معجزۂ روح قدس یار او

معنی قرآں ہمہ دیوان او — آیۂ عرفان خط عنوان او
جامع ہر فضل جناب امیں — آنکہ بود منبع علم و یقیں
زینت سجادۂ حضرت شرفؒ — روح شرف راست بہ سوتش شغف
خلق خوشش مظہر خلق عظیم — مالک دلہا است زلطف عمیم
جامع علم آمدہ از عقل و نقل — صاحب تحقیق بہر فرع و اصل
عالم علام زماں بے بدیل — فاضل فرزانہ وحبر نبیل
مہدی و ہادی رہ سالکاں — شیخ زماں قطب جہاں بیگماں
رو بہ سخن کرد چو طبعش ز شوق — در سخن از نکتہ وراں برد فوق
گشت نہاں نام ظہوری ازو — کردہ بہ رخ پردۂ دوری ازو
نام خدا سعدی ثانی است او — رشک نظیری و فغانی است او
خواست کند طبع مرا ایں نسخہ را — تا بکشد پردہ ز روئے خفا
کار عجب ہمت والائے او — کرد زہے روشنی رائے او
طبع بفرمود ز فضل جلیل — نسخۂ خوش بہر شفائے علیل

بادروان چشمۂ احسان او
موج فزاد جلۂ فیضان او

۱۱ "رقعهٔ منظوم بتقریب نو بیدختنه"

حمد خداوند جهان آفرین — نطق و بیانها بزبان آفرین
راست کن نسخهٔ ایجاد خلق — راست بسویش بود اسناد خلق
هست ازو مفرد و ترکیب را — دست بدوش رقم مدعا
معنی الفاظ فصاحت قرین — گشت ازو لیلی محمل نشین
روئے سمن راست صفای ازو — پنجهٔ مرجانست حنای ازو
آتش گلها بچمن برفروخت — مایهٔ صبر دل بلبل بسوخت
تاب دهِ کاکل سنبل بباغ — ساز کن نگهت گل با دماغ
بلبل ازو گشت سبق خوان عشق — قمری ازو طفل دبستان عشق
جلوهٔ حسن و رخ زیبا ازو — دست و بغل صورت و معنی ازو
ناطقه را فکر معانی ازو — خازن اسرار نهانی ازو
جلوه دهِ کوکبهٔ مرسلان — سلسله بندِ صف پیغمبران
از همه مخلوق بهر دوسرا — خاص کن طائفهٔ انبیا
وز همه خاصان شرف و سروری — داد به آن خاتم پیغمبری
احمد مرسل که خدائے کریم — گشت ثناخوانش بخلق عظیم
هر دو جهان گرم نیازِ وی است — حور و ملک بندهٔ نازِ وی است

جان عجم روح روان عرب — مخزن علم آمد و امی لقب
جلوه ده صورت حسن نخست — زو شده طغرائے رسالت درست
روح رواں محو فروغ رخش — خرمن دل سوختهٔ شعلهٔ اش
نے مه من آمده بشکل عرب — بود مگر جلوه کنان عین رب
مجمع اسرار حدوث و قدم — باعث ایجاد وجود از عدم
غیرت عرش آمده ایوان او — شان خدا جلوه گر از شان او
خاک رهش سرمهٔ چشم ملک — کوشک او پشت و پناه فلک
ملک و ملک زله بر خوان او — جن و بشر بندهٔ احسان او
گرد سرش گرد بصد جان خلیل — مروحه جنبان رخش جبرئیل
معجزه آموز کلیم و مسیح — معجزه آور ز کلام فصیح
انچه نه پاکرده بمکتب گهے — برد سبق در همه از هر کسے
باد ز ما هدیه درود و سلام — بر وے و بر آل گرامش مدام
بعد چنیں عرضه هم با نیاز — تا دهدم روشرف و امتیاز
خدمت اخوان و عزیزاں همه — خدمت احباب و محبّاں همه
کز سر لطف و کرم ذوالجلال — پا نزده و شانزده از شهر حال
سایه بمندم ز ره رسم و راز — باز رسانم به بزرگان نیاز
هفده هم مکتب لخت جگر — روح روان مایهٔ نور نظر

نام خدا احمد سجاد نام — طفلک والاگهر عالیمقام
مایهٔ عیش و طرب و انبساط — با همه شادی و خوشی و نشاط
با همه ترتیب و همه انتظام — مجمع احباب بیا بدنظام ۳۵
چشم ز الطاف و عنایات شمال — داشته ام از سر منت چنان
که همه تاریخ قدوم آورند — ما حضر از لطف تناول کنند

ملتمس گر به اجابت رسد
منت و احسان بدل و جان شود

۱۳ قطعه

"ابیاتی چند در تهنیت محفل میلاد شریف که نوچشم مولوی محمد شاه صاحب منعقده کرده بود"

مجلس مولود مبارک بتو — محفل مسعود مبارک بتو
بذل و عطایا بتو میمون بود — این کرم وجود مبارک بتو
حشمت و اقبال تو در اوج باد — دولت و بهبود مبارک بتو
بزم پر از نغمهٔ چنگ و رباب — زمزمهٔ عود مبارک بتو
مایهٔ پر عیش نشاط و طرب — گوهر مقصود مبارک بتو
دست خلایق بدعایت دراز — خاطر خوشنود مبارک بتو

حب نبی روز فزون شد ترا
سیرت محمود مبارک بتو

۱۳ قطعه

"این قطعه بجواب رباعی حضرت غالب که شعر ثانیش این است نوشته شد

ز اجماع چه گوئی به علیؑ باز گرائے — مه جانبے نشیں مهر باشد نه نجوم

درین شعر اظهار تشیع خود نموده اند و انکار اجماع نموده حالانکه اجماع از اصول دین است"

اصحاب نجوم اند نه هرگز برکس — اطلاق مه آمده به حدیث نبویؐ

مه نیز بود بجنبر از جمله نجوم — این امر بدیهی است بدانند صبی

ز اجماع چو منکر توشدی ای ناداں — حاصل چه ز گردیدن تنها بعلیؑ

۱۴ "قطعه تاریخ ولادت فرزند ارجمند بخانهٔ میاں عبدالعزیز در هجری"

للہ الحمد کایزد متعال — عشرت تازهٔ بما بخشید

از کمال کرم عطا کرده — مایهٔ زندگانی جاوید

یعنی عبدالعزیز را از لطف — داده فرزند ارجمند سعید

احسن اللہ ز جلوهٔ رویش — محو صورت بماند هر که بدید

هر طرف غلغل مبارکباد — از زمین خاست و بر فلک پیچید

از کمال نشاط و جوش طرب — میکند رقص بر فلک ناهید

در پئے فکر سال میلادش — دل خورم چو سر بجیب کشید

از کمال سرور کرده غلط — عدد سال را دم تسوید

بیخبر از فزونیِ عدوے
گفت ناگہ "زہے چراغ امید"

ہجری ۱۲۸۰ = ا - ۱۲۸۱

۱۵ ایضاً در فصلی فرماید

چوں بعبد العزیز فرزندے — حق عطا کرد از کمال کرم
گشتہ واغنچۂ دلِ عشاق — دل ہر دوستاں شدہ خرم
عشرت و بہجت و نشاط و سرور — چوں عناصر بدل شدند بہم
دادہ در شادیانہ جد و پدر — زر و سیم و جواہر و درہم
خلعتِ خز و اطلس و دیبا — اشتر و فیل و اسپ دادہ بہم
خواست فکرِ رسا چو تاریخش — بر سرِ آسماں نہادہ قدم

بہر اظہار سال فصلی او
بانگ برداشت "نیرِ اعظم"

۱۲۷۱ فصلی

۱۶ ایضاً "تاریخ مسیحی" فرماید

ثمرِ بیش رس و گلشن اقبال بود

۱۷ "قطعہ تاریخ ولادت فرزند ارجمند نجابت نجابت محمد تقی سلمہ"

صد شکر کہ از کمال فضلِ فضال — آمد بوجود طفلِ فرخندہ خصال

بردار تخلص و بخوان تاریخش
خورشید دمیده باقر از اوج کمال
۱۲۹۲ھ

۱۸ "قطعۂ تاریخ ولادت فرزند نجانۂ میان واحد کریم ڈیانواں"

مطربِ خوش ترانہ ام امشب — ساز عیش و طرب بساز و بیا
غلغلِ دف تواں بچرخ رساند — نغمۂ نے ز عرش کن بالا
خوش درآور رہِ حجاز و عراق — در صفاہاں بدہ بہ نغمہ صدا
جوشِ مستی زن و بخواں از ناز — بیحجابانہ شو برقص درآ
کن سرودے بلحن داؤدی — اندریں بزم شادمانیِ ما
وہ چہ بزمے کہ رشک فردوس است — از پری طلعتاں مہ سیما
شیشہ و ساغر است و بادۂ ناب — ساقیِ گلعذار مہر لقا
ہاں چہ شادی کہ شادے بمثلش — روئے ننمودہ است در دنیا
شیخ واحد کریم را یعنی — پسرے کرد حق ز لطف عطا
وہ چہ طفلے بود پری طلعت — دو جہاں باشد بے بجاں شیدا
غرتِ مہر و رشک ماہ منیر — مطلعِ آفتاب عز و علا
سرو دلجوئے گلشنِ دولت — بحر اقبال را دریکتا
جذا لطف کردگار جہاں — جذا فضل بے شمار خدا

حق تعالیٰ سلامتش دارد — از سر لطف تا بروز جزا
کرد باقر چو فکر تاریخش — دل شیدائے حسن معنی ما ۱۵

قلم ما نوشت بے کم و کاست
"شمع کاشانۂ تمنا ہا"

۱۲۸۴ ہجری

۱۹ "قطعہ تاریخ فرزند ارجمند دوم نجانۂ عطا حسین سلمہٗ

کہ بتاریخ ۳۰ ربیع الاول در دریا پور تولد شد"

شکر خلاقِ جہاں کز فضل و جودش در وجود — طفلے مبارک طالعے نیکو سرانجام آمدہ
یعنی از افضالِ خدا طفلے عطا راشد عطا — فرزند دلبندِ دوم کو خوش دلارام آمدہ

چوں شد تولد آں پسر از جوش شادی و طرب
گفتم پے تاریخ او "فرخندہ فرجام آمدہ"

۱۳۱۳ ہجری

۲۰ "قطعۂ تاریخ وفات حضرت شاہ غلام حسن مبتہوی عرف کالے میاں"

چو آں سرکردۂ صاحبدلاں و مقتدائے دیں — کہ نامِ او حسن در انس و جاں ورد زبانی شد
ز قلبِ صافیِ او حرف مدحت را چہ بر خوانم — تعالی اللہ جنید وقت و شبلی زمانی شد
کمیت طبع در میداں معنی کرد چوں جولاں — بعہدِ خویشتن گویا نظیری و فغانی شد

بگفتا خیر باد این جهانِ بی‌نشان یعنی ازین دنیائے فانی در سرائے جاودانی شد

زبهر سال تاریخ وفاتش هاتفِ غیبی
همیں گفتا "کجائے وائے خلاق معانی شد"
۱۲۵۸ هجری

۲۱ "قطعهٔ تاریخ در وفات مولوی گوهر علی نوراللہ مرقدہٗ"

عالمے خستہ و پریشاں شد رفت گوهر علی چو از دنیا
حرفے از دفتر کمالاتش بر زباں آورد کرا یارا
وصف خلقش حدِ بشر نبود چه کند کس صفات او انشا
مثل او در جهاں ندیدہ فلک بود در جمله وصف بے همتا
ماہرِ جملهٔ علوم و فنون عالم دہر و فاضلِ غرا
کوہ تمکین و آسمان وقار سکه آرائے نقد مجد و علا
فیض طبعش رواں چو ابر مطیر بذل وجودش چو بخششِ دریا
لطف عامش نخاص و عام تمام با میر و فقیر و شاه و گدا
چه سرایم بمدح او حرفے بد چو نامِ خودش در یکتا
شد جهاں از وفات او تاریک آنچناں کز غروب مهر سما
نه همیں سینهٔ زمیں شق شد ماتمی شد لباس گردوں را
با هزاراں غم و ملال و الم دست هاتف بسر زد و گفتا

بهر تاریخ در سنهٔ هجری

"زینجهاں رفت آں ابوالفقرا"

۱۲۷۸ هجری

بازلختے زدل بریدو بگفت تا شود سال فصلیش پیدا

مصرعهٔ با دلِ ملول وحزیں

"رشک حاتم بمرد واویلا"

۱۲۶۹ فصلی

۲۲ "قطعهٔ تاریخ وفات حضرت مولانا ومقتدانا مولوی سید محمد مهدی حسن قدس سرہ"

چه جانگداز خدایا مصیبتے رو داد — که گشت خاطر هر کس ازاں ملول وحزیں

همیں نه در دل انساں خلید نشتر غم — که گشت خون جگر قدسیان عرش نشیں

جناب قبلهٔ آفاق مولوی مهدی — که ملک علم وعمل داشته است زیر نگیں

بعزم سیر جناباں گلشن فردوس — پرید طایر روحش باوج علییں

بپاکی وبطهارت بجاه وعزت شد — ببارگاه خداوند ذوالجلال قریں

شده است خلق سیه جامه از پے ماتم — برنگ کاکل جادو وشاں زهره جبیں

من وخدا که عجب شمع علم شد خاموش — که سوخت آتش این غم دل زمان وزمیں

همیں نه در فن معقول بود شیخ زمن — که بوده است بمنقول فخر دیں متیں

بفکر سال وصالش چو سر فرو بردم نشسته با جگر خسته و دل غمگین

رسید از لب هاتف بگوشم این مصراع

"چه مهر علم الهی نهفت زیر زمین"

۱۲۹۳ هجری

۲۳ "قطعهٔ تاریخ انتقال داور حسین مرحوم ساکن شاهبوبیگه"

داور نیک ذات پاک نهاد در ردائے عدم چو رخ بنهفت

دل خون گشتهٔ محبّان را نشتر غصّه و الم بر سُفت

هاتف غیب سال تاریخش با همه محنت و محن چون جست

خراشیدهٔ ریش را خراشیده

دخل الجنة النعیم گفت

۱۳۰۹ = ۱۰ - ۳۱۹ -

۲۴ "قطعهٔ تاریخ وفات شاه ارشد علی بتیهوی"

چو رفت ارشد علی از دار دنیا سرشک از دیده خون از دل بجوشید

زمان سر گرم فریاد و فغان شد زآه و نالهاء دلها خروشید

خوشا شیخ زمان و صوفی وقت که غیر از ذکر حقش لب خموشید

به تسبیح و به تهلیل و به تذکیر به تحصیل رضائے حق بکوشید

ازین دار فنا چون کرد رحلت صدائے مغفرت از حق بنوشید

شرابِ صافیِ مشکیں ختامے زدستِ ساقیِ کوثر بنوشید

سروشش آمد پے سالِ وصالش

"ردائے رحمتِ سبحاں بپوشید"

۱۳۰۸ ہجری

۲۵ قطعہ در تاریخ رحلت دخترزادۂ خود محمود بختیار فرماید

چو محمود... از دار دنیا رسائی بملکِ عدم یافتہ

چگویم چہا زیں مصیبت چہا دلِ دردمنداں الم یافتہ

زجور و ستمہائے سنگیں دلاں وجودش لباسِ عدم یافتہ

پے کشتنِ او بہ بیمارپش دوا در ہلاہل بہم یافتہ

بایں خردسالی و طفلی مقام ز دنیا بہ باغِ ارم یافتہ

دلِ ہاتفِ غیب زیں ماجرا بسے درد و اندوہ و غم یافتہ

سرآہ ببرید تاریخ اُو

بگفتا۔ شہادت زسم یافتہ

۱۳۱۳ / ۱۳۱۲ ہجری

۲۶ ایں قطعہ تاریخ بابت تعمیر مقبرۂ بزرگیست کہ صراحت آں نفرمودہ اند

بناچوں کردہ شد ایں روضۂ پاک سرورِ خاطرِ اہلِ صفا شد

پے تاریخ اتمامِ عمارت مرا از جانبِ ہاتف ندا شد

تو بگذر از سرِ هستی و فرما
زیارت گاه دینداران نباشد

هجری ۱۳۱۶ = ۵ - ۱۳۲۱

۲۷ قطعهٔ تاریخ وفات شاه محمد اکرم مرحوم و مغفور

عزیزم شاه اکرم سیّد الحاج — که دستش بود بحرِ جود و خیرات
ازین دارِ فنا با شوکت و شان — بملک جاودانی رفت هیهات

چو جستم سال تاریخِ وفاتش
سروش آمد "خرامیده بجنات"

۱۳۱۶ هجری

۲۸ قطعهٔ تاریخ وفات جناب مُلّا سرمست صاحب قطب صاحب گنج گیا

چو حضرت سرمست مریدِ شاه صدقؒ — از دار فنا راهی فردوس بگردید
عالم ز غمِ رحلت آن شیخ طریقت — خون ریخته از دیده و بر چهره بپاشید
خود رفت بفردوس برین و دل خلقے — در خاک زبس حسرت و در خون بطپائید
ہے ہے چه تواں کرد که آن شاه بزودی — سیر از سر دنیا شد و عقبیٰ به پسندید

پرسید ز هاتف چو دلم سال وفاتش
گفتا ز رهِ غم که "بجنت بخرامید"

۱۳۱۲ هجری

۲۹ قطعه دیگر در تاریخ رحلت حضرت ملا سرمست قدس سره فرماید

چو جناب پاک ملا سر طالبان مولا — زجهان نمود عزم سفر دیار داور
دل خلق گشت پرخون ز فراق عارض او — بجهان فگند شورے غم او چو شور محشر
ز کمال خود که بودش ز شریعت و طریقت — پے سالکان این ره شده دستگیر و رهبر
همه تن ز سیر دنیا شده سیر خاطر او — سر عرش کرد منزل بر مصطفی و حیدر

ز کمال درد و غمها پے سال رحلت او
ز فلک ندا برآمد که " ایا خجسته پیکر "
۱۲۱۳ هجری

۳۰ قطعه دیگر در تاریخ رحلت اوشان قدس سره فرماید

هی هی شده ز زیر زمین سرمست مست عشق حق — بوده ست بهر فیض دین آن جامع علم و عمل
از مرگ آن تقوی گزین در گریه شد شمس و قمر — هم زهره و هم مشتری بگریست مریخ و زحل
در طاعت حق هر نفس سرگرم بود و مستعد — بوده ست او قائش بری و ایمن ز نقصان و خلل
در راه مولا بے ریا صادق بزهد و اتقیا — کامل بوصف اولیا بیرون ز تلبیس و دغل
شیرین کلام خنده رو فرخنده سیرت نیک خو — خلق خدا خوشنود از و در لطف و خوبی بے بدل
خوش صوفی خلوت نشین کش نور وحدت بر جبین — بر چرخ بگذشت از زمین در خلد زد طبل و دهل
سرمست فیض سرمدی هم چشتی و هم قادری — هم اصدقی هم صادقی هم فخری فخر ملل

نامش بذوقِ عارفاں از قند و از شکر لذیذ ذکرش بکامِ کاملان شیریں تر از شانِ عمل

چوں رُوح پاکش بر فلک رفت از زمیں ہاتف بگفت

از بہر تاریخش چنیں "اے مظہرِ علمِ ازل"

۱۳۱۲ ہجری

۳۱ قطعۂ تاریخ وفات مولانا فضل رحمٰن صاحب گنج مراد آبادی

کہ بتاریخ ۲۳ شہر ربیع الاول ۱۳۱۲ھ مطابق ۱۳ ماہ ستمبر ۱۸۹۵ء انتقال فرمود"

فضل رحمٰن کہ بود مرشد دیں پاکباز و لطیف و پاک سرشت

ہادی و رہنمائے اہلِ یقیں چوں ز دنیا گذشت و شد بہ بہشت

دردمندانہ ہاتفِ غیبی گریہ ہا کرد و تخم حسرت کشت

سر . . . . . برید . . . . . .

"رہبرِ راہ معرفت" بنوشت

۱۴۰۳ - ۹۰ = ۱۳۱۳ ہجری

۳۲ قطعۂ تاریخ رحلت حضرت اوشاں قدس سرہٗ فرماید

قطب زماں آنکہ نبودش نظیر ہادی دیں مرشد زہاد بود

فضل کہ بودست بہ رحمٰن مضاف نام خوشش ذکر چو او را بود

بود بزرگے کہ ز اخلاق او خاطرِ ہر پیر و جواں شاد بود

داشت نگہبانی باطن بدست از کرمش ملک دل آباد بود

پاک نژادے کہ دلش از صفا — جز بخدا از ہمہ آزاد بود
از طرفِ ہند و دیارِ عرب — شہرتِ او تا حد بغداد بود
رفت بفردوس ز دنیائے دوں — بسکہ ازیں دائرہ ناشاد بود
آہ بدیدیم ز اندوہ او — بزم طرب کنج غم آباد بود

از پے تاریخ وفاتش سروش
گفت "فرو غ ابد آباد بود"
۱۳ ۱۳ ہجری

سہ قطعات در جواب قطعات مولوی عبد الصمد فدا سلہٹی و منشی جواہر سنگہ جوہر لکھنوی

مولوی احمد علی بنگالی تخلص احمد۔ در جواب "قاطع برہان" حضرت غالب کتابے موسوم "بہ موید البرہان" تالیف کردند حضرت غالب کتابے موسوم بہ "تیغ تیز" در جواب نوشتند و قطعہ ہم نزد مولوی احمد علی فرستادند کہ مطلعش ایں بود ؎

مولوی احمد علی احمد تخلص نسخہ — در خصوص گفتگوئے پارسی انشا کردہ است

مولوی عبد الصمد فدا شاگرد مولوی احمد علی احمد قطعہ در جواب قطعہ حضرت غالب نوشتند۔ در جوابش حضرت باقر قطعہ نوشتند کہ قطعہ اول ایں سہ قطعات است۔ منشی جواہر سنگہ جوہر قطعہ در جواب نوشتند و مولوی عبد الصمد فدا ہم قطعہ دیگر شائع کردند

قطعہ دوم وسیوم حضرت باقر در جواب این دو قطعات است

۳۳ قطعۂ اول

در جواب قطعۂ مولوی عبد الصمد فداسلہٹی منقول از ہنگامۂ دل آشوب حصہ اول

ہاں تماشائے سخندانان معنی آشنا — الکنے[1] با افصحے ہنگامہ برپا کردہ است
ماجرائے طرفہ باشد قصۂ باشد عجیب — زاغ پیش بلبلے سرشور و غوغا کردہ است
صعوہ با شہباز گرم رزم شد نے نے غلط — روبہے با شیر چنگ فتنہ برپا کردہ است
ہاں کجا احمد علی و حضرتِ غالب کجا — ذرۂ خود را باوج مہر ہمتا کردہ است
غالب آمد غالبِ ہر شاعرانِ نکتہ سنج — گلشنِ معنی نے گلکش مطرا کردہ است
در فنِ معنی ہر آنکس با فلک سر برکشید — سجدۂ خاکِ درِ او زیب سیما کردہ است
رستمِ میدانِ معنی حضرتِ غالب بود — رحم بر شوخے کہ با و سے جنگ برپا کردہ است
گفت در ردِ کتابِ حضرتِ غالب جواب[2] — ایں مگس را بیں کہ با شہباز پروا کردہ است
گرچہ زاید باشد از حیثیتش۔ نامِ خدا — لایقِ تحسین بود کار یکہ آغا کردہ است
ارچہ جہلش گشت ثابت با دلیلِ قاطعی — دعوی تردید قاطع گر نہ بیجا کردہ است
ہم بغور و فکر بسیارے ز تحریرِ جواب — سرسری ہر نچہ کلکِ غالب انشا کردہ است

---

[1] از "الکنے" اشارہ بہ مولوی احمد علی احمد است واز "افصحے" بہ حضرت غالب۔

[2] مراد از "موید البرہان" است کہ مولوی احمد علی احمد در جواب "قاطع برہان" حضرت غالب تالیف کردند۔

خود چو قاصر گشت آغا کوچک[1] بدالش چرا — خویش را با اوستاد خویش سوا کرده است
آن فدائے بیخرد بیچارہ بنگالی نژاد — من فدائے او چہ خوش تقریر بیجا کرده است
چون ندانند شیوۂ گفتار آن ناداں چرا — ریشخند خلق خود را بیحیا باکرده است
شوخیِ طبعش نیارم آنکه در عرضِ کمال — پردۂ شرم و حیا از روئے خود وا کرده است
درگمانِ خویش شد پشت و پناہِ اوستاد — عیب پنہانش حقیقت آشکارا کرده است
سستیِ طرزِ کلامش گر نویسم سر بسر — دفترے باشد بشرح آنکه انشا کرده است
لیک ظاہر میکنم زاں جملہ عیبِ چیدۂ — تا بہ بیند ہر کہ خفش چشم بینا کرده است
با فصاحتہا کہ دارد ہمچنیں ارشاد کرد — "بر زباں دارندایں مطلع کہ روا کرده است"
سر نمودن واز مطلع پر غریب است و عجیب — لیک نتواں گفت کایں ہم بودہ املا کرده است
سر برہنہ بودن است از عادت جنگلیاں — انچہ خود میکرد شعرش نیز گویا کرده است
باز میسازد بدیگر جا چنیں تقریر خوش — "کز عجیب و معترض کہ کار بیجا کرده است"
نیک میدانند اہلِ راز کایں اشباع کاف — از فصاحت شعر را بیشک معرا کرده است
گر بگفتے زیں نمط بودے فصیح و خوبتر — کز عجیب و معترض آخر کہ بیجا کرده است
شد ترنم آشنا جائے با آہنگِ دگر — "نامیان[2] ہند را دشنام بیجا کرده است"

---

[1] از "کوچک بدال" اشارہ بہ مولوی عبدالصمد خدا است کہ در جواب قطعہ حضرت غالب قطعہ نوشتند کہ مطلعش ایں بود

ے فرق حق و باطل اے صاحب نظر بشنو ز من — گر ترا جوئائے حق ایزد تعالیٰ کرده است

وایں قطعہ حضرت باقر در جواب ہماں قطعہ مولوی عبدالصمد خدا است۔

[2] اشارا است بہ شعرے از شعرہائے قطعہ مولوی عبدالصمد خدا ے

زشت گوئی را چو کار عقل داند پس چرا — نامیان ہند را دشنام بیجا کرده است

کردنِ دشنام کے باشد روا نزدِ فصیح — بیخبر از کوچهٔ دانش چه آیا کرده است
غیر ازیں از سستیِ ترکیب و لغو و حشو و لغز — نخته مغزیهائے او هر یک تقاضا کرده است
همچو روزِ روشن است و نیک روشن گشته است — بر سخندانِ جهاں هر کس تماشا کرده است
با همه فقدانِ استعدادِ ایں شور و شغب — بود کے جائز مگر از راهِ سودا کرده است
۳۰ بیخرد شاگردی احمد که کرده است آشکار — تا چه طرفے بست زیں کاریکه پیدا کرده است
هاں بیا ناداں بیا - با اوستادِ خود بیا — غالب استادِ جهانش حق تعالی کرده است
سر بخاکِ آستانش نه پئے عذرِ گناه — حق پرستیها اگر در دل ترا جا کرده است
ستر مکتومِ معانی بلهوس اینجا بجوے — گر دلت رمزِ معانی را تمنا کرده است

باقر از شکرانهٔ ایں کے تواں آمد بروں
کہ مرا تلمیذ غالب حق تعالی کرده است

قطعهٔ دوم

۳۴

در جواب قطعه منشی جواهر سنگه جوهر تخلص شاگرد مرزا ناطق مکرانی منقول از هنگامهٔ دل آشوب حصهٔ دوم

جوهرِ دانش پژوهے نکته سنجے نغمه گو — آنکه در ملکِ معانی داوریها کرده است
بردگوئے سبقت از استاد خود صد مرحبا — سحر کاریها عجب در نظم پیدا کرده است
جبذا انداز و خوش طرزِ خرامِ خامه اش — زنده جانِ استاد خود را زیں ادا ها کرده است

می برد دل در سخن ہے ہے چہ انداز است ایں — من سرش گردم چہ طرز نطق پیدا کردہ است
ہوشم از سر برد و صبر از دل ز معشوقانہ وضع — طرفہ سحرے ہیں کہ ہندو زادہ ما کردہ است
رشک امثال است در شیوا زبانہا بلے — نطق او انداز ناطق را ہویدا کردہ است
ہاں مگر کج مج زبانہا زوجہ کم سنی است — آفریں بادش کہ حق زیں گونہ گویا کردہ است
خامۂ شیریں نوا در پردہ تا کے نغمہ ہا — آشکارا گو چہ کلک گوہر انشا کردہ است
ہاں کشیدن می تواں شمشیر بُرّانِ زباں — انقلاع کفر واجب حق تعالیٰ کردہ است
آں جواہر بیں کہ جوہر کرد نامِ خویشتن — طرفہ تحقیقے بنامِ خویش پیدا کردہ است
حرف علت چوں گراں آمد ورا اندر میاں — از دروں ساقط چنیں آسا الف را کردہ است
دعوی شاگردیٔ مکرانیش و آنگہ چنیں — در زبانِ سوقیان ایں شعر و غوغا کردہ است
ہیچ در نگرفت فیضِ اوستادش و العجب — قولِ سعدیؒ صادق آمد آنچہ ایما کردہ است
عمر خود بر باد داد آخر چرا در مشق شعر — چوں ہمیں سرمایۂ دانش مہیا کردہ است
ریختی ایں ہندو بچہ بید آبروئے پارسی — طرفہ کج واکج پریشاں گفتگو ہا کردہ است
نیست از مسند خبر باشد اگر مسند الیہ — ہست ترکیب از غلط ہرگز نپرداکردہ است
لفظ اگر باشد غلط باشد بہ ما نا معنوی است — لغو و حشو و مہمل و موضوع یکجا کردہ است
زعفران زارش بخوانم نے زمنِ شعر او — خندہ می آید کسے را کایں تماشا کردہ است
کرد بسم اللہ غلط ناداں چو گفتا ایں چنیں — "جوہرِ امروز ہے باخبر ایں تماشا کردہ است"

ہے اشارہ است بہ مطلع قطعہ منشی جواہر سنگھ جوہر ۵ جوہر امروز ہے باخبر ایں تماشا کردہ است ۲ شاعرے باشاعرے سنگامہ برپا کردہ است

بیائے "امروزے" چہ باشد گر بناشد لغو و حشو — الحذر زیں سہو کایں بیچارہ اینجا کردہ است
"اکرآبادی خدائے نظم با خود غالب است"[1] — مصرعے زنہاں بگیر شعر انشا کردہ است
کاشکے دانستمے با خود چہ معنی داشتہ است — شاعر شیریں زبان ما چہ املا کردہ است
"میکنم تسلیم ہاں پیرِ نجارا غالب است"[2] — ایں کلامش ہم کہ شوخی اشتقاضا کردہ است
خود بود ناداں مگر مغلوبِ طفلِ لکھنو — غالبم را کلکش از پیرِ نجارا کردہ است
می سزاید مصرعہ درشاں آں احمد علی — "احمد درانی آں احمد کہ ہیجا کردہ است"[3]
سستی ترکیبِ ایں مصرع ہمی باشد عیاں — ماسبق را ہیچ ربطے ہم نہ پیدا کردہ است
"می تواں گفت نامدہر کہ از ایراں بہند"[4] — مصرعش باشد کہ املا کلکم اینجا کردہ است
خندہ می آید مرا بر دانش و بر عقلِ او — کایں خرد دشمن چہ ایں بیہودہ دعوی کردہ است
صد ہزار از شاعرانِ نغز گو باشد بلے — آنکہ سوئے ہند نے روئے تماشا کردہ است
من تعربانِ فصاحت ہائے ایں مصرع کہ خواند — "لفظ رنگیں شوخ مضمون کے بہ بیجا کردہ است"[5]
"علم و فضل اے دوستاں بر نطفۂ شیراز نیست"[6] — مصرعہ با صد فصاحت بلکلش املا کردہ است
معنیِ او منحصر بر نطفۂ شیراز نیست — لیکن از بطنِ خود ایں مخذوف پیدا کردہ است
بیخرد شوقِ حکم گشتن ہمی دارد بسر — از گلیم اندازہ پیروں بلہوسی پا کردہ است

---

[1] اشارہ است بہ شعر دوم قطعہ جوہر — اکرآبادی خدائے نظم با خود غالب است
[2] اشارہ است بہ شعر شانزدہم قطعہ جوہر — میکنم تسلیم ہاں پیرِ نجارا غالب است
[3] اشارہ است بہ شعر ہیجدہم قطعہ جوہر — احمد درانی آں احمد کہ ہیجا کردہ است
[4] اشارہ است بہ شعر نوزدہم قطعہ جوہر — میتواں گفت نامدہر کہ از ایراں بہند
[5] اشارہ است بہ شعر بیستم قطعہ جوہر — لفظ رنگیں شوخ مضمون کے بہ بیجا کردہ است
[6] اشارہ است بہ شعر سیزدہم قطعہ جوہر — علم و فضل اے دوستاں بر نطفۂ شیراز نیست
[7] اشارہ است بہ شعری ہشتم قطعہ جوہر — راست گویم بعد ازیں گر ہرزہ گیرندم حسود — کایں غلط کردہ است یا ایں شوخ بیجا کردہ است

خود حکم کے میتوان شد بوالحکم باشد بلے — با همه حیلے که دارد طرفه دعوئی کرده است
آه زیں نادانیش فریاد زیں نادانیش — کز جهالت اعتراض پوچ بر ما کرده است
"کاف"[1] ما "کاف" بنگالی تہ یک حکم زد — صدر و اوسط را بزعم خویش یکتا کرده است
فرق میداند کسے کورا بود ذوق صحیح — چوں نداند او چرا ہنگامه برپا کرده است
اعتراض[2] ثانیش ناشی زسہو کاتب است — لفظ "مصرع" او بجاے "شعر" املا کرده است
خامهٔ معجز نگار سحر پرداز صفیر[3] — کو باقلیم معانی خسروی ہا کرده است
خوب تقریر لطیف و نیک تحقیق انیق — در جواب اعتراض جوہر انشا کرده است
میتوان نگریستن آں جمله را با غور و فکر — گر دلت تفصیل و شرحش را تمنا کرده است
آں فدا زیں پیشتر با قر دل ما برده بود — جوہر ما حالیا ایں فتنه برپا کرده است
آں فدا خوش منظر آمد جوہر آمد خوش مزاج — وه چه شوخیها بصد ناز و ادا ہا کرده است

---

[1] در شعر بست و دوم قطعه اول خود حضرت باقر را شباع "کاف" که در مصرعه مولوی عبدالصمد فدا اکر عجیب و معترض که کار بجا کرده است) واقع شده بود اعتراض کردند نشئی جواہر سنگه جوہر ہماں اعتراض بر مصرعهٔ ثانی مقطع قطعه اول حضرت باقر آورده و گفته اند که مجموعه زبان را کاف بنگالی بے "کز عجیب و معترض که کار بجا کرده است" طعنه زده شاگرد غالب باز خود موزوں نموده "که مرا تلمیذ غالب حق تعالی کرده است" ۔ حضرت باقر دریں شعر جواب آں اعتراض داده اند و در قطعه سیوم ہم بجواب اعتراض عبدالصمد فدا پرداخته اند و تائید صحت دعوئی خود از اشعار اساتذه کرده اند

[2] در پرچه ہنگامه دل آشوب حصهٔ اول در شعر بست و سیوم قطعه اول حضرت باقر بجاے لفظ "شعر" لفظ "مصرع" از سہو کاتب طبع شده بود ۔

[3] مراد حضرت میر سید فرزند احمد صفیر بلگرامی اردو ی اند که شاعر بے بدل بودند و در تحقیقات لغات فارسی دارد و پایهٔ بلند داشتند ۔

آں اگر نورِ نظر بود ایں سرورِ سینہ شد زندہ باشد خوش دلِ غدیدۂ ما کردہ است

باشدش ہر لحظہ از ما صد نیاز و اشتیاق
کو چو جان اندر حریمِ دل مرا جا کردہ است

۳۵ قطعۂ سیوم

در جواب قطعۂ ثانی مولوی عبد الصمد فدا منقول از رنگامہ دل آشوب حصہ دوم

مولوی عبد الصمد یعنی فدائے نکتہ سنج در جوابِ قطعۂ[1] ما قطعہ انشا کردہ است

وہ چہ خوش قطعہ کہ قطعاتِ جواہر نثار آسماں بر نظمش از عقدِ ثریا کردہ است

مرحبا صد مرحبا خیزد ز قبرِ انوری آفریں صد آفریں بر روحِ شفیعا کردہ است

بسکہ از ہر حرف حرفش میچکد آبِ حیات ناظریں را غیرتِ خضر و مسیحا کردہ است

کشورِ بنگالہ زو نازد بخود نامِ خدا باب علم و فضل بر روئے جہاں وا کردہ است

بلبلِ شیراز با شد شاعرِ بنگالوی کاں سفالِ الہند را خاکِ مصلا کردہ است

جوہرِ علم و ادب را بہر شہرت دادہ عرض از گروہِ شاعراں باشد تمنا کردہ است

آفریں بر وقتِ طبعِ رسایش آفریں وہ چہا ایراد بر اشعار املا کردہ است

داد از ہر اعتراضے داد خوش فہمی چہ خوش گنجِ مخفیٔ معانی آشکارا کردہ است

می سزاید نغمۂ دلکش بآہنگِ عجیب می رباید دل ز کف کارِ بنگیسا[2] کردہ است

---

[1] مراد از قطعۂ اول ما قرأست ۔ [2] بنگیسا بکسر اول و ثانی بر تحتانی رسیدہ و سین بے لفظ بالف کشیدہ ۔ نام چنگی خسرو پرویز بودہ و او نیز مانند بد عدیل و نظیر نداشتہ و سرود خسروانی از و است (برہان قاطع) ۔

میکند تردید قولِ ما بایرادِ سخیف — اتباعِ رسمِ استادِ خود آغاز کرده است
او ز نافهمی جوابِ حضرتِ غالب نوشت — یعنی از هذیان ترا دیدانچه انشا کرده است
کرد در دفعِ قواطع برهان بر عمش گویا — کعبه را اشکسته تعمیرِ کلیسا کرده است
دیں بعزمِ جنگ با اینک میانِ جان ببست — سر ز هر سو خنجر و تیغ و سنانها کرده است
لنگ لنگان جلوه گر شد بر سرِ میدانِ رزم — غیرتِ طبعِ که دارد این تقاضا کرده است
شرح پردازم جوابِ اعتراضش حالیا — کز رهِ فکرِ رسا در خاطرش جا کرده است
این[1] نوائے خارج آهنگش بگوش دل شنو — که بتقریرِ عجیب ایراد بیجا کرده است
"هاں سخندانان خوش اضراب و ترقی بنگرید — اندریں شعر یکه کلک باقر املا کرده است"
نسبتِ رُو به بشیر از نسبتِ اول قوی — در ضعیفی هست ظاهر شک چه اینجا کرده است
لفظِ[2] 'حیثیت' چرا با شد مرادفِ 'علم' را — معترض بین طرفه استدلالم پیدا کرده است
بیخرد مفهومِ 'حیثیت' بود اسلوبِ وضع — زاید از اسلوبِ خود یعنی که آغا کرده است
میتوان[3] دانست با شد زاں نمط لفظِ 'جواب' — که اضافت را ز دمانه تقاضا کرده است

---

[1] اشاره است به اعتراض مولوی عبدالصمد فدا بر شعر قطعه اول حضرت باقر «صعوه با شهباز گرم رزم شد نے نے غلط پرو بهے با شیر خنگِ فتنه برپا کرده است» ـ در شعر نوزدهم این قطعه جواب آن اعتراض داده اند ـ

[2] بر لفظ 'حیثیت' که در شعر نهم قطعه اول حضرت باقر واقع شده است مولوی عبدالصمد فدا معترض شدند و گفتند «نه لفظ 'حیثیت' بجائے 'علم' مستعمل ہے نہ زاہل پارسی آنرا بدیں معنی که املا کرده است» گفتند

[3] بر لفظ 'جواب' که در مصرعه اول شعر هشتم قطعه اول حضرت باقر آمده است مولوی عبدالصمد فدا معترضانه گفتند «خوش مضاف آورده در شعر دوم لفظ 'جواب' ؛ دوستاں ببینید کایں ہندی تماشا کرده است» (لفظ 'جواب' در شعر هشتم واقع شده است نه در شعر دوم) ـ

گاه مذکور است و گه محذوف جزو ثانیش — نیک داند هر که رسم قوم احصا کرده است
مولوی[1] جامی که باد از رحمت حق نقش نثار — اندرین مصراع حذف جزو اخری کرده است
چیست ثانی مطلبش یعنی جواب صد سلام — اقتضاشان محل تقدیر آنرا کرده است
همچنان مفهوم شعر است از لفظ جواب — حذف لفظ قطعه را اینجا تقاضا کرده است
مصرع ثانی بود تفسیر آن تقدیر و بس — وای نافهمی عجب ایراد بیجا کرده است
خنده[2] خندان آنکه می آید بسوی رشیخنده — تا چه شکی در دل والای او جا کرده است
چون بتقریر جوابش خامه بگشاید زبان — معترض نقشای شک خود جو اخفا کرده است
هان تردد باشدش در جای زاید غالباً — آنکه کلک کاتبش از سهو املا کرده است
در[3] جواب قطعه جوهر جواب عین را — خامه معنی نگار آشکارا کرده است
وانکه[4] کافم را نظیر کاف با اشباع خود — از ره جهل و کمال ساده گیها کرده است

---

[1] جامی علیه الرحمة ۵ بهر سلام مکن رنجه در جواب آن لب ؛ که صد سلام مرا بس یکی جواب از تو ۔

[2] بجای لفظ رشیخنده که در شعر چهاردهم قطعه اول حضرت باقر واقع شده است لفظ رشیخنده از غلطی کاتب در پرچه هنگامه دل آشوب حصه اول طبع شده بود مولوی عبدالصمد فاضل در قطعه دوم خود تمسخر میکنند و می گویند ۵
رشیخنده خلق خوش لبه است در شعر دگر ضحکهٔ خلق از زبان خلق خود را کرده است

[3] در شعر بست و سیوم قطعه اول حضرت باقر لفظ مصرع بجای لفظ شعر از غلطی کاتب در پرچه هنگامه دل آشوب طبع شده بود منشی جواهر سنگ جوهر معترض شد و حضرت باقر در شعر سی و ششم قطعه دوم خود جواب او را داده مولوی عبدالصمد فاضل هم در قطعه دوم خود اعتراض آورده و گفته ۵ عین مصرع را گفته و خون شعر خود بریخته ؛ خون این بر گردنش ظل آشکارا کرده است ۔

[4] مولوی عبدالصمد فاضل در قطعه اول گفته ۵ نیک میدانند دانایان تحقیق آشنا ؛ کز عجیب و معترض کار بیجا کرده است
در قطعه اول خود حضرت باقر فرموده ۵ نیک میدانند اهل راز کاین اشباع کاف ؛ از فصاحت شعر را بر تنگ موجا کرده است
مولوی عبدالصمد فاضل در قطعه دوم خود در قطع قطعه اول حضرت باقر ۵ از راز شکایت این چنین کرده که تو آن مدعوی ؛ که مر تلمیذ غالب حق تعالی کرده است
معترض شده گفته ۵ جای دیگر باز میگوید که این اشباع کاف ؛ از فصاحت شعر را بر تنگ موجا کرده است
خنده می آید مرا بر خورده گیرهای او ؛ خود بدو آنگه بطبع غریب او کرده است

کُاف صدرُو کاف اوسط مختلف باشد بحکم — بیں دو او بین گر ہدایت چشم بینا کردہ است
دیدۂ عبرت کشا و بنگر ایں اشعار را[1] — کز پئے جمع دلِ تو کلکم املا کردہ است
گر کنم[2] قطعِ نظر زیں کاف لفظ کار تو — آنکہ بعد کاف در شعرِ تو ما واکردہ است ۳۵
ہاں بفرمائی خدارا کز برائے کار چیست — گر تنا فرانہ در شعر تو پیدا کردہ است
دعوی[3] نخوستش و آنگہ بہ بیں تبطیل را — در نخستیں قطعۂ خود آنکہ املا کردہ است
ہاں بگو تبطیل کے اندر لغت باشد صحیح — جائے ابطالش رقم کلکش چہ بیجا کردہ است
آنکہ[4] بر شکرانہ دارد از سرِ جہل اعتراض — فکر در قولِ سخن سنجان مگر نا کردہ است
گر بلفظِ شکر داخل گشت حرفِ نسبتی — قبح در معنی بگو ناداں چہ پیدا کردہ است ۴۰
بیں کلامِ[5] حضرتِ حافظ کہ چوں فرمودہ است — اندریں شعر یکہ اندر حاشیہ جا کردہ است

---

[1] حیں ۳ دارم از غالیہ سایاں صبا چشم حیں — کہ غبارے بمن از خاک مصلا نخشند
حیں ۳ کارہ آزبود چشم لیماں جہاں — کہ زخاکش نتواں باہمہ تنگی پر کرد
ظہوری ۳ نکتہ داں شاہ عادل ابراہیم — کہ بحرفش لب از خط مصوّن
حافظ ۳ خوشتر باش اے نسیم شمال — کہ بما میرسد زمان وصال
عرفی ۳ خواب از شب ہمہ شب دیدہ بپالم سودم — کہ برویم دراں واقعہ را ساختہ باز
[2] مثال شکرانہ حافظ شکر ایزد کہ میانِ من او صلح افتاد — حوریان رقص کناں ساغر شکرانہ زدند

---

[1] اشارہ است بر لفظ کا کہ در ہماں مصرع مولوی عبد الصمد فدا واقع شدہ است ۳ کز مجیب و معترض کہ کار بجا کردہ است
[2] در قطعہ اول خود مولوی عبد الصمد فدا گفتند ۳ پاسخ اقوال بیجایش نوشتم بدیر تنگ پا کردہ ام تبطیل
ہر یک انجا ایما کردہ است ۔
[3] در مقطع قطعہ اول حضرت باقر فرمودند ۳ باقر از شکرانۂ ایں کے تواں آمد بروں ۔ در قطعہ دوم
مولوی عبد الصمد فدا گفتند ۳ ہم نشست لفظ شکرانہ تماشا کردنیست ۔ شکر و شکرانہ فرادف آشکارا
کردہ است ۔

هست[1] ای ناداں بدان لفظِ سخندان اسم جنس — کاقتضائے واحد و جمع و تثنی کرده است

چوں سوئے لفظِ جہاں و خواہ عالم شد مضاف — معنی در حکم استغراق پیدا کرده است

وانمودن[2] را چه خوش گفتا جواب با صواب — یعنی غیر از ترجمه دیگر چه انشا کرده است

۴۵ فاعلِ[3] فعلِ رسد گم کرد در قولِ سخن — جستجو هر چند هر جانب چو اعمی کرده است

فاعلِ فعلِ رسد باشد ضمیرِ حرفِ شیں — آنکه در ما قبل کلکِ شاعر املا کرده است

وانکه[4] با خوانده است بعد بوالعجب در جایے ما — بیخرد او را مگر هیجان سودا کرده است

اعتراضے[5] میکند نادان بضم و کسرہ — آخر از دستِ خودش قابل نه املا کرده است

---

[1] بر لفظ سخندان جہاں کہ در مصرعه دوم شعر بست و ہشتم قطعه اول حضرت باقر آمده مولوی عبدالصمد فدا در قطعه دوم گفتند
[2] ماورای خط این لفظ سخندان جہاں ؛ طرفه حسن و خوبی شعر آشکارا کرده است ۔ لفظ واحد را بجائے جمع آوردن چرا ؛ این چنین جا ہا چه لفظے را تقاضا کرده است ۔ مراد او شاں آنست که بجائے سخندان جہاں سخندانان جہاں میباید نوشت
[3] اشاره است بہ شعر مولوی عبدالصمد فدا ۔ لفظ واکردن بود با باز کردن متحد ؛ در لغت ہیں گرتر اور دل شکے جا کرده است ۔
[4] مولوی خواجه سید فخرالدین حسین سخن در قطعه خود که در جواب قطعه اول مولوی عبدالصمد فدا شائع کرده بود گفتند
عرفی و قتش بگویم گر بمطلب وارسد ؛ خامۂ جادو طرازش این چنین انشا کرده است ۔ در قطعه دوم مولوی عبدالصمد فدا گفتند
بنگر بدائے شاعران یکه که شاگرد رشید ؛ شعر خوش در مدح استاد خود انشا کرده است ؛ فاعلِ فعلِ رسد باظاہر آرد پس کدام
فعل واحد یا بخرد فاعل املا کرده است ۔
[5] در جواب قطعه اول مولوی عبدالصمد فدا مولوی خواجه فخرالدین حسین سخن در قطعه اول خود گفتند
بوالعجب ہا مانده ام کایں صاحب علم و ادب ؛ با چنین فہم و فراست ایں چرا یا کرده است ۔ لیکن از سہو کاتب در نسخه مطبوعه نگارنامه دلاشوب حصه اول بجائے لفظ ہا لفظ با طبع شد ۔ مولوی عبدالصمد فدا در قطعه دوم خود گفتند
بوالعجب با مانده ام با لفظ با باشد عجب ؛ جمع دو واحد اندریں یک فقره یکجا کرده است ۔
[6] در قطعه دوم مولوی عبدالصمد فدا گفتند
ہمچنیں با ہائے مضموم آں دگر فقره ہیں ؛ رفع جائے کسرۂ نحوی چه بجا کرده است ۔ در طباعت کاتب سہو کرده بجائے کسره ضمه نوشته بود ۔

باحشیشی می درآویزد غریقِ جان بلب — آرے آرے فرط جلش خوار و رسوا کرده است
می سراید طرفه شعرے دلفریبے کان چها — دقتِ طبعِ روانش آشکارا کرده است
"بشنو و فرما" خطابِ فعل غایب کرده است — جمع این هر دو یک شعر از چه آیا کرده است"
لفظ "غایب" یا خبر باشد ز لفظِ فعل تو — پس چه فعل است آن که غائب قائل آنرا کرده است
یا صفت باشد برایش پس چه باشد معنیش — گفتگوئے طرفه با رمزِ معما کرده است
حالیا بشنو جوابِ اعتراضِ خویشتن — کز جهالت خطره اندر خاطرت جا کرده است
فاعل اندر مصرعِ ثانی بود آخاے تو — هم ضمیرِ پاسخش راجع بآخا کرده است
در خطابِ "بشنو و فرما" مخاطب شد فدا — خامهٔ ما کرد تسکینِ تو یا نا کرده است
هست ایرادت بفعلش هاں عجب فعلِ شنیع — حق بدست تست با تو خواجه ما کرده است
می سراید مصرعے با صد فصاحت معترض — "دوستاں بینید کایں هندی تماشا کرده است"
هندیم از طعنِ فرمود و بجا فرموده است — هاں مگر خود را حریفِ اصفهاں زا کرده است
کرده زیں قطعِ نظر لفظ تماشا بنگرید — کاندریں مصراع او معنی چه پیدا کرده است
دیدن و رفتن باستعمالِ فرس قاری است — تا ازیں هر دو چه معنی در دلش جا کرده است
لیک در مصرع نمی باشد یکے هم منطبق — از برائے قافیه شاید که املا کرده است
شاعرِ شیریں زبانِ ما بفرماید چنیں — "ایں نه بس باشد که موزوں شعر انشا کرده است"
من بلاگرداں موزونیِ طبعِ نازکش — شعر را موزوں صفت کرد و چه آیا کرده است
ایں نمی داند که موزوں داخلِ حدِ وے است — از حقیقت وصف آں کرد و چه پیجا کرده است

سرمۂ بینش کشم در دیدۂ عبدالصمد — این دل شیدائے ما باقر تمنا کردہ است
لیک روشن کے تواں شد دیدۂ اعمائے وے — چوں خدائش کور مادر زاد پیدا کردہ است
نرم کردن می تواں آہن بہ آہن فی المثل — خامۂ ما ہم بانداز وے املا کردہ است

سخت گوئی را نبا شد پیشدستی زیں طرف
او چو بد گفت است آخر خود ہم اصغا کردہ است

منقول از ہنگامۂ دل آشوب صبح دوم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"جواب تحریر اردو میر آغا علی صاحب شمس تخلص از نتایج افکار افصح الفصحا ابلغ البلغا جناب مولوی سید محمد باقر علی صاحب باقر تخلص تلمیذ حضرت ملک الشعرائے ایران و ہند جناب نواب اسد اللہ خان بہادر نظام جنگ غالب تخلص مدظلہ العالی"

بزکتہ سنجان معنی رس و دقیقہ شناسان پاک نفس مخفی و متجسب مباد کہ دریں جرو زمان کہ از علم و فضل عموماً رسمے و از فن معنی و بلاغت خصوصاً نشانے نمانده است الا ماشاء اللہ۔ چنانکہ اعلم علمائے بلاغت و معانی سعد الدین تفتازانی طاب ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ در عنوان مختصر معانی ارشاد فرماید ان ھذا الفن قد نضب الیوم ماؤہ فصار جدالاً بلا اثر وذھب رواؤہ فعاد خلاقاً بلا ثمر حتی طارت بقیۃ آثار السلف ادراج الریاح وسالت باعناق مطایا تلك الاحادیث البطاح۔ پس ایں زماں کہ علی مر الدھور والاعصار از ان

زمان خلعت وجود در برکشیده درکشاد سلعة الفضل والکمال الیق وازید خواهد بود اکثر کم مایگان قلیل البضاعت را شعار و دثار چنان گردیده که براکابر و اعیان که علم وکمال شان مسلم الثبوت زمان و زمانیان و فضل و بلاغت آنان مشهور نزدیک و دور جهان و جهانیان باشد لب اعتراض کشایند و کمال حدت فهم و حراقت ذهن خود شان را روبروئے عوام کالانعام وانمایند و مورد تحسین و آفرین شوند و صدائے احسنت و مرحبا از زبان سوقیان شنوند و حال آنکه دامن عظمت و جلال و پیراهن علم و کمال آن حضرات از آلودگی قبح و نقصان منزه و مبرا است و گلشن دانش و حدیقهٔ فضیلت آن عالی منزلتان خالی از خار و خس شک و اعتراض بوده علیٰ وجه الکمال سرسبز و مطرا است و نشائے آن جز هوائے شهرت و برآوردن نام در میانهٔ جهلا و عوام دیگر نمی باشد مگر بحضور علما و خواص معامله بالعکس میشود که غیر از خیبت و خسران و کاهت و خذلان بحصول نمی انجامد ؎

ملامت بین که هر سنگے که جست از تیشهٔ فرهاد ۔۔۔ هوا میگردد و هم بر سر فرهاد می آید

فاعتبروا یا اولی الابصار۔

تفصیل این اجمال و توضیح این مقال آنکه در اودهٔ اخبار نمبر ۲۶ مورخهٔ ۲۵ ماه جون ۱۸۶۴ عیسوی قصهٔ عبرت خیز و ماجرائے وحشت انگیز مطالعه در آمد یعنی بے حیثیتے فقید الاستعداد ہے سیچد انے کج مج زبانے ژاژ خائے هرزه درائے خود نمائے بیهوده سرائے بیراهه خرام دیجور صفت شمس نام مصداق ؎

بالعکس نہند نام زنگی کافور ۔ زبان طعن و لب اعتراض بر اکمل شعرا وابلغ بلغا کشودہ است و عمایدہ دہلی و بلگرام را کہ چشم فلک و گوش ملک دار العلمے مثل آں در آفاق ندیدہ و شنیدہ زیر خنجر جرح و قدح کشید و از ہذیانات مجنونانۂ خود صفحۂ قرطاس را برنگ روئے خود سیاہ و تباہ نمودہ است ؎

ہر کرا خواہد خدا پردہ درد میلش اندر طعنۂ پاکاں برد

خصوصاً در شان حضرت اسد اللہ خان غالب کہ غلغلۂ فصاحت و طنطنۂ بلاغت شان از قاف تا قاف رسیدہ بل از کنگرۂ عرش بریں بالا کشیدہ لایعنیہا چا ویدہ و اد خروج و قساوت دادہ است ؎

بر بلندان سخن بسوئے خود است تف بسوئے فلک بروئے خود است

ہر چند بدیہی است کہ خواب پریشاں را تعبیرے و مہملات مختل الحواس را تاویلے نیست مگر چوں ایں ذرۂ بیمقدار کہ باقر علی نام و باقر تخلص دارد از خوشہ چینان خرمن آں آفتاب عالمتاب سپہر سخنوری یعنی حضرت غالب مدظلہ العالی است مصلحت آں ندید کہ از جوابات شافیہ اعتراض ایں سرمست بادۂ استکبار خاموش باشد و رگ گردن ایں ہذیان سرا را کہ بدعوئے معنی پروری بلند نمودہ است بہ نشتر تقریرات آبدار نخراشد ناگزیر بحکم ضرورت از جواب دیگر مطاعن و اعتراضات واہیہ ایں بے مغز خوقاللاطنا قطع نظر نمودہ بجواب ایرادات کہ از راہ خوش فہمی بر حضرت غالب نمودہ بکمال اختصار پرداختہ آمد تا شاہد جہل او از منصۂ خفا علی رؤس الاشہاد جلوہ نماید ۔ و باللہ التوفیق

وبه ازمة التحقیق۔

قولہ مطلع سر دیوان غالب ؎

نقش فریادی ہے کس کی شوخی تحریر کا کاغذی ہے پیرہن ہر پیکر تصویر کا

یہ شعر خلاصہ سے خارج ہے حسن معانی کا حارج ہے اس واسطے کہ کاغذی پیرہن کا محاورہ فارسی میں جاری ہے (الی آخر ما قال) لفظ ہر کا لفظ تعمیم کے ساتھ گلی وسنگی تصویروں کے واسطے واجب ہے۔ انتہی۔

اقول ۔ دریں شعر دو اعتراض کردہ اول اینکہ پیراہن کاغذی محاورہ فارسیست در اردو ناجائز دوم دیگر اینکہ پیراہن کاغذی برائے تصویر کاغذیست نہ برائے سنگی وگلی حالانکہ لفظ ہر برائے تعمیم است ۔ اعتراض اول از کمال سخافت ورکاکت مضحک طفلان تواند بود چہ ظاہر است کہ اہل اردو را در شاعری اتباع شعرای فارسیست واقتباس مضامین از فارسی میکنند وازیں جہت است کہ چنانکہ معشوق شعرائے فارسی امارد و نوخطانند معشوق اردو گویاں نیز سیمبران نوخط اند لہذا باتباع فارسی تعریف خط وخال میکنند پس چوں اردو گویاں را در انداز سخن تقلید فارسیانست البتہ محاورۂ فارسی در اردو جائز بود ولا بالعکس ونظیرہ کثیر۔ جواب اعتراض ثانی اینکہ فہم کلام بلغا را ملاحظہ قراین وسیاق وسباق کلام ہم لازم است ۔ ملاحظہ باد کہ در مصرعۂ اول لفظ نقش وتحریر زیب رقم یافتہ پس بقرینۂ سباق کلام در مصرع ثانی مراد نخواہد بود مگر تصویر کاغذی ولفظ ہر در مصرع ثانی برائے کل تصویر کاغذی وال بر عام مخصوص است۔

شیخ علی حزیں فرماید ؎

نصیحت کردمے گرمی شنیدے ۔ دلبرِ خود را چرا وقفِ خرابی کرد ظالم کشورِ خود را

ظاہر است کہ اگر ملاحظہ معنی لفظ 'دلبر' کہ در مصرعہ اولی واقعست نکردہ آید وقف خرابی کشور از کجا ثابت خواہد شد ۔ فافہم وتدبر ۔

قولہ ۔ غالب ؎ کعبہ مرے پیچھے ہے کلیسا مرے آگے ۔

اس مصرع کا خلاصہ سخنوران ظریف کے نزدیک یہ خوب ہے کہ قایل اس کا ایک پیر غالب ہے دوسرے کا مغلوب ہے ۔

اقول ۔ معترض کمال ظرافت وذکاوت را بکار برد وچنیں مضمون لطیف و اعتراض سخیف برآوردہ است مرحبا ثم مرحبا اگر لفظ 'آگے' و 'پیچھے' متلازم ہمیں معنی است ۔ فیالیت شعری ما معنی ہذہ الکریمہ اِنْ کَانَ قَمِیْصُہٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَھُوَ مِنَ الْکٰذِبِیْنَ ۝ وَاِنْ کَانَ قَمِیْصُہٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَکَذَبَتْ وَھُوَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝ بینوا وتوجروا ۔

قولہ ؎ عشق نے پکڑا نہ تھا غالب ابھی وحشت کا رنگ

اس مصرعہ کا مضمون مابون کے نزدیک خوش اسلوب ہے ساکنان دہلی کو دل سے مرغوب ہے ۔

اقول ۔ مضمون ایں مصرع مگر معترض را ہم خوش آمد ۔ اگر ہمیں مضمون ازیں لفظ مفہوم خدام ذوی الاحترام بسبب الف وعادت گردیدہ پس لفظ 'گرفتن' را کہ مترادف

لفظ معترض علیہ جناب در فارسی است در شعر قتیل کہ استاذ الاستاد جناب اند چہ معمل خواہد بود و نقصے ازیں کشمکش قتیل و پیرانش را بچہ رو رو خواہد داد۔ وھُوھٰذا۔

قتیل ؎ باداغ جنوں گررہ ویرانہ نگیریم آرام زسوزِ دل دیوانہ نگیریم

شاید انچہ از ترجمہ لفظ 'گرفتن' مفہوم معترض است ہماں معنی مطلوب استاذ الاستاد ش ہم بودہ کہ ایں قدر از گرفتن ابا و انکار میکند و زار نالہا می نماید۔

قولہ۔ غالب[1] ؎ نافِ زمین ہے نہ کہ نافِ غزال ہے۔

اعتراض اعلان نون میکند۔

اقول۔ جواب ایں ظاہر است کہ لفظ 'یہ' کہ تخنیس لفظ 'نہ' است کاتبش مکرر فہمیدہ قلم انداز کرد ورنہ ہمچو غلط از مبتدی ممکن نیست چہ جاکہ رئیس المنتہین۔

قولہ۔ غالب ؎ دے بدستور صورتِ ارقام

تمام ہندوستان سے کہتا ہوں کہ 'ارقام' رقم کے معنی میں غلط و ناروا۔ الی آخرہ

اقول۔ اول معنی ایں فقرہ ارشاد شود کہ "تمام ہندوستان سے کہتا ہوں" چہ معنی دارد بعد ازاں گوش باید کرد کہ لفظ 'ارقام' از باب افعال فی الواقع نہ آمدہ مگر ایں لفظ بر السنۂ خاص و عام جاریست۔ مجتہد فانی لکھنوی در تصانیف خود یعنی در بارقہ ضیغمیہ و مولوی سبحان علی خان کنبوہ کہ معتقد غنہ معترض است

---

[1] غالب ؎ مشکیں لباس کعبہ علی کے قدم سے جان ۔ نافِ زمیں ہے یہ نہ کہ نافِ غزال ہے۔
در نسخۂ 'دیوان غالب کہ در ہماں زماں طبع شدہ بود از غلطی کاتب لفظ 'یہ' در کتابت نہ آمد۔

در مکاتیب خود بنام نورالدین لفظ 'ارقام' را صد جابیش آورده و در قدما هم مستعمل حکیم محمد ارزانی رحمۃ اللہ علیہ و قرابادین قادری در بحث حمیات لفظ 'ارقام' طرح نگارش داده **فلیس الغالب فیہ منفردًا** واگر بفتح اول جمع رقم خوانده شود هم قبحے ندارد۔

قولہ غالب ؎ نہ کیوں ہو مادۂ سال عیسوی محفوظ۔

لفظ 'مادہ' حادّہ و حارّہ کے وزن پر لکھا یعنی 'میم' کے بعد 'الف' متحرک ہے اور اوس کو ساکن باندھا۔ الی آخرما اتی بالتحقیقات الانیقہ۔

اقول۔ اعتقاد راقم آثم اینکہ معترض بدیں اعتراض بسیار برخود چیدہ واز فرط شادمانی در پیرہن نگنجیدہ باشد۔ منبض شناسان صحت الفاظ خدارا علاج خلل دماغ ایں مخبوط الحواس بفرمائید و بسر وقت ایں بیچارہ رسید کہ چہا ہذیان بر زبان می راند عجب صد عجب کہ معترض در افتتاح کلام خود لوائے دعوی تمام علوم از صرف و نحو و منطق و حکمت و ہندسہ و نجوم و ریاضی و ادب و لغت وغیرہ برافراشتہ و تمامی علمائے اعلام راکہ در علمے کوس لمن الملکی نواختہ اند در ہماں علم استاد خود از راہ فخر و مباہات قرار داد باایں ہمہ بلند آہنگی از کوئے تحقیق لغات مشہورہ نابلد محض افتادہ۔ 'مادہ' را بروزن 'میسّر' و 'موکّل' صیغہ مفعول گفتہ۔ واضح باد کہ لفظ 'مادہ' بمعنی اصل ہر چیز و سامان ترکیب و زیادت متصلہ بالف ساکن است نہ مفتوح زیرا کہ جمع آں 'مواد' مشدد بروزن مفاعل می آید پس باید دانست کہ 'مواد' جمع 'مادہ' بغیر بودن الف ساکن بعد میم صورت نمی بندد

زیرا که قاعدهٔ صرف اینست که هرگاه الف قبل الف جمع مفاعل و مفاعیل افتد واو شود چنانکه ضوارب جمع ضارب و قواریره جمع قاروره پس ظاهر است که اگر ماده بفتح الف که آن در حقیقت همزه است بودے جمع آن مُئاد بهمزه قبل الف آمدے نه مواد و تموهم نشود که دریں صورت اجتماع ساکنین ناجائز لازم می آید زیرا که قاعده اینست که هرگاه ساکن اول ریائے تصغیر بایده و ساکن ثانی مدغم در یک کلمه باشد اجتماع ساکنین جائز باشد چنانکه در دوابه و خاصه و خویصه واقع است فافهم و تدبر و لا تکن من الجاهلین و اعجبا من هذا القائل که بهیں مبلغ استعداد بر آسمان بلاغت حضرت اسد الله خان غالب زبان اعتراض میکشاید ؎

بر ان صاحب سخن رحم است صائب که دخلش منحصر در دخل بیجا است

ثم الجواب - وههنا اشرع فی تبیین بعض هفواته تفریحا للقلوب و اظهارا لبعض العیوب بحیث ینشط خاطر الناظرین و یهیج اشواق السامعین - فاقول - در جواب سیاح داستان سگ خارشی نقل فرموده و نجات یافتن نبی در سایهٔ عاطفت آں قحبه بازاری و علو مرتبت آں زن بحسن عمل طعام دادن سگ خارشی مذکور نوک ریز خامهٔ فصاحت بار نموده است ما میگوئیم که معترض هم مصداق همان سگ خارشی است که خود را ایں طرف و آں طرف از برائے علوفه انداخت و بهر شهر و دیار و کوچه و بازار برائے وجه معاش رفت و کسے پارهٔ نان بل مشتے استخوان پیشش نگذاشت آخر ملجائے و ماوائے خود خانهٔ زهره و مشتری زنان بازاری را ساخت و مصارف اوقات و وظیفه

روزی خود زرمختانہ ایں دو لولیان شوخ شیریں کار نمود و علم استادی و اتالیقی ایں نوچیاں نطعی بر شش معرکہ بیحیائی برافراشت نعوذ باللہ من ھذا الوقاحت۔ آرے ؎ بیحیا باش ہرچہ خواہی کن

ودر محاورۂ ذوق ریختن انچہ از سیاح و منصف سند میخواہد و بقیاس اکتفا نمیکند مخفی نماناد کہ مرزا قتیل جا بجا در کلام خود محاورہ نو تراشیدہ و در جواب اعتراض تشبث بقیاس نمود چنانچہ درین ؎ شب ریختہ خونہا نگہ یار و سحر ہم بیروں نخرامیدہ ازاں کو چہ خبر ہم

چوں کسے اعتراض کرد کہ خرامیدن خبر، خلاف محاورہ اہل زبانست جواب داد کہ لطف، کجا گام دارد کہ حافظ گفتہ ؎ ہم گر لطف شما پیش نہد گامے چند و پس طوریکہ آں جائز خواہد بود ایں ہم جائز خواہد بود۔ و بر اہل خبرت ظاہر است کہ قیاس در محاورہ پیش نمیرود فالجواب القتیل ھو جواب السیاح والمنصف۔ و در جواب قبح مصرع ثانی یعنی آنکہ لفظ ہم بجائے خود نیست ارشاد فرمود کہ گاہے کار از تقدیر ہم می برآید چنانکہ درین شعر ؎

بجرم عشق توام میکشند و غوغائیست تو نیز بر سر بام آ کہ خوش تماشائیست

حالانکہ درین شعر حاجت تقدیر نیست زیرا کہ لفظ غوغا دال بر ہجوم و ازدحام خلایق موجود است فیہما بون بعید۔ منقول است کہ کسے ایں شعر مرزا قتیل پیش شخصے از اہل ایران خواند ؎

تیغ بگرفت و بمن گفت کہ نازم اینست سر فرو کردم و گفتم کہ نیازم اینست

گفت کہ بوے ہندی می آید بے آنکہ نام مرزا قتیل بگوش خوردہ باشد علت آنکہ میگوید تیغ بگرفت حالانکہ می باید گفت تیغ سر کردہ الخ چنانکہ در فرہنگ ظہیر اے تفرشی موجود است حالا چند خطائے دیگر کہ در اثنائے کلام از مرزا قتیل سرزدہ برائے عبرت معترض زیب رقم می آید۔

قتیل ؎ صد پری قربان نازش دلستان کیست این ؛ رفت آرام از دلم آرام جان کیست این

بر ماهران فن ظاهر است که در جائے 'رفت' 'برد' می بایست ۔

ولہ ؎ سوخت چون برق نگاهش آشیانم را تمام ؛ زیر لب پرسید از من آشیان کیست این

بدیہی است کہ بعد سوختہ شدن وجود آشیاں باقی نماندہ پس لفظ آشیان کیست این بجائے خود نخواہد بود بلکہ آشیان کہ بود می تواں گفت ۔

ولہ ؎ متہم کردش بعشق خویش ہر کس را کہ کشت ؛ بہ نگردد زخم او تیر و کمان کیست این

ربط در مصرعین ہرگز پیدا نیست و المعنی فی بطن الشاعر۔

ولہ ؎ ناقہ کش مردے غلط کردہ است رہ بر خاک تو ؛ چند خواب اے قیس بیدار ایں کیست این

اندکے استخواں بندی مصرعۂ اولی و فصاحت ترکیب 'ناقہ کش مردے' را ملاحظہ باید کرد و غالب کہ صاحبان ذوق سلیم ہرگز پسند نفرمایند اگر بدیں ترکیب میگفت از ثقالت ترکیب اول گونہ نجات میشد ؎ رہ غلط کردہ است بر خاک تو مردے ناقہ کش ۔

ولہ ؎ بکجا میبرد ت غمزۂ صید افگن تو ؛ اے سراپا ہمہ قربان کمر بستن تو

برون غمزہ صاحب خود را خالی از ظرافتے نیست و ایں شعر تمام لفظ است کہ از معنی بوئے ندارد بقول حضرت خالب مدظلہ العالی ؎ بگذار از معنی ہمیں الفاظ بر ہم بستہ ایں ؛ بادہ نبود شیشہ و ساغر مہیا کردہ است

ولہ ؎ گفتم بہ بزرگے کہ بہ ایں شانۂ خود را ؛ بہر چہ قرار ایں ہمہ در خانہ نگیرم

چوں کینۂ آں زلف سیہ با دل من دید ؛ گفتا کہ دگر در کف خود شانہ نگیرم

شانہ بیں را بزرگ گفتن اگر مسخرگی نیست دیگر چہ باشد ۔

(ختم شد)

تذئیل

دیوان باقر کے قطعات میں جن جن صاحبوں کے نام آئے ہیں اون کے نہایت مختصر حالات ناظرین کی شناسائی کے لئے قلمبند کئے جاتے ہیں۔

قطعہ ۱۔ حضرت شاہ غلام مظفر صاحب بلخی قدس سرہٗ حضرت باقر کے برادری میں تھے۔ رائے پور فتوحہ کی خانقاہ کے صاحب سجادہ تھے۔ حضرت باقر کے دوسرے محل سے چھوٹی لڑکی کی شادی حضرت شاہ مظفر صاحب کے چھوٹے فرزند شاہ محمد یعقوب صاحب سے ہوئی تھی۔

قطعہ ۲۔ خواجہ محمد فخر الدین حسین صاحب متخلص بہ سخن دہلوی "مقدمہ دیوان باقر" میں ان کا حال قلمبند ہو چکا ہے۔

قطعہ ۳۔ مولوی فرید الدین صاحب۔ مولوی سید وحید الدین خاں بہادر کے چھوٹے بھائی اور شمس العلما نواب سید امداد امام بہادر مرحوم کے چچا تھے۔ یونانی مکانات کی تعمیر کے فن میں ایک کتاب مسمی بہ دستور البنا تصنیف کی تھی۔

قطعہ ۴۔ ۵۔ ۶۔ منشی نجم الدین صاحب۔ یہ بھی مولوی سید وحید الدین خاں بہادر کے چھوٹے بھائی اور شمس العلما نواب سید امداد امام بہادر کے چچا تھے۔ دو کتابیں تصنیف کیں۔

ایک کا نام نجم ثاقب رکھا۔ اوس میں اہل سنت کے عقائد کی تائید اور لامذہبوں کے خیالات اور اقوال کی تردید کی ہے۔ دوسری کتاب میں حضرت سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فضائل مدارج اور رتبہ کو اہل سنت کے عقائد کے مطابق بیان کیا ہے۔

قطعہ ۷۔ حاجی شاہ محمد اقبال علی صاحب بحر بہاری "مقدمہ دیوان باقر" میں ان کا حال لکھا جا چکا ہے۔ حال و قال کی حقیقت میں اونھوں نے ایک کتاب مسمّٰی بہ "عمدۃ المقال فی الحال والقال" تالیف کی اور ۱۲۹۶ھ میں مطبع احمدی لکھنؤ میں طبع کرائی تھی۔

قطعہ ۸ و ۹۔ مولوی عبد الرحمٰن صاحب ناصری گنجی۔ آرہ کے ضلع میں قصبہ شہسرام سے گیارہ میل جانب شرق و شمال دریائے سون کے کنارے ناصری گنج شرفا کی ایک بستی ہے۔ مولوی عبد الرحمٰن صاحب نہایت جید عالم تھے اور بہت دنوں تک شہسرام کے مدرسہ میں مدرس دوم رہے۔ ایک شخص نے وحدت وجود کے مسئلہ پر ایک رسالہ لکھکر اس کو دلائل عقلیہ سے ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔ مولوی عبد الرحمٰن صاحب نے اوس کے جواب میں رسالہ لکھا جس کی تقریظ اور تاریخ میں یہ دو قطعے ہیں۔

قطعہ ۱۰۔ حضرت شاہ امین احمد صاحب قدس سرہٗ خانقاہ حضرت مخدوم الملک شرف الدین احمد یحییٰ منیری بہاری رحمۃ اللہ علیہ کے صاحب سجادہ تھے اور نہایت بزرگ اور کامل اور عالم باعمل تھے۔ حضرت حسن نوشہ توحید علیہ الرحمہ حضرت مخدوم الملک کے خلیفہ خاص حضرت مظفر شمس بلخی کے بھائی کے پوتے تھے اور اپنے والد ماجد حضرت حسین کے توسط سے حضرت مظفر کے سلسلہ بیعت اور خلافت میں داخل تھے۔

قطعہ ۱۱۔ یہ قطعہ کن صاحب کی فرمایش پر لکھا گیا مجھے معلوم نہ ہو سکا۔

قطعہ ۱۲۔ مولوی محمد شاہ مرحوم حضرت باقر کے بھانجے مولوی سید شاہ محمد اکرم صاحب کے فرزند تھے۔

قطعہ ۱۴ و ۱۵ و ۱۶۔ میاں عبد العزیز۔ مولوی سید شاہ عبد العزیز صاحب مرحوم حضرت باقر کی پہلی اہل خانہ کے بھائی تھے۔ پٹنہ میں وکالت کرتے تھے۔

قطعہ ۱۷۔ محمد نقی۔ مولوی سید شاہ محمد تقی صاحب حضرت باقر کے بھتیجے اور حضرت سید شاہ حسین علی صاحب قدس سرہ کے فرزند تھے۔

قطعہ ۱۸۔ میاں واحد کریم۔ مولوی واحد کریم قصبہ ڈیانواں ضلع پٹنہ کے رہنے والے تھے۔ زمیندار تھے۔ حضرت باقر کے شاگرد تھے۔ اون کے فرزند (جن کی ولادت کا یہ قطعہ تاریخ ہے) کا نام مولوی محمود عالم تھا۔ چند سال ہوے کہ یہ بھی رحلت کر گئے۔

قطعہ ۱۹۔ عطا حسین۔ راقم کا نام ہے۔ راقم کے دوسرے فرزند سید فضل الرحمٰن مرحوم کی ولادت کا یہ قطعہ حضرت باقر نے لکھا تھا۔ اوس کی ولادت ۳۰ ربیع الاول ۱۳۱۳ھ کو ہوئی اوسی سال اور اوسی مہینے کی ۲۲ کو حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مراد آبادی قدس سرہ کی رحلت ہوی تھی اور اون کی رحلت کا مادہ تاریخ میں نے "سید فضل الرحمٰن" کہا تھا اس لڑکے کا وہی نام تبرکاً رکھا گیا۔ ۸ شعبان ۱۳۳۳ھ یوم چہارشنبہ کو آٹھ نو گھنٹوں کی علالت میں اوس نے پٹنہ میں انتقال کیا۔

قطعہ ۲۰۔ حضرت شاہ غلام حسن بیتھوی عرف کالے میاں حضرت باقر کے

برادری میں تھے۔ بڑے ادیب اور انشا پرداز اور پرگو شاعر اور اہل دل بزرگ تھے ایک دیوان اور ایک مثنوی مسمّی "بہ کارستان عشق" اون کی یادگار ہے۔ خاندانی سلسلہ چشتیہ سراجیہ اشرفیہ میں اون کو بیعت اور خلافت تھی۔ اوس کے علاوہ اون کو سلسلہ ابوالعلائیہ میں بھی حضرت شاہ روشن علی قدس سرہٗ سے خلافت تھی۔ یہ بزرگ حضرت صوفی محمد دایم کے خلیفہ تھے اور اون کو حضرت مولانا محمد منعم پاک سے خلافت تھی۔ حضرت شاہ غلام حسن کی رحلت ۱۳۵۸ھ میں ہوی اور رحلت سے چند سال بعد اون کے فرزند مولوی حکیم سید مظہر احمدی صاحب مرحوم کی فرمایش پر حضرت باقر نے یہ قطعہ لکھا۔

قطعہ ۲۱۔ مولوی گوہر علی صاحب۔ قصبہ ڈیانوان ضلع پٹنہ کے رہنے والے تھے بہت بڑے زمیندار تھے اور نہایت سخی اور فیاض بزرگ تھے۔

قطعہ ۲۲۔ مولوی سید محمد مہدی حسن صاحب۔ حضرت باقر کے استاد تھے "مقدمہ دیوان باقر" میں ان کا حال لکھا گیا ہے۔

قطعہ ۲۳۔ داور حسین۔ مولوی سید داور حسین صاحب موضع شاہو بیگہ ضلع گیا کے رہنے والے تھے اور حضرت باقر کے رشتہ داروں میں تھے۔

قطعہ ۲۴۔ شاہ ارشد علی صاحب بتیہوی مولانا سید محمد مہدی حسن قدس سرہٗ کے سالے تھے۔

قطعہ ۲۵ محمود بختیار۔ حضرت باقر کے نواسے اور اون کی بڑی صاحبزادی کے فرزند تھے چودہ سال کی عمر میں انتقال کیا۔ گمان یہ ہے کہ دوا میں کسی طرح زہر ملگیا جس سے اون کی ہلاکت ہوی۔

قطعہ ۲۶۔

قطعہ ۲۷۔ شاہ محمد اکرم صاحب ۔حضرت باقر کی بڑی ہمشیر کے فرزند تھے مقدمہ دیوان باقر میں اون کا ذکر آچکا ہے ۔

قطعہ ۲۸۔۲۹۔۳۰۔ جناب ملا سرمست قدس سرہٗ ان کا نام محمد عمر تھا۔ ولایتی تھے اور ہندوستان کے شمالی مغربی سرحدی ممالک کے رہنے والے تھے۔ پیر کی تلاش میں پورب آئے اور حضرت شاہ قیام اصدق قدس سرہٗ سے مرید ہوئے ۔ پیر نے ملا سرمست کا خطاب دیا اور خلافت دی ۔ اون کی رحلت کے بعد گیا کی ایک مسجد میں آکر مقیم ہوئے اور بقیہ عمر وہیں گزار دی اون کا مزار اوسی مسجد کے احاطہ میں ہے ۔

قطعہ ۳۱۔۳۲۔ حضرت مولانا فضل رحمن صاحب قدس سرہ نہایت کامل مکمل اور مشہور بزرگ تھے ۔حضرت شاہ آفاق دہلوی علیہ الرحمہ کے مرید اور خلیفہ تھے ۔قصبۂ گنج مرادآباد میں اون کا قیام تھا وہیں اون کی رحلت ہوی اور وہیں اون کا مزار ہے ۔

قطعہ ۳۳۔۳۴۔۳۵۔ ان قطعات میں جن جن کا نام ہے اون کا ذکر "مقدمہ دیوان باقر" میں صراحت سے ہو چکا ہے ۔

غلط نامہ دیوان باقر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳	۳	مراسم	مواسم
۴	۵	فیص	فیض
۴	۱۶	توبت	نوبت
۵	۲	ہنربر	ہنربر
۵	۳	برحم	برحم
۵	۱۷	راہِ	راہ
۶	۳	مقتبش	مقتبس
۷	۱	سَدرہ	سِدرہ
۷	۳	گرنشتہ	گذشتہ
۸	۱۲	بفرق غلاماں	بفرق جملہ غلاماں
۹	۵	ہنان	دہنان
۹	۱۲	فارغ وزخوف	فارغ وازخوف
۱۰	۹	بدینگونہ	بدینگونہ
۱۰	۱۴	پیچ	ہیچ
۱۰	۱۵	خمیرم	ضمیرم
۱۱	۱۲	مؤشان	موکشان
۱۳	۷	بروائے	بروائے
۱۴	۱۶	زہرآب	زہراب
۱۵	۱۷	شدے ولے	شدے وائے
۱۶	۱	فراسائی	فرسائے
۱۷	۱۰	بیدار	بیدار
۱۸	۱۵	خندن	خیدن
۲۰	۱۲	قراق	فراقِ
۲۰	۱۴	برودوکش	برودوشش
۲۱	۷	ہم نفسے	ہمنفسے
۲۱	۱۱	بکلامم	بکلامم
۲۲	۶	شمعِ	شمع
۲۴	۱۲	داغِ ما	داغِ من
۲۶	۱	اقوال	قوّال
۲۶	۹	چشتم	چشتیم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۶	۱۵	نمبر غزل بجائے ۱۵	۱۶
۲۷	۱۳	گردشش	گروشے
۲۷	۱۳	مے تاب	مے ناب
۲۸	۱۴	فردوسِ	فردوس
۳۰	۸	تندخوئے	تندخوئی
۳۰	۱۵	شغلہ	شُعلہ
۳۰	۱۶	انداد	اندازد
۳۱	۵	جلوہ پروازِ	جلوہ پرداز
۳۳	۸	کشادہ	کشادہ
۳۳	۱۲	تفاتے	تفاوتے
۳۳	۱۳	بگفتہ تو کہ	بگفتہ کہ
۳۵	۱۲	دستم کشی	دستم کشی گہہ
۳۶	۱۶	برگشتہ	سرگشتہ
۳۷	۱۱	چو پے قدم	چو میرود م
۳۷	۱۳	ہم زبان	ہمزبان
۳۹	۴	چشیدۂ	چشندۂ
۳۹	۸	درباب	دریاب
۴۰	۵	افگندۂ	افگندہ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۴۰	۱۷	لبِ تشنہ	لبِ تشنہ
۴۱	۷	تارشبہا	تارسبحہ
۴۴	۸	فدائی	فدائے
۴۵	۱۱	شہی	شہنشہی
۴۶	۲	جمال ترا	جمال روئے ترا
۴۶	۱۱	اصدق	اصدقی
۵۰	۶	عبث	عبث عبث
۵۱	۱	غبغش	غبغبش
۵۴	۹	آئینۂ	آبینہ
۵۴	۱۱	خوبش	خوبش
۵۵	۸	جمعیتم	جمعیم
۵۶	۱۶	دام	وام
۶۱	۴	چشتی	چشی
۶۳	۱۱	رعدِ	رادِ
۶۳	۱۴	رعنائے	رعنائے
۶۴	۲ برحاشیہ	۳۳	۳۲
۶۴	۱ برحاشیہ	۳۴	۳۳
۶۴	۱۱	نجاست	نجاست

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۶۵	۱۷	مشکین	مسکین
۶۶	۱۳	جابزم	جانبزم
۶۷	۱	بآب جاری	بآبیاری
۷۰	۲	بانگاہت	یانگاہت
۷۰	۱۲	عَسّس	عسعس
۷۱	۳	بزم	بَرَم
۷۱	۷	شمیم	تسبم
۷۲	۴	امضا	امضیٰ
۷۳	۵	بجوئے	بجوے
۷۵	۴	غیب عیب	غیب غیب
۷۷	۵	رسید نیست	رمید نیست
۷۷	۹	دردِ غم	دردِ غم
۷۷	۱۳	ہنوز از دمن	ہنوز از دمن
۷۹	۲	بطابع	بطالع
۷۹	۲	تنگ	ننگ
۷۹	۳	قطرے	فطری
۸۰	۱۷	مارا از لطف	مارا زلطفِ
۸۱	۲	افغان	افغان
۸۲	۴	فدائی	فدائے
۸۳	۹	یارمن بارخ	یارمنِ بارخِ
۸۶	۹	کردوم	کردہ ام
۹۱	۱۰	مشکین	مسکین
۹۳	۱۴	گلذار	گلزار
۹۶	۶	سحِر	سحر
۹۶	۷	چکیدہ	چیدہ
۹۶	۹	قرارت	قرارش
۹۶	۱۰	صانی	صافِ
۹۶	۱۳	ہیچکارہ	ہیچکارۂ
۹۸	۸	سُوس	سوسن
۹۸	۱۵	بکشاید	بکشاید
۱۰۱	۱۰	گلِ عنابیِ	گلِ رعنائے
۱۰۱	۱۲	ابروئیش	ابرویش
۱۰۲	۱	دم	رم
۱۰۳	۸	شیدائے	شیدائی
۱۰۴	۹	گلخن	گلخن
۱۰۴	۱۰	نسرین	نسرین

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۰۵	۱۱	بنشیند	بنشینند
۱۰۷	۱۱	جوئے	جوئی
۱۰۷	۱۴	بتیے	بُتے
۱۱۳	۱۰	خود	خود
۱۱۶	۸	آید	ابد
۱۱۹	۷	کین	کاین
۱۱۹	۱۰	پاشیں	پایت
۱۱۹	۱۶	پسینہ	بہ سینہ
۱۲۲	۲	کثرتِ	کشرتِ
۱۲۴	۹	غیط	غیظ
۱۲۴	۱۰	چہ غم کہ	چہ غم بود کہ
۱۲۶	۱۲	مگر	مگو
۱۲۷	۱۰	رسد	رسند
۱۲۹	۴	بالم	بامِ
۱۳۲	۲	بھیرقہ	بھیرفہ
۱۳۲	۱۴	یک	تویک
۱۳۹	۲	بروئے	بروَے
۱۴۵	۱۶	باقیست	باقیست

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۴۶		غزل نمبر ۹۲ کے اشعار غزل نمبر ۵۸ صفحہ ۱۲۳ میں شریک ہیں۔ یہ اشعار غلطی سے مکرر لکھے گئے۔	
۱۴۹	۱۲	کینان	کانیان
۱۵۳	۷	مستِ	مست
۱۵۵	۹	قلبم	قلمم
۱۵۵	۱۵	بیہرہے	بیہرئی
۱۵۶		غزل نمبر ۱۱۰ غلطی سے مکرر طبع ہوگئی صفحہ ۱۱۳ (غزل نمبر ۴۱) پر طبع ہو چکی ہے۔	
۱۵۷		غزل نمبر ۱۱۱ بھی غلطی سے مکرر طبع ہوگئی صفحہ ۱۰۵ (غزل ۲۹) پر طبع ہو چکی ہے۔	
۱۵۸	۳	زخیل	ـ زخیل
۱۵۹	۱۷	ـ آن	باقر چہ شد آن
۱۶۰	۲	ـ دوری	طاقتِ دوری
۱۶۰	۹	کہ او لایق	کنون لایق
۱۶۰	۱۰	میگذرد	گذرد
۱۶۱	۲	ترا	تو
۱۶۱	۳	سرو پائے	سراپائے

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۱۶۱	۷	جامعۂ	جامۂ
۱۶۳	۲	عمت	غمت
۱۶۷	۱۴	گلشن	گلشں
۱۶۸	۲	بسوزد	سوزد
۱۷۱	۱۱	شمع سان زہر	شمع سان سر
۱۷۲	۹	زہرآب	زہراب
۱۷۲	۱۱	قدوشں	قدومش
۱۷۴	۵	کہ نچشیدہ	نچشیدہ
۱۷۴	۶	بگفتی	بگفتم
۱۷۶	۲	فروع	فروغ
۱۷۶	۹	پردہ داری	پردہ دری
۱۷۷	۴	کہنہ	کُہنہ
۱۷۸	۴	بیاد	بباد
۱۸۱	۶	بیبایدت	بایدت
۱۸۲	۱۰	ابتلائے	اعتلائے
۱۸۴	۱۰	نہ بود	نشد
۱۸۷	۹	جلوہ کن	جلوہ دہ
۱۸۸	۲	حبیب	جیب
۱۸۸	۱۱	بوسۂ	بوسہ
۱۹۰	۱۲	فرمائے	فرمائی
۱۹۰	۱۳	وخورا	وخودرا
۱۹۱	۲	وابستہ	دربستہ
۱۹۱	۴	ازدرملی	ازدرددل
۱۹۳	۵	تہ بخشد	نہ بخشد
۱۹۷	۶	وصولِ	حصولِ
۱۹۷	۹	عقد	عقدہ
۱۹۷	۱۷	توفیر	توقیر
۱۹۸	۱۲	بگوئے	بگوئی
۲۰۰	۳	افتم	رفتم
۲۰۱	۵	وبیم	ویم
۲۰۱	۹	زندہ	زند
۲۰۲	۱۶	غنۂ	غنچۂ
۲۰۴	۴	چنین	چین
۲۰۵	۱۴	لشکر	شکّر
۲۰۶	۱۳	ہچو	ہچون
۲۰۹	۹	منت	منت وور

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۱۴	۴	خیرت	حیرت
۲۱۴	۱۳	جو	چو
۲۱۴	۱۴	جبہ	جبہہ
۲۱۵	۱۵	جبہ	جبہہ
۲۱۸	حاشیہ ۹	۴۵	۵۰
۲۱۹	۶	مبدء فیض	مبدء فیض
۲۲۵	۱	زدو چشم	زدو چشم
۲۲۵	۶	بیروں درا	بیروں در آ
۲۲۵	۱۱	جمیبِ	حبیبِ
۲۲۶	۱۲	پیشیں	بیش
۲۲۹	۶	ای فدائے	اے من فدائے
۲۳۰	۱۲	بدیوار	بدیدار
۲۳۲	۱۶	کارروان	کاروان
۲۳۳	۱۲	قبائے تو	قبائی تو
۲۳۳	۱۲	ادائے تو	ادائی تو
۲۳۴	۱	جدائے تو	جدائی تو
۲۳۴	۲	خودنمائے تو	خودنمائی تو
۲۳۴	۳	نارسائے تو	نارسائی تو

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۳۴	۴	کج اوائے تو	کج ادائی تو
۲۳۴	۶	نوائے تو	نوائی تو
۲۳۵	۱۴	شہیدہ شدم	شہید و شدم
۲۳۷	۱	سازم	سازد
۲۳۷	۶	جادوئے	جادوئی
۲۴۱	۳	بتیے	بتے
۲۴۱	۱۷	کردم	کردہ ام
۲۴۲	۲	بندگی کمن آزادیم	بندگی کمن گر آزادیم
۲۴۲	۲	چرا	مرا
۲۴۲	۵	برزخ	بررخ
۲۴۲	۷	کشیدہ	کشیدۂ
۲۴۴	۱۲	دردل	درد دل
۲۴۵	۱	زجلوہ	ازجلوہ
۲۴۵	۳	نہان	تبان
۲۴۵	۱۴	چکیدۂ کلک تو	چکیدۂ نے کلک تو
۲۴۷	۲	آسودہ	آلودہ
۲۴۸	۱	نازت بجاست	نازت ہمہ بجاست
۲۴۸	۵	گیرم	گیرمؐ

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۴۸	۶	جان بگذارم	جان بیاگذارم
۲۴۸	۱۵	رسیده	پریده
۲۵۱	۲	دین پے	دین درپے
۲۵۴	۱۴	بین مستِ	بین اے مست
۲۵۴	۱۵	آبرو	ابرو
۲۵۷	۱	گهر	گر
۲۵۷	۷	حقهٔ	حقه
۲۶۱	۳	نباشم	نباشد
۲۶۱	۷	آگین شدهٔ	آگین تو
۲۶۱	۸	دوقِ	ذوقِ
۲۶۱	۹	شدن	شدی
۲۶۵	۱۰	موے	مو
۲۶۶	۱۰	گرم	گری
۲۶۶	۱۲	نزهت	شربت
۲۶۸	۹	آخرو تو	آخر تو
۲۶۸	۱۲	کو	تو
۲۷۱	۱۲	ہمین فشانم	ہمی فشانم
۲۷۳	۱	یا	با

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۲۷۴	۷	کرم وعطاء	کرم واطف وعطا
۲۸۰	۸	وہ چہ فسنهٔ	وہ چہ این نسخهٔ
۲۸۱	۸	گوناں گوں	گوناگون
۲۸۵	۱۰	علی انور	علی نور
۲۸۷	۹	سبق خان	سبق خوان
۲۸۹	۸	۱۳ قطعه	۱۲ قطعه
۲۹۰	۵	آمده	آمد
۲۹۱	۴	محمد تقی	محمد نقی
۲۹۳	۷	شکر	صد شکر
۲۹۳	۸	طفلے	طفلم
۲۹۶	۹	۳۱۹	۱۳۱۹
۲۹۹	۱۲	اتقیا	اتقا
۳۰۰	۵	کہ تبارخ ۲۳	کہ تبارخ ۲۲
۳۰۲	۶	برپا	آرا
۳۰۲	۱۱	جواب ے	کتاب ے
۳۰۳	۸	ہمچنین	این چنین
۳۰۵	۷	تحقیق	تخفیف
۳۰۵	۱۱	سرائہ	سرمایۂ

غلطنامہ دیوان باقر

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۰۵	۱۶	باخیار	باخبار
۳۰۶	۵	از	ار
۳۰۷	۴	قرق	قرق
۳۰۸	۷	جواہر	جواہرہا
۳۰۹	سطر ۱۲ فٹ نوٹ	پارسی	پارس
۳۱۰	۷	جو	چو
۳۱۰	۹	نگار	نگارم

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۳۱۱	۱۰ فٹ نوٹ	لفظ 'کا'	لفظ 'کار'
۳۱۹	۹	منتلزم	مستلزم
۳۲۱	۹	منبض	نبض
۳۲۱	۱۶	وریادت	وزیادت
۳۲۲	۱۰	تثم	تتم
۳۲۳	۱۳	زاہل	ازاہل

مطبوعہ
شمس الاسلام پریس حیدرآباد دکن